سیرۃ عمر فاروق
حکیم محمد ... احمد ظفر

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

کے

حیرت انگیز واقعات

حافظ مؤمن خان عثمانی

مکتبۃ الحسن
33 - حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور
042-7241355, 0300-4339699

DATA ENTERED

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

۲۹۷۱۹۲۱
۲۹۹۴ ع
91995

نام کتاب .... حضرت عمر فاروقؓ کے حیرت انگیز واقعات

مولف .... حافظ مومن خان عثمانی

ناشر .... مکتبہ الحسن

مطبع .... ایم اے پرنٹرز

اشاعت اول .... محرم الحرام ۱۴۳۱ھ بمطابق جنوری 2010

اہتمام

مولوی عبدالقدیر حسنی

ناظم

مکتبہ الحسن لاہور

Marfat.com

عنوانات

مضمون	صفحہ نمبر
پیش لفظ	32
اسلام لانے سے قبل کی حالت	35
فاروقِ اعظمؓ پر رقت طاری ہوئی	35
ہدایت کا سورج طلوع ہو گیا	36
عمر دروازے پر ہیں	38
میں مسلمان ہوا ہوں	39
فاروقِ اعظمؓ کا اعلانِ حق	40
اسلام لانے کے بعد قریش کی مخالفت	42
فاروقِ اعظمؓ مدینہ پہنچے	42
آنحضرت کی گستاخی پر فاروقِ اعظمؓ کا جلال	42
فراست فاروقِ اعظمؓ	45
فاروقِ اعظمؓ کا آنحضرتؐ کا قاصد بن کر عورتوں سے بیعت لینا	48
فاروقِ اعظمؓ کا حضرت ہند کے ہمراہ آنحضرتؐ کے پاس جانا	49
فاروقِ اعظمؓ آنحضرتؐ اور ابوبکرؓ کے ہمراہ ابوایوبؓ کے گھر	49
جس وجہ سے آپؐ آئے ہیں	52
پھر تمہاری کیا رائے ہے؟	52
ہم ہجرت میں تم سے آگے نکل گئے	53
تم کیوں آئی ہو؟	54

Marfat.com

وہ ہمیشہ مجھ سے آگے نکلے ہیں	55
عبداللہ بن اُبی کی حرکت پر فاروقِ اعظمؓ کی حمیت	55
حضرت عمر بن خطابؓ کی بہادری	56
بدر کے قیدیوں کے متعلق فاروقِ اعظمؓ کی رائے	57
ان سب کی گردنیں اڑادیں	58
ابوبکرؓ سے آگے نہیں بڑھ سکتا	60
زمین کا صدقہ	60
جذبات میں فرق	61
اے عباس! مسلمان ہوجاؤ	61
وہ دونوں تو سالن سے روٹی کھاچکے ہیں	62
ہماری عورتیں ان عورتوں سے سیکھنے لگیں	63
ضروری ایسی بات کروں گا کہ حضورؐ کو ہنسی آجائے	66
اے عمرؓ! انہیں چھوڑ دو	67
اللہ کی قسم! وہ تو منافق ہوگیا ہے	68
اپنی قوم کو جمع کرو	69
میں اس منافق کی گردن اڑادوں	69
وہ شخص کون ہے؟	71
انہوں نے مجھ کو کچھ جواب نہ دیا	71
مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن اڑادوں	72
یارسول اللہؐ! کیا آپؐ اللہ کے دشمن کا نمازِ جنازہ پڑھانے لگے ہیں	72

آپؐ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں	73
سب شیطان بھاگ گئے	73
آپ لوگوں کو عمل کرنے دیں	74
میں ان دونوں سے نمٹ لوں گا	75
تم نے یہ کیا کیا	76
حضرت عمرؓ کے توراۃ پڑھنے پر آنحضرتؐ کا اظہارِ ناراضگی	77
حضرت عمرؓ حضورؐ کی طرف چل دیئے	77
اے میرے چھوٹے سے بھائی!	78
اللہ اکبر	78
فتح مکہ کے موقع پر ابوسفیان کے متعلق فاروقِ اعظمؓ کے جذبات	79
دبدبۂ فاروقی پر ابوسفیان کی حیرانگی	80
رؤساء مکہ کے متعلق فاروقِ اعظمؓ کے خیالات اور آنحضرتؐ کی معافی	81
آنحضرتؐ کے وصال پر فاروقِ اعظمؓ کا رونا	82
معترضین کی باتیں آپؐ کو پہنچادیں	82
فاروقِ اعظمؓ کا صدیق اکبرؓ کو اُسامہؓ کا پیغام پہنچانا	83
اللہ تعالیٰ کے لئے دوستی اور دشمنی	85
فاروقِ اعظمؓ کی بات کی وضاحت صدیق اکبرؓ کی زبان سے	85
تم غلط کہتے ہو	86
اللہ تعالیٰ کو ایسا منظور نہیں تھا	88
صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت	89

Marfat.com

مدینہ منورہ جا کر بیان فرمائیں	91
آپؓ مجھ سے زیادہ افضل ہیں	94
میں خلیفہ نہیں بن سکتا	95
اس کے جبہ کو پھاڑ دو	95
فاروقِ اعظمؓ کے لئے دُعائے خیر	96
فاروقِ اعظمؓ نے ابوبکرؓ کا غم ہلکا کر دیا	97
یہ آپؓ کی ملک ہے یا تمام مسلمانوں کی	97
آپؓ نے مجھے ڈوبنے سے بچایا	99
آپؓ مجھے کمر سے پکڑے ہوئے ہیں	100
مانعین زکوٰۃ کے متعلق فاروقِ اعظمؓ کی رائے پر صدیق اکبرؓ کا جواب	101
اللہ تعالیٰ ابوبکرؓ پر رحم فرمائے	102
حضرت عثمانؓ کی شکایت	103
یہ عمر بن خطابؓ ہیں	103
صدیق اکبرؓ کی انتقال کے وقت فاروقِ اعظمؓ کو وصیت	104
فاروقِ اعظمؓ کے ہاتھ پر بیعت	105
عمیر بن عطیہ کی فاروقِ اعظمؓ کے ہاتھ پر بیعت	105
فاروقِ اعظمؓ کی اپنے غلام کو اسلام کی دعوت	105
ایک بڑھیا کو اسلام کی دعوت	106
دعوت الی اللہ کی وجہ سے سخت پیاس کو برداشت کرنا	106
شاید وہ توبہ کر لیتا	107

Marfat.com

جب تک اللہ تعالیٰ قبول کرتے ہیں تم بھی قبول کرتے رہو	108
مجھے اس پر ترس آرہا ہے	108
سعد بن ابی وقاصؓ کے نام حکم نامہ	109
اسلامی لشکر کو ہدایات	109
حضرت خبّاب فاروقِ اعظمؓ کے دربار میں	110
قریب آجاؤ	111
حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ کے سر کا بوسہ	111
ابوبکرؓ کی ایک رات عمرؓ کے سارے خاندان کی زندگی سے بہتر ہے	113
کیا یہ میرے دور میں ہوگا؟	114
آئندہ ایسے نہیں کروں گا	115
اللہ تعالیٰ کے نیک بندے کہاں ہیں	116
فارس جانے کے لئے فاروقِ اعظمؓ کا مشورہ	117
اے اللہ! عمرؓ کو بہترین جزاء عطا فرما	118
سب سے زیادہ اجر و ثواب والا کون ہے؟	119
سابقین اوّلین کا مقام	120
سردارانِ قریش فاروقِ اعظمؓ کے دروازے پر	121
خالد بن ولیدؓ کے جنازہ میں	122
حضرت بلالؓ کو اجازت	122
تم یہاں کیوں رک گئے؟	123
جہاد چھوڑ کر کھیتی باڑی میں مشغول ہو جانے پر دھمکی	123

Marfat.com

چالیس دن کیوں پورے نہیں کیے؟	123
اپنے آپ کو قابو میں رکھو	123
لوگ غلط کہتے ہیں	125
اب جہالت کوئی عذر نہیں رہا	125
اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے	125
بہادری اور بزدلی	126
جان دینے والا عامل	127
میں تمہارا مرکز ہوں	129
میں تو اسی علاقہ میں جاؤں گا	129
ہمارے مزدور کا کیا ہوا؟	130
اُمّ سلیط اس کی زیادہ حقدار ہیں	130
ابن عمرؓ کی بیوی سے زیادہ حقدار	131
آپؓ خلیفہ ہیں	131
میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ؟	132
توراۃ میں خلافت فاروقیؓ کا تذکرہ	132
مجھے برائی سے روکو	133
فاروقِ اعظمؓ کی ہیبت	135
لوگوں پر شفقت	136
فاروقِ اعظمؓ کی دانش مندی	137
حضرت زبیرؓ پر پابندی	138

Marfat.com

حضورؐ سے رشتہ کا تعلق	138
فاروقِ اعظمؓ کے ہاں ابن عباسؓ کا علمی مقام	139
لوگوں کی رائے کا احترام	139
مجھے پسند نہیں کہ آپ کا دین خراب ہو	142
زمین کی پیمائش	142
ذمہ داری پوری نہ کرنے کی سزا	143
تمہیں اپنے امام وقت کا ڈر نہیں رہا	144
کیا تم امیر بننے کو برا سمجھتے ہو؟	145
تمہیں اس آدمی نے معزول کر دیا	145
وصال کے بعد فاروقِ اعظمؓ کی اطاعت	146
امیر کے سامنے اظہارِ حق	147
ابی ٹھیک کہتے ہیں	147
ہم آپ کو سیدھا کر دیں گے	148
مجھے کیسا پاتے ہو؟	148
طرزِ حکمرانی	148
گورنروں کو ہدایات	149
مجھے اکیلا چھوڑ کر الگ ہونا چاہتے ہو	150
کامیاب حکمرانی کے رہنما اصول	150
انسانی مساوات	150
غریب پروری کا نمونہ	151

امراء کی تربیت	151
حضرت سعدؓ کی اصلاح	152
امراء کی خبر گیری	153
رعایا کے حالات سے خبر گیری	157
نابینا اپاہج بڑھیا کی خدمت	157
ظاہری اعمال کے مطابق فیصلہ	158
امیر بنا کر اس کے اعمال پر نگاہ رکھنا	158
آپؓ تو ہمیں بھول گئے	158
حضرت ابو عبیدہؓ کو مدینہ منورہ طلب کرنا	159
آزادئ انسانیت	160
عدم شفقت پر امیر کا ہٹانا	161
عدلِ فاروقیؓ	162
آپؓ ان کی مرضی کے بغیر یہ گھر نہیں لے سکتے	162
اپنے بیٹے پر حد جاری کر دی	163
فاروقِ اعظمؓ کے رعب سے عورت کا قبل از وقت بچہ جننا	164
مظلوم کی دادرسی	165
تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنا رکھا ہے	166
میں تیری مدد کو حاضر ہوں	167
ایک مسلمان کی قیمت	168
وہ آپ سے اپنا بدلہ لے	169

Marfat.com

فیروز دیلمیؓ کو حاضری کا حکم	170
تو اللہ تعالیٰ کے لئے آزاد ہے	171
آپؓ بدلہ دینے کے لئے بیٹھ جائیں	172
یہودی بدکار کا انجام	173
ایک یہودی کے قتل پر فاروقِ اعظمؓ کی پریشانی	174
ذمی کافر کے متعلق فاروقِ اعظمؓ کا فیصلہ	176
دھوکہ دہی سے احتراز	176
آپؓ اسے قتل نہیں کر سکتے	177
ذمی کے ساتھ انصاف	178
انگوروں کی قیمت	179
آپؓ نے حق کا فیصلہ کیا ہے	179
لیکن میں تو اسے نہیں بھولا	179
خوفِ خدا	180
کاش میں اپنے گھر والوں کا دنبہ ہوتا	181
کاش میں تنکا ہوتا	181
امید اور خوف	181
زمانہ خلافت پر پریشانی	182
صحبت نبیؐ...... امید کی چیز	182
نفس کی اصلاح	183
خلیفہ بننے کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ کو پہلا خط	184

Marfat.com

حضرت سعدؓ کو نصیحت	184
حضرت عتبہ بن غزوانؓ کو نصیحت	187
حضرت علاء بن حضرمیؓ کو نصیحت	188
امیر کے ٹیڑھا ہونے سے مامور بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے	190
سعید بن عامرؓ کی فاروقِ اعظمؓ کو نصیحت	191
فاروقِ اعظمؓ کو ایک شخص کی نصیحت	192
ابو عبیدہؓ اور معاذ بن جبلؓ کا خط اور اس کا جواب	194
میرے پاس عمیر بن سعدؓ جیسا آدمی ہو	196
سعید بن عامرؓ سے اہل حمص کی شکایتیں	201
تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں	204
مال کی تقسیم	205
باندی کو آزاد کر دیا	206
آپؓ ہماری سفارش کر دیں	206
ایک عورت کی فریاد رسی	208
سعید بن عامرؓ کے پاس دینار بھیجنا	209
بہت اچھا	210
ازواج مطہرات کی خدمت	211
قحط زدہ لوگوں کی خدمت	212
روزانہ بیس اونٹ ذبح ہوتے	213
ان کو ہنستے ہوئے دیکھوں	213

Marfat.com

زمانہ قحط میں امیر مصر کو ارسال کردہ خط اور اس کی جوابی کاروائی	214
حسن وحسین رضی اللہ عنہم کو جوڑے نہ دینے پر پریشانی	216
آنحضرتؐ کی رشتہ داری کا لحاظ	216
کہو کیا کہتے ہو؟	217
فرق مراتب	218
ہم دونوں پانچ ہزار والوں میں اکٹھے نہیں ہو سکتے	220
جہادی کارناموں کی وجہ سے مجاہدین کی اولاد کی خدمت	221
بلکہ میں تو حضورؐ سے شروع کروں گا	221
جہاں عمر کا نام آئے اسے بھی لکھ دو	222
سب کچھ آنحضرتؐ کی برکت ہے	223
حضرت عباسؓ کا اکرام	224
یہ عطر دان حضرت عائشہؓ کو بھجوا دوں؟	225
جو مال لائے ہو وہ تمہارا ہے	225
ایک زخم خوردہ مجاہد کی قدردانی	226
تمہاری زبان پر شیطان بول رہا ہے	226
میں مال کو جمع کر کے نہیں رکھ سکتا	227
اس مال میں ہر مسلمان کا حق ہے	227
عمر کے لئے ہلاکت ہو	231
اجتماعی مال کو یتیم کے مال کی طرح سمجھتا ہوں	232
امیر المومنین کی تنگ دستی	233

Marfat.com

تم جیسے لالچی اور کنجوس آدمی سے ادھار لوں	233
مجھے علاج کے لئے شہد کی ضرورت ہے	234
باپ کو دھوکہ دینا چاہتی ہو	234
آپؓ دیکھ لیں	234
تم سے نہیں تلوانا	236
خود کما کر اپنی اولاد پر خرچ کرو	236
اب میں تمہیں اور نہیں دے سکتا	237
جواہرات کی قیمت بیت المال میں جمع کر دی	237
زائد رقم بیت المال میں جمع کر دو	238
تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے خائن بادشاہ بن کر پیش ہوں	239
میرے زمانہ خلافت میں نہیں ہوگا	239
تم نے یہ کیوں واپس کیا؟	241
ہمیں اس کی ضرورت نہیں	241
جنت کے درخت صرف مؤمنوں کو ملیں گے	241
تم ایسا نہ کرو	242
کیا یہ ٹھیک ہے	243
آپ کیوں رو رہے ہیں؟	243
الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھو	244
اس لئے رو رہا ہوں	245
نہ انعام ملے...... نہ میری پکڑ ہو	245

Marfat.com

معاملہ برعکس معلوم ہوتا ہے	247
پریشان ہونے کی بہت بڑی بات ہے	247
کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو؟	248
تمہیں یہ بات کن لوگوں نے کہی ہے؟	248
عمر نہ کبھی عمدہ کھانا کھائے گا نہ نرم کپڑے پہنے گا	250
اچھا کھانا کھانے سے انکار	255
دو وقت کا کھانا لے لیا کریں	255
اپنی نیکیوں کا بدلہ یہاں نہیں لینا چاہتا	256
میں یہ سالن نہیں کھا سکتا	256
ایک برتن میں دو سالن	257
ردی قسم کی کھجور بھی کھا لیتے	257
ہاتھ صاف کرنے کا تولیہ	258
تولیہ مانگنے پر حضرت جارودؓ کو ڈانٹنا	258
فکرِ آخرت	258
ہاں میں جانتا ہوں	259
میں قصداً استعمال نہیں کرتا	259
روزانہ دو بکریاں اور دو بوریاں مقرر کرتا ہوں	260
کیا تم نے ہر مسلمان کو ایسا ٹوکرا دے دیا ہے؟	261
شہد تو مزے لینے کی چیز ہے	262
شہد ملا پانی پینے سے انکار	262

Marfat.com

پرانا پیوند لگا کرتا ہی پہن لیا	263
چمڑے کے پیوند	263
بارہ پیوند	264
تین پیوند	264
روزانہ دو درہم خرچ	264
آپؓ نے کیوں نہیں بنا لئے	264
اہل بدر کے لئے قیمتی جوڑے	265
ایک درہم کا گوشت خریدا ہے	266
یہ گوشت کیسا ہے؟	267
مجھے خبر کر دینا	267
دنیا کی حقیقت	268
تم دنیا کے لئے نمونہ ہو	268
بالا خانے کو گرا دو	268
تمہارا سب سے برا دن	269
ایسا گھر بناؤ جس سے دھوپ اور بارش سے بچ جاؤ	269
فرعون جیسے لوگ	269
میں نے تمہارے باپ کو قتل نہیں کیا	270
آلِ رسولؐ کی محبت	270
یہ پرنالہ وہاں ہی لگائیں جہاں حضورؐ نے لگایا تھا	270
حضرت عمرؓ بیٹھ کر رونے لگ گئے	271

Marfat.com

اے خالد! یہ کیا پہن رکھا ہے؟	272
لواپنا کپڑا لے لو	272
حد جاری کرنے کی وجہ سے حضرت قدامہ کی ناراضگی	273
آپؓ سارا قرآن پاک ایک جگہ لکھوا کر محفوظ کرلیں	276
میں نے یہ دُعا کیوں پڑھی؟	277
میں نے حضورؐ کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے	278
اگر حضورؐ کو کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو نہ کرتا	278
ایک مسلمان کی جان ضائع ہونے سے بچانا	279
مجھے اس کی زبان کاٹنے دو	279
ہم وہ کام کر بیٹھے جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے	280
کیا ہم تجسس کر رہے ہیں؟	281
کیا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو رہی ہے؟	281
آپؓ نے تین نافرمانیاں کی ہیں	282
آپؓ نے جو کیا ہے وہ اس سے بھی زیادہ برا ہے	283
انہیں چھوڑ کر واپس آ گئے	284
اللہ تعالیٰ نے اس کا عیب چھپایا تم اسے ظاہر کرنا چاہتے ہو	284
آپؓ اس کی پردہ دری کرنا چاہتے ہیں	285
اللہ تعالیٰ آپؓ پر رحم فرمائے	286
شراب پینا زنا جیسا جرم نہیں	286
اے اللہ! میری غلطی معاف فرما	287

تو جانتا ہے یہ عورت کون ہے؟	288
اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے سچ فرمایا	289
حضرت عباسؓ کی فاروقِ اعظمؓ کے ساتھ تلخ کلامی	289
حضرت عباسؓ کا احترام	290
حضرت علیؓ کے ساتھ محبت	290
آپؓ کے گھرانہ کی برکت ہے	291
صحبتِ نبیؐ کا احترام	291
تمہارے علاوہ کوئی نہیں جس کے جسم کا حصہ جنت میں ہو	292
عمرؓ نے جیسے پڑھایا ویسے ہی پڑھو	292
اے بدترین لوگو!	293
یہ منحوس غلط کہہ رہا ہے	293
تم مجھے عبداللہ سے متنفر کرنا چاہتے ہو	294
حضرت اُمّ سلمہؓ کے مخالف کی سزا	294
حضرت حفصہؓ کو نوحہ کرنے سے منع کرنا	294
آنحضرتؐ کے زمانہ کو یاد کر کے رونا	295
میں اس میں شریک نہ ہوتا تو اچھا تھا	295
تین دفعہ اجازت نہ ملنے پر ابوموسیٰؓ کی واپسی	295
میں زبیر کو دیکھ لوں گا	297
ضرورت مجھے ہے اس لئے مجھے ہی آنا چاہئے تھا	297
تم نے اس آدمی کو ذبح کر ڈالا	298

Marfat.com

وہ پیالہ میرے پاس لاؤ	299
ایک دم رک جاتے	299
اللہ تعالیٰ کی عظمت کا استحضار	300
میں تو ان کے ساتھ ایسے ہی پیش آؤں گا	300
عصیدہ اس طرح نہیں گھونٹا جاتا	301
جب تک پانی گرم نہ ہو جائے کوئی عورت آٹا نہ ڈالے	301
ننگے پاؤں عیدگاہ جانا	301
میں نے چاہا کہ اپنے نفس کو اس کی حیثیت بتا دوں	301
اے جوان! مجھے اپنے ساتھ بٹھالے	302
چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں	303
تو میرا بھائی ہے میں تیرا بھائی ہوں	303
بھائی کی شہادت کا صدمہ	304
پھر تم چمٹے رہو	304
قریش لوگوں کے سردار ہیں	305
جس سے تمہیں تکلیف ہو وہ مصیبت ہے	305
سختی کے بعد کشادگی	306
میں اس جگہ جانور چرایا کرتا تھا	306
اللہ تعالیٰ کی نعمت	307
تم لوگ خاموش کیوں نہیں رہتے	307
یہی جواب میں تم سے سننا چاہتا تھا	308

سارا دودھ قے کرلیا	308
آواز بند ہوگئی	308
بیس دن بیمار رہے	308
اتنا روئے کہ آگے نہ پڑھ سکے	309
آخری صف میں رونے کی آواز	309
قرآن پاک سے تاثر لینا	309
متقی گمنام لوگ	310
تجھے اللہ تعالیٰ سے ضرور ڈرنا ہوگا	310
اپنے گھر والوں سے ابتدا کرتے	310
یہ برائی نہیں ہوسکے گی	311
صرف شر کے موقع پر نظر آنے والے	311
تمہارا بھلا ہو چھ درہم کی قمیص خریدتے	311
آپؓ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندے ہیں	311
اپنی غلطی کا اعتراف	312
میں ہمیشہ حضرت عمرؓ سے ڈرتی رہی	313
غلط شکایت پر ایک عورت کی پٹائی	313
تم دونوں میں فیصلہ کردو	315
فاروقِ اعظمؓ کا فیصلہ	316
جھوٹ بولنا مجھے برا لگا	317
میری بیوی کا ذہن خراب نہ کریں	318

Marfat.com

ابوعبیدہؓ کی اطاعت کرنی پڑے گی	319
دوڑ میں مقابلہ	320
ابن بن کعبؓ کو تنبیہ	320
اسے یہاں سے نکال دو	320
غلاموں کے ساتھ کھانا کھانا	321
اس قمیص کی وجہ سے مجھے دیر ہوگئی	321
جو پرانا کپڑا نہ پہنے اسے نیا پہننے کا حق نہیں	322
کیا تمہیں حیض آتا ہے؟	322
اپنے والد حضرت اسماعیلؑ کا لباس اختیار کرو	322
دریائے نیل کے نام خط	323
اٹھو اور اس آگ کا انتظام کرو	324
یہودی کے سوال کا جواب	324
وہ آپؓ کو امین نہیں سمجھتے	325
ٹڈیوں کے ختم ہونے پر تشویش	326
وہ کون سی آیت ہے؟	326
حضرت عثمانؓ کی تعریف	327
نماز کی اہمیت	327
مسجد نبویؐ میں اضافہ	328
جمعہ کے دن سب جامع مسجد میں آ کر جمعہ پڑھیں	328
مسجد نبوی کو خوشبو کی دھونی	328

جب ایسے رہو گے خیر پر رہو گے	328
مسجد نبویؐ میں آواز بلند کرنے پر تنبیہ	329
تم جانتے ہو کہ کہاں ہو؟	329
مسجد میں شور کرنے سے بچو	329
مسجد کے ساتھ حجرہ	330
مسجد کا احترام	330
میں خلیفہ نہ بنتا بلکہ مؤذن بنتا	330
باجماعت نمازِ فجر کی اہمیت	331
نماز میں صفوں کی درستگی	331
آپؓ کس کو امیر بنا کر آئے ہیں؟	332
پھر تم نے ٹھیک کیا	333
نماز میں رونا	333
گھر والوں کو نماز کا حکم	333
حضرت عمرؓ کے معمولات	334
تراویح میں لوگوں کو ایک امام کے پیچھے جمع کرنا	334
جاؤ ان پر گرم پانی ڈال کر مٹا دو	335
لوگوں کے ظاہری اعمال کو دیکھو	336
ابن عباسؓ کو التحیات سکھانا	337
حضرت زید بن ثابتؓ کو مدینہ میں روکے رکھنا	337
اگر آپ چاہیں تو قرعہ اندازی کر لیں	338

91995

ہم تو نماز میں ہی تھے	339
تین باتیں پوچھنا چاہتا ہوں	339
اُمت میں اختلافات کی وجہ	341
اس مثال سے مراد عمل ہے	341
اس نوجوان کو ہمارے ساتھ کیوں شریک کرتے ہیں؟	342
ابن عباسؓ کے علمی دلائل	343
یہ بات انہیں نہ سنانا	345
عمرؓ کے دروازے کی ضرورت نہیں رہی	345
عمرؓ نے ہمیں اس کام سے روکا ہے	345
متشابہ آیات پوچھنے پر ایک شخص کی پٹائی	346
ہم سے خطائیں سرزد ہوں گی	347
حضورؐ کی صحبت اور دوستی کی بنیاد پر وظیفہ دو	348
ان میں اختلاف ہو جائے گا	349
میں یہ بات لوگوں سے چھپاتا تھا	350
قرآن پاک کے پیچھے چلو	351
احادیث کے متعلق احتیاط	353
ہماری رائے تو صرف گمان ہے	353
یہ حضور ﷺ کی خصوصیت تھی	354
قاضی شریح کو ہدایات	354
قاضی شریح کا تقرر	354

Marfat.com

تم لوگوں کو فتویٰ دیتے ہو	355
علم کا سمندر	355
حضرت عمرؓ کے سامنے فقہاء بچوں کی طرح نظر آتے تھے	355
مشکل مسئلہ سے پناہ مانگتے تھے	356
عبداللہ بن مسعودؓ کے متعلق آپؓ کی رائے	356
اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کرتا ہوں	356
حضرت عمرؓ کے ہاں ابن عباسؓ کا مقام	356
تم نبوت کے گھرانے سے بولتے ہو	357
علم کو ضائع کرنے والی چیز	357
تم ان میں سے نہیں ہو	357
ہمیں ہمارے ربّ کی یاد دلاؤ	357
قرآن پاک کی تلاوت	358
بسم اللہ اور سبحان اللہ	358
یہ کلمات کہنا کافی ہے	358
تیرا بھلا ہو	359
عاجز و مسکین بن کر جا رہے تھے	359
تم میرے لئے دُعائے مغفرت کرو	360
فلاں بن فلاں کا کیا ہوا؟	360
حضرت عمرؓ کی دُعائیں	361
کفر کا کیا مطلب	362

Marfat.com

دورانِ طواف دُعا	363
زمانہ قحط کی دُعا	363
ایک اہم دُعا	364
یااللہ! مجھے اپنی طرف اٹھالے	364
میں دُعا کروں گا تم آمین کہو	365
نمازِ جنازہ کی دُعا	365
قبر پر مٹی ڈالنے کے بعد یہ دُعا پڑھتے تھے	365
اے اللہ! ان کے ذریعہ سے اسلام کو بلند فرما	366
حضرت عمرؓ ہمیشہ اپنے اصول پر قائم رہے	366
قرآن پاک پڑھو اس کے ذریعہ سے تم پہچانے جاؤ گے	367
او اللہ کے دشمن!	367
دونوں کی گردن اڑا دوں گا	368
میں اپنی امانت کا ذمہ دار ہوں	369
مجھے ایک جگہ حضورؐ نظر آئے	370
رجم کے بارے میں دھوکہ نہ کھالینا	370
میرے دنیا سے جانے کا وقت قریب آگیا ہے	371
مسجد میں نماز پڑھو	373
متعہ کے متعلق وضاحت	373
باندیوں کے متعلق حکم	374
نمازِ عید	374

Marfat.com

پتہ نہیں وہ کس سے ناراض ہے؟	374
حکمت ودانائی کی اٹھارہ باتیں	375
تین قسم کے مرد اور تین قسم کی عورتیں	376
جس کی زبان پر فرشتے بات کرتے ہیں	377
یا سارية الجبل	378
اسے میرے پاس لاؤ	378
میرے رَبّ نے مجھے دو باغ دے دیئے ہیں	379
اے قبرستان والو!	381
بارش شروع ہوگئی	382
سمجھداری سے کام لے	382
اب تمہیں کیا ہوگیا ہے؟	383
اسے مسلمانوں میں تقسیم کردو	384
تم نے اپنے ساتھ ہمارے لئے دُعا کیوں نہیں کی؟	385
ہم سب سے زیادہ ذلیل قوم تھے	385
اسے روکو	386
آپؐ کا زمانہ بعد والوں کے زمانہ سے بہتر ہے	387
حاکم کا اثر رعایا پر	388
عمرو بن العاصؓ کو لکھا گیا خط	388
جنگ قادسیہ کے لئے افواج کی روانگی	389
خلیفہ قاصد کی رَکاب میں	391

Marfat.com

فتح جلولاء	391
کوفہ اور بصرہ کی آبادی	392
علاء ابن حضرمیؓ پر ناراضگی	394
فتح اہواز	395
ذمیوں کے حقوق کا تحفظ	396
فتح رامہرمز وتستر	396
امدادِ غیبی	396
شاہ اہواز مدینہ میں	397
پیش قدمی کا فیصلہ	399
فتح نہاوند	400
نعمان بن مقرن کی روانگی	401
نعمان کی شہادت اور فتح	402
فتح آذربائیجان	403
فتح باب	403
فتح مکران	405
فتح قنسرین	405
فاروقِ اعظمؓ کا پہلا سفر شام	406
عہدنامہ صلح	406
بیت المقدس میں داخلہ	407
مسجد عمرؓ کی تعمیر	408

Marfat.com

حمص پر رومیوں کا حملہ	409
فتح جزیرہ	411
طاعون عمواس	411
مسلمانوں کو تنہا چھوڑ کر نہیں آسکتا	412
آخری سفر شام	413
قحط عظیم	414
عمرو بن عاصؓ کی مصر کی طرف روانگی	414
فتح قصر شمع	415
فتح اسکندریہ	417
قاصد فتح مدینہ میں	418
آبادی فسطاط	418
فتح برقہ	419
خدمت خلق	420
ایرانی خزانے مسلمانوں کے قدموں میں	420
حضرت خالدؓ کی معزولی	422
حضرت عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ کے درمیان مکالمہ	422
سن ہجری کا مقرر کرنا	424
ان کو تکلیف نہ دو	425
امیر المومنین کا لقب اختیار کرنا	425
بیدار مغزی	426

Marfat.com

بیت المال کا خیال	426
میں حنیفی (مسلمان) ہوں	427
مجاہدین کے گھروں کی خدمت	427
میرا کرتا اس کو دے دو	427
ایک نابینا کے لئے خدمت گار کا تقرر	428
ایک معذور کے لئے نوکر کا تقرر	428
شرک کی جڑ کاٹ دی	428
توحید کا سبق	429
سیّد القوم خادمھم	429
فتنہ	430
دریا کے سفر میں قصر	430
معاملات اور سفر سے انسان پہچانا جاتا ہے	430
زندہ دلی	431
ضرورت سے زائد زمین ضبط کر لی	432
اسے طلاق دے دو	432
پانچ اصول	432
بیت المال سے حضرت عمرؓ کے مصارف	433
اپنے آپ سے خطاب	434
حضرت عمرؓ کی غلط کتابت پر تعزیر	434
حضرت عمرؓ کی تواضع	434

Marfat.com

حضرت عمرؓ کی بہو	435
امیر المومنین کے انتقال کا وقت قریب آ گیا	435
تمہیں شہادت کا درجہ کہاں مل سکتا ہے؟	435
مدینہ منورہ میں شہادت کی تمنا	436
فاروقِ اعظمؓ کے آخری لمحات	436
فاروقِ اعظمؓ پر قاتلانہ حملہ	439
عمر بن خطابؓ حجرہ میں دفن ہونے کی اجازت مانگ رہے ہیں	440
چھ حضرات کی شوریٰ	441
آنے والے خلیفہ کی وصیت	441
خلیفہ کا فیصلہ کس طرح کیا جائے؟	442
شوریٰ کے لئے سیکورٹی کا انتظام	443
خلیفہ کے اوصاف	443
تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن......	444
اے حسنؓ! اپنے باپ کے گواہ رہنا	445
بہت فکر مند ہوں	445
انتقال کے وقت وصیت	445
میرا سر زمین پر رکھ دو	446
فاروقِ اعظمؓ کا وصال	447
حضرت عمرؓ کے انتقال کا غم	447
حضرت عمرؓ کے وصال کے مسلمانوں پر اثرات	447

Marfat.com

جس نے رونا ہے وہ رو لے	448
مدت خلافت	448
جنات کا نوحہ	448
اب حساب سے فارغ ہوا ہوں	449
آپؓ کے رب نے آپؓ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟	450
اچھا معاملہ ہوا	450
دس سال بعد خواب دیکھا	451
حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا خواب	451

Marfat.com

پیش لفظ

امیر المومنین حضرت فاروقِ اعظمؓ وہ عظیم خوش قسمت شخصیت ہیں جن کو آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے مانگا، پھر اسی دُعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت سے سرفراز فرمایا۔ آپؓ کے اسلام لانے پر مسلمانوں میں نئے حوصلے پیدا ہوئے، کفار اور مشرکین مکہ کی کمر ٹوٹ گئی اور پھر اللہ تعالیٰ نے فاروقِ اعظمؓ سے اسلام کی خدمت کا وہ کام لیا جس پر اسلامی تاریخ ہمیشہ فخر کرتی رہے گی۔

ان کے دورِ خلافت میں اسلام دنیا کے کونے کونے تک پہنچ گیا تھا۔ روم اور فارس کی سپر طاقتیں نیست و نابود ہوئیں۔ دشمنانِ اسلام یا تو اسلام کی دشمنی چھوڑ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے یا ان کی نجاست سے دنیا کو پاک کر دیا گیا۔ امام نوویؒ کی تحقیق کے مطابق آپؓ کی ولادت واقعہ فیل سے تیرہ سال قبل ہوئی۔ حضرت فاروقِ اعظمؓ سن ۶ نبوی، ۱۷ سال کی عمر میں اسلام لائے۔ بعض کے مطابق سن ۵ نبوی میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اس وقت تک چالیس مردوں اور گیارہ عورتوں نے اسلام قبول کیا تھا۔

آپؓ کا نسب نامہ یوں ہے:

عمر بن خطاب...... بن فضیل...... بن عبدالعزی...... بن ریاح...... بن قرط...... بن رزاح...... بن عدی...... بن کعب...... بن لوی...... کعب پر پہنچ کر یہ سلسلہ نسب آنحضرت ﷺ کے سلسلہ نسب سے جا ملتا ہے۔ [1]

آنحضرت ﷺ نے آپؓ کے بہت سے فضائل بیان فرمائے ہیں۔ عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ اگر میرے بعد کوئی اور نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے۔

---

[1] (ترمذی ۲/۳۴۵۶)

یعنی انبیاء کا دروازہ تو ختم ہو گیا لیکن اگر بالفرض کوئی آتا تو وہ عمر ہی ہوتے کہ ان کے اندر انبیاء والی بعض خصوصیات جو دیگر لوگوں سے ان کی حیثیت کو ممتاز اور نمایاں کرتی ہیں، موجود ہیں۔

عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان پر اور ان کے قلب پر حق وصداقت جاری فرما دیا ہے۔

یہ فاروقِ اعظمؓ کی خصوصیت ہے کہ ان کی رائے کے مطابق کئی دفعہ جبرائیل علیہ السلام وحی الٰہی لے کر آنحضرتؐ کے دربار میں حاضر ہوئے جسے موافقات عمر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ حضرت فاروقِ اعظمؓ کا ایک ایک واقعہ ایمان کی تازگی کا ذریعہ ہے۔

آپؓ کی حکمرانی اور خلافت تاریخ اسلام کی مثالی خلافت ہے۔ آپؓ کی سادگی، تقویٰ، اخلاص، للّٰہیت، فہم وفراست، رعایا کی خبر گیری اور خدمت، ماتحت امراء اور افسران پر نظر اور ان کی تربیت، توکل واستغنا، عدل وانصاف، جنگی امور میں مہارت، ایک ایک چیز پر نظر ڈالی جائے تو آپؓ ہر معاملہ میں ایک کامل انسان نظر آتے ہیں۔ یہ سب کچھ آنحضرتؐ کی صحبت کا نتیجہ ہے ورنہ خود فرماتے ہیں کہ اسلام سے قبل میں جب اونٹ چراتا تو ان کو اچھی طرح سنبھالنے کے طریقے سے بھی ناواقف تھا۔ باپ خطاب کہتا کہ عمر تمہیں اونٹ چرانے کا طریقہ نہیں آتا، تم زندگی کس طرح گزارو گے۔ مگر جب دربارِ رسالتؐ سے منسلک ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے دنیا پر حکمرانی کا ایسا طریقہ سکھایا کہ آج تک دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے اور تا قیامت قاصر رہے گی۔

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

یہ سب کچھ آنحضرت ﷺ کی صحبت کا فیضان تھا جس نے عمرؓ کو فاروقِ اعظمؓ جیسا کامل و مکمل انسان بنا دیا۔ حضرت فاروقِ اعظمؓ کے واقعات کو پڑھتے ہوئے ایمان تازہ ہوتا

ہے۔اسلام کی عظمت سمجھ میں آتی ہے۔صحبت نبویؐ کا تقدس دل میں بیٹھتا ہے۔ایک کامل انسان، سچے ولی اللہ، کامیاب حکمران، خدمت خلق سے سرشار مسلمان، عجز وانکساری کے عظیم پیکر، اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جدوجہد کرنے والے بے باک داعی، سرکش اور طاغوتی قوتوں سے برسرپیکار مجاہد کا عملی نقشہ سامنے آتا ہے۔

احقر نے فاروقِ اعظمؓ کے چیدہ چیدہ واقعات کو جمع کیا ہے۔اکثر واقعات کنز العمال اور حیاۃ الصحابہؓ سے لئے گئے ہیں۔دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو حضرت فاروقِ اعظمؓ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور پھر سے اسلام کو وہ شان وشوکت نصیب فرمائے کہ مسلمانانِ عالم دیگر اقوام کی غلامی سے نجات حاصل کریں۔

﴿اللّٰھم صل علیٰ سیّدنا و مولانا محمد و علیٰ اٰل سیّدنا و مولانا محمد کما تحب و ترضی عدد ما تحب و ترضیٰ﴾

حافظ مؤمن خان عثمانی

فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

وفاق المدارس العربیہ پاکستان

خطیب مرکزی جامع مسجد فاروقِ اعظمؓ

مدرسہ مخزن العلوم کٹھائی تحصیل اوگی ضلع مانسہرہ

۰۳۴۵۹۴۸۵۸۴۵/۰۳۰۱۸۱۳۷۰۷۳

۳۰ جولائی ۲۰۰۷ء

Marfat.com

اسلام لانے سے قبل کی حالت:

حضرت قیس بیان کرتے ہیں کہ: میں نے حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیلؓ کو مسجدِ کوفہ میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے (اسلام لانے سے پہلے) مجھے اسلام لانے کی وجہ سے باندھ رکھا تھا۔

بخاری میں حضرت قیس کی ایک روایت میں یہ ہے کہ اگر تم مجھے اس وقت دیکھتے جس وقت حضرت عمرؓ مسلمان نہیں ہوئے تھے اور انہوں نے مجھے اور اپنی بہن کو باندھ رکھا تھا۔ [1]

فاروقِ اعظمؓ پر رقت طاری ہوئی:

حضرت اُمّ عبداللہ بنت ابی حثمہؓ فرماتی ہیں کہ: اللہ کی قسم! ہم لوگ حبشہ جانے کی تیاری کر رہے تھے اور میرے خاوند حضرت عامرؓ ہماری کسی ضرورت کی وجہ سے گئے ہوئے تھے کہ اچانک سامنے سے حضرت عمرؓ آئے۔ وہ میرے پاس آکر کھڑے ہو گئے۔ وہ ابھی تک مشرک ہی تھے اور ہمیں ان کی طرف سے بڑی تکلیفیں اور سختیاں اٹھانی پڑتی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا، اے اُمّ عبداللہ! کیا تم لوگ جا رہے ہو؟ حضرت اُمّ عبداللہؓ نے کہا، ہاں۔ جب تم ہمیں ستاتے ہو اور ہر وقت ہمیں دباتے ہو تو اب ہم جا رہے ہیں اور اللہ کی زمین میں کہیں رہیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہی ان مصیبتوں سے نکلنے کی کوئی صورت پیدا فرما دے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، اللہ تمہارے ساتھ رہے۔

حضرت اُمّ عبداللہؓ فرماتی ہیں، حضرت عمرؓ پر کچھ ایسی رِقت طاری ہوئی جو میں نے ان میں اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی اور پھر حضرت عمرؓ واپس چلے گئے اور میرے خیال میں یوں ہمارے وطن چھوڑ کر چلے جانے کا انہیں بڑا غم ہو رہا تھا۔

پھر حضرت عامرؓ ہماری وہ ضرورت پوری کر کے آئے تو میں نے کہا، اے ابو عبداللہ! اگر تم ذرا پہلے آ جاتے تو دیکھتے کہ ہمارے جانے کی وجہ سے حضرت عمرؓ پر کیسی

---

[1] (بخاری ۲/۵۴۵، حیاۃ الصحابہؓ ۱/۳۸۲)

Marfat.com

رِقت طاری تھی اور وہ کیسے غمگین تھے۔ حضرت عامرؓ نے کہا، کیا تمہیں ان کے اسلام لانے کی کچھ امید ہو گئی ہے؟ حضرت اُمّ عبداللہ نے کہا، ہاں۔ حضرت عامرؓ نے کہا کہ جب تک خطاب کا گدھا مسلمان نہیں ہوگا، یہ آدمی جسے تم نے دیکھا ہے یعنی عمر مسلمان نہیں ہوگا (یعنی جیسے گدھے کا اسلام ناممکن ہے ایسے ہی عمرؓ کا اسلام لانا ناممکن ہے)

حضرت اُمّ عبداللہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت عامر چونکہ دیکھ رہے تھے کہ عمرؓ اسلام کے خلاف بہت سخت دل ہے، اس وجہ سے انہوں نے ان کے اسلام سے مایوس ہو کر یہ بات کہی تھی۔ [1]

ہدایت کا سورج طلوع ہو گیا:

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ گردن میں تلوار لٹکائے ہوئے گھر سے باہر نکلے۔ انہیں بنو زہرہ کا ایک آدمی ملا۔ اس نے کہا، اے عمر! کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا، میرا ارادہ ہے کہ (نعوذ باللہ من ذلک) میں محمد (ﷺ) کو قتل کر دوں۔ اس نے کہا، اگر تم محمد (ﷺ) کو قتل کر دو گے تو بنو ہاشم اور بنو زہرہ سے کیسے بچو گے؟ حضرت عمرؓ نے اس سے کہا، میرا خیال یہ ہے کہ تو بھی بے دین ہو چکا ہے اور جس دین پر تو تھا، اس کو تو چھوڑ چکا ہے۔ اس نے کہا، کیا میں تم کو اس سے بھی زیادہ عجیب بات نہ بتاؤں؟ حضرت عمرؓ نے کہا، وہ کیا ہے؟ اس نے کہا، تمہاری بہن اور بہنوئی دونوں بے دین ہو چکے ہیں اور جس دین پر تم ہو اس کو وہ دونوں چھوڑ چکے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ غصہ میں بھر گئے اور اپنی بہن کے گھر کو چل دیئے۔

جب وہ بہن اور بہنوئی کے گھر پہنچے تو وہاں مہاجرین میں سے حضرت خبابؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ جب حضرت خباب نے حضرت عمرؓ کی آہٹ سنی تو وہ گھر کے اندر چھپ گئے۔ حضرت عمرؓ نے گھر میں داخل ہوتے ہی کہا کہ یہ پست آواز کیا تھی جو میں نے تمہارے پاس سے سنی۔ وہ لوگ سورۃ طٰہٰ پڑھ رہے تھے۔ ان دونوں نے کہا، ہم آپس میں بات کر

---

[1] (البدایۃ ۳/۷۹، کنز العمال ۸/۳۳۲، حیاۃ الصحابہؓ ۱/۴۵۹)

Marfat.com

رہے تھے اور کچھ نہیں تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا، شاید تم دونوں بھی (اس نبی کی طرف) مائل ہو گئے ہو توان کے بہنوئی نے ان سے کہا، اے عمرؓ! اگر حق تمہارے دین کے علاوہ کسی اور دین میں ہو تو پھر تمہارا کیا خیال ہے؟ یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ اپنے بہنوئی پر جھپٹے اور ان کو بہت بری طرح سے روندا۔ ان کی بہن ان کو اپنے خاوند سے ہٹانے کے لئے آئیں تو اپنی بہن کو حضرت عمرؓ نے اس زور سے مارا کہ ان کے چہرے سے خون نکل آیا۔ ان کی بہن کو بھی غصہ آ گیا۔ انہوں نے غصہ سے کہا، اے عمرؓ! اگر حق تمہارے دین کے علاوہ کسی اور دین میں ہو تو پھر؟ اور انہوں نے بلند آواز سے کلمہ شہادت: اشھد اَنْ لَّا اِلٰـہ اِلَّا اللّٰـہُ و اشھد اَنَّ مُـحَـمَّـداً رَّسُول اللّٰہِ پڑھا۔ جب حضرت عمرؓ مایوس ہو گئے تو کہا، مجھے بھی وہ کتاب دو جو تمہارے پاس ہے تاکہ میں اسے پڑھوں۔ اور حضرت عمرؓ کتاب پڑھ لیا کرتے تھے۔ ان کی بہن نے کہا، تم ناپاک ہو اور اس کتاب کو صرف پاک آدمی ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ اس لئے کھڑے ہو کر یا تو غسل کر و یا وضو۔ حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر وضو کیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے اس کتاب کو لے کر سورۃ طٰہٰ پڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ اس آیت تک پہنچ گئے۔

﴿اِنَّنِیٓ انا اللّٰہُ لَآ الٰہ اِلَّآ انا فاعبدْنِی واقِمِ الصَّلٰوۃ لذکری﴾

تو حضرت عمر نے کہا کہ مجھے بتاؤ کہ محمد (ﷺ) کہاں ہیں؟ جب حضرت خبابؓ نے حضرت عمرؓ کی یہ بات سنی تو وہ گھر کے اندر سے باہر آئے اور کہا کہ اے عمر! تمہیں بشارت ہو۔ حضورؐ نے جمعرات کی رات میں یہ دُعا مانگی تھی کہ اے اللہ! اسلام کو عمر بن خطاب یا عمرو بن ہشام (ابوجہل) کے مسلمان ہونے کے ذریعہ سے عزت عطا فرما۔ مجھے امید ہے کہ حضورؐ کی یہ دُعا تمہارے حق میں قبول ہوئی ہے۔ اس وقت حضورؐ اس گھر میں تھے جو صفا پہاڑ کے دامن میں تھا۔ حضرت عمرؓ یہاں سے چل کر اس گھر (دارِارقم) میں پہنچے۔ اس وقت گھر کے دروازے پر حضرت حمزہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما اور حضورؐ کے کچھ صحابہؓ موجود تھے۔

جب حضرت حمزہؓ نے دیکھا کہ ان کے ساتھی حضرت عمرؓ کے آنے سے خوف محسوس کر رہے ہیں تو انہوں نے کہا، ہاں یہ عمر ہے۔ اگر اللہ نے ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ

کیا ہے تو یہ مسلمان ہو کر حضور ﷺ کا اتباع کر لیں گے اور اگر اللہ کا اس کے علاوہ کسی اور بات کا ارادہ ہے تو ان کو قتل کرنا ہمارے لئے آسان بات ہے۔ اس وقت حضور گھر کے اندر تھے اور آپؐ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ چنانچہ (وحی نازل کے ہونے کے بعد) حضورؐ باہر حضرت عمرؓ کے پاس تشریف لائے اور ان کے گریبان اور تلوار کے پرتلے کو پکڑ کر فرمایا، کیا تم باز آنے والے نہیں ہوا ے عمرؓ! (اسی کا انتظار کر رہے ہو کہ) اللہ تعالیٰ تم پر وہی ذلت اور سزا نازل کر دے جو اس نے ولید بن مغیرہ پر نازل کی ہے۔ اے اللہ! یہ عمر بن خطاب ہے۔ اے اللہ! عمر بن خطاب کے ذریعہ سے دین کو عزت عطا فرما۔ حضرت عمرؓ نے کہا، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسولؐ ہیں اور وہ مسلمان ہو گئے۔ (مسلمان ہونے کے بعد) انہوں نے کہا، یا رسول اللہؐ! آپؐ باہر (مسجد حرام کو نماز پڑھنے کے لئے) تشریف لے چلیں۔ [1]

عمر دروازے پر ہیں:

حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ: حضور ﷺ نے یہ دُعا مانگی، اے اللہ! عمر بن خطاب کے ذریعہ دین کو عزت عطا فرما۔ اس رات کے شروع کے حصہ میں حضرت عمرؓ کی بہن اقرأ باسم رَبِّکَ الَّذی خلق پڑھ رہی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے ان کو اتنا مارا کہ انہیں یہ گمان ہوا کہ انہوں نے اپنی بہن کو قتل کر ڈالا ہے۔ جب صبح تہجد کے وقت حضرت عمرؓ اٹھے تو انہوں نے اپنی بہن کی آواز سنی جو کہ اقرأ باسم رَبِّکَ الَّذی خلق پڑھ رہی تھیں تو حضرت عمرؓ نے کہا، اللہ کی قسم! نہ تو یہ شعر ہے اور نہ یہ سمجھ میں نہ آنے والا پست کلام ہے۔ چنانچہ وہ وہاں سے چل کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے دروازے پر حضرت بلالؓ کو پایا۔ انہوں نے دروازے کو کھٹکھٹایا (یا دھکا دیا) حضرت بلالؓ نے پوچھا، یہ کون ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا، عمر بن خطاب ہے۔ حضرت بلالؓ نے عرض کیا، ذرا ٹھہرو میں تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ سے اجازت لے لوں۔ حضرت بلالؓ نے عرض کیا، یا رسول

[1] (طبقات ابن سعد ۳/۱۹۱، البدایۃ ۳/۸۱، حیاۃ الصحابہؓ ۱/۳۸۳)

Marfat.com

اللہ! عمرؓ دروازے پر ہیں۔ آپؐ نے فرمایا، اگر اللہ تعالیٰ کا عمر کے ساتھ خیر کا ارادہ ہے تو وہ اسے دین میں داخل کردیں گے۔ آپؐ نے حضرت بلالؓ سے کہا، دروازہ کھول دو۔ (انہوں نے دروازہ کھول دیا، حضورؐ باہر تشریف لائے) اور حضورؐ نے حضرت عمرؓ کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر زور سے ہلایا اور فرمایا، تم کیا چاہتے ہو؟ تم کس لئے آئے ہو؟ حضرت عمرؓ نے کہا، آپؐ جس چیز کی دعوت دیتے ہیں، وہ میرے سامنے پیش کریں۔ آپؐ نے فرمایا، تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ اسی جگہ مسلمان ہو گئے۔ اور عرض کیا، یا رسول اللہ! باہر تشریف لے چلیں۔ [1]

میں مسلمان ہوا ہوں:

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ: جب حضرت عمرؓ اسلام لائے تو انہوں نے پوچھا کہ قریش میں سب سے زیادہ باتوں کو نقل کرنے والا کون ہے؟ انہیں بتایا گیا کہ جمیل بن معمر ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ صبح کو ان کے پاس گئے۔ حضرت عبداللہ (بن عمرؓ) فرماتے ہیں کہ میں بھی حضرت عمرؓ کے پیچھے پیچھے گیا۔ میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ کیا کرتے ہیں؟ میں بچہ تو ضرور تھا لیکن جس چیز کو دیکھ لیتا تھا، اسے سمجھ لیتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے جمیل کے پاس جا کر اس سے کہا، اے جمیل! کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور محمد ﷺ کے دین میں داخل ہو گیا ہوں؟

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر جمیل نے حضرت عمرؓ کو کچھ جواب نہ دیا بلکہ کھڑے ہو کر اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے چل دیا۔ حضرت عمرؓ اس کے پیچھے چل دیئے اور میں حضرت عمرؓ کے پیچھے۔ یہاں تک کہ جمیل نے مسجد حرام کے دروازے پر کھڑے ہو کر زور سے پکار کر کہا، اے جماعتِ قریش! غور سے سنو۔ خطاب کا بیٹا عمر بے دین ہو گیا ہے۔ قریش کعبہ کے اردگرد اپنی مجلسوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے جمیل کے پیچھے سے

---

۱ (حیاۃ الصحابہؓ ۱/۳۸۵)

Marfat.com

کہا، یہ غلط کہتا ہے، میں تو مسلمان ہوا ہوں اور کلمہ شہادت اشھد اَنْ لَّا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّداً رَّسُول اللّٰہِ پڑھا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ سب لوگ حضرت عمرؓ کی طرف جھپٹے۔ وہ سب حضرت عمرؓ سے لڑتے رہے یہاں تک کہ سورج سروں پر آ گیا اور حضرت عمرؓ تھک کر بیٹھ گئے اور وہ سب مشرک حضرت عمرؓ کے سر پر کھڑے تھے اور حضرت عمرؓ فرما رہے تھے کہ جو تمہارا دل چاہتا ہے کرلو۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہم مسلمان تین سو ہو گئے تو یا تو تم مکہ ہمارے لئے چھوڑ کر چلے جاؤ گے یا ہم تمہارے لئے چھوڑ کر چلے جائیں گے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں، یوں ابھی ہو ہی رہا تھا کہ قریش کا ایک بوڑھا آدمی سامنے سے آیا جو یمنی چادر اور دھاری دار کرتا پہنے ہوئے تھا۔ وہ ان کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور اس نے پوچھا، تم لوگوں کو کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا، عمرؓ بے دین ہو گیا ہے۔ اس بوڑھے نے کہا، ارے چھوڑو ایک آدمی نے اپنے لئے ایک بات پسند کی ہے، تم اس سے کیا چاہتے ہو؟ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ قبیلہ بنو عدی اپنے آدمی (حضرت عمرؓ) کو ایسے ہی تمہارے حوالے کر دیں گے؟ اس آدمی کو چھوڑ دو اور چلے جاؤ۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اس بڑے میاں کے کہتے ہی وہ لوگ ایسے حضرت عمرؓ سے چھٹ گئے جیسے کہ ان کے اوپر سے کوئی چادر اتار لی گئی ہو۔ جب میرے والد ہجرت کر کے مدینے چلے گئے تو میں نے ان سے پوچھا، اے ابا جان! جس دن آپؓ اسلام لائے تھے اور مکہ کے کافر آپؓ سے لڑ رہے تھے تو ایک آدمی نے آ کر ان لوگوں کو ڈانٹا تھا جس پر وہ لوگ سب آپؓ کو چھوڑ کر چلے گئے تھے، وہ آدمی کون تھا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اے میرے بیٹے! وہ عاص بن وائل سہمی تھے۔ [1]

فاروقِ اعظمؓ کا اعلانِ حق:

حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر کہا، یا رسول اللہﷺ! ہم اپنا دین کیوں چھپائیں جب کہ ہم حق پر ہیں اور ان کافروں کا دین کھلم کھلا ظاہر ہو جب کہ وہ ناحق ہیں۔ آپﷺ نے فرمایا، اے عمرؓ! ہم تھوڑے ہیں، ہمیں جو تکلیف اٹھانی پڑی ہے وہ تم نے دیکھ ہی لی ہے۔ حضرت عمرؓ

[1] (البدایہ ۳/۸۲، حیاۃ الصحابہ ۱/۳۶۶)

Marfat.com

نے کہا، اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے، میں جتنی مجلسوں میں کفر کی حالت میں بیٹھا ہوں، میں ان تمام مجلسوں میں جا کر ایمان کو ظاہر کروں گا۔ چنانچہ وہ دارِ ارقم سے باہر نکلے اور بیت اللہ کا طواف کیا۔ پھر قریش کے پاس سے گزرے جو ان کا انتظار کر رہے تھے۔ ابوجہل بن ہشام نے دیکھتے ہی کہا، فلاں آدمی کہہ رہا تھا کہ تم بے دین ہو گئے ہو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

﴿اشهد انّ لّا اله اِلّا اللّٰهُ وحدهٗ لا شريک لهٗ
وَاَنَّ مُحَمَّداً عبدُهٗ ورسولهٗ﴾

مشرکین یہ سن کر حضرت عمرؓ کی طرف جھپٹے۔ حضرت عمرؓ نے حملہ کر کے عتبہ کو نیچے گرا لیا اور اس پر گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئے اور اسے مارنے لگے اور اپنی انگلی اس کی دونوں آنکھوں میں ٹھونس دی۔ عتبہ چیخنے لگے۔ لوگ پرے ہٹ گئے۔ پھر حضرت عمرؓ کھڑے ہو گئے۔ جب بھی کوئی سورما آپؓ کے قریب آنے لگتا تو آپؓ قریب آنے والوں میں سے سب سے زیادہ باعزت آدمی کو پکڑ لیتے اور اس کی خوب پٹائی کرتے یہاں تک کہ سب لوگ حضرت عمرؓ سے عاجز آ گئے اور وہ جن مجلسوں میں بیٹھا کرتے تھے، ان تمام مجلسوں میں جا کر انہوں نے ایمان کا اعلان کیا اور یوں کفار پر غالب آ کر حضورؐ کی خدمت میں واپس آئے اور عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، اب آپؐ کے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! میں جتنی مجلسوں میں حالتِ کفر میں بیٹھا کرتا تھا، میں ان تمام مجلسوں میں جا کر بے خوف و خطر اپنے ایمان کا اعلان کر کے آیا ہوں۔

پھر حضور ﷺ باہر تشریف لائے اور آپؐ کے آگے آگے حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ تھے۔ یہاں تک کہ آپؐ نے بیت اللہ کا طواف کیا اور اطمینان سے ظہر کی نماز ادا فرمائی۔ پھر حضرت عمرؓ کے ہمراہ دارِ ارقم واپس تشریف لائے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ اکیلے واپس چلے گئے اور ان کے بعد حضور ﷺ بھی واپس تشریف لے گئے۔[1]

---

[1] (البدایہ ۳/۳۰، الاصابۃ فی تمیز الصحابہؓ/ ۴۴۷، حیاۃ الصحابہؓ ۱/ ۳۶۲)

Marfat.com

اسلام لانے کے بعد قریش کی مخالفت:

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ گھر میں خوفزدہ بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں عاص بن وائل سہمی ابوعمروان کے پاس آیا۔ وہ یمنی چادر اوڑھے ہوئے تھا اور ایسی قمیص پہنے ہوئے تھا جس کے پلے ریشم کے ساتھ سلے ہوئے تھے۔ یہ ابوعمرو سہم قبیلہ کے تھے اور یہ لوگ زمانہ جاہلیت میں ہمارے حلیف تھے۔ اس نے حضرت عمرؓ سے پوچھا، تمہیں کیا ہوا؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ تمہاری قوم کہہ رہی ہے کہ اگر میں مسلمان ہوگیا تو مجھے قتل کر دیں گے تو اس نے کہا، میں نے تمہیں امن دے دیا، اب تمہیں کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس کے کہنے کے بعد مجھے اطمینان ہوگیا اور میں محفوظ ہوگیا۔

عاص گھر سے باہر نکلا تو دیکھا کہ ساری وادی لوگوں سے بھری ہوئی ہے۔ اس نے پوچھا، تم لوگ کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا، ہم خطاب کے اس بیٹے (عمر) کے پاس جا رہے ہیں جو بے دین ہوگیا ہے تو عاص نے کہا، اسے کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ یہ سن کر وہ تمام لوگ واپس چلے گئے۔ [1]

فاروقِ اعظمؓ مدینہ پہنچے:

حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ: مہاجرین میں سب سے پہلے ہمارے پاس بنو عبدالدار قبیلہ کے حضرت مصعب بن عمیرؓ آئے۔ پھر بنو فہر کے نابینا ابن اُمّ مکتومؓ آئے۔ پھر حضرت عمر بن خطابؓ بیس سواروں کے ساتھ آئے۔ ہم نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کا کیا ہوا؟ حضرت عمرؓ نے کہا، وہ میرے پیچھے تشریف لا رہے ہیں۔ پھر حضورؐ تشریف لائے اور حضرت ابوبکرؓ ان کے ساتھ تھے۔ [2]

آنحضرت ﷺ کی گستاخی پر فاروق اعظمؓ کا جلال:

حضرت عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں کہ: جب اللہ عزوجل نے حضرت زید بن سعنہ کو ہدایت سے نوازنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت زید بن سعنہ نے اپنے دل میں کہا کہ حضور ﷺ کے چہرہ پر نگاہ پڑتے ہی میں نے نبوت کی تمام نشانیوں کو حضورؐ کے چہرے میں

---

[1] (بخاری ۱/۵۴۵، حیاۃ الصحابہؓ ۱/۳۶۸) [2] (کنز العمال ۸/۳۳۱، حیاۃ الصحابہؓ ۱/۳۴۳)

Marfat.com

پا لیا تھا لیکن دو نشانیاں ایسی ہیں جن کو میں نے آپ میں ابھی تک آزمایا نہیں ہے۔ ایک تو یہ کہ نبی کی بردباری اس کے جلد غصہ میں آجانے پر غالب آجاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ نبی کے ساتھ جتنا زیادہ نادانی کا معاملہ کیا جائے گا، اس کی بردباری اتنی بڑھتی جائے گی۔

چنانچہ ایک دن آپ حجروں سے باہر تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ حضرت علی بن ابی طالبؓ بھی تھے۔ آپ کے پاس ایک آدمی اونٹنی پر سوار ہو کر آیا جو بظاہر بدو معلوم ہوتا تھا۔ اس نے کہا، یارسول اللہ! فلاں قبیلہ کی بستی میں میرے چند ساتھی مسلمان ہو چکے ہیں، میں نے ان سے کہا تھا کہ اگر وہ اسلام قبول کر لیں گے تو ان پر رزق کی بڑی وسعت ہو جائے گی لیکن اب وہاں قحط سالی آگئی اور بارش بالکل نہیں ہو رہی ہے۔ یارسول اللہ! مجھے اس بات کا خطرہ ہے کہ جیسے وہ لالچ میں آکر اسلام میں داخل ہوئے، اسی طرح لالچ میں آکر کہیں وہ اسلام سے نکل نہ جائیں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو ان کی مدد کے لئے کچھ بھیج دیں۔ آپ کے پہلو میں جو آدمی تھا، آپ نے اس کی طرف دیکھا۔ میرا خیال یہ ہے کہ وہ حضرت علیؓ تھے تو اس آدمی نے کہا، یارسول اللہ! اس مال میں سے تو کچھ نہیں بچا۔

حضرت زید بن سعنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کے قریب جا کر کہا، اے محمدؐ! اگر آپ چاہیں تو میں پیسے آپ کو ابھی دے دیتا ہوں اور اس کے بدلہ میں آپ فلاں قبیلہ کے باغ کی اتنی کھجوریں مجھے فلاں وقت تک دے دیں۔ آپ نے فرمایا، ٹھیک ہے لیکن کسی کے باغ کو معین مت کرو۔ میں نے کہا، چلو ٹھیک ہے۔ چنانچہ آپ نے مجھ سے یہ سودا کر لیا۔ میں نے اپنی کمر سے ہمیانی کھولی اور ان کھجوروں کے بدلہ میں آپ کو اسی مثقال سونا دے دیا۔ آپ نے وہ سارا سونا اس آدمی کو دے دیا اور اس سے فرمایا، لو یہ ان کی امداد کے لئے لے جاؤ اور ان میں برابر تقسیم کر دینا۔

حضرت زید بن سعنہ فرماتے ہیں کہ مقررہ میعاد میں ابھی دو تین دن باقی تھے کہ حضورؐ باہر تشریف لائے اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور چند صحابہ بھی تھے۔ جب آپ نمازِ جنازہ پڑھا چکے اور ایک دیوار کے قریب بیٹھنے کے لئے

Marfat.com

تشریف لے گئے تو میں نے آگے بڑھ کر آپ ؐ کا گریبان پکڑ لیا اور غصہ والے چہرے سے میں نے آپ ؐ کی طرف دیکھا اور میں نے آپ ؐ سے کہا، او محمد ؐ! آپ ؐ میرا حق کیوں ادا نہیں کرتے ہیں؟ اللہ کی قسم! تم اولادِ عبدالمطلب نے تو ٹال مٹول کرنا ہی سیکھا ہے اور اب ساتھ رہ کر بھی یہی نظر آیا ہے۔

اتنے میں میری نظر حضرت عمرؓ پر پڑی تو غصہ کے مارے ان کی دونوں آنکھیں گول آسمان کی طرف گھوم رہی تھیں۔ انہوں نے مجھے گھور کر دیکھا اور کہا، اے اللہ کے دشمن تو اللہ کے رسول ؐ کو وہ باتیں کہہ رہا ہے جو میں سن رہا ہوں اور ان کے ساتھ وہ سلوک کر رہا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں۔ اگر آپ ؐ کی مجلس کے ادب کا لحاظ نہ ہوتا تو ابھی اپنی تلوار سے تیری گردن اڑا دیتا اور حضور ؐ مجھے بڑے سکون اور اطمینان سے دیکھ رہے تھے۔ آپ ؐ نے فرمایا، اے عمر! مجھے اور اسے کسی اور چیز کی ضرورت تھی۔ مجھے تو تم اچھی طرح اور جلدی ادا کرنے کو کہتے اور اسے ذرا سلیقہ سے مطالبہ کرنے کو کہتے۔ اے عمر! انہیں لے جاؤ اور جتنا ان کا حق بنتا ہے، وہ بھی ان کو دو اور جو تم نے ان کو دھمکایا ہے، اس بدلے میں ان کو بیس صاع کھجور اور دو۔

حضرت زید فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ مجھے لے گئے اور جتنی میری کھجوریں تھیں، وہ بھی مجھے دیں اور بیس صاع کھجوریں مزید بھی دیں۔ میں نے کہا، یہ زیادہ کھجوریں کیوں دے رہے ہو؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ مجھے حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں نے جو تم کو دھمکایا ہے، اس کے بدلے میں تم کو مزید کھجوریں بھی دوں۔ میں نے کہا، اے عمر! کیا تم مجھ کو جانتے ہو۔ حضرت عمرؓ نے کہا، نہیں۔ میں نے کہا، میں زید بن سعنہ ہوں۔ حضرت عمرؓ نے کہا، وہ یہودیوں کے بڑے عالم؟ میں نے کہا، ہاں وہی۔ تو حضرت عمرؓ نے کہا، (اتنے بڑے عالم ہو کر) تم نے اللہ کے رسول ؐ کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا؟ اور ان کو ایسی باتیں کیوں کہیں؟ میں نے کہا، اے عمرؓ! حضور ؐ کے چہرے پر نگاہ پڑتے ہی میں نے نبوت کی تمام نشانیوں کو حضور ؐ کے چہرہ میں پا لیا تھا لیکن دو نشانیاں ایسی تھیں جن کو میں نے آپ ؐ میں ابھی تک آزمایا نہیں تھا۔ ایک یہ کہ نبی کی بردباری اس کے جلد غصہ میں آجانے پر غالب ہوتی

ہے۔ دوسری یہ کہ نبی کے ساتھ جتنا زیادہ نادانی کا معاملہ کیا جائے گا، اس کی بردباری اتنی بڑھتی جائے گی اور اب میں نے ان دونوں باتوں کو بھی آزمالیا ہے۔ اے عمر! میں تمہیں اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں اللہ کے ربّ ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمدؐ کے نبی ہونے پر دل سے راضی ہوں اور اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میرا آدھا مال محمدؐ کی ساری اُمت کے لئے وقف ہے اور میں مدینہ میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، ساری اُمت کی بجائے بعض اُمت کہو کیونکہ تم ساری اُمت کو دینے کی گنجائش نہیں رکھتے۔ میں نے کہا، اچھا بعض اُمت کے لئے وقف ہے۔ وہاں سے حضرت عمرؓ اور حضرت زید حضورؐ کی خدمت میں واپس گئے اور حضرت زید نے پہنچتے ہی کہا: ﴿ اشهد ان لآ الٰه اِلَّا اللّٰهُ واشهد انَّ مُحَمَّدًا عبدهٗ ورسولهٗ ﴾ اور حضورؐ پر ایمان لے آئے اور آپؐ کی تصدیق کی اور آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی اور حضورؐ کے ساتھ بہت سے غزوات میں شریک رہے اور غزوۂ تبوک میں واپس آتے ہوئے نہیں بلکہ آگے بڑھتے ہوئے انہوں نے وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ حضرت زیدؓ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ [1]

فراستِ فاروقِ اعظمؓ:

حضرت عروہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ: غزوۂ بدر میں شکست کھانے کی پریشانی کے چند دنوں کے بعد عمیر بن وہب صفوان بن امیہ کے ساتھ حطیم میں بیٹھا تھا۔ عمیر بن وہب قریش کے شیطانوں میں سے بڑا شیطان تھا اور حضورﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ کو بہت تکلیف دیا کرتا تھا اور مکہ میں مسلمانوں نے اس کی طرف سے بڑی تکلیفیں برداشت کیں اور اس کا بیٹا عمیر بن وہب بدر میں مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہونے والوں میں تھا۔ عمیر بن وہب نے قلیب بدر کا ذکر کیا جس کنوئیں میں ستر کافروں کو قتل کر کے ڈالا گیا تھا اور دیگر مصیبتوں کا بھی ذکر کیا تو صفوان نے کہا، اللہ کی قسم! ان لوگوں کے بعد تو اب زندگی میں کوئی مزہ نہیں رہا۔ عمیر نے کہا، تم سچ کہتے ہو اللہ کی قسم! اگر مجھ پر قرضہ نہ ہوتا جس کی ادائیگی کا فی الحال میرے پاس

---

[1] (الاصابہ فی معرفۃ الصحابہؓ ۱/۵۶۶م حیاۃ الصحابہؓ ۱/۱۸۹)

Marfat.com

انتظام نہیں ہے اور اپنے پیچھے بال بچوں کے ضائع ہونے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں ابھی سوار ہو کر محمد (ﷺ) کے پاس جاتا اور (نعوذ باللہ) ان کو قتل کر دیتا کیونکہ میرے لئے ان کے پاس جانے کا ایک بہانہ ہے اور وہ یہ کہ میرا بیٹا ان کے ہاتھوں میں قید ہے۔

صفوان بن اُمیہ نے اِس موقع کو غنیمت سمجھا اور کہا، تمہارا قرضہ میرے ذمہ ہے، میں اسے تمہاری طرف سے ادا کر دوں گا۔ تمہارے بال بچے میرے بال بچوں کے ساتھ رہیں گے اور جب تک وہ زندہ رہے، میں اپنی وسعت کے مطابق ان کا پورا خیال رکھوں گا۔ عمیر نے کہا، میری اور اپنی یہ باتیں راز میں رکھنا۔ صفوان نے کہا، ایسا ہی کروں گا۔ عمیر کے کہنے پر تلوار تیز کر دی گئی اور زہر میں بجھا دی گئی۔ پھر وہاں سے چل کر وہ مدینہ پہنچا۔

حضرت عمر بن خطابؓ مسلمانوں کی ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے جنگِ بدر کے حالات کا تذکرہ کر رہے تھے اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے جو ظاہر کے خلاف فتح سے نوازا اور دشمنوں کی جو کھلی شکست دکھائی، اس کا تذکرہ کر رہے تھے۔ اتنے میں حضرت عمرؓ کی نگاہ عمیر بن وہب پر پڑی جو گلے میں تلوار لٹکائے ہوئے مسجد کے دروازے پر اپنی سواری بٹھا چکے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، یہ کتا اللہ کا دشمن عمیر بن وہب بری نیت سے ہی آیا ہے۔ اسی نے ہمارے درمیان فساد برپا کیا تھا اور بدر کے دن ہمارا اندازہ لگا کر اپنی قوم کو بتایا تھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ فوراً حضور ﷺ کی خدمت میں گئے اور عرض کیا، یا نبی اللہؐ! یہ اللہ کا دشمن عمیر بن وہب اپنے گلے میں تلوار لٹکائے ہوئے آیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا، اسے میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ حضرت عمرؓ گئے اور عمیر کی تلوار کے پرتلے کو اس کے گریبان سمیت پکڑ کر کھینچا اور اپنے ساتھ کے انصار سے کہا، تم سب جا کر حضورؐ کے پاس بیٹھ جاؤ اور اس خبیث سے ہوشیار رہنا، اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

پھر حضرت عمرؓ اسے لے کر حضورؐ کی خدمت میں آئے۔ جب حضورؐ نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ نے اسے پرتلے اور گریبان سے پکڑ رکھا ہے تو فرمایا، اے عمر! اسے چھوڑ دو اور اے عمیر! قریب آ جاؤ۔ عمیر نے قریب آ کر کہا...... انعم صباحاً ...... صبح بخیر۔ اور جاہلیت

Marfat.com

والے آپس میں یوں سلام کیا کرتے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا، اے عمیر! اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے اس سلام سے بہتر سلام سے نوازا ہے اور وہ ہے السلام علیکم جو کہ جنتیوں کا آپس میں سلام ہوگا۔ عمیرؓ نے کہا، اللہ کی قسم اے محمد (ﷺ)! میرے لئے تو یہ نئی بات ہے۔ حضورؐ نے فرمایا، اے عمیر! تم کیوں آئے ہو؟ اس نے کہا، میں اس قیدی کی وجہ سے آیا ہوں جو آپؐ کے ہاتھوں میں قید ہے، آپؐ اس پر احسان کریں۔ آپؐ نے فرمایا، تو پھر گلے میں تلوار لٹکانے کا کیا مقصد؟ عمیر نے کہا، اللہ ان تلواروں کا برا کرے، یہ تلواریں ہمارے کچھ کام آئیں۔ آپؐ نے فرمایا، مجھے سچ بتاؤ کیوں آئے ہو؟ عمیر نے کہا، میں تو صرف اسی لئے آیا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا، نہیں بلکہ تم اور صفوان بن امیہ حطیم میں بیٹھے تھے۔ تم نے قریش کے ان لوگوں کا تذکرہ کیا تھا جن کو مار کر بدر کے کنوئیں میں پھینکا گیا تھا۔ پھر تم نے کہا تھا اگر مجھ پر قرضہ اور بال بچوں کی ذمہ داری کا بوجھ نہ ہوتا تو میں جا کر (نعوذ باللہ) محمد (ﷺ) کو قتل کر آتا۔ پھر صفوان بن امیہ نے تمہارے قرضے اور بال بچوں کی ذمہ داری اس شرط پر اٹھائی کہ تم مجھے قتل کرو گے حالانکہ اللہ تمہارے اور تمہارے اس ارادے کے درمیان حائل ہے۔ حضرت عمیر نے (یہ سنتے ہی فوراً) کہا، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ یا رسول اللہؐ! آپؐ جو آسمان کی خبریں اور اترنے والی آیتیں ہمیں بتاتے تھے، ہم اس کو جھٹلاتے تھے اور یہ تو ایک ایسا واقعہ ہے جس میں میرے اور صفوان کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں تھا۔ اللہ کی قسم! مجھے پورا یقین ہے کہ یہ بات آپ کو اللہ ہی نے بتائی ہے۔ لاکھ لاکھ شکر ہے اس اللہ کا جس نے مجھے اسلام کی ہدایت سے نوازا اور مجھے کھینچ کر لایا۔ پھر انہوں نے کلمہ شہادت پڑھا۔

حضورؐ نے فرمایا، اپنے بھائی (عمیر) کو دین کی باتیں سکھاؤ اور قرآن اسے پڑھاؤ اور اس کے قیدی کو چھوڑ دو۔ چنانچہ صحابہؓ نے ایسا ہی کیا۔ پھر حضرت عمیرؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں اللہ کے نور کو مٹانے کے لئے بہت کوشش کیا کرتا تھا اور اللہ کے دین والوں کو بہت زیادہ تکلیف پہنچایا کرتا تھا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپؐ مجھے اجازت دیں کہ

میں مکہ جا کر مکہ والوں کو اللہ و رسولؐ کی طرف اور اسلام کی دعوت دوں۔ امید ہے اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے دیں گے ورنہ میں ان کو ان کے دین کی وجہ سے ایسے ہی تکلیفیں دوں گا جیسے میں آپؐ کے صحابہؓ کو دین کی وجہ سے دیا کرتا تھا۔ چنانچہ حضورؐ نے ان کو اجازت دے دی اور وہ مکہ چلے گئے۔

حضرت عمیر بن وہب کے مکہ سے روانہ ہونے کے بعد صفوان یہ کہا کرتا تھا، اے لوگو! چند دنوں کے بعد تمہیں ایک ایسی خوشخبری ملے گی جو تمہیں بدر کی ساری مصیبتیں بھلا دے گی۔ صفوان حضرت عمیر کے بارے میں آنے والے سواروں سے پوچھا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک سوار نے آ کر انہیں بتایا کہ عمیر تو مسلمان ہو چکے ہیں۔ یہ سن کر صفوان نے اس بات کی قسم کھائی کہ نہ تو وہ کبھی عمیر سے بات کرے گا اور نہ اس کے کسی کام آئے گا۔[1]

فاروقِ اعظمؓ کا آنحضرتؐ کا قاصد بن کر عورتوں سے بیعت لینا:

حضرت اُمّ عطیہؓ فرماتی ہیں کہ: جب حضورؐ مدینہ تشریف لائے تو آپؐ نے انصار کی عورتوں کو ایک گھر میں جمع کیا۔ پھر ان کے پاس حضرت عمر بن خطابؓ کو بھیجا۔ انہوں نے دروازے پر کھڑے ہو کر ان عورتوں کو سلام کیا، ان عورتوں نے سلام کا جواب دیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا، میں رسول اللہ ﷺ کا قاصد بن کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ ان عورتوں نے کہا، خوش آمدید ہو رسول اللہؐ کو اور آپؐ کے قاصد کو۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا، کیا تم ان باتوں پر بیعت ہوتی ہو کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرو گی، چوری نہیں کرو گی، زنا نہیں کرو گی، اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گی۔ نہ کوئی بہتان لاؤ گی جس کو تم نے اپنے ہاتھوں اور پیروں کے درمیان باندھ کھڑا کیا ہو اور کسی نیکی کے کام میں نافرمانی نہیں کرو گی۔ ان عورتوں نے کہا، جی ہاں۔ حضرت عمرؓ نے دروازے کے باہر سے اپنا ہاتھ بڑھایا اور ان عورتوں نے اندر سے اپنے ہاتھ بڑھائے (لیکن حضرت عمرؓ کا ہاتھ کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں لگا) پھر حضرت عمرؓ نے کہا، اے اللہ! تو گواہ ہو جا۔ پھر ہمیں اس بات کا حکم دیا گیا کہ عیدین

[1] (البدایہ ۳/۳۱۳، حیاۃ الصحابہ ۱/۲۴۸)

Marfat.com

میں حیض والی عورتوں اور سیانی بچیوں کو بھی عیدگاہ لے جایا کریں۔ (کہ یہ نماز تو نہیں پڑھیں گی لیکن ان کے جانے سے مسلمانوں کی تعداد زیادہ معلوم ہوگی اور یہ دعا میں شریک ہو جائیں گی) اور ہمیں جنازہ کے ساتھ جانے سے روکا گیا اور یہ بتایا گیا کہ ہم پر جمعہ فرض نہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد سے بہتان کے بارے میں اور اللہ تعالیٰ کے قول ﴿ولا یعصینک فی معروفٍ﴾ کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے کہا، اس سے مراد کسی کے مرنے پر نوحہ کرنا ہے۔ [1]

فاروقِ اعظمؓ کا حضرت ہند کے ہمراہ آنحضرتؐ کے پاس جانا:

حضرت ہند نے اپنے خاوند ابوسفیان سے کہا کہ میں محمد (ﷺ) سے بیعت ہونا چاہتی ہوں۔ حضرت ابوسفیان نے کہا، میں نے تو اب تک یہ دیکھا ہے کہ تم ہمیشہ سے (محمد ﷺ کی بات کا) انکار کرتی رہی ہو۔ انہوں نے کہا، ہاں اللہ کی قسم! تمہاری یہ بات ٹھیک ہے لیکن اللہ کی قسم! آج رات سے پہلے میں نے اس مسجد میں اللہ تعالیٰ کی اتنی عبادت ہوتے ہوئے نہیں دیکھی۔ اللہ کی قسم! مسلمانوں نے ساری رات نماز پڑھتے ہوئے قیام، رکوع اور سجود میں گزاری ہے۔ حضرت ابوسفیان نے کہا، تم تو اسلام کے خلاف بہت سے کام کر چکی ہو، اس لئے تم اپنے ساتھ اپنی قوم کے کسی آدمی کو لے کر جاؤ۔ چنانچہ وہ حضرت عمرؓ کے پاس گئیں اور حضرت عمرؓ ان کے ساتھ گئے اور ان کے لئے حضورؐ سے داخلہ کی اجازت مانگی۔ وہ نقاب ڈالے ہوئے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ [2]

فاروقِ اعظمؓ آنحضرتؐ اور ابوبکرؓ کے ہمراہ ابوایوبؓ کے گھر:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: ایک دن حضرت ابوبکرؓ دوپہر کے وقت سخت گرمی میں گھر سے مسجد کی طرف چلے۔ حضرت عمرؓ نے سنا تو کہا، اے ابوبکرؓ! اس وقت آپؓ گھر سے باہر کیوں آئے؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا، صرف اس وجہ سے آیا ہوں کہ سخت بھوک

---

[1] (مجموع الزوائد ۸/ ۳۸، کنز العمال ۱/ ۸۱، حیاۃ الصحابہؓ ۱/ ۳۲۷) [2] (حیاۃ الصحابہؓ ۱/ ۳۳۱)

Marfat.com

لگی ہوئی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، اللہ کی قسم! میں بھی صرف اسی وجہ سے آیا ہوں۔ ابھی یہ دونوں آپس میں بات کر ہی رہے تھے کہ اچانک حضورؐ گھر سے نکل کر ان دونوں حضرات کے پاس تشریف لے آئے۔ آپؐ نے پوچھا، اس وقت تم دونوں گھر سے باہر کیوں آئے؟ دونوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! ہم صرف اس وجہ سے آئے ہیں کہ ہمیں سخت بھوک لگی ہوئی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا، اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میں بھی صرف اسی وجہ سے گھر سے باہر آیا ہوں۔ چلوتم دونوں کھڑے ہو جاؤ۔

چنانچہ یہ تینوں حضرات تشریف لے گئے اور حضرت ابوایوب انصاریؓ کے دروازے پر پہنچ گئے اور حضرت ابوایوب حضورؐ کے لئے کھانا یا دودھ بچا کر رکھا کرتے تھے۔ اس دن حضورؐ کو ان کے ہاں آنے میں دیر ہوگئی اور جس وقت روزانہ آیا کرتے تھے، اس وقت نہ آسکے تو حضرت ابوایوبؓ وہ کھانا اپنے گھر والوں کو کھلا کر اپنے کھجوروں کے باغ میں کام کرنے چلے گئے تھے۔ جب یہ حضرات ان کے دروازے پر پہنچے تو ان کی بیوی نے باہر نکل کر ان حضرات کا استقبال کیا اور کہا، خوش آمدید ہو اللہ کے نبی کریم ﷺ کو اور ان کے ساتھ آنے والوں کو۔ حضورؐ نے ان سے پوچھا، ابوایوب کہاں ہیں؟ حضرت ابوایوب اپنے باغ میں کام کر رہے تھے۔ وہاں سے انہوں نے حضورؐ کی آواز کو سنا تو دوڑتے ہوئے آئے اور کہا، خوش آمدید ہو اللہ کے نبی کریم ﷺ کو اور ان کے ساتھ آنے والوں کو۔ اے اللہ کے نبیؐ! یہ وہ وقت نہیں ہے جس میں آپؐ آیا کرتے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا، تم ٹھیک کہتے ہو۔ چنانچہ وہ گئے اور کھجور کا ایک خوشہ توڑ کر لائے جس میں خشک اور تر اور گدر (نیم پختہ) تینوں قسم کی کھجوریں تھیں۔ حضورؐ نے فرمایا، یہ تم نے کیا کیا؟ ہمارے لئے چن کر صرف خشک کھجور لاتے۔ انہوں نے کہا، یا رسول اللہؐ! میرا دل یہ چاہا کہ آپؐ خشک اور تر اور گدر تینوں قسم کی کھجور کھائیں اور ابھی آپ کے لئے میں کوئی جانور بھی ذبح کروں گا۔ آپؐ نے فرمایا، اگر تم نے ذبح کرنا ہی ہے تو دودھ والا جانور ذبح نہ کرنا۔

حضرت ابوایوبؓ نے سال یا سال سے کم عمر کا بکری کا بچہ ذبح کیا اور اپنی بیوی

Marfat.com

سے کہا کہ تم ہمارے لئے آٹا گوندھ کر روٹی پکاؤ کیونکہ تم روٹی پکانا اچھی طرح جانتی ہو اور حضرت ابوایوبؓ نے بکری کے اس بچہ کے آدھے گوشت کا سالن بنایا اور آدھے کو بھون لیا۔ جب کھانا تیار ہو گیا اور نبی کریم ﷺ اور آپؐ کے ساتھیوں کے سامنے رکھا گیا تو آپؐ نے تھوڑا سا گوشت روٹی پر رکھ کر حضرت ابوایوب سے کہا، اسے حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس پہنچا دو کیونکہ بہت دنوں سے انہیں ایسا کھانا نہیں ملا۔ حضرت ابوایوبؓ وہ لے کر حضرت فاطمہؓ کے پاس گئے۔

جب یہ حضرات کھا چکے اور سیر ہو گئے تو حضورؐ نے فرمایا، روٹی اور گوشت اور خشک کھجور اور تر کھجور اور گدر کھجور اور یہ کہہ کر آپؐ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور پھر فرمایا، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، یہی وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں تم سے قیامت کے دن پوچھا جائے گا۔ یہ بات آپؐ کے صحابہؓ کو بڑی بھاری معلوم ہوئی تو آپؐ نے فرمایا لیکن جب تمہیں ایسا کھانا ملے اور تم اس کی طرف ہاتھ بڑھانے لگو تو بسم اللہ پڑھا کرو اور جب تم سیر ہو جاؤ تو یہ دُعا پڑھو:

﴿الحمد لِلّٰہِ الَّذی ھو اَشْبَعَنَا و انعم علینا فافضل﴾

"تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں سیر کیا اور ہم پر انعام فرمایا اور ہمیں خوب دیا۔"

تو یہ دُعا اس کھانے کا بدلہ ہو جائے گی (اور اب اس کھانے کے بارے میں قیامت کے دن سوال نہیں کیا جائے گا) جب آپؐ وہاں سے اٹھے تو حضرت ابوایوبؓ کو فرمایا کہ کل ہمارے پاس آنا۔ آپؐ کی عادتِ شریفہ تھی کہ جو بھی آپؐ کے ساتھ بھلائی کرتا، آپؐ اسے اس کا بدلہ دینا پسند فرماتے۔ حضرت ابوایوبؓ نے حضورؐ کی یہ بات نہ سنی تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ حضورؐ تمہیں کل اپنے پاس آنے کا حکم دے رہے ہیں۔ چنانچہ وہ اگلے دن حضورؐ کی خدمت میں آئے۔ [1]

---

[1] (الترغیب ۳/۴۳۱، حیاۃ الصحابہؓ ۱/۴۰۱)

Marfat.com

جس وجہ سے آپ آئے ہیں:

حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عمر بن خطابؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: ایک دن حضورؐ دوپہر کے وقت گھر سے باہر تشریف لائے تو حضرت ابوبکرؓ کو آپؐ نے مسجد میں پایا تو آپؐ نے فرمایا، تم اس وقت گھر سے باہر کیوں آئے؟ انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ! جس وجہ سے آپؐ آئے ہیں۔ پھر حضرت عمر بن خطابؓ آ گئے۔ حضورؐ نے فرمایا، اے ابن خطاب! تم گھر سے باہر کیوں آئے؟ انہوں نے عرض کیا، جس وجہ سے آپ دونوں آئے ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ بھی بیٹھ گئے اور حضورؐ ان دونوں حضرات سے بات کرنے لگ گئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا، کیا تم دونوں میں اتنی ہمت ہے کہ کھجوروں کے اس باغ تک چلے چلو، وہاں تمہیں کھانا، پانی اور سایہ مل جائے گا۔

پھر تمہاری کیا رائے ہے؟:

حضرت ابوخنیس غفاریؓ فرماتے ہیں کہ: وہ غزوۂ تہامہ میں حضورؐ کے ساتھ تھے۔ جب ہم عسفان پہنچے تو صحابہؓ نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہؐ! بھوک نے ہمیں کمزور کر دیا، آپؐ ہمیں اجازت دیں، ہم سواری کے جانور ذبح کر کے کھا لیں۔ آپؐ نے فرمایا، بہت اچھا کھا لو۔ پھر حضرت عمر بن خطابؓ کو اس بات کا پتہ چلا۔ انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں آ کر عرض کیا، یا نبی اللہؐ! یہ آپؐ نے کیا کیا؟ آپؐ نے لوگوں کو سواری کے جانور ذبح کرنے کا حکم دے دیا (اس طرح تو سواریاں ختم ہو جائیں گی) تو لوگ پھر کس پر سوار ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا، اے ابن الخطاب! پھر تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ آپؐ لوگوں سے یہ کہیں کہ ان کے توشہ میں جتنا بچا ہوا ہے، وہ سب آپ کی خدمت میں لے آئیں۔ پھر آپؐ اس سارے کو ایک برتن میں جمع کریں اور آپؐ پھر مسلمانوں کے لئے اللہ سے برکت کی دُعا کریں۔ چنانچہ آپؐ نے لوگوں کو اس کا علم دیا۔ سب نے اپنے بچے ہوئے توشہ کو ایک برتن میں ڈال دیا۔ پھر آپؐ نے مسلمانوں کے لئے دُعا فرمائی۔ پھر آپؐ نے فرمایا، تم اپنے اپنے برتن لے آؤ۔ چنانچہ ہر آدمی نے اس

Marfat.com

میں سے اپنا برتن بھرلیا۔

ہم ہجرت میں تم سے آگے نکل گئے:

راوی کہتے ہیں کہ: حضرت ابوموسیٰؓ نے یا تو یہ فرمایا کہ ہم اپنی قوم کے پچاس سے کچھ اوپر آدمیوں میں تھے یا یہ فرمایا کہ ہم ترپن آدمیوں میں تھے یا یہ فرمایا کہ ہم باون آدمیوں میں تھے۔ ہم ایک کشتی پر سوار ہوئے، اس کشتی نے ہمیں نجاشی کے پاس حبشہ پہنچا دیا۔ وہاں ہمیں حضرت جعفر بن ابی طالبؓ ملے، ہم ان کے ساتھ وہاں ٹھہر گئے یہاں تک کہ ہم اکٹھے ہی مدینہ آئے۔ جب ہم حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ خیبر فتح فرما چکے تھے۔ ہم کشتی والوں کو بہت سے لوگ کہا کرتے تھے کہ ہم ہجرت میں تم سے آگے نکل گئے (یعنی ہم ہجرت کر کے پہلے مدینہ آئے تم مدینہ ہمارے بعد پہنچے)۔

حضرت اسماء بنت عمیسؓ بھی ہمارے ساتھ آنے والوں میں سے تھیں۔ وہ حضورؐ کی زوجہ حضرت حفصہؓ کو ملنے گئیں، حضرت اسماءؓ مسلمانوں کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ گئی تھیں۔ اتنے میں حضرت عمرؓ حضرت حفصہؓ کے پاس آئے، حضرت اسماءؓ وہاں ہی تھیں۔ جب حضرت عمرؓ نے حضرت اسماءؓ کو دیکھا تو پوچھا، کہ کون ہے؟ حضرت حفصہؓ نے کہا، یہ اسماء بنت عمیسؓ ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، یہ وہی حبشہ والی ہے؟ یہ وہی سمندر کا سفر کرنے والی ہے؟ حضرت اسماءؓ نے کہا، جی ہاں وہی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، ہم ہجرت میں تم سے آگے نکل گئے لہٰذا ہم تم سے زیادہ رسول اللہؐ کے حقدار ہیں۔ حضرت اسماءؓ کو غصہ آگیا۔ کہنے لگیں، ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، اللہ کی قسم! آپ لوگ تو حضورؐ کے ساتھ تھے۔ آپ لوگوں میں سے جسے بھوک لگتی، اسے حضورؐ کھلاتے اور جسے نہ آتا، اسے آپؐ سکھا دیتے۔ ہم لوگ حبشہ میں ایسی سرزمین میں تھے جہاں کے لوگ دین سے دور اور دین سے بغض رکھنے والے تھے اور ہمیں یہ سب کچھ اللہ اور اس کے رسول کی وجہ سے برداشت کرنا پڑا۔ اللہ کی قسم! میں اس وقت تک نہ کچھ کھاؤں گی اور نہ کچھ پیئوں گی جب تک تم نے جو کچھ کہا ہے، وہ حضورؐ کو بتا کر پوچھ نہ لوں اور اللہ کی قسم! نہ میں جھوٹ بولوں گی اور نہ میں ادھر ادھر کی باتیں کروں گی

Marfat.com

اور نہ میں اپنی طرف سے بات بڑھاؤں گی۔ جب حضورؐ تشریف لائے تو حضرت اسماءؓ نے عرض کیا، یا نبی اللہؐ! حضرت عمرؓ نے ایسے اور ایسے کہا۔ حضورؐ نے فرمایا، پھر تم نے ان کو کیا جواب دیا؟ میں نے کہا کہ جواب میں، میں نے یہ اور یہ کہا۔ حضورؐ نے فرمایا، وہ تم سے زیادہ میرے حقدار نہیں ہیں۔ عمر اور ان کے ساتھیوں کی ایک ہجرت ہے اور تم کشتی والوں کی دو ہجرتیں ہیں۔ ؎۱

تم کیوں آئی ہو؟:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: غزوۂ خندق کے دن میں باہر نکلی اور میں لوگوں کے پیچھے چل رہی تھی کہ اتنے میں، میں نے اپنے پیچھے زمین پر پیروں کی چاپ سنی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت سعد بن معاذؓ اور ان کے بھتیجے حضرت حارث بن اوسؓ چلے آرہے ہیں اور حضرت سعدؓ نے ڈھال اٹھا رکھی تھی۔ میں زمین پر بیٹھ گئی چنانچہ حضرت سعدؓ گزرے اور انہوں نے لوہے کی زِرہ پہن رکھی تھی۔ قد کے لمبے ہونے کی وجہ سے ان کے جسم کا کچھ حصہ اس زِرہ میں سے ظاہر ہو رہا تھا۔ مجھے خطرہ ہوا کہ ان کے جسم کے کھلے ہوئے حصہ پر دشمن وار نہ کر دے۔ حضرت سعدؓ بھاری بھرکم اور بڑے قد آور انسان تھے۔ وہ یہ شعر پڑھتے جا رہے تھے:

لبث قلیلاً یدرک الھیجا حمل

ما احسن الموتِ اذا حان الاجل

''ذرا تھوڑی دیر ٹھہر جا تا کہ حمل (نامی آدمی) بھی لڑائی میں پہنچ جائے

اور جب موت کا وقت آجائے تو وہ کتنی حسین معلوم ہوتی ہے۔''

پھر میں کھڑی ہوئی اور ایک باغ میں داخل ہوئی۔ وہاں دیکھا تو چند مسلمان وہاں بیٹھے ہوئے تھے جن میں حضرت عمر بن خطابؓ بھی تھے اور ان میں ایک مسلمان خود پہنے ہوئے بھی تھے۔ مجھے دیکھ کر حضرت عمرؓ نے فرمایا، تم کیوں آئی

؎۱ (البدایۃ ۴/۲۰۵، حیاۃ الصحابہؓ ۱/۳۶۰)

Marfat.com

ہو؟ اللہ کی قسم! تم بڑی جرأت والی ہو۔ تمہیں اس بات کا خطرہ نہیں ہے کہ کوئی مصیبت پیش آ جائے یا شکست ہو جائے اور بھگڈر مچ جائے (تمہیں اس جنگ کے دوران گھر میں رہنا چاہئے تھا باہر نہیں نکلنا چاہئے تھا) حضرت عمرؓ مجھے ملامت کرتے رہے یہاں تک کہ میرا دل چاہنے لگا کہ زمین پھٹ جائے اور میں اس میں چلی جاؤں۔ اتنے میں خود والے آدمی نے اپنا خود سر سے اٹھایا تو وہ حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ تھے۔ انہوں نے کہا، اے عمرؓ! تمہارا بھلا ہو، آج تو تم نے حد کر دی (اس بے چاری کو) بہت کچھ کہہ ڈالا۔ ہم لوگ شکست کھا کر یا بھاگ کر اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کہاں جا سکتے ہیں؟ [1]

وہ ہمیشہ مجھ سے آگے نکلے ہیں:

حضور ﷺ نے مسلمانوں کو جہاد میں جانے کی خوب ترغیب دی اور انہیں اللہ کے راستے میں مال خرچ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ حضرات صحابہؓ نے بھی بہت دل کھول کر خوب خرچ کیا اور سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ آئے اور اپنا سارا مال لائے تھے جو کہ چار ہزار درہم تھا۔ تو ان سے حضورؐ نے فرمایا، کیا تم نے اپنے گھر والوں کے لئے کچھ چھوڑا ہے؟ تو حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا، ہاں اللہ اور اس کے رسول کو گھر چھوڑ کر آیا ہوں۔ پھر حضرت عمرؓ اپنا آدھا مال لے کر آئے۔ ان سے حضورؐ نے پوچھا، کیا تم نے اپنے گھر والوں کے لئے کچھ چھوڑا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ جتنا لایا ہوں، اس کا آدھا چھوڑ کر آیا ہوں لیکن دوسری روایت میں یہ ہے کہ جتنا لایا ہوں اتنا ہی چھوڑ کر آیا ہوں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ جو مال لے کر آئے، جب اس کی خبر حضرت عمر کو ملی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جب بھی کسی نیکی میں ہمارا آپس میں مقابلہ ہوا تو ہمیشہ حضرت ابوبکرؓ اس نیکی میں مجھ سے آگے نکلے ہیں۔ [2]

عبداللہ بن اُبی کی حرکت پر فاروقِ اعظمؓ کی حمیت:

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ ہم لوگ ایک لشکر میں ایک غزوہ میں گئے ہوئے تھے۔ ایک مہاجری نے ایک انصاری کی پیٹھ پر مکا مار دیا۔ انصاری

---

[1] (البدایۃ ۴/۱۲۳، طبقات ابن سعد ۳/۳، حیاۃ الصحابہ ۱/۵۰۴) [2] (ابن عساکر ۱/۱۱۰، حیاۃ الصحابہ ۱/۵۴۰)

Marfat.com

نے کہا، اے انصار! میری مدد کے لئے آؤ اور مہاجری نے بھی کہا، اے مہاجرین! میری مدد کے لئے آؤ۔ حضورؐ نے یہ آوازیں سن لیں اور فرمایا، یہ زمانہ جاہلیت والی باتیں کیوں ہو رہی ہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا، یارسول اللہؐ! ایک مہاجری نے ایک انصاری کو پیٹھ پر مکا مار دیا۔ آپؐ نے فرمایا، ان باتوں کو چھوڑو، یہ تو بدبودار باتیں ہیں۔

عبداللہ بن ابی (منافق) نے یہ باتیں سن کر کہا، کیا ان مہاجرین نے ہمارے آدمی کو دبا کر اپنے آدمی کو اوپر کیا ہے؟ غور سے سنو اللہ کی قسم! اگر ہم مدینہ واپس چلے گئے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو نکال باہر کرے گا۔ حضورؐ کو یہ بات پہنچ گئی تو حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر کہا، یارسول اللہؐ! آپؐ مجھے اجازت دیں تو میں اس منافق کی گردن اڑا دیتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا، اسے رہنے دو (اسے قتل کرنے سے) کہیں لوگوں میں یہ مشہور نہ ہو جائے کہ محمد (ﷺ) اپنے ساتھیوں کو قتل کر دیتے ہیں۔ جب مہاجرین شروع میں مدینہ آئے تھے، اس وقت انصار کی تعداد مہاجرین سے زیادہ تھی، بعد میں مہاجرین کی تعداد زیادہ ہو گئی۔[1]

حضرت عمر بن خطابؓ کی بہادری:

حضرت علی بن ابی طالب نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میرے علم کے مطابق ہر ایک نے ہجرت چھپ کر کی۔ صرف حضرت عمر بن خطابؓ ایسے ہیں جنہوں نے علی الاعلان ہجرت کی۔ چنانچہ جب انہوں نے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو اپنی تلوار گلے میں لٹکائی اور اپنی کمان کندھے پر ڈالی اور کچھ تیر ترکش سے نکال کر اپنے ہاتھ میں پکڑ لئے اور بیت اللہ کے پاس آئے۔ وہاں صحن میں قریش کے کچھ سردار بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے بیت اللہ کے ساتھ چکر لگائے، پھر مقام ابراہیم کے پاس جا کر دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر مشرکین کی ایک ایک ٹولی کے پاس آئے اور فرمایا، یہ تمام چہرے بدشکل ہو جائیں گے۔ جو آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کی ماں اس سے ہاتھ دھو بیٹھے اور اس کی اولاد یتیم ہو جائے اور اس کی بیوی بیوہ ہو جائے، وہ مجھ سے اس وادی کی پرلی جانب آ کر ملے۔ پھر آپؓ وہاں سے چل پڑے، ایک

[1] (ابن کثیر ۴/۳۷۰، حیاۃ الصحابہ ۱/۶۰۳)

Marfat.com

بھی آپؓ کے پیچھے نہ جاسکا۔ [1]

بدر کے قیدیوں کے متعلق فاروقِ اعظمؓ کی رائے:

امام احمد اور امام مسلم بدر کے واقعہ میں حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ حضورؐ نے حضرت ابوبکر، حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا کہ بدر کے قیدیوں کے ساتھ کیا کیا جائے؟ تو حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ! یہ لوگ ہمارے چچا کے بیٹے، خاندان کے لوگ اور بھائی ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ آپؐ ان سے فدیہ لے لیں اور انہیں چھوڑ دیں۔ تو ہم ان سے جو فدیہ لیں گے وہ کفار سے مقابلہ کے لئے ہماری قوت کا ذریعہ بنے گا اور ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے دے تو پھر یہ ہمارے دست و بازو بن جائیں گے۔

پھر حضورؐ نے فرمایا، اے ابن الخطابؓ! تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے عرض کیا، اللہ کی قسم! جو حضرت ابوبکرؓ کی رائے ہے، وہ میری رائے نہیں ہے بلکہ میری رائے تو یہ ہے کہ فلاں آدمی جو میرا قریبی رشتہ دار ہے، وہ میرے حوالہ کردیں، میں اس کی گردن اڑا دوں۔ اور عقیل کو حضرت علیؓ کے حوالہ کردیں، وہ عقیل کی گردن اڑا دیں اور فلاں آدمی جو حضرت حمزہؓ کے بھائی ہیں یعنی حضرت عباسؓ، وہ حضرت حمزہؓ کے حوالہ کردیں، حضرت حمزہؓ ان کی گردن اڑا دیں تاکہ اللہ تعالیٰ کو پتہ چل جائے کہ ہمارے دلوں میں مشرکوں کے بارے میں کسی قسم کی نرمی نہیں ہے۔ یہ لوگ قریش کے سردار اور امام اور قائد ہیں۔

حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ کی رائے کو پسند کیا اور میری رائے آپ کو پسند نہ آئی اور ان قیدیوں سے فدیہ لے لیا۔ اگلے دن میں حضورؐ اور حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں گیا تو وہ دونوں رو رہے تھے۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ! آپؐ مجھے بتائیں کہ آپؐ اور آپ کے ساتھی کیوں رو رہے ہیں؟ اگر رونے کی وجہ معلوم ہونے پر مجھے بھی رونا آ گیا تو میں بھی رونے لگ جاؤں گا اور اگر رونا نہ آیا تو آپ دونوں کے رونے کی وجہ سے میں بھی بتکلف

---

[1] (منتخب کنز العمال ۴/ ۳۸۷، حیاۃ الصحابہؓ ۱/ ۶۸۶)

Marfat.com

رونے کی صورت بنا لوں گا۔ حضورؐ نے فرمایا، میں اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ تمہارے ساتھیوں نے ان قیدیوں سے جو فدیہ لیا ہے، اس کی وجہ اللہ کا عذاب اس درخت سے بھی زیادہ قریب آ گیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ہے:

﴿ما کان لنبیٍ ان یکون لہٗ اسریٰ﴾

''نبی کی شان کے لائق نہیں کہ ان کے قیدی باقی رہیں (بلکہ قتل کر دیئے جائیں) جب تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح خونریزی نہ کر لیں۔ تم تو دنیا کا مال واسباب چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت (کی مصلحت) کو چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے زبردست بڑی حکمت والے ہیں۔'' [1]

ان سب کی گردنیں اڑا دیں:

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ: جنگ بدر کے دن حضورؐ نے صحابہؓ سے فرمایا، تم ان قیدیوں کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا، یارسول اللہؐ! یہ لوگ آپؐ کی قوم اور آپؐ کے خاندان کے ہیں، ان کو معاف فرما کر دنیا میں باقی رکھیں اور ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ فرمائیں شاید اللہ تعالیٰ ان کو کفر وشرک سے توبہ کی توفیق دے دے اور پھر حضرت عمرؓ نے عرض کیا، یارسول اللہؐ! انہوں نے آپ کو مکہ سے نکالا اور آپ کو جھٹلایا۔ آپؐ ان کو اپنے پاس بلائیں اور ان سب کی گردنیں اڑا دیں اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے یہ رائے پیش کی کہ یارسول اللہؐ! آپؐ گھنے درختوں والا جنگل تلاش کریں اور پھر ان لوگوں کو اس جنگل میں داخل کر کے اوپر سے آگ جلا دیں۔

حضورؐ نے سب کی رائے سنی اور کوئی فیصلہ نہ فرمایا اور اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے۔ لوگ آپس میں باتیں کرنے لگے۔ بعض نے کہا، آپؐ حضرت ابوبکرؓ کی رائے پر عمل کریں گے اور بعض نے کہا، حضرت عمرؓ کی رائے پر عمل کریں گے اور بعض نے کہا، آپؐ

[1] (کنز العمال ۵/۲۶۵، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۶۲)

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی رائے پر عمل کریں گے۔ پھر آپؐ لوگوں کے پاس باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کے دلوں کو اپنے بارے میں اتنا نرم فرما دیتے ہیں کہ وہ دودھ سے بھی زیادہ نرم ہو جاتے ہیں اور بعض لوگوں کے دلوں کو اپنے بارے میں اتنا سخت فرما دیتے ہیں کہ وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں اور اے ابوبکرؓ! تمہاری مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی ہے کیونکہ انہوں نے فرمایا تھا:

﴿فمن تبعنی فانّہٗ مِنّی ومن عصانی فانّک غفور رَّحیم﴾

''پھر جو شخص میری راہ پر چلے گا وہ تو میرا ہی ہے اور جو شخص (اس باب میں) میرا کہنا نہ مانے سو آپ تو کثیر المغفرت کثیر الرحمۃ ہیں۔''

اور اے ابوبکرؓ! تمہاری مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہے کیونکہ انہوں نے فرمایا تھا:

﴿ان تُعذِّبھم فانّھم عبادک وان تغفرلھم فانّک انت العزیز الحکیم﴾

''اور اگر آپ ان کو سزا دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کو معاف فرما دیں تو آپ زبردست حکمت والے ہیں۔''

اور اے عمرؓ! تمہاری مثال حضرت نوح علیہ السلام جیسی ہے کیونکہ انہوں نے فرمایا تھا:

﴿رَبِّ لا تذر علی الارض من الکافرین دَیَّاراً﴾

''اے رَبّ! نہ چھوڑیوں زمین پر منکروں کا ایک گھر بسنے والا۔''

اور اے عمرؓ! تمہاری مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسی ہے کیونکہ انہوں نے فرمایا تھا:

﴿رَبَّنا اطْمس علیٰ اموالھم واشدد علیٰ قلوبھم فلا یؤمنوا حتّٰی یروا العذاب الالیم﴾

''اے ہمارے رَبّ! ان کے مالوں کو نیست و نابود کر دیجئے اور ان کے دلوں کو زیادہ سخت کر دیجئے (جس سے ہلاکت کے مستحق ہو

Marfat.com

جاویں) سو یہ ایمان نہ لانے پاویں یہاں تک کہ عذاب الیم (کے مستحق ہو کر) اس کو دیکھ لیں۔"

پھر حضورؐ نے فرمایا، چونکہ تم ضرورت مند ہو اس وجہ سے ان قیدیوں میں سے ہر قیدی یا تو فدیہ دے گا یا پھر اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔ [1]

ابوبکر سے آگے نہیں بڑھ سکتا:

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضورؐ نے ہمیں اللہ کے راستہ میں صدقہ کرنے کا حکم فرمایا۔ اس دن میرے پاس کافی مال تھا، میں نے اپنے دل میں کہا، اگر میں نیکی میں حضرت ابوبکرؓ سے آگے بڑھ سکتا ہوں تو آج کے دن ہی بڑھ سکتا ہوں۔ (یعنی میں ان سے آگے بڑھنے کی کوشش تو بہت مرتبہ کر چکا ہوں لیکن کبھی ان سے آگے نہیں بڑھ سکا، آج بڑھ سکتا ہوں) چنانچہ میں نے اپنا آدھا مال لا کر حضورؐ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضورؐ نے پوچھا، تم اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ میں نے کہا، میں ان کے لئے بھی کچھ چھوڑ آیا ہوں۔ حضورؐ نے پھر فرمایا، ان کے لئے کیا چھوڑا ہے؟ میں نے کہا، جتنا میں لایا ہوں، اتنا ہی گھر والوں کے لئے چھوڑ کر آیا ہوں۔ حضرت ابوبکرؓ کے پاس گھر میں جو کچھ تھا، وہ سب کچھ لے آئے۔ حضورؐ نے ان سے پوچھا، اے ابوبکرؓ! تم اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا، میں ان کے لئے اللہ و رسولؐ کی رضامندی چھوڑ کر آیا ہوں۔ یہ جواب سن کر میں نے اپنے دل میں کہا، میں کبھی بھی کسی چیز میں حضرت ابوبکرؓ سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ [2]

زمین کا صدقہ:

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کو خیبر میں ایک زمین ملی۔ انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، مجھے ایک ایسی زمین ملی ہے کہ اس سے زیادہ عمدہ مال مجھے کبھی نہیں ملا۔ آپؐ کی کیا رائے ہے کہ میں اس کے بارے میں کیا کروں؟ حضورؐ

---

[1] (البدایہ ۳/۲۹۷، حیاۃ الصحابہ ۲/۶۵)

[2] (منتخب کنز العمال ۴/۳۴۴، حیاۃ الصحابہ ۲/۲۰۱)

Marfat.com

نے فرمایا، اگر تم چاہو تو زمین کو وقف کر دو اور اس کی آمدنی کو صدقہ کر دو۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان شرائط پر اس زمین کی آمدنی کو صدقہ کیا کہ نہ تو یہ زمین بیچی جا سکے گی، نہ کسی کو ہدیہ کی جا سکے گی اور نہ کسی کو وراثت میں مل سکے گی اور اس کی آمدنی فقیروں، رشتہ داروں، غلاموں کے آزاد کرانے، جہاد فی سبیل اللہ میں اور مہمانوں پر خرچ کی جائے گی اور جو اس زمین کا متولی بنے اسے اجازت ہے کہ وہ عام دستور کے مطابق اس کی آمدنی میں سے خود کھالے اور اپنے دوست کو کھلا دے لیکن اسے اپنے لئے اس میں سے مال جمع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔[1]

جذبات میں فرق:

حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق حضورؐ کے پاس اپنا صدقہ لائے اور چپکے سے حضورؐ کو دیا اور عرض کیا، یا رسول اللہؐ! یہ میری طرف سے صدقہ ہے اور آئندہ جب بھی اللہ تعالیٰ مطالبہ فرمائیں گے میں ضرور صدقہ کروں گا۔ پھر حضرت عمرؓ اپنا صدقہ لائے اور لوگوں کے سامنے ظاہر کر کے حضورؐ کو دیا اور عرض کیا، یہ میری طرف سے صدقہ ہے اور مجھے اللہ کے ہاں لوٹ کر جانا ہے (میں وہاں اللہ سے اس کا بدلہ لے لوں گا) حضورؐ نے فرمایا، تم نے اپنی کمان میں تانت کے علاوہ کچھ اور لگا دیا (یعنی تم ابوبکرؓ سے پیچھے رہ گئے کہ ان کا جذبہ اللہ کو اور دینے کا ہے اور تمہارا جذبہ اللہ سے بدلہ لینے کا ہے۔ ابوبکرؓ کا جذبہ اعلیٰ و افضل ہے) جو تم دونوں کے بولوں میں فرق ہے، وہی تم دونوں کے صدقوں میں فرق ہے۔ (قبول تو دونوں ہوئے لیکن ابوبکرؓ کا صدقہ زیادہ اخلاص اور قربانی والا ہے کہ ان کی توجہ اللہ کو اور دینے کی طرف ہے)[2]

اے عباس! مسلمان ہو جاؤ:

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ: جنگ بدر کے دن دوسرے قیدیوں کے ساتھ حضرت عباسؓ بھی قید ہوئے تھے۔ انہیں ایک انصاری آدمی نے قید کیا تھا۔ انصار نے انہیں

---

[1] (نصب الرایۃ ۳/۴۷۶، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۲۰۸)

[2] (حلیۃ الاولیاء ۱/۳۲، حیاۃ الصحابہ ۲/۲۳۷)

Marfat.com

قتل کرنے کی دھمکی دی تھی۔ حضورؐ کو اس کی خبر پہنچی تو آپؐ نے فرمایا، آج رات میں اپنے چچا عباسؓ کی وجہ سے سو نہیں سکا کیونکہ انصار کہہ چکے ہیں کہ وہ عباسؓ کو قتل کر دیں گے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، کیا میں انصار کے پاس جاؤں؟ اور ان سے عباسؓ کو لے آؤں؟ حضورؐ نے فرمایا، ہاں جاؤ۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے جا کر انصار سے کہا، عباسؓ کو چھوڑ دو۔ انصار نے کہا، نہیں۔ اللہ کی قسم! ہم انہیں نہیں چھوڑیں گے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، اگر ان کے چھوڑنے سے اللہ کے رسولؐ راضی اور خوش ہوں تو پھر؟ انصار نے کہا، اگر ان کے چھوڑنے سے اللہ کے رسولؐ راضی اور خوش ہیں تو پھر تم ان کو لے لو۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے انصار سے حضرت عباسؓ کو لے لیا۔ جب وہ حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں آ گئے تو حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا، اے عباسؓ! مسلمان ہو جاؤ۔ اللہ کی قسم! تمہارا مسلمان ہونا مجھے اپنے باپ خطاب کے مسلمان ہونے سے زیادہ محبوب ہے اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ میں نے دیکھا ہے کہ حضورؐ کو تمہارا مسلمان ہونا بہت زیادہ پسند ہے۔ [1]

وہ دونوں تو سالن سے روٹی کھا چکے ہیں:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ: عرب کے لوگ سفروں میں ایک دوسرے کی خدمت کیا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ساتھ ایک آدمی ہوا کرتا تھا جو ان دونوں کی خدمت کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ یہ دونوں سو گئے اور جس کے ذمہ کھانا پکانا تھا وہ بھی سو گیا۔ جب یہ دونوں اٹھے تو دیکھا کہ وہ کھانا تیار نہیں کر سکا بلکہ سو رہا ہے تو ان دونوں حضرات نے کہا کہ یہ تو سویا ہوا ہے۔ ان حضرات نے اسے جگا کر کہا، حضورؐ کی خدمت میں جا کر عرض کرو کہ ابوبکرؓ و عمرؓ آپؐ کی خدمت میں سلام عرض کر رہے ہیں اور آپؐ سے سالن مانگ رہے ہیں۔ اس نے جا کر حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا۔ حضورؐ نے فرمایا، وہ دونوں تو سالن سے روٹی کھا چکے ہیں۔ اس نے جا کر ان دونوں حضرات کو حضورؐ کا جواب بتایا اس پر ان دونوں حضرات نے آ کر عرض کیا، یا رسول اللہؐ! ہم نے کون سے سالن سے

---

[1] (البدایۃ ج۳/ ۲۹۸، حیاۃ الصحابہ ج۲/ ۴۱۶)

Marfat.com

روٹی کھائی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا، اپنے بھائی کے گوشت سے۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں اس کا گوشت تم دونوں کے سامنے والے دانتوں میں دیکھ رہا ہوں۔ ان دونوں حضرات نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ! ہمارے لئے استغفار فرما دیجئے۔ حضورؐ نے فرمایا، اس سے کہو وہ تم دونوں کے لئے استغفار کرے۔[1]

ہماری عورتیں ان عورتوں سے سیکھنے لگیں:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: میرے دل میں بڑی آرزو تھی کہ میں حضرت عمرؓ سے حضورؐ کی ازواج مطہرات میں سے ان دو عورتوں کے بارے میں پوچھوں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے:

﴿ان تتو با الی اللّٰہِ فقد صغت قلوبُکُما﴾

فرمایا ہے لیکن بہت عرصہ تک مجھے پوچھنے کا موقع نہ ملا۔ آخر ایک مرتبہ حضرت عمرؓ حج پر تشریف لے گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ حج پر گیا۔ ہم لوگ سفر کر رہے تھے کہ حضرت عمرؓ ضرورت سے راستے سے ایک طرف کو چلے گئے۔ میں بھی پانی کا برتن لے کر ان کے ساتھ ہولیا۔ آپؓ ضرورت سے فارغ ہو کر میرے پاس واپس تشریف لائے۔ میں نے آپؓ کے ہاتھوں پر پانی ڈالا، آپؓ نے وضو کیا۔ میں نے کہا، اے امیرالمومنین! نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے وہ دو عورتیں کون ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے:

﴿ان تتو با الی اللّٰہِ فقد صغت قلوبُکُما﴾

فرمایا ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا، اے ابن عباسؓ! تم پر تعجب ہے کہ علم میں اتنے مشہور ہو اور پھر تمہیں معلوم نہیں کہ یہ عورتیں کون ہیں؟ حضرت زُہری کہتے ہیں، حضرت عمر کو اس سوال پر تعجب تو ہوا لیکن پھر انہوں نے سارا قصہ سنایا، کچھ نہیں چھپایا اور فرمایا، وہ دونوں حفصہؓ اور عائشہؓ ہیں۔ پھر تفصیل سے سارا قصہ سنانے لگے اور فرمایا، ہم قریش والے عورتوں پر غالب تھے۔ جب ہم مدینہ آئے تو دیکھا کہ یہاں کے مردوں پر عورتیں غالب ہیں تو

---

[1] (تفسیر ابن کثیر ۴/۲۱۶، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۵۳۵)

Marfat.com

ہماری عورتیں ان کی عورتوں سے سیکھنے لگیں۔ میرا گھر عوالی میں قبیلہ بنوامیہ بن زید میں تھا۔ میں ایک دن اپنی بیوی پر ذرا ناراض ہوا تو وہ آگے سے جواب دینے لگی۔ میں اس کے یوں جواب دینے سے بڑا حیران ہوا، میرے لئے بالکل نئی بات تھی۔ وہ کہنے لگی، آپؓ میرے جواب دینے سے کیوں حیران ہو رہے ہیں۔ وہ تو اللہ کی قسم! حضور ﷺ کی ازواج مطہرات بھی آپؐ کو جواب دے دیتی ہیں بلکہ بعض تو ناراض ہو کر حضورؐ کو سارا دن رات تک چھوڑے رکھتی ہیں۔ یہ سن کر گھر سے چلا اور حفصہؓ کے پاس گیا اور میں نے کہا، تم رسول اللہ ﷺ کو جواب دیتی ہو؟ اس نے کہا، جی ہاں۔ میں نے کہا، تم میں کچھ عورتیں حضورؐ کو سارا دن رات تک چھوڑے رکھتی ہیں؟ اس نے کہا، جی ہاں۔ میں نے کہا، تم میں سے جو بھی ایسا کرے گی وہ تو اپنا بڑا نقصان کرے گی اور اگر اللہ کے رسولؐ کے ناراض ہونے کی وجہ سے اللہ ناراض ہو گئے تو پھر تو وہ ہلاک و برباد ہو جائے گی، اس لئے آئندہ کبھی حضورؐ کو آگے سے جواب نہ دینا اور ان سے کچھ نہ مانگنا اور مجھ سے جو چاہے مانگ لینا اور تم اپنی پڑوسن یعنی حضرت عائشہؓ سے دھوکہ نہ کھاؤ کہ وہ حضورؐ کو آگے سے جواب دے دیتی ہے اور حضورؐ سے ناراض ہو جاتی ہے، وہ ایسا کر سکتی کیونکہ وہ تم سے زیادہ خوبصورت ہے اور حضورؐ کو اس سے تم سے زیادہ محبت ہے، تم ایسا نہ کرو۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا، میرا ایک انصاری پڑوسی تھا۔ ہم دونوں باری باری حضورؐ کی خدمت میں جایا کرتے تھے۔ ایک دن وہ جاتا اور سارے دن میں جو وحی نازل ہوتی یا اور کوئی بات پیش آتی، وہ شام کو آکر مجھے بتا دیتا اور ایک دن میں جاتا اور شام کو واپس آکر سب کچھ اسے بتا دیتا۔ ان دنوں ہمارے ہاں اس کا بہت چرچا تھا کہ قبیلہ غسان ہم پر چڑھائی کرنے کے لئے تیاری کر رہا ہے۔ چنانچہ ایک دن میرا یہ پڑوسی حضورؐ کی خدمت میں گیا اور عشاء میں میرے پاس واپس آیا۔ اس نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور مجھے آواز دی۔ میں باہر آیا۔ اس نے کہا، ایک بہت بڑا حادثہ پیش آ گیا ہے۔ میں نے کہا، کیا ہوا؟ کیا غسان نے چڑھائی کر دی ہے؟ اس نے کہا، نہیں بلکہ اس سے بھی بڑا اور زیادہ پریشان کن حادثہ

Marfat.com

پیش آیا ہے۔

حضور ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے۔ میں نے کہا، حفصہؓ تو نامراد ہوگئی اور گھاٹے میں پڑگئی اور مجھے تو پہلے ہی خطرہ تھا کہ ایسا ہو جائے گا۔ صبح کی نماز پڑھ کر میں نے کپڑے پہنے اور مدینہ گیا۔ وہاں سیدھے حفصہؓ کے ہاں گیا، وہ رو رہی تھی۔ میں نے پوچھا، کیا حضورؐ نے تم سب کو طلاق دے دی ہے؟ اس نے کہا، یہ تو مجھے معلوم نہیں ہے البتہ حضورؐ ہم سے الگ ہو کر اس بالا خانہ میں تشریف فرما ہیں۔ پھر میں آپؐ کے سیاہ غلام کے پاس آیا اور اس سے کہا، عمر کو اندر آنے کی اجازت لے دو۔ وہ غلام اندر گیا اور باہر آیا۔ پھر اس نے کہا، میں نے حضورؐ سے آپؓ کا ذکر کیا لیکن حضورؐ خاموش رہے۔ پھر میں مسجد چلا گیا۔ جب میں منبر کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان میں سے کچھ لوگ رو رہے ہیں۔ میں کچھ دیر بیٹھا رہا۔ پھر جب میری بے چینی بڑھی تو میں نے جا کر پھر اس غلام سے کہا، عمر کو اجازت لے دو۔ وہ غلام اندر گیا۔ پھر اس نے باہر آ کر کہا کہ میں نے حضورؐ سے آپؓ کا ذکر کیا لیکن حضورؐ خاموش رہے۔ میں پھر منبر کے پاس جا کر بیٹھ گیا لیکن بیٹھا نہ گیا۔ میں نے جا کر پھر غلام سے کہا، عمر کو اجازت لے دو۔ وہ اندر گیا۔ پھر اس نے باہر آ کر کہا، میں نے حضورؐ سے آپ کا ذکر کیا لیکن حضورؐ خاموش رہے۔ میں لوٹنے لگا تو غلام نے مجھے بلایا اور کہا، آپؓ اندر چلے جائیں، حضورؐ نے اجازت دے دی ہے۔ میں نے اندر جا کر حضورؐ کو سلام کیا۔ آپؐ ایک خالی بوریئے پر ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے اور بوریئے کے نشانات آپؐ کے جسم اطہر پر ابھرے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا، یارسول اللہؐ! آپؐ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ حضورؐ نے میری طرف سر اٹھا کر فرمایا، نہیں۔ میں نے خوشی کی وجہ سے کہا، اللہ اکبر۔ یارسول اللہؐ! آپؐ نے دیکھا ہو گا کہ ہم قریشی لوگ اپنی عورتوں پر غالب تھے۔ جب ہم مدینہ آئے تو ہمیں یہاں ایسے لوگ ملے جن پر ان کی عورتیں غالب تھیں تو ہماری عورتیں ان کی عورتوں سے سیکھنے لگیں۔ ایک دن میں اپنی بیوی پر ناراض ہوا تو وہ آگے سے مجھے جواب دینے لگی۔ میں اس کے جواب دینے پر بڑا حیران ہوا۔ اس نے کہا، آپؓ میرے جواب دینے پر کیا حیران ہو رہے ہیں۔ حضورؐ کی

ازواج مطہرات بھی آپؐ کو جواب دیتی ہیں بلکہ سارا دن رات تک حضورؐ کو چھوڑے رکھتی ہیں۔ میں نے کہا، ان میں سے جو بھی ایسا کرے گی، وہ نامراد گھاٹے میں رہے گی۔ اگر اللہ کے رسولؐ کے ناراض ہونے کی وجہ سے اللہ ناراض ہو گئے تو وہ تو ہلاک و برباد ہو جائے گی۔ اس پر حضورؐ مسکرانے لگے۔ میں نے کہا، یارسول اللہؐ! پھر میں حفصہؓ کے پاس آیا اور میں نے اسے کہا، تم اپنی پڑوسن (حضرت عائشہؓ) سے دھوکہ نہ کھانا، وہ تم سے زیادہ خوبصورت ہے اور حضورؐ کو اس سے تم سے زیادہ محبت ہے۔ حضورؐ دوبارہ مسکرائے۔ میں نے کہا، یارسول اللہؐ! جی لگانے کی اور بات کروں؟ آپؐ نے فرمایا، کرو۔ پھر میں بیٹھ گیا اور سر اٹھا کر حضورؐ کے گھر پر نظر ڈالی تو اللہ کی قسم! مجھے صرف تین کھالیں بغیر رنگی ہوئی نظر آئیں۔ میں نے کہا، یارسول اللہؐ آپؐ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کی اُمت پر وسعت فرمادے اور اللہ تعالیٰ نے روم اور فارس پر وسعت کر رکھی ہے حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے ہیں۔ پھر آپؐ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور آپؐ نے فرمایا، اے ابن خطاب! کیا تم ابھی تک شک میں ہو؟ ان لوگوں کو ان کی نیکیوں کا بدلہ دنیا ہی میں دے دیا گیا ہے۔ میں نے کہا، یارسول اللہؐ! میرے لئے استغفار فرمادیں۔ چونکہ حضورؐ کو اپنی ازواج مطہرات پر زیادہ غصہ آ گیا تھا اس وجہ سے آپؐ نے قسم کھالی تھی کہ ایک مہینہ تک ان کے پاس نہیں جائیں گے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو متنبہ فرمایا۔ [1]

ضرور ایسی بات کروں گا کہ حضور ﷺ کو ہنسی آجائے:

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ: حضور ﷺ اپنے مکان میں بیٹھے ہوئے تھے اور لوگ حضورؐ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ آئے اور انہوں نے اندر جانے کی اجازت مانگی لیکن انہیں اجازت نہ ملی۔ پھر حضرت عمرؓ نے آکر اجازت مانگی تو انہیں بھی نہ ملی لیکن تھوڑی دیر کے بعد دونوں حضرات کو اجازت مل گئی۔ دونوں حضرات اندر گئے تو حضورؐ بیٹھے ہوئے تھے اور آپؐ کے ارد گرد آپؐ کی ازواج مطہرات بیٹھی ہوئی تھیں۔

---

[1] (حیاۃ الصحابہ ج۲/۸۵۸)

حضورؐ بالکل خاموش تھے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دل میں کہا کہ میں ضرور ایسی بات کروں گا جس سے حضورؐ کو ہنسی آ جائے تو انہوں نے کہا، یا رسول اللہؐ! اگر آپؐ دیکھتے کہ میری بیوی بنت زید نے ابھی مجھ سے خرچہ مانگا تھا تو میں نے اس کی گردن پر مارا تھا۔ یہ سن کر حضورؐ ہنس پڑے اور اتنے ہنسے کہ آپؐ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔ پھر حضورؐ نے فرمایا، یہ بھی میرے چاروں طرف بیٹھی ہوئی مجھ سے خرچہ مانگ رہی ہیں۔ یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ حضرت عائشہؓ کو مارنے کے لئے ان کی طرف اٹھے اور حضرت عمرؓ حضرت حفصہؓ کی طرف اٹھے۔ دونوں کہہ رہے تھے، تم دونوں حضورؐ سے وہ کچھ مانگتی ہو جو ان کے پاس نہیں ہے۔ حضورؐ نے ان دونوں حضرات کو مارنے سے روک دیا تو آپؐ کی ازواج مطہرات کہنے لگیں، اللہ کی قسم! اس مجلس کے بعد ہم کبھی حضورؐ سے ایسی چیز نہیں مانگیں گی جو حضورؐ کے پاس نہ ہو۔[1]

اے عمرؓ! انہیں چھوڑ دو:

جب مکہ والوں کو حضورؐ کے انتقال کی خبر ملی تو مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے سارے مسلمان زور زور سے رونے لگ گئے اور شدت غم کی وجہ سے حضرت عتابؓ تو مکہ مکرمہ سے باہر ایک گھاٹی میں چلے گئے تاکہ تنہائی میں بیٹھ کر روتے رہیں۔ حضرت سہیل بن عمرؓ نے آ کر حضرت عتابؓ کو کہا، تنہائی چھوڑو اور کھڑے ہو کر لوگوں میں بات کرو۔ انہوں نے کہا، حضورؐ کے انتقال کی وجہ سے مجھ میں بات کرنے کی ہمت نہیں۔ حضرت سہیل نے کہا، آپؓ میرے ساتھ چلیں، آپؓ کی جگہ میں بات کرلوں گا۔ چنانچہ دونوں اس گھاٹی سے نکل کر مسجد حرام میں آئے اور حضرت سہیلؓ نے کھڑے ہو کر بیان کیا۔ انہوں نے اللہ کی حمد وثناء کے بعد اپنے بیان میں وہ تمام باتیں کہہ دیں جو حضرت ابوبکرؓ نے مدینہ میں فرمائی تھیں، ان میں سے ایک بات بھی تو نہ چھوڑی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو مکہ والوں کے سنبھالنے کا ذریعہ بنا لیا۔ جنگ بدر کے موقع پر حضرت سہیل بن عمرو بھی کافر قیدیوں میں تھے۔ حضرت عمرؓ ان کے

---

[1] (حیاۃ الصحابہؓ ۱/۸۶۲)

Marfat.com

آگے کے دانت نکالنا چاہتے تھے تو ان سے حضورؐ نے فرمایا تھا، اے عمرؓ! تم کیوں ان کے آگے کے دانت نکالنے لگے ہو؟ انہیں چھوڑ دو، ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ انہیں اپنے دین کی خدمت کے لئے کھڑے ہونے کا ایسا زبردست موقع دے جس سے تمہیں بہت زیادہ خوشی ہو۔ چنانچہ یہ وہی موقع تھا جس کی حضورؐ نے خبر دی تھی اور ان کے اس بیان کا بہت اثر ہوا اور مکہ مکرمہ اور اس کے آس پاس کے سارے علاقے کے مسلمان سنبھل گئے اور حضرت عتابؓ کی امارت اور مضبوط ہوگئی۔ [1]

اللہ کی قسم! وہ تو منافق ہو گیا ہے:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: حضور ﷺ نے جنگ بدر کے دن اپنے صحابہؓ سے فرمایا، مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ بنو ہاشم اور بعض دوسرے قبیلوں کے لوگوں کو یہاں زبردستی لایا گیا ہے، وہ ہم سے لڑنا نہیں چاہتے لہٰذا تم میں سے جس کے سامنے بنو ہاشم کا کوئی آدمی آجائے تو وہ اسے قتل نہ کرے اور جس کے سامنے ابوالبختری بن ہشام بن حارث بن اسد آجائے، وہ اسے قتل نہ کرے اور جس کے سامنے عباس بن عبدالمطلب حضورؐ کے چچا آجائیں، وہ انہیں قتل نہ کرے کیونکہ وہ بھی مجبوراً آئے ہیں۔ اس پر حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہؓ نے کہا، ہم تو اپنے باپ، بیٹوں اور بھائیوں کو قتل کریں اور عباس کو چھوڑ دیں؟ اللہ کی قسم! اگر عباسؓ میرے سامنے آگئے تو میں تو تلوار سے ان کے ٹکڑے کر دوں گا۔ حضور کو جب یہ بات پہنچی تو آپؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا، اے ابوحفصؓ! حضرت عمرؓ کہتے ہیں، اللہ کی قسم! یہ پہلا دن تھا جس دن حضورؐ نے میری کنیت ابوحفص رکھی۔ کنیت سے پکارنے کے بعد آپؐ نے فرمایا، کیا رسول اللہؐ کے چچا کے چہرے پر تلوار کا وار کیا جائے گا؟ حضرت عمرؓ نے کہا، یارسول اللہؐ! مجھے اجازت دیں، میں تلوار سے ابوحذیفہؓ کی گردن اڑادوں۔ اللہ کی قسم! وہ تو منافق ہو گیا ہے۔

اس وقت جوش میں حضرت ابوحذیفہؓ یہ بات کہہ بیٹھے لیکن بعد میں حضرت ابوحذیفہؓ

---

[1] (کنز العمال ۴/۴۶، حیاۃ الصحابہ ۲/۴۴۳)

Marfat.com

نے کہا، میں اس دن جو غلط بات کہہ بیٹھا تھا۔ میں اب تک اپنے آپ کو عذابِ خداوندی کے خطرے میں محسوس کر رہا ہوں اور مجھ پر خوف طاری ہے اور میرے اس گناہ کا کفارہ صرف اللہ کے راستے کی شہادت ہی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ وہ جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے۔ [1]

اپنی قوم کو جمع کرو:

حضرت رِفاعہ بن رافعؓ فرماتے ہیں کہ: حضور ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا، اپنی قوم کو جمع کرو، میں انہیں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے انہیں حضورؐ کے گھر کے پاس جمع فرمایا اور اندر حاضر خدمت ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہؐ! میں انہیں اندر آپ کی خدمت میں لے آؤں یا آپؐ باہر ان کے پاس تشریف لے جائیں گے۔ حضورؐ نے فرمایا، میں ان کے پاس باہر آؤں گا۔ چنانچہ حضورؐ ان کے پاس باہر تشریف لائے اور ان سے فرمایا، کیا تمہارے اس مجمع میں دوسری قوم کا بھی کوئی آدمی ہے؟ انہوں نے کہا، جی ہاں ہے۔ اس مجمع میں ہمارے علاوہ ہمارے حلیف، ہمارے بھانجے اور ہمارے غلام بھی ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا، ہمارے حلیف، ہمارے بھانجے اور ہمارے غلام یہ سب ہم میں سے ہی ہیں۔ تم لوگ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کیوں نہیں سنتے کہ اس مسجد حرام کے متولی بننے کے لائق صرف متقی لوگ ہیں۔ اگر تم لوگ متقی ہو پھر تو ٹھیک ہے ورنہ تم لوگ سوچ لو، غور کر لو۔ ایسا نہ ہو کہ کل قیامت کے دن اور لوگ اعمال لے کر آئیں اور تم لوگ گناہوں کا بوجھ لے کر آؤ اور پھر مجھے تمہارے گناہ دیکھ کر منہ دوسری طرف کرنا پڑ جائے۔ پھر آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا، اے لوگو! قریش امانتدار لوگ ہیں۔ اس لئے جو بھی ان کی خامیاں اور قصور تلاش کرے گا اللہ تعالیٰ اسے نتھنوں کے بل دوزخ میں ڈالیں گے۔ یہ جملہ آپؐ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔ [2]

میں اس منافق کی گردن اڑا دوں:

حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کی طرف سے مکہ کے چند مشرک لوگوں کے نام ایک خط تھا جس میں انہوں نے حضورؐ کی راز کی بات لکھی ہوئی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا، اے

---

[1] (البدایہ ۳/۳۴۸، طبقات ابن سعد ۴/۵، حیاۃ الصحابہ ۲/۴۶۶) [2] (حیاۃ الصحابہ ۲/۴۸۹)

Marfat.com

حاطب! یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ! آپؐ میرے بارے میں جلدی نہ فرمائیں۔ میں قبیلہ قریش میں سے نہیں ہوں بلکہ ان کا حلیف ہوں اور آپؐ کے ساتھ جو مکہ کے مہاجرین ہیں، ان سب کی مشرکین مکہ سے رشتہ داری ہے۔ اس رشتہ داری کی وجہ سے وہ مشرک مسلمانوں کے جو گھر والے اور مال و دولت مکہ میں ہے، ان سب کی حفاظت کرتے ہیں۔ میرے بھی رشتہ دار مکہ میں ہیں، میں نے سوچا کہ قریش سے میرا نسبی رشتہ تو ہے نہیں، اس لئے میں آپؐ کا راز بتا کر ان پر احسان کر دیتا ہوں، اس وجہ سے وہ میرے رشتہ داروں کی حفاظت کریں گے۔ میں نے یہ کام اس وجہ سے نہیں کیا کہ میں اپنے دین سے مرتد ہو گیا ہوں یا اسلام کے بعد اب مجھے کفر پسند آ گیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا، غور سے سنو، یہ تم سے بات سچی کہہ رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا، مجھے اجازت دیں، میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ حضورؐ نے فرمایا، نہیں یہ جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے، تمہیں کیا خبر؟ شاید اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی طرف جھانک کر فرما دیا ہو، تم جو چاہے کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی:

﴿یآ ایُّھا الَّذین آمنوا لا تتَّخذوا عدُوِّی وعدُوَّکم اولیآء﴾

سے لے کر

﴿فقد ضلَّ سواء السَّبیل﴾ تک (سورۃ ممتحنۃ)

''اے ایمان والو! تم میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ کہ ان سے دوستی کا اظہار کرنے لگو حالانکہ تمہارے پاس جو دین حق آ چکا ہے وہ اس کے منکر ہیں۔ رسول کو اور تم کو اس بناء پر کہ تم اپنے پروردگار، اللہ پر ایمان لا چکے ہو شہر بدر کر چکے ہیں اگر تم میرے راستہ پر جہاد کرنے کی غرض سے اور میری رضامندی ڈھونڈنے کی غرض سے (اپنے گھروں سے) نکلے ہو۔ تم ان سے چپکے چپکے دوستی کی باتیں کرتے ہو حالانکہ مجھ کو سب چیزوں کا علم ہے تم جو کچھ چھپا کر کرتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو اور (آگے اس پر وعید ہے کہ) جو شخص تم میں سے ایسا کرے گا وہ راہِ راست سے بھٹکے گا۔'' [1]

---

[1] (البدایۃ ۴/۲۸۴، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۵۴۲)

Marfat.com

وہ شخص کون ہے؟:

حضرت اُمّ سعد بنت سعد بن ربیعؓ فرماتی ہیں کہ: میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں گئی۔ انہوں نے میرے لئے اپنا کپڑا بچھا دیا جس پر میں بیٹھ گئی۔ اتنے میں حضرت عمرؓ بھی اندر آ گئے۔ انہوں نے پوچھا کہ یہ عورت کون ہے جس کا یہ اکرام ہو رہا ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا، یہ اس شخص کی بیٹی ہے جو مجھ سے بھی بہتر تھا اور آپؓ سے بھی۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا، اے خلیفہ رسولؐ! وہ شخص کون ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا، یہ اس آدمی کی بیٹی ہے جس کا حضورؐ کے زمانہ میں انتقال ہو گیا اور انہیں جنت میں ٹھکانہ مل گیا۔ اب پیچھے میں اور آپؓ رہ گئے ہیں۔ [1]

انہوں نے مجھے کچھ جواب نہ دیا:

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ: میری بیٹی حضرت حفصہؓ بیوہ ہو گئیں۔ ان کے خاوند حضرت خنیس بن حذافہ سہمیؓ حضورؐ کے صحابہؓ میں سے تھے اور جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے، ان کا مدینہ میں انتقال ہو گیا۔ میری حضرت ابوبکرؓ سے ملاقات ہوئی میں نے ان سے کہا، اگر آپؓ چاہیں تو میں حضرت حفصہ بنت عمرؓ کا آپؓ سے نکاح کر دوں، انہوں نے مجھے کچھ جواب نہ دیا۔ چند دن کے بعد حضورؐ نے حفصہؓ سے شادی کا پیغام دیا۔ آخر میں نے حضورؐ سے اس کی شادی کر دی۔ پھر حضرت ابوبکرؓ مجھے ملے اور انہوں نے کہا، تم نے حفصہؓ کو مجھ پر پیش کیا تھا، میں نے تمہیں اس کا کوئی جواب نہیں دیا تھا شاید تمہیں اس سے مجھ پر غصہ آیا ہوگا۔ میں نے کہا، ہاں آیا تو تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا، میں نے اس وقت تمہیں اس لئے جواب نہیں دیا تھا کہ میں نے حضورؐ کو حضرت حفصہؓ کا ذکر کرتے ہوئے سنا تھا جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ حضورؐ ان سے شادی کرنا چاہتے ہیں اور میں حضورؐ کے راز کو فاش نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اگر حضورؐ ان سے شادی نہ کرتے تو میں ضرور کر لیتا۔ [2]

---

[1] (الاصابہ فی معرفۃ الصحابہؓ ۲۷/۴، حیاۃ الصحابہؓ ۵۶۱/۲)

[2] (حلیۃ الاولیاء ۳۶۱/۱، حیاۃ الصحابہؓ ۶۳۷/۲)

Marfat.com

مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن اڑادوں:

بخاری اور مسلم میں یہ روایت ہے کہ حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ ہم لوگ حضورؐ کے پاس موجود تھے۔ آپؐ لوگوں میں تقسیم فرمارہے تھے کہ اتنے میں بنوتمیم کا ایک آدمی ذوالخویصرہ آیا اور اس نے کہا، یارسول اللہؐ! انصاف سے تقسیم فرمائیں۔ حضورؐ نے فرمایا، تیرا ناس ہو اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو کون انصاف کرے گا۔ اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو میں ناکام و برباد ہو جاؤں گا۔ جب میں انصاف نہیں کروں گا تو پھر اور کون کرے گا؟ حضرت عمر بن خطابؓ نے عرض کیا، یارسول اللہؐ! مجھے اجازت دیں، میں اس کی گردن اڑادوں۔ حضورؐ نے فرمایا، نہیں اسے چھوڑ دو۔ [1]

یارسول اللہؐ! کیا آپؐ اللہ کے دشمن کا جنازہ پڑھانے لگے ہیں:

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ: جب عبداللہ بن اُبی مر گیا تو حضور کو اس کی نمازِ جنازہ پڑھانے کے لئے بلایا گیا۔ چنانچہ حضورؐ تشریف لے گئے۔ جب آپؐ نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے تو میں گھوم کر آپؐ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور عرض کیا، یارسول اللہؐ! کیا آپؐ اللہ کے دشمن عبداللہ بن اُبی کی نماز جنازہ پڑھانے لگے ہیں جس نے فلاں فلاں دن یہ اور یہ کہا تھا اور میں اس کے دن گنوانے لگا۔ حضور مسکراتے رہے۔ جب میں بہت کچھ کہہ چکا تو آپؐ نے فرمایا، اے عمر! پیچھے ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے مجھے منافقوں کے لئے استغفار کرنے نہ کرنے کا اختیار دیا ہے۔ میں نے استغفار کرنے کی صورت کو اختیار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، اگر آپؐ ان کے لئے ستر بار بھی استغفار کریں گے تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو نہ بخشے گا۔ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرنے سے اس کی مغفرت ہو جائے گی تو میں ضرور کرتا۔ پھر حضورؐ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنازہ کے ساتھ قبرستان گئے اور اس کے دفن ہونے تک آپؐ اس کی قبر پر کھڑے رہے۔ بہر حال حضورؐ کے مقابلہ پر جو میں نے جرأت سے کام لیا اس پر مجھے بہت حیرانی تھی۔ اللہ اور رسولؐ ہی بہتر

---

[1] (البدایۃ ۴/۳۶۲، حیاۃ الصحابہ ۲/۶۸۷)

جانتے ہیں کہ اس میں کیا مصلحت تھی۔ اللہ کی قسم! ابھی اس بات کو تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ یہ دو آیتیں نازل ہوئیں:

﴿ولا تصلِّ علیٰ احدٍ منھم مّات ابداً﴾

اس کے بعد حضورؐ نے کسی منافق کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھائی اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوئے اور اس دنیا سے تشریف لے جانے تک آپؐ کا یہی دستور رہا۔ [1]

آپؐ اس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھیں:

حضرت ابن عائذؓ فرماتے ہیں کہ: حضورؐ ایک آدمی کے جنازے کے لئے باہر تشریف لائے۔ جب وہ جنازہ رکھا گیا تو حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا، یارسول اللہؐ! آپؐ اس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھیں کیونکہ یہ بدکار آدمی ہے۔ حضورؐ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر دریافت فرمایا، کیا تم میں سے کسی نے اس کو کوئی نیک عمل کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ [2]

سب شیطان بھاگ گئے:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: ایک مرتبہ حضور ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں انہوں نے لوگوں اور بچوں کے شور کی آواز سنی۔ آپؐ نے دیکھا کہ ایک حبشی عورت ناچ رہی ہے اور لوگ اس کے اردگرد جمع ہیں۔ آپؐ نے فرمایا، اے عائشہؓ! ادھر آؤ اور ذرا دیکھو۔ میں حضورؐ کے کندھوں پر اپنا رخسار رکھ کر کندھے اور سر کے درمیان سے دیکھنے لگی۔ آپؐ پوچھتے، اے عائشہؓ! ابھی تمہارا دل نہیں بھرا میں کہہ دیتی نہیں۔ میں دیکھنا چاہتی تھی کہ حضورؐ کے ہاں میرا درجہ کتنا ہے؟ میں اتنی دیر یوں کھڑی دیکھتی رہی کہ حضورؐ تھک گئے اور کبھی ایک پاؤں پر آرام کرتے اور کبھی دوسرے پر۔ اتنے میں حضرت عمرؓ آ گئے تو سارے لوگ اور بچے ادھر ادھر چلے گئے۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ عمر کے آنے پر انسانوں اور جنات کے شیطان سب بھاگ گئے۔ [3]

---

[1] (حیاۃ الصحابہؓ ۲/۶۸۹) [2] (مشکوٰۃ ۳۲۸، حیاۃ الصحابہؓ ۱/۶۳۸)

[3] (منتخب کنز العمال ۴/۳۹۳، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۸۵۶)

Marfat.com

آپ لوگوں کو عمل کرنے دیں:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ: ایک دن ہم حضور ﷺ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے اور چند ساتھیوں سمیت حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی ہمارے ساتھ تھے۔ حضورؐ ہمارے درمیان میں سے اٹھ کر چلے گئے۔ آپؐ کو واپس آنے میں کافی دیر ہو گئی۔ ہمیں اس بات کا ڈر ہوا کہ ہم حضورؐ کے ساتھ نہیں ہیں، آپؐ اکیلے گئے ہیں۔ کہیں اس اکیلے پن میں آپ کو کسی دشمن کی طرف سے کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے۔ اس وجہ سے ہم سب گھبرا کر کھڑے ہو گئے۔

سب سے پہلے میں گھبرا کر اٹھا اور حضور کو تلاش کرنے نکلا۔ چلتے چلتے انصار کے قبیلہ بنو نجار کے ایک باغ کے پاس پہنچا اور میں نے اس باغ کا چکر لگایا تا کہ مجھے باغ کا کوئی دروازہ مل جائے لیکن مجھے کوئی دروازہ نہ ملا۔ پھر مجھے ایک نالی نظر آئی جو باہر کے ایک کنوئیں سے باغ کے اندر جا رہی تھی۔ میں سمٹ کر اس نالی سے اندر چلا گیا تو دیکھا کہ حضورؐ وہاں موجود تھے۔ حضورؐ نے فرمایا، تم ابو ہریرہ ہو؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں یا رسول اللہؐ! حضور نے فرمایا، تمہیں کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا، آپؐ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے، پھر اٹھ کر چلے گئے۔ پھر کافی دیر گزر گئی لیکن آپؐ واپس نہ آئے۔ ہمیں اس بات کا ڈر ہوا کہ آپؐ اکیلے ہیں، ہم میں سے کوئی آپؐ کے ساتھ نہیں۔ تو اس اکیلے پن میں آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچا دے اس خیال سے ہم سب گھبرا گئے۔ سب سے پہلے میں گھبرا کر وہاں سے اٹھا اور آپؐ کو ڈھونڈنے لگ گیا۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے میں اس باغ تک پہنچ گیا۔ باغ کا دروازہ مجھے ملا نہیں اس لئے میں لومڑی کی طرح سکڑ کر نالی سے اندر آ گیا ہوں اور وہ تمام لوگ میرے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں۔ حضورؐ نے مجھے اپنے دو جوتے نشانی کے طور پر دے کر فرمایا، میرے یہ دونوں جوتے لے جاؤ اور اس باغ کے باہر تمہیں جو یہ گواہی دیتا ہوا ملے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ دل سے اس پر یقین کر رہا ہو، اسے جنت کی بشارت دے

Marfat.com

دینا۔ مجھے سب سے پہلے حضرت عمرؓ ملے۔ انہوں نے پوچھا، اے ابوہریرہؓ! یہ جوتے کیا ہیں؟ میں نے کہا، یہ دونوں جوتے حضورؐ کے ہیں جنہیں دے کر حضور نے مجھے بھیجا ہے کہ مجھے جو بھی یہ گواہی دیتا ہوا ملے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور دل سے اس پر یقین کر رہا ہو، میں اسے جنت کی بشارت دے دوں۔ حضرت عمرؓ نے میرے سینے پر اس زور سے مارا کہ میں سرین کے بل زمین پر گر پڑا۔ اور حضرت عمر نے کہا، اے ابوہریرہؓ! واپس جاؤ۔

میں حضور کی خدمت میں واپس گیا اور رو کر فریاد کرنے لگا۔ حضرت عمرؓ میرے پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا، اے ابوہریرہ! تمہیں کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا، مجھے عمرؓ باہر ملے تھے۔ جو بشارت دے کر آپؐ نے مجھے بھیجا تھا، وہ میں نے انہیں سنائی تو انہوں نے میرے سینے پر اس زور سے دو ہتھڑ مارا کہ میں سرین کے بل گر گیا اور انہوں نے مجھ سے کہا، واپس چلے جاؤ۔ اتنے میں حضرت عمر بھی وہاں پہنچ گئے۔ حضورؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا، اے عمر! تم نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ کیا آپؐ نے اپنے دو جوتے دے کر حضرت ابوہریرہ کو اس لئے بھیجا ہے کہ انہیں جو آدمی اس بات کی گواہی دیتا ہوا ملے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ دل سے اس کا یقین کر رہا ہو تو یہ اسے جنت کی بشارت دے دیں؟ حضورؐ نے فرمایا، ہاں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا، آپؐ ایسا نہ کریں کیونکہ مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ لوگ اس بشارت کو سن کر اسی پر بھروسہ کر لیں گے اور مزید نیک عمل کرنا چھوڑ دیں گے۔ آپؐ لوگوں کو عمل کرنے دیں، اس پر حضورؐ نے فرمایا، اچھا انہیں عمل کرنے دو۔[1]

میں ان دونوں سے نمٹ لوں گا:

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ: حضورؐ نے مجھ سے فرمایا، اے عمر! تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تم چار ہاتھ لمبی اور دو ہاتھ چوڑی زمین (یعنی قبر) میں ہو گے اور تم منکر نکیر کو دیکھو گے؟ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! منکر نکیر کون ہیں؟ حضور نے فرمایا، یہ قبر میں

---

[1] (جمع الفوائد ۱/۷، حیاۃ الصحابہؓ ۳/۱۵)

Marfat.com

امتحان لینے والے (دو فرشتے) ہیں جو قبر کو اپنے دانتوں سے کریدیں گے اور ان کے بال اتنے لمبے ہوں گے کہ وہ اپنے بالوں کو روندتے ہوئے آئیں گے۔ ان کی آواز زوردار گرج کی طرح ہوگی اور ان کی آنکھیں اُچکنے والی بجلی کی طرح چمک رہی ہوں گی۔ ان دونوں کے پاس ایک اتنا بڑا ہتھوڑا ہوگا کہ سارے منیٰ والے مل کر اسے نہ اٹھا سکیں۔ حضورؐ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جسے آپؐ ہلا رہے تھے۔ آپؐ نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا لیکن ان دونوں کے لئے اسے اٹھانا میری اس چھڑی سے بھی زیادہ آسان ہوگا۔ وہ دونوں تمہارا امتحان لیں گے۔ اگر تم جواب نہ دے سکے یا تم لڑکھڑا گئے تو پھر وہ تمہیں وہ ہتھوڑا اس زور سے ماریں گے کہ تم راکھ بن جاؤ گے۔ میں نے کہا، یارسول اللہؐ! کیا اس وقت میں اپنی اسی حالت پر ہوں گا؟ (یعنی اس وقت میرے ہوش وحواس ٹھیک ہوں گے) حضورؐ نے فرمایا، ہاں۔ میں نے کہا، پھر میں ان دونوں سے نمٹ لوں گا۔ [1]

تم نے یہ کیا کیا:

حضرت عبداللہ بن زمعہ فرماتے ہیں کہ: حضور کی بیماری بڑھ چکی تھی۔ میں آپؐ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور مسلمان بھی تھے۔ حضرت بلالؓ نے حضور کو نماز کی اطلاع دی۔ حضورؐ نے فرمایا، کسی سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دے۔ چنانچہ میں وہاں سے باہر گیا تو دیکھا کہ لوگوں میں حضرت عمر تو ہیں اور حضرت ابوبکر نہیں ہیں۔ میں نے کہا، اے عمرؓ! آپؐ کھڑے ہوں اور لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ چنانچہ حضرت عمر کھڑے ہو گئے۔ حضرت عمرؓ کی آواز اونچی تھی۔ جب انہوں نے اللہ اکبر کہا تو حضورؐ نے ان کی آواز سن کر فرمایا، ابوبکر کہاں ہیں؟ اللہ اور مسلمان اس کا انکار کر رہے ہیں، اللہ اور مسلمان اس کا انکار کر رہے ہیں۔ حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ کے پاس آدمی بھیج کر بلایا۔ حضرت عمرؓ نے یہ نماز پڑھائی۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ آئے اور پھر انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھانی شروع کی۔ حضرت عبداللہ بن زمعہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مجھ سے کہا، تیرا بھلا ہوا ے ابن زمعہ! تم نے یہ کیا کیا؟

---

[1] (کنزالعمال ۸/۱۲۱، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۹۹)

Marfat.com

اللہ کی قسم! جب تم نے مجھے نماز پڑھانے کو کہا تو میں یہی سمجھا کہ حضورؐ نے مجھے اس کا حکم دیا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں کبھی نماز نہ پڑھاتا۔ میں نے کہا، اللہ کی قسم! حضورؐ نے مجھے اس کا حکم نہیں دیا لیکن جب مجھے حضرت ابوبکر نظر نہ آئے تو حاضرین میں آپ ہی مجھے نماز پڑھانے کے سب سے زیادہ حقدار نظر آئے۔ [1]

حضرت عمرؓ کے توراۃ پڑھنے پر آنحضرتؐ کا اظہارِ ناراضگی:

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطاب کو اہل کتاب سے ایک کتاب ملی۔ وہ اسے لے کر نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہؐ! مجھے اہل کتاب سے ایک بہت اچھی کتاب ملی ہے۔ یہ سنتے ہی حضور کو غصہ آ گیا اور فرمایا، اے ابن الخطاب! کیا تم ابھی تک اسلام کے اُمور کے بارے میں حیران و پریشان ہو؟ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ میں تمہارے پاس ایسی ملت لے کر آیا ہوں جو بالکل واضح اور صاف ستھری ہے۔ تم اہل کتاب سے کچھ نہ پوچھو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ جواب میں تمہیں حق بات کہہ دیں اور تم اسے جھٹلا دو۔ یا وہ غلط بات کہہ دیں اور تم اسے سچا مان لو (ان کے ہاں حق اور باطل آپس میں ملا ہوا ہے) اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو بھی میرا ہی اتباع کرنا پڑتا۔ (اس کے علاوہ ان کے لئے بھی کامیابی کا اور کوئی راستہ نہ ہوتا) [2]

حضرت عمرؓ حضور ﷺ کی طرف چل دیئے:

حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ: ہم ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے۔ اتنے میں مہاجرین نے کہا کہ جب سونے اور چاندی کے بارے میں قرآن نازل ہو چکا۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ جو لوگ مال و دولت اکٹھی کریں اور زکوٰۃ وغیرہ نہ دیں، اللہ کے راستہ میں خرچ نہ کریں، انہیں دردناک عذاب ہوگا۔ تو اب ہمیں کس طرح پتہ چل جائے کہ کون سا مال بہتر ہے؟ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا، اگر کہو تو میں آپ لوگوں کی یہ

---

[1] (البدایۃ ۵/۲۳۲، حیاۃ الصحابہؓ ۳/۱۵۱) [2] (حیاۃ الصحابہؓ ۳/۱۹۲)

بات حضورؐ سے پوچھ دوں۔ انہوں نے کہا، ضرور۔ حضرت عمر حضور کی طرف چل دیئے۔ میں بھی اپنے اونٹ کو تیز دوڑاتا ہوا ان کے پیچھے چل پڑا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا، یارسول اللہؐ! ابھی سونے اور چاندی کے بارے میں قرآن کی آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ اس پر مہاجرین کہہ رہے ہیں، جب سونے اور چاندی کے بارے میں قرآن نازل ہو چکا تو اب ہمیں کس طرح پتہ چل جائے کہ کون سا مال بہتر ہے؟ حضورؐ نے فرمایا، تم اپنی زبان کو ذکر کرنے والا اور دل کو شکر کرنے والا بنالو اور ایسی مؤمن عورت سے شادی کرو جو ایمان والے کاموں میں تمہاری مدد کرے۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ وہ آخرت والے کاموں میں تمہاری مدد کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اے میرے چھوٹے سے بھائی!:

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ: میں نے نبی کریم ﷺ سے عمرہ کی اجازت مانگی۔ آپؐ نے اجازت مرحمت فرمادی اور فرمایا، اے میرے چھوٹے سے بھائی! اپنی دعاؤں میں ہمیں نہ بھولنا۔ حضرت عمر فرماتے ہیں، حضورؐ نے یہ جو مجھے اپنا بھائی فرمایا، یہ ایسا کلمہ ہے کہ اگر اس کے بدلے مجھے ساری دنیا بھی مل جائے تو مجھے ہرگز خوشی نہ ہو۔ ۱

اللہ اکبر

ابوسفیان سالار قریش نے درہ کے قریب پہنچ کر پکارا کہ اس گروہ میں محمد ہیں یا نہیں؟ آنحضرت نے ارشاد کیا کہ کوئی جواب نہ دے۔ ابوسفیان نے پھر حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لے کر کہا کہ یہ دونوں اس مجمع میں ہیں یا نہیں؟ اور جب کسی نے کچھ جواب نہ دیا تو بولا کہ ضرور یہ لوگ مارے گئے۔ حضرت عمرؓ سے رہا نہ گیا، پکار کر کہا او دشمن خدا! ہم سب زندہ ہیں۔ ابوسفیان نے کہا...... اعل هبل...... اے ہبل (ایک بت کا نام تھا) بلند ہو۔ رسول اللہؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا، جواب دو...... اللہ اعلیٰ و اجل...... یعنی خدا بلند و برتر ہے۔ ۲

---

۱ (طبقات ابن سعد ۳/۲۷۳، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۳۵۴)

۲ (سیرت ہشام ۵۸۳، طبری ۱۴۱۵، الفاروق ۵۹)

Marfat.com

فتح مکہ کے موقع پر ابوسفیانؓ کے متعلق فاروق اعظمؓ کے جذبات

فتح مکہ کے موقع پر جب حضورؐ مرّ الظہران میں ٹھہرے ہوئے تھے تو حضرت عباسؓ نے کہا، ہائے قریش کی ہلاکت۔ اگر حضورؐ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے اور مکہ والوں نے حضورؐ سے امن طلب نہ کیا تو قریش ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں گے۔ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں حضورؐ کے سفید خچر پر سوار ہو کر چلا، یہاں تک کہ میں اَرَاک مقام پر پہنچ گیا۔ میں نے سوچا شاید مجھے کوئی لکڑیاں چننے والا یا دودھ والا یعنی چرواہا یا کوئی ضرورت سے آیا ہوا آدمی مل جائے جو مکہ جا کر حضورؐ کی آمد کی ان کو خبر دے دے تاکہ وہ حضورؐ کے فاتحانہ داخل ہونے سے پہلے ہی حضورؐ سے امن لے لیں۔ میں خچر پر چلا جا رہا تھا اور کسی آدمی کی تلاش میں تھا کہ اتنے میں مجھے ابوسفیان اور بدیل بن ورقاء کی آواز سنائی دی۔ وہ دونوں آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ابوسفیان کہہ رہا تھا کہ میں نے آج تک نہ اتنی بڑی تعداد میں جلتی ہوئی آگ دیکھی اور نہ کبھی اتنا بڑا لشکر دیکھا۔ بدیل کہہ رہا تھا، اللہ کی قسم! یہ آگ قبیلہ خزاعہ کی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ لڑائی کے ارادے سے نکلے ہیں۔ ابوسفیان نے جواب دیا کہ خزاعہ کی تعداد اتنی نہیں ہے کہ وہ اتنی جگہ آگ جلائیں اور ان کا اتنا بڑا لشکر ہو۔

حضرت عباسؓ فرماتے ہیں میں نے ابوسفیان کی آواز کو پہچان لیا۔ میں نے ان کو آواز دی، اے ابوحنظلہ! انہوں نے میری آواز پہچان لی اور کہا، تم ابوالفضل ہو۔ میں نے کہا، ہاں۔ ابوسفیان نے کہا، میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں، اس وقت تم یہاں کیسے؟ میں نے کہا، اے ابوسفیان! تیرا ناس ہو۔ یہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو لے کر آئے ہوئے ہیں۔ اللہ کی قسم! ہائے قریش کی ہلاکت۔ اس نے کہا، میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں، اب بچنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ میں نے کہا، اگر تم ان کے ہاتھ لگ گئے تو تمہاری گردن ضرور اڑا دی جائے گی۔ تم میرے ساتھ اس خچر پر سوار ہو کر جاؤ تاکہ میں تمہیں حضورؐ کی خدمت میں لے جا کر تمہیں ان سے امن دلوا دوں۔ چنانچہ اس کے دونوں ساتھی تو واپس چلے گئے اور وہ میرے پیچھے سوار ہو گئے۔ میں ابوسفیان کو تیزی سے لے کر چلا۔ جب بھی

مسلمانوں کی کسی آگ کے پاس سے گزرتا، وہ پوچھتے یہ کون ہے؟ لیکن حضورؐ کے خچر کو دیکھ کر کہتے، یہ تو حضورؐ کے چچا حضورؐ کے خچر پر جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ میں حضرت عمر بن الخطابؓ کی آگ کے پاس سے گزرنے لگا تو حضرت عمرؓ نے پوچھا، یہ کون ہے؟ اور کھڑے ہو کر میرے پاس آ گئے۔ جب انہوں نے میرے پیچھے خچر پر ابوسفیان کو دیکھا تو کہنے لگے، یہ تو اللہ کا دشمن ابوسفیان ہے۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھے تم پر قابو دے دیا ہے اور اس وقت ہمارا تمہارا کوئی معاہدہ بھی نہیں اور وہ حضورؐ کی طرف دوڑ پڑے اور میں نے بھی خچر کو ایڑ لگائی اور میں ان سے آگے نکل گیا اور ظاہر ہے کہ سوار پیدل آدمی سے آگے نکل ہی جاتا ہے۔ آگے جا کر میں خچر سے کود پڑا اور حضور کی خدمت میں پہنچ گیا۔ اتنے میں حضرت عمرؓ بھی آ گئے اور انہوں نے کہا، یا رسول اللہؐ! یہ ابوسفیان ہے جس پر اللہ نے قابو دے دیا اور اس کا ہمارا کوئی معاہدہ بھی نہیں ہے۔ آپؐ مجھے اجازت دیں، میں اس کی گردن اڑا دوں۔ میں نے کہا، یا رسول اللہؐ! میں ان کو پناہ دے چکا ہوں۔ پھر میں نے حضورؐ کے پاس بیٹھ کر عرض کیا، اللہ کی قسم! آج رات تو بس میں اکیلے ہی ان سے بات چیت کروں گا۔ جب حضرت عمرؓ نے ان کے بارے میں زیادہ زور لگایا تو میں نے کہا، اے عمرؓ! بس کرو۔ اگر یہ بنوعدی بن کعب خاندان میں سے ہوتے تو تم اتنی باتیں نہ کرتے لیکن تمہیں پتہ ہے یہ بنو عبد مناف میں سے ہے۔ (اس لئے اتنا زور لگا رہے ہو) انہوں نے کہا، اے عباسؓ! ٹھہرو تمہارے اسلام لانے سے مجھے جتنی خوشی ہوئی اگر میرا باپ اسلام لاتا تو اتنی خوشی نہ ہوتی اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ تمہارا اسلام لانا حضورؐ کے لئے میرے باپ خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ باعثِ خوشی تھا۔ [1]

دبدبۂ فاروقی پر ابوسفیان کی حیرانگی:

جب حضورؐ کا دستہ نمودار ہوا تو ہر طرف لوہا ہی لوہا اور گھوڑوں کے سموں سے اڑنے والا غبار نظر آنے لگا اور لوگ لگاتار گزر رہے تھے۔ حضرت ابوسفیان ہر مرتبہ پوچھتے،

---

[1] (البدایہ ۴/ ۲۹۱، حیاۃ الصحابہ ۱/ ۲۱۰)

Marfat.com

کیا ابھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں گزرے۔ حضرت عباسؓ کہتے نہیں۔ اتنے میں حضورؐ اپنی قصوا اونٹنی پر گزرے۔ آپؐ کے دائیں بائیں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت اُسید بن حضیر تھے۔ آپؐ ان دونوں سے بات کر رہے تھے۔ حضرت عباسؓ نے کہا، یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے سیاہ دستہ میں تشریف لے جا رہے ہیں۔ اس میں مہاجرین اور انصار ہیں۔ اس میں چھوٹے بڑے بہت سے جھنڈے ہیں۔ ہر انصاری بہادر کے ہاتھ میں ایک بڑا جھنڈا ہے اور ایک چھوٹا۔ سب لوہے سے ایسے ڈھکے ہوئے ہیں کہ آنکھ کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آ رہا ہے۔ حضرت عمرؓ پر لوہا ہی لوہا ہے اور وہ اپنی بلند اور گرجدار آواز سے لشکر کو ترتیب سے چلا رہے ہیں۔ حضرت ابوسفیان نے پوچھا، اے ابوالفضل! یہ اونچی آواز سے بولنے والا کون ہے؟ حضرت عباسؓ نے کہا، عمر بن الخطاب۔ ابوسفیان نے کہا، بنوعدی (حضرت عمرؓ کا خاندان) تو بہت کم تھے، بڑے ذلیل تھے، اب تو ان کی بات بڑی اونچی ہوگئی۔ حضرت عباسؓ نے کہا، اے ابوسفیان! اللہ تعالیٰ جسے چاہیں اونچا کر دیں۔ حضرت عمرؓ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو اسلام نے اونچا کیا ہے اور راوی کہتے ہیں کہ اس دستہ میں دو ہزار زرہیں تھیں۔ [1]

رؤساء مکہ کے متعلق فاروق اعظمؓ کے خیالات اور آنحضرتؐ کی معافی:

حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں کہ: فتح مکہ کے دن حضورؐ نے آدمی بھیج کر صفوان بن امیہ اور ابوسفیان بن حرب اور حارث بن ہشام کو بلایا۔ حضرت عمر فرماتے ہیں، میں نے کہا آج اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان پر قابو دیا ہے، انہوں نے آج تک جو کچھ ہمارے ساتھ کیا ہے وہ سب میں ان کو یاد دلاؤں گا کہ اتنے میں حضورؐ نے ان سے یہ فرمایا کہ میری اور تمہاری مثال تو ایسی ہے جیسے کہ حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو فرمایا تھا:

﴿لا تثریب علیکم الیوم. یغفر اللّٰہ لکم وھو ارحم الرّحمین﴾

''کچھ الزام نہیں تم پر آج۔ بخشے اللہ تم کو اور وہ ہے سب مہربانوں

---

[1] (کنزل العمال ۵/۲۹۵، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۱۲۲)

Marfat.com

سے مہربان۔''

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں (حضورؐ کی طرف سے یوں اعلان معافی سن کر) شرم کے مارے میں پانی پانی ہوگیا۔ اگر بے سوچے سمجھے میری زبان سے کوئی بات نکل جاتی تو کتنا برا ہوتا جب کہ حضورؐ ان سے یہ فرما رہے ہیں۔ ۱

آنحضرتؐ کے وصال پر فاروقِ اعظمؓ کا رونا:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: انتقال کے وقت حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ان کے پاس موجود تھے اور یہ سب رو رہے تھے۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے، میں اپنے حجرہ میں تھی اور حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکرؓ کے رونے کی آوازوں کو الگ الگ پہچان رہی تھی اور حضورؐ کے صحابہؓ آپس میں بڑے نرم دل تھے جیسے کہ اللہ پاک نے ان کے بارے میں قرآن پاک میں فرمایا ہے۔ رحماء بینھم ۲

معترضین کی باتیں آنحضرتؐ کو پہنچا دیں:

حضرت اُسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ: حضور ﷺ نے انہیں فلسطین کے مقام اُبنیٰ والوں پر صبح صبح حملہ کر دینے اور ان کے گھروں کو جلا دینے کا حکم فرمایا۔ پھر حضورؐ نے حضرت اُسامہؓ سے فرمایا، اللہ کا نام لے کر چلو۔ چنانچہ حضرت اُسامہ (حضورؐ کے دیئے ہوئے) اپنے جھنڈے کو لہراتے ہوئے باہر نکلے اور وہ جھنڈا انہوں نے حضرت بریدہ بن حصیب اسلمیؓ کو دیا، وہ اسے لے کر حضرت اُسامہ کے گھر آئے۔ اور حضورؐ کے فرمانے پر حضرت اُسامہ نے مقامِ جرف پر پڑاؤ ڈالا اور انہوں نے اپنا لشکر وہاں ٹھہرایا جہاں آج سقایہ سلیمان بنا ہوا ہے۔ لوگ نکل نکل کر وہاں آنے لگے جو اپنی ضروریات سے فارغ ہو جاتا، وہ اپنے لشکر کی اس قیام گاہ کو آ جاتا اور جو فارغ نہ ہوتا، وہ اپنی ضروریات کو پورا کرنے میں لگا رہتا۔ مہاجرین اوّلین میں سے ہر آدمی اس غزوہ میں شریک ہوا۔

حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت ابوعبیدہؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت

---

۱ (کنز العمال ۲۹۲/۵، حیاۃ الصحابہ ۲۲۳/۲) ۲ (کنز العمال ۴۲/۷، حیاۃ الصحابہ ۵۰۷/۲)

Marfat.com

ابوالاعور سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہم اور دیگر مہاجرین اور انصار بھی بہت سارے تھے۔ حضرت قتادہ بن نعمان اور حضرت سلمہ بن اسلم بن حریش رضی اللہ عنہم وغیرہ حضرات، کچھ مہاجرین نے جن میں حضرت عیاش بن ابی ربیعہؓ پیش پیش تھے اور بڑے زوروں میں تھے۔ کہا، اس لڑکے کو (اُسامہ) کو مہاجرین اوّلین کا امیر بنایا جا رہا ہے۔ چنانچہ اس بارے میں گفتگو کا خاصا چرچا ہوا۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے جب اس طرح کی کچھ بات سنی تو انہوں نے بولنے والے کی فوراً تردید کی اور حضورؐ کی خدمت میں آ کر یہ ساری بات بتا دی جس پر حضورؐ کو بڑا غصہ آیا۔ آپؐ نے (بیماری کی وجہ سے) اپنے سر پر پٹی باندھ رکھی تھی اور چادر اوڑھ رکھی تھی۔ (چنانچہ آپؐ اپنے گھر سے باہر تشریف لائے) پھر آپؐ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی۔ پھر آپؐ نے فرمایا:

اما بعد اے لوگو! میں نے اُسامہ کو جو امیر بنایا ہے، اس بارے میں آپ لوگوں میں سے کچھ لوگوں کی طرف سے کچھ بات پہنچی ہے، وہ کیا بات ہے؟ اللہ کی قسم! آج تم نے میرے اُسامہ کو امیر بنانے کے بارے میں اعتراض کیا ہے تو اس سے پہلے اس کے والد (حضرت زید بن حارثہؓ) کو میرے امیر بنانے کے بارے میں اعتراض کر چکے ہو حالانکہ اللہ کی قسم! وہ امیر بننے کے قابل تھا اور اب ان کے بعد ان کا بیٹا امیر بننے کے قابل ہے اور جیسے وہ (حضرت اُسامہؓ کے والد) مجھے سب سے زیادہ محبوب تھے، ایسے ہی یہ (اُسامہؓ) لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب ہے اور یہ دونوں (باپ بیٹا) ہر خیر کے کام کے بالکل مناسب ہیں۔ تم اس (اُسامہؓ) کے بارے میں میری طرف سے خیر اور بھلے کی وصیت قبول کرو کیونکہ وہ تمہارے پسندیدہ اور منتخب لوگوں میں سے ہے۔

پھر حضورؐ منبر سے نیچے تشریف لائے اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔ یہ ہفتہ کا دن تھا اور ربیع الاوّل کی دس تاریخ تھی۔

فاروقِ اعظمؓ کا صدیق اکبرؓ کو اُسامہؓ کا پیغام پہنچانا:

حضور ﷺ نے اپنے انتقال سے پہلے اہل مدینہ اور اس کے اطراف سے ایک

Marfat.com

لشکر تیار فرمایا جن میں حضرت عمر بن خطابؓ بھی تھے اور حضرت اُسامہ بن زیدؓ کو اس لشکر کا امیر بنایا۔ ان حضرات نے ابھی خندق بھی پار نہیں کی تھی کہ حضور کا انتقال ہو گیا۔ حضرت اُسامہؓ لوگوں کو لے کر ٹھہر گئے اور حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپؓ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ کے پاس واپس جائیں اور ان سے ہمارے لئے واپس آنے کی اجازت لیں تاکہ وہ مجھے اجازت دیں تو ہم سب لوگ مدینہ واپس چلے جائیں کیونکہ میرے ساتھ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرامؓ لشکر میں ہیں اور مجھے خطرہ ہے کہ کہیں مشرکین خلیفہ رسول اللہؐ پر اور حضورؐ کے گھر والوں اور مسلمانوں کے گھر والوں پر اچانک حملہ نہ کر دیں اور انصار نے کہا، اگر حضرت ابو بکرؓ ہمارے جانے کا ہی فیصلہ کریں تو ان کو ہماری طرف سے یہ پیغام دے کر مطالبہ کریں کہ وہ ہمارا امیر ایسے آدمی کو بنا دیں جو عمر میں حضرت اُسامہؓ سے بڑا ہو۔ چنانچہ حضرت عمرؓ حضرت اُسامہؓ کا یہ پیغام لے کر گئے اور حضرت ابو بکرؓ کو جا کر حضرت اُسامہؓ کی ساری بات بتا دی۔

حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ اگر کتے اور بھیڑیئے مجھے اچک لیں، مجھے مدینہ سے اٹھا کر لے جائیں یا مجھے پھاڑ ڈالیں تو بھی میں حضورؐ کے فیصلہ کو واپس نہیں لے سکتا ہوں۔ پھر حضرت عمرؓ نے کہا، مجھے انصار نے کہا تھا کہ میں آپؓ کو یہ پیغام پہنچا دوں کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ آپؓ ان کا امیر ایسے آدمی کو بنا دیں جو عمر میں حضرت اُسامہؓ سے بڑا ہو۔ حضرت ابو بکرؓ بیٹھے ہوئے تھے، یہ سن کر ایک دم جھپٹے اور حضرت عمرؓ کی داڑھی پکڑ کر کہا، اے ابن الخطاب! تیری ماں تجھے گم کرے (یعنی تم مر جاؤ) حضورؐ نے تو ان کو امیر بنایا ہے اور تم مجھے کہہ رہے ہو کہ میں ان کو امارت سے ہٹا دوں۔

حضرت عمرؓ وہاں سے نکل کر لوگوں کے پاس آئے۔ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آپؓ کیا کر آئے؟ حضرت عمرؓ نے کہا، چلو اپنا سفر شروع کرو، تمہاری مائیں تمہیں گم کریں آج تو مجھے تمہاری وجہ سے خلیفہ رسول اللہ کی طرف سے بہت کچھ برداشت کرنا پڑا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ خود ان لوگوں کے پاس آئے اور ان لوگوں کو خوب ہمت دلائی اور ان کو اس طرح

Marfat.com

رخصت کیا کہ حضرت ابوبکرؓ خود پیدل چل رہے تھے اور حضرت اُسامہؓ سوار تھے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضرت ابوبکرؓ کی سواری کی لگام پکڑ کر چل رہے تھے۔ حضرت اُسامہؓ نے کہا، اے خلیفہ رسول اللہؐ! یا تو آپؓ بھی سوار ہو جائیں یا پھر میں بھی نیچے اتر کر پیدل چلتا ہوں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا، اللہ کی قسم! نہ تم اترو گے اور اللہ کی قسم! نہ میں سوار ہوں گا۔ اس میں کیا حرج ہے کہ میں تھوڑی دیر اپنے پاؤں اللہ کے راستہ میں غبار آلود کرلوں کیونکہ غازی جو قدم بھی اٹھاتا ہے، اس کے لئے ہر قدم پر سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کے سات سو درجے بلند کئے جاتے ہیں اور اس کے سات سو گناہ مٹائے جاتے ہیں۔ جب حضرت ابوبکرؓ ان کو رخصت کر کے واپس آنے لگے تو انہوں نے حضرت اُسامہؓ سے کہا، اگر آپؓ مناسب سمجھو تو حضرت عمر کو میری مدد کے لئے یہاں چھوڑ جاؤ۔ چنانچہ حضرت اُسامہؓ نے حضرت عمر کو مدینہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس رہ جانے کی اجازت دے دی۔ ؎۱

اللہ تعالیٰ کے لئے دوستی اور دشمنی:

بدر کے معرکہ میں حضرت عمر بن الخطابؓ نے اپنے حقیقی ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ ؎۲

فاروقِ اعظمؓ کی بات کی وضاحت صدیق اکبرؓ کی زبان سے:

عبداللہ بن ابی اوفی الخزاعی فرماتے ہیں کہ: حضرت ابوبکر لوگوں میں بیان کے لئے کھڑے ہوئے اور اللہ کی شان کے مناسب حمد و ثناء بیان کی اور حضورؐ پر درود بھیجا۔ اس کے بعد فرمایا، اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں نعمتِ اسلام عطا فرمائی اور جہاد کا حکم دے کر تمہیں اعزاز بخشا اور یہ دین دے کر تمہیں تمام دینوں پر فضیلت عطا فرمائی۔ اے اللہ کے بندو! شام میں جا کر رومیوں سے غزوہ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ میں تمہارے لئے بہت سے امیر مقرر کروں گا اور انہیں الگ الگ جھنڈے باندھ کر دوں گا۔ تم اپنے ربّ کی

؎۱ (ابن عساکر ۱/ ۱۱۷، کنز العمال ۵/ ۳۱۴، البدایۃ ۶/ ۳۰۵، حیاۃ الصحابہؓ ۱/ ۵۴۷)

؎۲ (سیرت ابن ہشام ۱/ ۲۴۲)

Marfat.com

اطاعت کرو اور اپنے امیروں کی مخالفت نہ کرو۔ نیت اور کھانا پینا ٹھیک رکھو۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کریں اور ہر نیکی کو اچھی طرح کریں (یہ ترغیبی بیان سن کر) لوگ خاموش رہے اور اللہ کی قسم! انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کی دعوت کو قبول نہ کیا۔

اس پر حضرت عمرؓ نے کہا، اے مسلمانوں کی جماعت! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم لوگ خلیفہ رسول اللہ کی دعوت کو قبول نہیں کرتے ہو؟ حالانکہ انہوں نے تمہیں اس چیز کی دعوت دی ہے جس میں تمہاری زندگی ہے۔ اگر بغیر محنت کے مال غنیمت ملنے کی امید ہوتی یا تھوڑا اور آسان سفر ہوتا تو تم جلدی سے قبول کر لیتے اس موقع پر حضرت عمرؓ نے...... عرضاً قریباً او سفراً قاصداً...... کے الفاظ استعمال کئے جو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے لئے استعمال فرمائے ہیں۔ اس پر حضرت عمرو بن سعیدؓ نے کھڑے ہو کر کہا، اے ابن الخطاب! کیا تم ہمارے بارے میں منافقوں والی مثالیں استعمال کرتے ہو؟ تم جو ہم پر اعتراض کر رہے ہو کہ ہم نے حضرت ابوبکر کی دعوت کو قبول نہیں کیا تو تم نے ان کی دعوت کو قبول کرنے میں پہل کیوں نہیں کی؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ حضرت ابوبکر کو اچھی طرح سے معلوم ہے کہ اگر یہ مجھے دعوت دیتے تو میں ضرور قبول کر لیتا اور اگر یہ مجھے غزوہ میں بھیجتے تو میں ضرور چلا جاتا۔ حضرت عمرو بن سعید نے کہا، اگر ہم غزوہ میں جائیں گے تو تمہاری وجہ سے نہیں جائیں گے، ہم تو اللہ کے لئے جائیں گے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، اللہ تعالیٰ تمہیں توفیق عطا فرمائے، تم نے بہت عمدہ بات کہی۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا، آپ بیٹھ جائیں اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ تم نے حضرت عمرؓ سے جو الفاظ سنے ہیں، اس سے حضرت عمرؓ کی مراد کسی مسلمان کو تکلیف پہنچانا یا ڈانٹنا نہیں ہے بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ جو لوگ سست ہو کر زمین سے چمٹے جا رہے ہیں، ان میں جہاد کے لئے جانے کا ابھار اور شوق پیدا ہو جائے۔

تم غلط کہتے ہو:

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ: حضرت عمر اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما آئے اور انہوں نے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ میں نے دونوں کو اجازت دے دی

اور اپنی طرف پردہ کھینچ لیا۔ حضرت عمرؓ نے حضورؐ کو دیکھ کر کہا، ہائے بے ہوشی، حضورؐ کی بے ہوشی کتنی زیادہ ہے۔ پھر دونوں کھڑے ہو کر چل دیئے۔ جب دروازے کے قریب پہنچے تو حضرت مغیرہؓ نے کہا، حضورؐ کا انتقال ہو گیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، نہیں تم غلط کہتے ہو اور تم ہمیشہ فتنے والی بات کرتے ہو۔ جب تک اللہ تعالیٰ منافقوں کو بالکل ختم نہیں کر دیں گے، حضورؐ کا انتقال نہیں ہوگا۔ پھر حضرت ابوبکر آ گئے، میں نے وہ پردہ ہٹا دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضور کو دیکھ کر کہا: اِنّا لِلّٰہِ وِانّا الیہ راجعون

اللہ کے رسولؐ کا انتقال ہو گیا۔ پھر حضورؐ کے سر کی طرف سے انہوں نے اپنا منہ جھکایا اور حضور کی پیشانی کا بوسہ لے کر کہا، ہائے اللہ کے نبیؐ! پھر اپنے سر کو اوپر اٹھایا، پھر منہ کو جھکا کر دوبارہ پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا، ہائے میرے خاص دوست۔ پھر سر کو اوپر اٹھایا، پھر منہ کو جھکا کر تیسری مرتبہ پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا، ہائے میرے جگری دوست! حضورؐ کا انتقال ہو گیا ہے اور پھر وہ مسجد چلے گئے اور حضرت عمرؓ لوگوں میں بیان کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ منافقوں کو بالکل ختم نہیں کر دے گا، اللہ کے رسولؐ کا انتقال نہیں ہوگا۔ حضرت ابوبکرؓ کے آنے پر حضرت عمرؓ رک گئے اور حضرت ابوبکرؓ نے اللہ کی حمد وثناء کے بعد یہ بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

﴿اِنّک مَیّت وَّ اِنّھم مَیّتون﴾ ۱

''آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔''

اور یہ آیت پوری پڑھی اور اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے ہیں:

﴿وَما مُحَمّدٌ اِلّا رسول قد خلت من قبلہ الرُّسُلُ افاِئْن مّات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم ومن یّنقلب علیٰ عقبیہ﴾ (آل عمران ۱۴۴)

''اور محمدؐ نرے رسولؐ ہی تو ہیں آپ سے پہلے اور بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں سو اگر آپ کا انتقال ہو جاوے یا آپ شہید ہی تو کیا تم

---

۱ (سورہ زمر ۳۰)

Marfat.com

لوگ الٹے پھر جاؤ گے اور جو شخص الٹا پھر بھی جاوے گا تو خدا تعالیٰ کا کوئی نقصان نہ کرے گا۔"

یہ آیت بھی پوری پڑھی۔ اس کے بعد فرمایا، جو اللہ کو معبود سمجھتا تھا تو وہ سمجھ لے کہ اللہ تو زندہ ہیں، ان پر موت طاری نہیں ہو سکتی جو شخص محمد کو معبود سمجھتا تھا تو وہ سن لے کہ محمدؐ کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا، اچھا کیا یہ آیتیں اللہ کی کتاب قرآن مجید میں ہیں۔ مجھے یہ آیتیں یاد ہی نہ رہیں، اب حضرت ابو بکرؓ کے پڑھنے سے یاد آئی ہیں، ان میں حضورؐ کے انتقال پانے کا ذکر ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے کہا، اے لوگو! یہ ابو بکرؓ ہیں اور یہ مسلمانوں میں بڑے عمدہ اور اعلیٰ کارناموں والے ہیں لہٰذا ان سے بیعت ہو جاؤ۔ چنانچہ لوگ ان سے بیعت ہو گئے۔ [1]

اللہ تعالیٰ کو ایسا منظور نہیں تھا:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ: انہوں نے حضرت عمرؓ کا وہ آخری خطبہ سنا جو انہوں نے منبر پر بیٹھ کر بیان فرمایا تھا۔ یہ حضور ﷺ کی وفات سے اگلے دن کی بات ہے اور اس وقت حضرت ابو بکرؓ بالکل خاموش تھے اور کوئی بات نہ فرما رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، مجھے امید تھی کہ حضورؐ اتنا زیادہ عرصہ زندہ رہیں گے کہ ہم دنیا سے پہلے چلے جائیں گے اور حضورؐ ہمارے بعد تشریف لے جائیں گے لیکن اللہ کو ایسا منظور نہیں تھا۔ اب اگر حضرت محمد کا انتقال ہو گیا ہے تو گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان ایک نور (یعنی قرآن) باقی رکھا ہوا ہے جس کے ذریعے سے تم ہدایت پا سکتے ہو اور اسی کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو ہدایت نصیب فرمائی تھی۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ حضورؐ کے خاص صحابی ہیں اور ان کی امتیازی صفت اور بڑی فضیلت یہ ہے کہ جب حضورؐ ہجرت کی رات میں مکہ سے چل کر غارِ ثور میں چھپ گئے تھے تو اس وقت صرف ابو بکرؓ ہی حضورؐ کے ساتھ تھے جس کی وجہ سے قرآن مجید کے الفاظ کے مطابق یہ ثانی اثنین یعنی دو میں سے

---

[1] (البدایۃ ۵/۲۴۱، حیاۃ الصحابہ ۲/۴۳۵)

دوسرے ہیں اور یہ تمہارے کاموں کے لئے تمام مسلمانوں میں سب سے زیادہ مناسب ہیں لٰہذا کھڑے ہو کر ان سے بیعت ہو جاؤ اور اس سے پہلے سقیفہ بنی ساعدہ میں ایک جماعت حضرت ابوبکرؓ سے بیعت ہو چکی تھی اور عام مسلمانوں کی بیعت مسجد میں منبر پر ہوئی۔ [1]

صدیقِ اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت:

جب حضورؐ کا انتقال ہوا، اس وقت کا قصہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ اور ان کے ساتھ کچھ اور لوگ حضورؐ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کے گھر میں پیچھے رہ گئے اور ادھر تمام انصاری سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے اور مہاجرین حضرت ابوبکرؓ کے پاس جمع ہو گئے۔ میں نے ان سے کہا، اے ابوبکرؓ! آئیں ہم اپنے انصاری بھائیوں کے پاس چلیں چنانچہ ہم ان انصاریوں کے ارادے سے چل پڑے۔ راستہ میں ہمیں دو نیک آدمی حضرت عویم انصاریؓ اور حضرت معنؓ ملے اور انصار جو کر رہے تھے، وہ ان دونوں نے ہمیں بتایا اور ہم سے پوچھا کہ اے جماعت مہاجرین! تمہارا کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا، ہم اپنے انصاری بھائیوں کے پاس جا رہے ہیں۔ ان دونوں نے کہا، ان انصار کے پاس جانا آپ لوگوں کے لئے ضروری نہیں ہے۔ اے جماعت مہاجرین! تم اپنے معاملہ کا خود فیصلہ کر لو۔ میں نے کہا، اللہ کی قسم! نہیں، ہم تو ان کے پاس ضرور جائیں گے۔ چنانچہ ہم گئے اور ہم ان کے پاس پہنچے۔ وہ سب سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع تھے اور ان کے درمیان ایک آدمی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا، یہ کون ہیں؟ ان لوگوں نے کہا، یہ سعد بن عبادہ ہیں۔ میں نے کہا، ان کو کیا ہوا؟ انہوں نے بتایا یہ بیمار ہیں۔ جب ہم بیٹھ گئے تو ان میں سے ایک صاحب بیان کے لئے کھڑے ہوئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد کہا، اما بعد! ہم اللہ کے دین کے انصار و مددگار اور اسلام کا لشکر ہیں اور اے جماعتِ مہاجرین! آپ لوگ ہمارے نبیؐ کی جماعت ہیں اور آپ لوگوں میں سے کچھ لوگ ایسی باتیں کر رہے ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگ ہمیں کاٹنا چاہتے ہیں اور

---

[1] (البدایۃ ۵/۲۴۳، حیاۃ الصحابہ ج۲/۲۳)

Marfat.com

امر خلافت سے دور رکھنا چاہتے ہیں۔ جب وہ صاحب خاموش ہو گئے تو میں نے بات کرنی چاہی اور میں نے ایک مضمون اپنے ذہن میں تیار کر رکھا تھا جو مجھے بہت پسند تھا اور حضرت ابوبکرؓ کے سامنے میں اسے کہنا چاہتا تھا اور میں اس میں نرمی اختیار کئے ہوئے تھا اور میں غصہ والی باتیں نہیں کہنا چاہتا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا، اے عمرؓ! آرام سے بیٹھے رہو۔ میں نے حضرت ابوبکرؓ کو ناراض کرنا پسند نہ کیا اس لئے اپنی بات کہنے کے لئے کھڑا نہ ہوا۔ چنانچہ انہوں نے گفتگو فرمائی اور وہ مجھ سے زیادہ دانا اور زیادہ باوقار تھے اور اللہ کی قسم! جب وہ خاموش ہوئے تو میں نے اپنے مضمون میں جتنی باتیں سوچی تھیں، وہ سب باتیں انہوں نے اپنے برجستہ بیان میں کہہ دیں۔ یا تو وہی باتیں کہیں یا ان سے بہتر کہیں۔ چنانچہ انہوں نے کہا، اما بعد! تم نے اپنے بارے میں جس خیر کا ذکر کیا، تم لوگ واقعی اس کے اہل ہو لیکن تمام عرب کے لوگ امر خلافت کا حقدار صرف قبیلہ قریش کو ہی سمجھتے ہیں اور قبیلہ قریش سارے عرب میں نسب اور شہر کے اعتبار سے سب سے افضل ہے اور مجھے تمہارے خلیفہ بننے کے لئے ان دو آدمیوں میں سے ایک آدمی پسند ہے۔ دونوں میں جس سے چاہو بیعت ہو جاؤ اور یہ کہہ کر حضرت ابوبکرؓ نے میرا ہاتھ پکڑا اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح کا اور اس ایک بات کے علاوہ حضرت ابوبکرؓ کی اور کوئی بات مجھے ناگوار نہ گزری اور اللہ کی قسم! مجھے آگے بڑھا کر بغیر کسی گناہ کے میری گردن اڑا دی جائے، یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے ہوتے ہوئے میں لوگوں کا امیر بن جاؤں۔ اس وقت تو میرے دل کی یہی کیفیت تھی لیکن مرتے وقت میری یہ کیفیت بدل جائے تو اور بات ہے۔ پھر انصار میں سے ایک آدمی نے کہا کہ اس مسئلہ کا میرے پاس بہترین حل ہے اور اس مرض کی بہت عمدہ دوا ہے اور وہ یہ ہے کہ اے جماعت قریش! ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر آپ لوگوں میں سے ہو۔ اس کے بعد سب بولنے لگ گئے اور آوازیں بلند ہو گئیں اور ہمیں آپ کے اختلاف کا خطرہ ہوا تو میں نے کہا، اے ابوبکرؓ! آپؓ اپنا ہاتھ بڑھائیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔ پہلے میں ان سے بیعت ہوا، پھر مہاجرین بیعت ہوئے، اس کے بعد انصار ان سے بیعت

Marfat.com

ہوئے اور یوں ہم حضرت سعد بن عبادہ پر غالب آ گئے کہ وہ امیر نہ بن سکے۔ اس پر ان میں سے کسی نے کہا، ارے تم نے تو سعد کو مار ڈالا۔ میں نے کہا، اللہ انہیں مارے (یعنی جیسے انہوں نے اس موقع پر حق کی نصرت نہیں کی ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ امیر بننے میں ان کی نصرت نہ کرے)۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اس موقع پر ہم جتنے امور میں شریک ہوئے، ان میں کوئی امر حضرت ابوبکرؓ کی بیعت سے زیادہ کارآمد اور مناسب نہ پایا اور میں نے حضرت ابوبکرؓ سے بیعت کا سلسلہ ایک دم اس لئے شروع کرا دیا کیونکہ ہمیں ڈر تھا کہ بیعت کے بغیر ہم ان انصار کو چھوڑ کر چلے گئے تو یہ ہمارے بعد کسی نہ کسی سے بیعت ہو جائیں گے۔ پھر ہمیں ان کا ساتھ دینے کے لئے یا تو ناپسندیدہ صورتحال کے باوجود ان سے بیعت ہونا پڑے گا یا ہمیں ان کی مخالفت کرنی پڑے گی تو فساد کھڑا ہو جائے گا لہٰذا اب قاعدہ کلیہ سن لو۔ جو آدمی مسلمانوں سے مشورہ کئے بغیر کسی امیر سے بیعت ہو جائے گا تو اس کی یہ بیعت شرعاً معتبر نہ ہوگی اور نہ اس امیر کی بیعت کی کوئی حیثیت ہوگی بلکہ اس بات کا ڈر ہے کہ ان دونوں کے بارے میں حکم شرعی یہ ہو کہ اگر یہ حق بات نہ مانیں تو ان دونوں کو قتل کر دیا جائے۔

مدینہ منورہ جا کر بیان فرمائیں:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو قرآن پڑھایا کرتا تھا (اس زمانہ میں بڑے چھوٹوں سے بھی علم حاصل کرتے تھے) ایک دن حضرت عبدالرحمٰنؓ اپنی قیام گاہ سے واپس آئے تو انہوں نے مجھے اپنے انتظار میں پایا اور یہ حضرت عمرؓ کے آخری حج اور منیٰ کا واقعہ ہے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے مجھے بتایا کہ ایک آدمی نے حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں آ کر کہا کہ فلاں آدمی کہہ رہا تھا کہ اگر حضرت عمرؓ کا انتقال ہو گیا تو میں فلاں آدمی سے (یعنی حضرت طلحہ بن عبیداللہ سے) بیعت خلافت کر لوں گا۔ اللہ کی قسم! حضرت ابوبکرؓ کی بیعت اچانک ہوئی تھی اور پوری ہو گئی تھی۔ میں بھی یوں اچانک ان سے بیعت کر لوں گا تو ان کی بیعت بھی پوری ہو جائے گی اور سب ان سے

Marfat.com

بیعت ہو جائیں گے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا، آج شام انشاء اللہ میں لوگوں میں کھڑے ہو کر بیان کروں گا اور لوگوں کو اس جماعت سے ڈراؤں گا جو مسلمانوں سے ان کا امر خلافت یوں اچانک چھیننا چاہتے ہیں۔ (یعنی بغیر مشورہ اور سوچ و بچار کے اپنی مرضی کے آدمی کو اہلیت دیکھے بغیر خلیفہ بنانا چاہتے ہیں)

حضرت عبدالرحمٰنؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے کہا، اے امیر المومنین! آپ ایسا نہ کریں کیونکہ موسم حج میں گرے پڑے، کم سمجھ اور عام لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔ جب آپؓ بیان کے لئے لوگوں میں کھڑے ہوں گے تو یہی آپؓ کی مجلس میں غالب آ جائیں گے اور یوں سمجھدار عقل مند آدمیوں کو آپؓ کی مجلس میں جگہ نہ ملے گی۔ اس لئے مجھے خطرہ ہے کہ آپؓ جو بات کہیں گے، اسے یہ لوگ لے اڑیں گے۔ نہ خود پوری طرح سمجھیں گے اور نہ اسے موقع محل کے مطابق دوسروں سے بیان کر سکیں گے۔ لہٰذا ابھی آپ صبر فرمائیں۔ جب آپؓ مدینہ پہنچ جائیں تو وہاں آپؓ یہ بیان فرمائیں کیونکہ مدینہ ہجرت کا مقام اور سنت نبویؐ کا گھر ہے۔ لوگوں میں سے ان علماء اور سرداروں کو الگ لے کر آپ جو کہنا چاہتے ہیں اطمینان سے کہہ لیں، وہ لوگ آپؓ کی بات کو پوری طرح سمجھ بھی لیں گے اور موقع محل کے مطابق اسے دوسروں سے بیان بھی کریں گے۔ حضرت عمرؓ نے میری بات کو قبول کرتے ہوئے فرمایا، اگر میں صحیح سالم مدینہ پہنچ گیا تو انشاء اللہ میں اپنے سب سے پہلے بیان میں لوگوں سے یہ بات ضرور کہوں گا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم ذی الحجہ کے آخری دنوں میں جمعہ کے دن مدینہ پہنچے تو میں سخت گرمی کی پرواہ کئے بغیر عین دوپہر کے وقت جلدی سے مسجد نبوی گیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت سعید بن زیدؓ مجھ سے پہلے آ کر منبر کے دائیں کنارے کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں ان کے برابر میں گھٹنے سے گھٹنا ملا کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ حضرت عمرؓ تشریف لے آئے۔ میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھ کر کہا، آج حضرت عمرؓ اس منبر پر ایسی بات کریں گے جو آج سے پہلے اس پر کسی نے نہ کہی ہوگی۔ حضرت سعید بن زیدؓ نے

Marfat.com

میری اس بات کا انکار کیا اور کہا کہ میرا تو یہ خیال نہیں ہے کہ حضرت عمرؓ آج ایسی بات کہیں جو ان سے پہلے کسی نے نہ کہی ہو (کیونکہ دین تو حضورؐ کے زمانہ میں پورا ہو چکا اب کون نئی بات لا سکتا ہے) چنانچہ حضرت عمرؓ منبر پر بیٹھ گئے، پھر مؤذن نے اذان دی۔ جب مؤذن خاموش ہو گیا تو حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور اللہ کی شان کے مطابق اللہ کی حمد وثنا بیان کی۔ پھر فرمایا، امابعد! اے لوگو! میں ایک بات کہنے والا ہوں جس بات کو کہنا پہلے ہی سے میرے مقدر میں لکھا جا چکا ہے اور ہو سکتا ہے، یہ بات میری موت کا پیش خیمہ ہو لہٰذا جو میری بات کو یاد رکھے اور اسے اچھی طرح سمجھ لے تو جہاں تک اس کی سواری اسے دنیا میں لے جائے، وہاں تک کے تمام لوگوں میں میری اس بات کو بیان کرے اور جو میری بات کو اچھی طرح نہ سمجھے تو میں اسے اس کی اجازت نہیں دیتا ہوں کہ وہ میرے بارے میں غلط بیانی سے کام لے۔ سب کو چوکنا کرنے کے لئے حضرت عمرؓ نے یہ بات پہلے فرما دی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو حق دے کر بھیجا اور ان پر کتاب کو نازل فرمایا اور جو کتاب حضورؐ پر نازل ہوئی، اس میں رَجم (یعنی زانی کو سنگسار کرنے) کی آیت بھی تھی اور وہ آیت یہ تھی:

﴿الشیخ والشیخة اذا زنا فارجموھما﴾

اس آیت کے الفاظ تو منسوخ ہو چکے ہیں لیکن اس کا حکم باقی ہے۔ ہم نے اس آیت کو پڑھا اور اسے یاد کیا اور اسے اچھی طرح سمجھا اور حضورؐ نے رَجم کیا اور آپؐ کے بعد ہم نے بھی رَجم کیا لیکن مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ کہ طویل زمانہ گزرنے پر کوئی آدمی یوں کہے کہ ہم تو رَجم کی آیت کو کتاب اللہ میں نہیں پاتے ہیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ فرض کو چھوڑ کر وہ لوگ گمراہ ہو جائیں گے۔ زانی کو رَجم کرنے کا حکم اللہ کی کتاب میں تھا جو محصن (شادی شدہ) مرد یا عورت زنا کرے گی اور زنا کے گواہ پائے جائیں گے یا زنا سے حاملہ عورت زنا کا اقرار کرلے گی یا کوئی مرد یا عورت ویسے ہی زنا کا اقرار کرے گی تو اس کو رَجم کرنا شرعاً لازم ہوگا اور سنو ہم قرآن میں یہ آیت بھی پڑھا کرتے تھے:

﴿لا ترغبوا عن آبائکم فان کفراً بکم ان ترغبوا عن آباء کم﴾

''اپنے باپ دادے کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی طرف نسب کی نسبت نہ کرو کیونکہ اپنے باپ دادا کے نسب کو چھوڑنا کفر ہے یعنی کفران نعمت ہے۔''

اب اس آیت کے الفاظ بھی منسوخ ہو چکے ہیں لیکن اس کا حکم باقی ہے۔ اور سنو حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری تعریف میں ایسا مبالغہ نہ کرو جیسے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی تعریف میں مبالغہ کیا گیا، میں تو بس ایک بندہ ہی ہوں۔ لہٰذا تم میرے بارے میں یہ کہو کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں۔ اور مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم میں کوئی آدمی یہ کہہ رہا ہے کہ اگر حضرت عمرؓ مر گئے تو میں فلاں سے بیعت کرلوں گا، اسے اس بات سے دھوکہ نہیں لگنا چاہئے کہ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت اچانک ہوئی تھی اور وہ پوری بھی ہوگئی تھی۔ سنو وہ بیعت واقعی ایسے ہی جلدی میں ہوئی تھی لیکن اس بیعت کے جلدی میں ہونے کے شر سے اللہ تعالیٰ نے ساری اُمت کو بچالیا اور آج تم میں حضرت ابوبکرؓ جیسا کوئی نہیں ہے جس کی فضیلت کے سب قائل ہوں اور قریب و بعید سب اس کی موافقت کرلیں۔

آپؓ مجھ سے زیادہ افضل ہیں:

حضرت ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ: قبیلہ زریق کے ایک آدمی نے بیان کیا کہ اس دن (یعنی حضورؐ کے انتقال کے دن) حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ حجرہ سے نکلے اور انصار کے پاس پہنچے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، اے جماعتِ انصار! ہمیں تمہارے حق کا انکار نہیں ہے اور نہ ہی کوئی مؤمن تمہارے حق کا انکار کرسکتا ہے اور اللہ کی قسم! ہم لوگوں نے جو خیر بھی حاصل کی ہے، تم اس میں ہمارے برابر کے شریک رہے ہو لیکن عرب کے لوگ قریش ہی کے کسی آدمی کے خلیفہ بننے سے راضی اور مطمئن ہوسکیں گے کیونکہ ان کی زبان تمام لوگوں سے زیادہ فصیح ہے اور ان کے چہرے سب سے زیادہ خوبصورت ہیں اور ان کا شہر مکہ مکرمہ تمام عرب کے شہروں سے افضل ہے اور یہ تمام لوگوں سے زیادہ عربوں کو کھانا کھلانے والے ہیں لہٰذا حضرت عمرؓ کی طرف آؤ اور ان سے بیعت ہو جاؤ۔ انصار نے کہا، نہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا، کیوں؟ (یہ بات حضرت عمرؓ نے انصار کی کہلوانے کے لئے پوچھی تھی ورنہ ان کا خود

خلیفہ بننے کا ارادہ نہیں تھا) انصار نے کہا، ہمیں خطرہ ہے کہ ہم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی۔ حضرت عمرؓ نے کہا، جب تک میں زندہ رہوں گا، اس وقت تک تو تم پر دوسروں کو ترجیح نہیں دی جائے گی۔ آپ لوگ حضرت ابوبکرؓ سے بیعت ہو جائیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا، تم مجھ سے زیادہ قوی ہو۔ حضرت عمرؓ نے کہا، آپؓ مجھ سے زیادہ افضل ہیں۔ یہی بات دونوں حضرات میں دوسری دفعہ ہوئی۔ جب تیسری مرتبہ حضرت ابوبکرؓ نے کہا تو حضرت عمرؓ نے کہا، میری ساری قوت آپؓ کے ساتھ ہوگی اور پھر آپؓ کو مجھ پر فضیلت بھی حاصل ہے۔ چنانچہ لوگ حضرت ابوبکرؓ سے بیعت ہو گئے۔ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کے وقت کچھ لوگ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کے پاس بیعت ہونے آئے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا، تم میرے پاس آ رہے ہو حالانکہ تم میں وہ صاحب بھی ہیں جن کے بارے میں قرآن مجید میں ثانی اثنین کے الفاظ ہیں یعنی حضرت ابوبکرؓ۔ ۱؎

میں خلیفہ نہیں بن سکتا:

حضرت ابوالبختریؒ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ سے فرمایا، تم اپنا ہاتھ آگے بڑھاؤ تا کہ میں تم سے بیعت ہو جاؤں کیونکہ میں نے حضورؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپؓ اس اُمت کے امین ہیں۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا، میں اس آدمی سے آگے نہیں بڑھ سکتا ہوں جسے حضورؐ نے نماز میں ہمارا امام بننے کا حکم دیا ہو اور انہوں نے حضورؐ کے انتقال تک ہماری امامت کی ہو اور وہ حضرت ابوبکرؓ ہیں لہٰذا میں خلیفہ نہیں بن سکتا۔ ۲؎

اس کے جبہ کو پھاڑ دو:

حضورؐ کے پہرے دار حضرت صخرؓ فرماتے ہیں کہ: حضورﷺ کے زمانہ میں حضرت خالد بن سعید بن العاصؓ یمن میں تھے اور جب حضورؐ کا انتقال ہوا، اس وقت بھی حضرت خالدؓ یمن میں ہی تھے۔ حضورؐ کے انتقال کے ایک ماہ بعد حضرت خالدؓ مدینہ منورہ آئے، انہوں نے دیباج کا ریشمی جبہ پہن رکھا تھا۔ ان کی حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت علی بن

۱؎ (کنز العمال ۳/۱۴۰، حیاۃ الصحابہ ج۲/۳۱) ۲؎ (کنز العمال ۳/۱۴۰، حیاۃ الصحابہ ج۲/۳۳)

Marfat.com

ابی طالبؓ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے آس پاس کے لوگوں کو بلند آواز سے کہا، اس کے جبہ کو پھاڑ دو، کیا یہ ریشم پہن رہا ہے؟ حالانکہ زمانہ امن میں ہمارے مردوں کے لئے اس کا استعمال درست نہیں ہے۔ چنانچہ لوگوں نے ان کا جبہ پھاڑ دیا۔ اس پر حضرت خالدؓ نے کہا، اے ابوالحسن! اے بنوعبدمناف! کیا امر خلافت میں تم لوگ مغلوب ہو گئے ہو؟ حضرت علیؓ نے فرمایا، کیا تم اسے ایک دوسرے پر غلبہ پانے کی کوشش سمجھتے ہو یا خلافت؟ حضرت خالدؓ نے کہا، اے بنوعبدمناف! تم سے زیادہ حقدار آدمی اس امر خلافت پر غالب نہیں آ سکتا۔ حضرت ابوبکرؓ تو بنوعبدمناف میں سے نہیں ہیں اس لئے وہ کیسے خلیفہ بن گئے؟ چونکہ حضرت خالدؓ کی یہ بات مسلمانوں میں اختلاف کا سبب بن سکتی تھی اس وجہ سے سمجھانے کے لئے حضرت عمرؓ نے حضرت خالدؓ سے کہا، اللہ تیرے دانتوں کو توڑ کر گرا دے۔ اللہ کی قسم! تم نے جو بات کہی ہے، جھوٹے آدمی اس کے بارے میں سوچ بچار کرتے رہیں گے اور پھر صرف اپنا ہی نقصان کریں گے۔ [1]

فاروقِ اعظمؓ کے لئے دُعائے خیر:

جب حضرت ابوبکرؓ شام کی طرف لشکر روانہ فرمانے لگے تو انہوں نے حضرت خالدؓ کو مسلمانوں کا امیر بنا کر انہیں امارت کا جھنڈا دے دیا۔ حضرت خالدؓ وہ جھنڈا لے کر اپنے گھر گئے۔ جب حضرت عمرؓ کو اس کا پتہ چلا تو حضرت عمرؓ نے اس بارے میں حضرت ابوبکرؓ سے گفتگو کی اور کہا کہ آپؓ حضرت خالد کو امیر بنا رہے ہیں حالانکہ انہوں نے آپؓ کے خلیفہ بننے کے وقت وہ بات کہی تھی۔ حضرت عمرؓ بار بار حضرت ابوبکرؓ کو اپنی بات کہتے رہے یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ نے ان کی رائے کو قبول کر لیا اور حضرت خالدؓ کو امارت سے ہٹانے کا فیصلہ کر لیا اور اس کے لئے حضرت ابواروی دوسی کو حضرت خالدؓ کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ آپ سے کہہ رہے ہیں کہ ہمارا امارت والا جھنڈا واپس کر دو۔ چنانچہ انہوں نے وہ جھنڈا نکال کر حضرت ابواروی کو دے دیا اور کہا کہ نہ

---

[1] (ابن جریر الطبری ۲۸/۴، کنز العمال ۵۹/۸، حیاۃ الصحابہ ۳۶/۲)

Marfat.com

تمہارے امیر بنانے سے ہمیں کوئی خوشی ہوئی تھی اور نہ اب تمہارے معزول کرنے سے ہمیں کوئی رنج وصدمہ ہوا ہے اور قابل ملامت تو آپ کے علاوہ کوئی اور ہے۔ (یہ حضرت عمرؓ کی طرف اشارہ ہے)

حضرت اُمّ خالد کہتی ہیں کہ ابھی کچھ وقت نہ گزرا تھا کہ حضرت ابوبکرؓ میرے والد کے پاس آ کر ان سے معذرت کرنے لگے اور وہ انہیں قسم دے کر کہہ رہے تھے کہ وہ کبھی حضرت عمرؓ کا برائی سے تذکرہ نہ کریں۔ چنانچہ میرے والد مرتے دم تک حضرت عمرؓ کے لئے دُعائے خیر کرتے رہے۔

فاروقِ اعظمؓ نے ابوبکرؓ کا غم ہلکا کر دیا:

آل ربیعہ کے ایک شخص کہتے ہیں کہ: ان کو یہ بات پہنچی کہ جب حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ بنایا گیا تو وہ غمگین ہو کر اپنے گھر میں بیٹھ گئے۔ حضرت عمرؓ ان کی خدمت میں گھر حاضر ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ ان کو ملامت کرنے لگے اور کہنے لگے، تم نے مجھے خلافت قبول کرنے پر مجبور کیا تھا اور حضرت عمرؓ سے شکایت کی کہ وہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کیسے کریں؟ تو ان سے حضرت عمرؓ نے کہا، کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ والی و حاکم جب صحیح طریقے سے محنت کرتا ہے اور حق تک پہنچ جاتا ہے تو اسے دو اجر ملتے ہیں اور اگر صحیح طریقے سے محنت کرے لیکن حق تک نہ پہنچ سکے تو اسے ایک اجر ملتا ہے۔ یہ حدیث سنا کر حضرت عمرؓ نے گویا حضرت ابوبکرؓ کا غم ہلکا کر دیا۔ [1]

یہ آپؓ کی ملکیت ہے یا تمام مسلمانوں کی:

حضرت عبیدہؒ کہتے ہیں کہ عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور کہا، اے خلیفۂ رسول اللہ! ہمارے علاقہ میں ایک شوریلی زمین ہے جس میں نہ گھاس اگتی ہے اور نہ اس سے کوئی اور فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اگر آپؓ مناسب سمجھیں تو وہ ہمیں بطور جاگیر دے دیں تا کہ ہم اس میں ہل چلائیں اور اسے کاشت کریں شاید وہ آباد ہو

[1] (طبقات ابن سعد ۴/ ۹۷، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۳۷)

Marfat.com

جائے۔ چنانچہ آپؓ نے وہ زمین ان کو بطورِ جاگیر دینے کا ارادہ کرلیا اور ان کے لئے ایک تحریر لکھی اور یہ طے کیا کہ حضرت عمرؓ اس فیصلہ پر گواہ بنیں۔ اس وقت حضرت عمرؓ وہاں موجود نہیں تھے۔ وہ دونوں تحریر لے کر حضرت عمرؓ کو اس پر گواہ بنانے کے لئے ان کے پاس گئے۔ جب حضرت عمرؓ نے اس تحریر کا مضمون سنا تو ان دونوں کے ہاتھ سے وہ تحریر لی اور اس پر تھوک کر اسے مٹا دیا۔ اس پر ان دونوں کو غصہ آ گیا اور دونوں نے حضرت عمرؓ کو برا بھلا کہا۔ حضرت عمرؓ نے کہا، حضورﷺ تم دونوں کی تالیف قلب فرمایا کرتے تھے اور تالیفِ قلب کی وجہ سے تم دونوں کو زمین دی تھی جب کہ اس وقت اسلام کمزور اور اسلام والے تھوڑے تھے اور آج اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرما دیا ہے اس لئے اب تمہاری تالیف قلب کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تم دونوں چلے جاؤ اور میرے خلاف جتنا زور لگا سکتے ہو لگا لو اور اگر تم اللہ سے حفاظت مانگو تو اللہ تمہاری حفاظت نہ کرے۔

یہ دونوں غصہ میں بھرے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا، اللہ کی قسم! ہمیں سمجھ نہیں آ رہا کہ آپؓ خلیفہ ہیں یا عمرؓ؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، اگر وہ چاہتے تو خلیفہ بن سکتے تھے۔ اتنے میں حضرت عمرؓ بھی غصہ میں بھرے ہوئے آئے اور حضرت ابوبکرؓ کے پاس کھڑے ہو کر کہنے لگے، آپؓ مجھے بتائیں کہ آپؓ نے یہ زمین جو ان آدمیوں کو بطورِ جاگیر دی ہے، یہ آپؓ کی ملک ہے یا تمام مسلمانوں کی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، نہیں تمام مسلمانوں کی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، تو پھر آپؓ نے سارے مسلمانوں کو چھوڑ کر صرف ان دو کو کیوں دے دی؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میرے پاس جو مسلمان تھے، میں نے ان سے مشورہ کیا تھا، ان سب نے مجھے ایسا کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا، آپؓ نے اپنے پاس والوں سے تو مشورہ کیا لیکن کیا آپؓ نے تمام مسلمانوں سے مشورہ کر کے ان کی رضامندی حاصل کی ہے؟ چونکہ یہ بات ظاہر تھی کہ ہر اَمر میں سارے مسلمانوں سے مشورہ نہیں لیا جا سکتا اس وجہ سے حضرت ابوبکرؓ نے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا بلکہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، میں نے تو تم سے پہلے ہی کہا تھا

Marfat.com

کہ تم اس امر خلافت کو سنبھالنے کی مجھ سے زیادہ طاقت رکھتے ہو لیکن تم مجھ پر غالب آ گئے اور تم نے مجھے زبردستی خلیفہ بنا دیا۔ [1]

آپؓ نے مجھے ڈوبنے سے بچایا:

حضرت عبدالرحمٰن بن کعب بن مالکؓ کہتے ہیں کہ: حضرت معاذ بن جبلؓ بہت سخی، نوجوان اور بہت خوبصورت تھے اور اپنی قوم کے نوجوانوں میں سب سے زیادہ فضیلت والے تھے۔ وہ کوئی چیز بچا کر نہیں رکھتے تھے۔ چنانچہ وہ قرض لیتے رہے اور دوسروں پر خرچ کرتے رہے یہاں تک کہ سارا مال قرضہ میں گھر گیا۔ اس پر وہ حضورؐ کی خدمت میں گئے اور حضورؐ سے عرض کیا کہ وہ قرض خواہوں سے کہیں کہ وہ میرا قرض معاف کر دیں۔ چنانچہ حضورؐ نے ان کی سفارش فرمائی لیکن قرض خواہوں نے انکار کر دیا۔ اگر یہ قرض خواہ کسی کے کہنے کی وجہ سے کسی کا قرضہ معاف کرنے والے ہوتے تو حضورؐ کی وجہ سے ضرور معاف کر دیتے۔ آخر حضورؐ نے ان کا قرض ادا کرنے کے لئے ان کا سارا مال بیچ دیا یہاں تک کہ حضرت معاذؓ وہاں سے خالی ہاتھ اٹھے، ان کے پاس کوئی چیز نہ بچی۔

جب فتح مکہ کا سال آیا تو حضورؐ نے ان کو یمن کے ایک حصہ کا گورنر بنا کر بھیج دیا تا کہ ان کے نقصان کی تلافی ہو سکے۔ حضرت معاذؓ یمن میں گورنر بن کر ٹھہرے رہے اور وہ سب سے پہلے آدمی ہیں جنہوں نے اللہ کے مال سے یعنی زکوٰۃ کے مال سے تجارت کی۔ چنانچہ یہ یمن میں ٹھہر کر تجارت کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے پاس مال جمع ہو گیا اور اتنے عرصہ میں حضورؐ کا بھی انتقال ہو گیا۔ جب یہ مدینہ واپس آئے تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا، اس آدمی یعنی حضرت معاذ کے پاس قاصد بھیجیں اور جتنے مال سے ان کا گزراوقات ہو سکے، ان کے پاس رہنے دیں، باقی سارا مال ان سے لے لیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا، حضورؐ نے ان کو یمن بھیجا ہی اس لئے تھا تا کہ ان کے نقصان کی تلافی ہو جائے لہٰذا میں تو ان سے از خود کچھ نہیں لوں گا، ہاں اگر یہ خود دیں تو لے لوں گا۔

---

[1] (کنز العمال ۲/۱۸۹، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۶۹)

جب حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کی بات نہ مانی تو حضرت عمرؓ حضرت معاذؓ کے پاس خود چلے گئے۔ ان سے اپنی اس بات کا تذکرہ کیا۔ حضرت معاذؓ نے کہا، حضورؐ نے مجھے تو اپنے نقصان کی تلافی کے لئے ہی بھیجا تھا لہٰذا میں تو آپؓ کی بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ (زکوٰۃ کا مال لے کر انہوں نے تجارت کی تھی اس سے جو نفع ہوا، وہ انہوں نے رکھ لیا اور اصل زکوٰۃ کا مال واپس کر دیا۔ اس لئے یہ نفع ان کا ہی تھا لیکن حضرت عمرؓ کا مطلب یہ تھا کہ چونکہ اجتماعی مال اس نفع کا ذریعہ بنا ہے اس لئے سارا نفع نہ رکھیں بلکہ بقدرِ ضرورت رکھ کر باقی نفع بیت المال میں جمع کرا دیں۔ یہ فضیلت کی بات تھی) کچھ عرصہ کے بعد حضرت معاذؓ کی حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی تو ان سے حضرت معاذؓ نے کہا، میں نے آپؓ کی بات مان لی جیسے آپ کہہ رہے ہیں، میں ویسے کر لیتا ہوں۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں بہت زیادہ پانی میں ہوں اور ڈوبنے سے ڈر رہا ہوں اور اے عمرؓ! پھر آپؓ نے مجھے ڈوبنے سے بچایا۔ پھر حضرت معاذؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور ان کو سارا قصہ سنایا اور اپنا سارا مال لا کر ان کو دے دیا اور قسم کھا کر ان سے کہا کہ انہوں نے ان سے کچھ نہیں چھپایا چنانچہ اپنا کوڑا بھی سامنے لا کر رکھ دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا، اللہ کی قسم! میں تم سے یہ مال نہیں لوں گا۔ میں نے تم کو یہ ہدیہ کر دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، اب حضرت معاذؓ کا یہ مال لینا ٹھیک ہے کیونکہ انہوں نے تو یہ سارا مال بیت المال کو دے دیا جس سے یہ مال ان کے لئے حلال اور پاکیزہ ہو گیا، اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے ان کو ہدیہ کیا ہے۔ اس کے بعد حضرت معاذؓ ملک شام چلے گئے۔ [1]

آپؓ مجھے کمر سے پکڑے ہوئے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ: جب حضور اقدسؐ کا انتقال ہو گیا اور لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ بنا لیا اور حضورؐ نے اپنی زندگی میں حضرت معاذؓ کو یمن بھیجا تھا تو حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو امیر حج بنا کر بھیجا۔ وہاں مکہ میں حضرت عمرؓ کی حضرت

---

[1] (کنز العمال ۱۲۶/۳، حیاۃ الصحابہؓ ۲۰۴/۲)

Marfat.com

معاذؓ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت معاذؓ کے ساتھ بہت سے غلام تھے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا، یہ لوگ کون ہیں؟ حضرت معاذؓ نے کہا، یہ تو یمن والوں نے مجھے ہدیہ کئے ہیں اور یہ حضرت ابوبکرؓ کے لئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا، تمہارے لئے میری رائے یہ ہے کہ تم سب غلاموں کو حضرت ابوبکرؓ کے پاس لے جاؤ۔

راوی کہتے ہیں، حضرت معاذؓ کی اگلے دن حضرت عمرؓ سے پھر ملاقات ہوئی تو حضرت معاذؓ نے ان سے کہا، اے ابن الخطابؓ! آج رات میں نے خواب دیکھا کہ میں آگ میں کودنا چاہتا ہوں اور آپؓ مجھے کمر سے پکڑے ہوئے ہیں۔ اس لئے اب تو میری یہی رائے ہے کہ میں آپؓ کی بات مان لوں۔ چنانچہ ان غلاموں کو لے کر حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے کہا، یہ غلام تو مجھے ہدیہ میں ملے ہیں اور یہ غلام آپؓ کے لئے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا،، ہم تمہارے ہدیہ کی تمہارے لئے منظوری دیتے ہیں اور پھر حضرت معاذؓ وہاں سے نماز کے لئے باہر نکلے اور انہوں نے نماز پڑھائی تو انہوں نے دیکھا کہ وہ سب ان کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضرت معاذؓ نے پوچھا، تم کس لئے نماز پڑھتے ہو؟ انہوں نے کہا، اللہ کے لئے۔ اس پر حضرت معاذؓ نے کہا، اب تو تم لوگ بھی اللہ کے ہو گئے ہو اور یہ کہہ کر ان سب کو آزاد کر دیا۔ [1]

مانعین زکوٰۃ کے متعلق فاروقِ اعظمؓ کی رائے پر صدیق اکبرؓ کا جواب:

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ: جب عرب کے لوگ مرتد ہو گئے اور تمام مہاجرین کی ایک ہی رائے تھی اور میں اس رائے میں ان کے ساتھ تھا کہ مانعین زکوٰۃ سے جنگ نہ کی جائے۔ تو ہم نے عرض کیا، یا خلیفہ رسول اللہ! آپؓ لوگوں کو چھوڑ دیں کہ وہ نماز پڑھتے رہیں اور زکوٰۃ نہ دیں (آپ ان سے جنگ نہ کریں) کیونکہ جب ایمان ان کے دلوں میں داخل ہو جائے گا تو وہ زکوٰۃ کا بھی اقرار کر لیں گے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے، جس چیز پر حضور ﷺ نے جنگ کی ہے میں اسے چھوڑ

---

[1] (مستدرک حاکم ۳/۲۷۲، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۲۰۷)

دوں، اس سے زیادہ مجھے یہ محبوب ہے کہ میں آسمان سے زمین پر گر پڑوں۔ لہٰذا میں تو اس چیز پر ضرور جنگ کروں گا۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے زکوٰۃ نہ دینے پر عربوں سے جنگ کی یہاں تک کہ وہ پورے اسلام کی طرف واپس آ گئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے، ابوبکرؓ کا یہ ایک دن خاندان عمر کے زندگی بھر کے اعمال سے بہتر ہے۔ [1]

اللہ تعالیٰ ابوبکرؓ پر رحم فرمائے:

حضرت حسنؒ کہتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لوگوں میں بیان فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا، سب سے بڑی عقلمندی تقویٰ اختیار کرنا ہے۔ پھر آگے اور حدیث ذکر کی جس میں یہ مضمون بھی ہے کہ اگلے دن صبح کو حضرت ابوبکرؓ بازار جانے لگے تو ان سے حضرت عمرؓ نے پوچھا، آپؓ کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا، بازار۔ حضرت عمرؓ نے کہا، اب آپؓ پر اتنی بڑی ذمہ داری خلافت کی وجہ سے آ گئی ہے کہ جس کی وجہ سے اب آپؓ بازار نہیں جا سکتے۔ سارا وقت خلافت کی ذمہ داریوں میں لگائیں گے تو پھر یہ ذمہ داریاں پوری ہو سکیں گی۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، سبحان اللہ! اتنا لگنا پڑے گا کہ اہل و عیال کے لئے کمانے کا وقت نہ بچے تو پھر انہیں کہاں سے کھلاؤں گا؟ حضرت عمرؓ نے کہا، ہم آپؓ کے لئے اور آپؓ کے اہل عیال کے لئے بیت المال میں سے مناسب مقدار میں وظیفہ مقرر کر دیتے ہیں۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا، عمر کا ناس ہو، مجھے ڈر ہے کہ کہیں مجھے اس مال میں سے کچھ لینے کی گنجائش نہ ہو۔ چنانچہ مشورہ سے ان کا وظیفہ مقرر ہوا اور انہوں نے دو سال سے زائد عرصہ خلافت میں آٹھ ہزار درہم لئے۔ جب ان کی موت کا وقت آیا تو فرمایا، میں نے عمرؓ سے کہا تھا، مجھے ڈر ہے کہ مجھے اس مال میں سے لینے کی گنجائش بالکل نہیں ہے لیکن عمرؓ اس وقت مجھ پر غالب آ گئے اور مجھے ان کی بات مان کر بیت المال میں سے وظیفہ لینا پڑا لہٰذا جب میں مر جاؤں تو میرے مال میں سے آٹھ ہزار لے کر بیت المال میں واپس کر دینا۔ چنانچہ

---

[1] (کنز العمال ۳/۱۴۱، حیاۃ الصحابہؓ ۱/۵۵۷)

Marfat.com

جب وہ آٹھ ہزار حضرت ابوبکرؓ کے انتقال کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس لائے گئے تو آپؓ نے فرمایا، اللہ ابوبکرؓ پر رحم فرمائے، انہوں نے اپنے بعد والوں کو مشکل میں ڈال دیا کہ آدمی اپنی ساری جان اور سارا مال دین پر لگادے اور دنیا میں کچھ نہ لے۔ [1]

حضرت عثمانؓ کی شکایت:

حضرت محمد بن جبیرؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ کے پاس سے گزرے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب نہ دیا۔ حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئے اور ان سے حضرت عثمانؓ کی شکایت کی۔ یہ دونوں حضرات حضرت عثمانؓ کے پاس آئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عثمانؓ سے کہا، آپؓ نے اپنے بھائی کے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا؟ حضرت عثمانؓ نے کہا، اللہ کی قسم! میں نے ان کے سلام کو سنا ہی نہیں، میں تو کسی گہری سوچ میں تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا، آپؓ کیا سوچ رہے تھے؟ حضرت عثمانؓ نے کہا، میں شیطان کے خلاف سوچ رہا تھا کہ وہ ایسے برے خیالات میرے دل میں ڈال رہا تھا کہ زمین پر جو کچھ ہے، وہ سارا بھی مجھے مل جائے تو بھی میں ان برے خیالات کو زبان پر نہیں لاسکتا۔ جب شیطان نے میرے دل میں یہ برے خیالات ڈالنے شروع کیے تو میں نے دل میں کہا، اے کاش میں حضورؐ سے پوچھ لیتا کہ ان شیطانی خیالات سے نجات کیسے ملے گی؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، میں نے حضورؐ سے اس کی شکایت کی تھی اور میں نے حضورؐ سے پوچھا تھا کہ شیطان جو برے خیالات ہمارے دلوں میں ڈالتا ہے، ان سے ہمیں نجات کیسے ملے گی؟ حضورؐ نے فرمایا، ان سے نجات تمہیں اس طرح ملے گی کہ تم وہ کلمہ کہہ لیا کرو جو میں نے موت کے وقت اپنے چچا کو پیش کیا تھا لیکن انہوں نے وہ کلمہ نہیں پڑھا تھا۔ [2]

یہ عمر بن خطابؓ ہیں:

حضرت ابورجاء عطاردیؒ کہتے ہیں کہ: میں مدینہ آیا تو میں نے دیکھا کہ لوگ ایک جگہ جمع

---

[1] (البیہقی ۶/۳۵۳، حیاۃ الصحابہ ۲/۳۲۱) [2] (کنزالعمال ۱/۷۴، حیاۃ الصحابہ ۲/۶۲۵)

Marfat.com

ہیں اور ان کے بیچ میں ایک آدمی ہے جو دوسرے آدمیوں کو چوم رہا ہے اور کہہ رہا تھا کہ میں آپ پر قربان جاؤں، اگر آپ نہ ہوتے تو ہم ہلاک ہو جاتے۔ میں نے پوچھا، یہ چومنے والا کون ہے؟ اور کس کو چوم رہا ہے؟ کسی نے بتایا کہ حضرت عمر بن خطابؓ ہیں جو حضرت ابوبکرؓ کے سر کا بوسہ اس وجہ سے لے رہے ہیں کہ سب کی رائے یہ تھی کہ جن مرتدین نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا ہے، ان سے جنگ نہ کی جائے اور اکیلے حضرت ابوبکرؓ کی رائے یہ تھی کہ ان سے جنگ کی جائے اور آخر سب کی رائے کے خلاف حضرت ابوبکرؓ کی رائے پر عمل ہوا اور اس میں اسلام کا بہت فائدہ ہوا۔[1]

صدیق اکبرؓ کی انتقال کے وقت فاروقِ اعظمؓ کو وصیت:

حضرت سیف روایت کرتے ہیں کہ: حضرت ابوبکرؓ حضرت خالدؓ کے شام روانہ ہونے کے بعد بیمار ہو گئے اور چند ماہ کے بعد اسی بیماری میں ان کا انتقال ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ کے انتقال کا وقت قریب آچکا تھا اور وہ حضرت عمرؓ کے لئے خلافت طے کر چکے تھے کہ اتنے میں ملک شام سے حضرت مثنیٰؓ آئے اور انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کو تمام حالات بتائے۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا، عمر کو میرے پاس بلا لاؤ۔ چنانچہ حضرت عمرؓ آ گئے۔ آپؓ نے ان سے فرمایا، اے عمرؓ! جو میں تمہیں کہہ رہا ہوں، اسے غور سے سنو اور پھر اس پر عمل کرو۔ میرا اندازہ ہے کہ میں آج انتقال کر جاؤں گا اور یہ پیر کا دن تھا۔ اگر میں ابھی مر جاؤں تو شام سے پہلے پہلے لوگوں کو حضرت مثنیٰؓ کے ساتھ ملک شام جانے کے لئے ترغیب دے کر تیار کر لینا اور اگر میں رات تک زندہ رہوں اور رات کو میرا انتقال ہو تو صبح ہونے سے پہلے پہلے لوگوں کو حضرت مثنیٰؓ کے ساتھ ملک شام جانے کے لئے ترغیب دے کر تیار کر لینا اور کوئی بھی مصیبت چاہے کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو، تمہیں تمہارے دینی کام سے اور تمہارے ربّ کی وصیت سے روک نہ سکے۔ تم نے مجھے دیکھا کہ میں نے حضورؐ کے انتقال کے موقع پر کیا کیا

1 (منتخب کنز العمال ۴/۳۵۰، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۶۳۲)

Marfat.com

تھا؟ حالانکہ اتنی بڑی مصیبت انسانوں پر کبھی نہیں آئی تھی۔ اللہ کی قسم! اگر میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی بات سے ذرا بھی پیچھے ہٹ جاتا تو اللہ تعالیٰ ہماری مدد چھوڑ دیتے اور ہمیں سزا دیتے اور سارا مدینہ آگ میں جل جاتا۔

فاروقِ اعظمؓ کے ہاتھ پر بیعت:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ پہنچا۔ حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ہو چکا تھا اور ان کی جگہ حضرت عمرؓ خلیفہ بن چکے تھے۔ میں نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا، آپؓ اپنا ہاتھ بڑھائیں میں آپ کے ہاتھ پر اسی چیز پر بیعت ہوتا ہوں جس پر میں آپؓ سے پہلے آپؓ کے ساتھی حضرت ابوبکرؓ سے بیعت ہوا تھا کہ جہاں تک میرا بس چلے گا، میں بات سنوں گا اور مانوں گا۔

عمیر بن عطیہ کا فاروقِ اعظمؓ کے ہاتھ پر بیعت:

حضرت عمیر بن عطیہ لیثیؓ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، اے امیر المومنین! آپؓ اپنا ہاتھ بلند فرمائیں، اللہ اسے بلند ہی رکھے۔ میں آپ سے اللہ اور اس کے رسولؐ کے طریقہ کے مطابق بیعت ہوتا ہوں۔ آپؓ نے مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ بلند کیا اور فرمایا، اس بیعت کا مطلب یہ ہے کہ اس بیعت سے تمہارے کچھ حقوق ہم پر آ گئے اور ہمارے کچھ حقوق تم پر آ گئے۔ اور وہ یہ ہیں کہ تم ہماری مانو گے اور ہم تمہیں صحیح صحیح بتائیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عکیمؒ فرماتے ہیں کہ میں اپنے اس ہاتھ سے حضرت عمرؓ سے اس بات پر بیعت ہوا کہ بات سنوں گا اور مانوں گا۔ [1]

فاروقِ اعظمؓ کی اپنے غلام کو اسلام کی دعوت:

اسبق کہتے ہیں کہ: میں حضرت عمر بن الخطاب کا غلام تھا اور میں عیسائی تھا۔ آپؓ میرے سامنے اسلام کو پیش کرتے رہتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر تو مسلمان ہو جائے گا تو میں اپنی امانت کے سنبھالنے میں تجھ سے مدد لے سکوں گا کیونکہ جب تک مسلمانوں کے

---

[1] (کنز العمال ۱/۸۱، حیاۃ الصحابہؓ ۱/۳۳۵)

دین کو اختیار نہیں کرو گے، اس وقت تک مسلمانوں کی امانت کو سنبھالنے کے لئے تم سے مدد لینا میرے لئے حلال نہیں ہے۔ میں ہمیشہ انکار کرتا رہا۔ آپؓ فرما دیتے، دین میں جبر نہیں ہے۔ جب آپؓ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو میں عیسائی ہی تھا۔ آپؓ نے مجھے آزاد کر دیا اور فرمایا، جہاں تیرا جی چاہے چلا جا۔ (حضرت اسبق بعد میں مسلمان ہو گئے تھے) [1]

ایک بڑھیا کو اسلام کی دعوت:

حضرت اسلمؒ کہتے ہیں کہ: جب ہم لوگ ملک شام میں تھے تو میں وضو کا پانی لے کر حضرت عمر بن الخطابؓ کی خدمت مین حاضر ہوا۔ آپؓ نے پوچھا، تم یہ پانی کہاں سے لائے ہو؟ میں نے ایسا میٹھا پانی کبھی نہیں دیکھا اور بارش کا پانی بھی اس سے عمدہ نہیں ہوگا۔ میں نے کہا، میں اس نصرانی بڑھیا کے گھر سے لایا ہوں۔ وضو سے فارغ ہو کر آپؓ اس بڑھیا کے پاس گئے اور اس سے کہا، اے بڑی بی! اسلام لے آؤ۔ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ اس نے اپنا سر کھول کر دکھایا تو ثغامہ بوٹی کے پھولوں کی طرح اس کے بال بالکل سفید تھے اور اس نے کہا، میں بہت بوڑھی ہو چکی ہوں اور بس اب مرنے ہی والی ہوں (یعنی اب اسلام لانے کا وقت نہیں رہا) حضرت عمرؓ نے فرمایا، اے اللہ تو گواہ رہنا۔ [2]

دعوت الی اللہ کی وجہ سے سخت پیاس کو برداشت کرنا:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ سے لوگوں نے عرض کیا کہ ہمیں ساعۃ العسرۃ یعنی مشکل گھڑی (اس سے مراد غزوۂ تبوک ہے) کا کچھ حال بتائیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، ہم لوگ سخت گرمی میں غزوۂ تبوک کے لئے نکلے۔ ایک مقام پر پہنچ کر ہمیں اتنی سخت پیاس لگی کہ ہم سمجھنے لگے کہ ہماری گردنیں ٹوٹ جائیں گی یعنی ہم مر جائیں گے۔ ہم میں سے بعض کا تو یہ حال تھا کہ وہ کجاوہ کی تلاش میں جاتا تو واپسی میں اس کا

---

[1] (کنز العمال ۵/۵۰، الحلیۃ ابونعیم ۹/۳۴، حیاۃ الصحابہ ۱/۲۴۱)

[2] (کنز العمال ۵/۱۴۲، حیاۃ الصحابہ ۱/۲۴۱)

Marfat.com

اتنا برا حال ہو جاتا کہ وہ یوں سمجھنے لگتا کہ اس کی گردن ٹوٹ جائے گی اور بعض لوگوں نے اپنے اونٹ ذبح کئے اور اس کی اوجھڑی میں سے پھوس نکال کر اسے نچوڑا اور اسے پیا اور اس باقی پھوس کو اپنے پیٹ اور جگر پر رکھ لیا (تا کہ باہر سے کچھ ٹھنڈک اندر پہنچ جائے)۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ! اللہ تعالیٰ کا آپؐ کے ساتھ دستور یہ ہے کہ آپؐ کی دُعا کو ضرور قبول فرماتے ہیں، اس لئے آپؐ ہمارے لئے دُعا فرمائیں۔ حضورؐ نے فرمایا، کیا تم چاہتے ہو کہ میں دُعا کروں؟ انہوں نے کہا، جی ہاں۔ چنانچہ حضورؐ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور اللہ سے دُعا مانگی اور ابھی ہاتھ نیچے نہیں کئے تھے کہ آسمان میں بادل آ گئے۔ پہلے بونداباندی ہوئی، پھر موسلا دھار بارش شروع ہوگئی۔ صحابہ کرامؓ نے جتنے برتن ساتھ تھے، وہ سارے بھر لئے۔ پھر بارش بند ہونے کے بعد ہم دیکھنے گئے کہ کہاں تک بارش ہوئی ہے تو دیکھا کہ جہاں تک لشکر تھا، صرف وہاں تک بارش ہوئی ہے۔ لشکر کے باہر بارش نہیں ہوئی۔ [1]

شاید وہ توبہ کر لیتا:

حضرت عبدالرحمٰن قاری کہتے ہیں: حضرت ابوموسیٰؓ کی طرف سے ایک آدمی امیر المومنین حضرت عمر بن الخطابؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت عمرؓ نے اس سے لوگوں کے حالات پوچھے جو اس نے بتائے۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا کوئی عجیب وغریب بات تمہارے ہاں پیش آئی ہے؟ اس نے کہا، ہاں یہ عجیب بات پیش آئی کہ ایک آدمی مسلمان ہو کر پھر کافر ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، تم نے اس کے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟ اس نے کہا، اسے بلا کر اس کی گردن اڑا دی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، کیا تم نے اسے تین دن قید کیا اور روزانہ اسے ایک روٹی کھلائی اور اس سے توبہ کروائی؟ (اگر تم ایسا کر لیتے تو) شاید وہ توبہ کر لیتا اور اللہ کے دین میں واپس آ جاتا۔ اے اللہ! اس موقع پر میں موجود نہیں تھا اور نہ ایسا کرنے کا میں نے حکم دیا تھا اور اب جب مجھے اس واقعہ کا علم ہوا، میں اس سے راضی بھی نہیں ہوا۔ [2]

---

[1] (البدایۃ ۵/۹، ابن کثیر ۲/۲۹۶، حیاۃ الصحابہؓ ۱/۴۱۹) [2] (البیہقی ۲۰۷ حیاۃ الصحابہؓ ۲/۷۸)

جب تک اللہ تعالیٰ قبول کرتے ہیں تم بھی قبول کرتے رہو:

حضرت عمرو بن العاصؓ نے امیر المومنین حضرت عمرؓ کو ایک خط لکھا جس میں انہوں نے ایک آدمی کے بارے میں پوچھا کہ وہ اسلام میں داخل ہوا، پھر کافر ہو گیا، پھر اسلام میں داخل ہوا پھر کافر ہو گیا۔ یہاں تک کہ ایسا اس نے کئی مرتبہ کیا۔ کیا اس سے اسلام قبول کیا جائے گا؟ تو حضرت عمرؓ نے ان کو یہ جواب لکھا کہ جب تک اللہ پاک لوگوں سے اسلام قبول کرتے رہیں، تم بھی اس سے اسلام قبول کرتے رہو۔ لہٰذا اب اس پر اسلام پیش کر کے دیکھو، اگر وہ قبول کر لے تو اسے چھوڑ دو ورنہ اس کی گردن اڑا دو۔ [1]

مجھے اس پر ترس آرہا ہے:

حضرت ابو عمران جونی کہتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ کا ایک راہب کے پاس سے گزرا ہوا۔ آپ وہاں کھڑے ہو گئے۔ لوگوں نے راہب کو پکار کر کہا، یہ امیر المومنین ہیں۔ اس نے جھانک کر دیکھا تو اس پر تکالیف اٹھانے اور مجاہدہ کرنے اور ترکِ دنیا کے آثار نمایاں تھے۔ (یعنی مجاہدوں کی کثرت کی وجہ سے بہت خستہ حال اور کمزور ہو رہا تھا) اسے دیکھ کر حضرت عمرؓ رو دیئے تو ان سے کسی نے کہا، آپ مت روئیں یہ تو نصرانی ہے، مسلمان نہیں ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا، یہ مجھے معلوم ہے لیکن مجھے اس پر ترس آرہا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿عاملة ناصبة ☆ تصلى ناراً حامية﴾

یاد آرہا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ (بہت سے لوگ) محنت کرنے والے تھکے ہوئے ہیں، گریں گے دہکتی ہوئی آگ میں (یعنی کافر لوگ جو دنیا میں بڑی بڑی ریاضت کرتے ہیں اللہ کے ہاں کچھ قبول نہیں ہوتی، اس لئے دنیا کی مشقتیں اٹھانے کے باوجود دوزخ میں جائیں گے) مجھے اس بات پر ترس آیا کہ دنیا میں تھکا دینے والی محنت کر رہا ہے اور اتنے مجاہدے برداشت کر رہا ہے لیکن مر کر پھر بھی دوزخ میں جائے گا۔ [2]

---

[1] (کنز العمال ۱/۷۹، حیاۃ الصحابہ ۱/۷۹) [2] (کنز العمال ۱/۸۷۵، حیاۃ الصحابہ ۱/۷۹)

Marfat.com

سعد بن ابی وقاصؓ کے نام حکم نامہ:

حضرت یزید بن ابی حبیب کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو یہ خط لکھا کہ میں تمہیں پہلے لکھ چکا ہوں کہ لوگوں کو تین دن تک اسلام کی دعوت دینا جو جنگ شروع ہونے سے پہلے تمہاری دعوت کو قبول کرلے، وہ مسلمانوں کا ایک فرد شمار ہوگا۔ اسے وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو باقی تمام مسلمانوں کو حاصل ہیں اور اس کا اسلام میں حصہ ہے (اس لئے اسے مال غنیمت میں سے حصہ ملے گا) اور جو جنگ ختم ہونے کے بعد یا شکست کے بعد تمہاری دعوت کو قبول کرے (اور بعد میں مسلمان ہو) اس کا مال مسلمانوں کے لئے مال غنیمت بنے گا کیونکہ مسلمانوں نے اس کے مسلمان ہونے سے پہلے اس کے مال پر قبضہ کرلیا ہے۔ یہ میرا حکم ہے اور یہی تمہیں خط لکھنے کی غرض ہے۔ [1]

اسلامی لشکر کو ہدایات:

حضرت سلیمان بن بریدہ کہتے ہیں کہ: جب امیر المومنین حضرت عمرؓ کے پاس اہل ایمان کا لشکر جمع ہوجاتا تو ان پر کسی صاحبِ علم اور فقیہہ کو امیر بنا دیتے۔ چنانچہ ایک لشکر تیار ہوا۔ حضرت سلمہ بن قیس اشجعیؓ کو ان کا امیر بنایا اور ان کو یہ ہدایات دیں۔ تم اللہ کا نام لے کر چلو اور اللہ کے راستہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ کا انکار کرتے ہیں۔ جب تمہارا مشرک دشمن سے سامنا ہو تو ان کو تین باتوں کی دعوت دو۔ سب سے پہلے تو ان کو اسلام کی دعوت دو، اگر وہ مسلمان ہوجائیں اور اپنے وطن میں ہی رہنا پسند کریں تو ان کے مالوں میں ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی اور مسلمانوں کے مال غنیمت میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا اور اگر وہ تمہارے ساتھ مدینہ میں رہنا پسند کریں تو انہیں وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو تمہیں حاصل ہیں اور ان پر وہ تمام ذمہ داریاں عائد ہوں گی جو تم پر ہیں اور اگر اسلام قبول کرنے سے انکار کریں تو انہیں جزیہ دینے کی دعوت دو۔ اگر وہ جزیہ دینے پر راضی ہوجائیں تو ان کے دشمنوں سے جنگ کرنا اور ان کو جزیہ کی ادائیگی کے لئے فارغ کردینا اور ان کو ان کی طاقت سے زیادہ کسی کام کی تکلیف نہ دینا۔ اگر وہ جزیہ دینے سے بھی انکار کردیں تو ان

---

[1] (کنز العمال ۲/ ۲۹۸، حیاۃ الصحابہؓ ۱/ ۲۸۴)

Marfat.com

سے جنگ کرو، اللہ تعالیٰ ان کے مقابلہ میں تمہاری مدد کرے گا۔ اگر وہ تم سے ڈر کر کسی قلعہ میں خود کو محفوظ کرلیں اور وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم پر اترنے کا مطالبہ کریں تو تم ان کو اللہ کے حکم پر مت اتارنا کیونکہ تم جانتے نہیں ہو کہ ان کے بارے میں اللہ اور اس کے رسولؐ کا کیا حکم ہے؟ اگر وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی ذمہ داری پر اترنے کا مطالبہ کریں تو تم ان کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی ذمہ داری پر مت اتارنا بلکہ ان کو اپنی ذمہ داری پر اتارنا اور اگر وہ تم سے جنگ کریں تو تم خیانت نہ کرنا اور بدعہدی نہ کرنا اور کسی کا ناک، کان نہ کاٹنا اور کسی بچے کو قتل نہ کرنا۔

حضرت سلمہؓ کہتے ہیں کہ ہم چلے اور مشرک دشمنوں سے ہمارا سامنا ہوا۔ (اسلام کی) جس بات کا ہمیں امیر المومنین نے کہا تھا، ہم نے ان کو اس بات کی دعوت دی لیکن انہوں نے اسلام لانے سے انکار کردیا۔ پھر ہم نے ان کو جزیہ کی دعوت دی، انہوں نے اسے بھی ماننے سے انکار کردیا۔ چنانچہ ہم نے ان سے جنگ کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے مقابلہ میں ہماری مدد کی۔ ہم نے ان کی لڑنے والی فوج کو قتل کردیا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کرلیا اور ان کا سارا سامان جمع کرلیا۔ [1]

حضرت خبّاب فاروقِ اعظمؓ کے دربار میں:

حضرت شعبی کہتے ہیں کہ: ایک دن حضرت خباب بن ارتؓ حضرت عمرؓ کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو اپنی خاص مسند پر بٹھا کر فرمایا، ایک آدمی کے علاوہ روئے زمین کا کوئی آدمی اس مسند پر بیٹھنے کا تم سے زیادہ حقدار نہیں ہے۔ حضرت خبابؓ نے ان سے پوچھا، اے امیر المومنین! وہ ایک آدمی کون ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا، وہ حضرت بلالؓ ہیں۔ حضرت خبابؓ نے کہا نہیں وہ مجھ سے زیادہ حقدار نہیں ہیں کیونکہ انہوں نے مجھ سے زیادہ تکلیفیں نہیں اٹھائی ہیں۔ کیونکہ مشرکوں میں حضرت بلالؓ کے تعلق والے ایسے لوگ تھے جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو بچالیتے تھے۔ میرا تو ان میں کوئی بھی ایسا نہیں تھا جس کی

---

[1] (الطبری ۵/۹، حیاۃ الصحابہؓ ۱/۲۹۹)

Marfat.com

وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھے بچاتے۔ میں نے اپنا یہ حال دیکھا ہے کہ ایک دن مشرکوں نے مجھے پکڑا اور آگ جلا کر مجھے اس میں ڈال دیا۔ پھر ایک آدمی نے اپنا پاؤں میرے سینے پر رکھا اور میں اس زمین سے صرف اپنی کمر کے ذریعہ ہی خود کو بچا سکا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت خبابؓ نے اپنی کمر کھول کر دکھائی جس پر برص کے داغ جیسے نشان پڑے ہوئے تھے۔ ؎۱

قریب آجاؤ:

ابولیلیٰ کندی بیان کرتے ہیں کہ حضرت خباب بن ارتؓ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، قریب آجاؤ، حضرت عمار بن یاسرؓ کے علاوہ کوئی بھی اس جگہ بیٹھنے کا تم سے زیادہ حقدار نہیں ہے تو حضرت خبابؓ حضرت عمرؓ کو اپنی کمر کے وہ نشان دکھانے لگے جو ان کو مشرکوں کے عذاب سے پہنچے تھے۔ ؎۲

حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ کے سر کا بوسہ:

حضرت ابورافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے ملک روم کی طرف ایک لشکر بھیجا جس میں حضور ﷺ کے صحابہ میں سے عبداللہ بن حذافہ نامی ایک صحابیؓ بھی تھے۔ ان کو رومیوں نے گرفتار کر لیا اور پھر ان کو اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے جس کا لقب طاغیہ تھا اور اسے بتایا کہ یہ محمد (ﷺ) کے صحابہؓ میں سے ہیں تو طاغیہ نے حضرت عبداللہ بن حذافہ سے کہا، کیا تم اس کے لئے تیار ہو کہ تم اسلام چھوڑ کر نصرانی بن جاؤ اور میں تمہیں اپنے ملک اور سلطنت میں شریک کر لوں؟ (یعنی آدھا ملک میں تمہیں دے دوں گا) حضرت عبداللہؓ نے فرمایا، اگر تم مجھے محمد ﷺ کے دین کو پلک جھپکنے جتنی دیر کے لئے چھوڑنے پر اپنا سارا ملک بھی دے دو اور عربوں کا ملک بھی دے دو تو میں پھر بھی تیار نہیں ہوں۔ تو اس پر طاغیہ نے کہا، پھر تو میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ انہوں نے کہا، تم جو چاہے کرو۔

چنانچہ اس کے حکم دینے پر ان کو سولی پر لٹکا دیا گیا۔ اس نے تیر اندازوں سے کہا

؎۱ (طبقات ابن سعد ۳/۱۱۷، کنز العمال ۷/۳۱، حیاۃ الصحابہؓ ۱/۲۷۶)

؎۲ (کنز العمال ۷/۱۷، حیاۃ الصحابہؓ ۱/۲۷۷)

Marfat.com

کہ اس طرح تیر ان پر چلاؤ کہ ان کے ہاتھوں اور پیروں کے پاس سے تیر گزریں (جس سے یہ مرنے نہ پائیں اور خوفزدہ ہو جائیں) چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اب بادشاہ نے ان پر عیسائیت کو پھر پیش کیا لیکن یہ انکار کرتے رہے۔ پھر اس کے حکم دینے پر ان کو سولی سے اتارا گیا۔ پھر اس بادشاہ نے ایک دیگ منگوائی جس میں پانی ڈال کر اس کے نیچے آگ جلائی گئی اور وہ پانی گرم ہو کر کھولنے لگا۔ پھر اس نے دو مسلمان قیدی بلوائے اور ان میں سے ایک مسلمان کو زندہ ہی اس کھولتی ہوئی دیگ میں ڈال دیا گیا۔ یہ خوفناک منظر حضرت عبداللہؓ کو دکھا کر اس بادشاہ نے ان پر پھر نصرانیت کو پیش کیا لیکن انہوں نے پھر انکار کیا۔ اب بادشاہ نے یہ حکم دیا کہ ان کو زندہ دیگ میں ڈال دیا جائے۔

جب سپاہی ان کو دیگ کی طرف لے کر جانے لگے تو یہ رو پڑے۔ بادشاہ کو بتایا گیا کہ اب تو وہ رو پڑے ہیں۔ وہ سمجھا کہ اب یہ موت سے گھبرا گئے ہیں۔ چنانچہ اس نے کہا، انہیں میرے پاس لاؤ۔ ان کو واپس لایا گیا۔ اب بادشاہ نے پھر ان پر نصرانیت کو پیش کیا، انہوں نے پھر انکار کر دیا۔ اس پر بادشاہ نے کہا کہ اچھا تم کیوں روئے تھے؟ انہوں نے فرمایا، میں اس لئے رویا تھا کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ تجھے اب اس دیگ میں ڈالا جائے گا اور تو ختم ہو جائے گا۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرے جسم پر جتنے بال ہیں، اتنی میرے پاس جانیں ہوں اور ہر جان کو اللہ کے دین کی وجہ سے اس دیگ میں ڈالا جائے، میں تو اس وجہ سے رو رہا تھا کہ میرے پاس بس ایک ہی جان ہے۔ اس طاغیہ بادشاہ نے ان کے اس جواب سے متاثر ہو کر کہا، کیا یہ ہو سکتا ہے کہ تم میرے سر کا بوسہ لے لو اور میں تمہیں چھوڑ دوں؟ تو حضرت عبداللہؓ نے اس سے کہا کہ میرے ساتھ باقی تمام مسلمان قیدیوں کو بھی چھوڑ دو گے؟ بادشاہ نے کہا، ہاں باقی تمام مسلمان قیدیوں کو بھی چھوڑ دوں گا۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا، یہ اللہ کے دشمنوں میں سے ایک دشمن ہے۔ میں اس کے سر کا بوسہ لوں گا، یہ مجھے اور تمام مسلمانوں قیدیوں کو چھوڑ دے گا اس سے تو سارے مسلمانوں کا فائدہ ہو جائے گا۔ میرا دل تو اس کام کو نہیں چاہ رہا ہے لیکن میں

Marfat.com

مسلمانوں کے فائدے کے لئے کر لیتا ہوں، چلو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ چنانچہ بادشاہ کے قریب جا کر انہوں نے اس کے سر کا بوسہ لیا۔ بادشاہ نے سارے قیدی ان کے حوالے کر دیئے۔

یہ ان سب کو لے کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت عمرؓ کو سارے حالات بتائے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر یہ لازم ہے کہ وہ عبداللہ بن حذافہ کے سر کا بوسہ لے اور سب سے پہلے میں لیتا ہوں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر ان کے سر کا بوسہ لیا۔ (تاکہ اللہ کے دشمن کو چومنے کی جو ناگواری حضرت عبداللہؓ کے دل میں تھی وہ دور ہو جائے) [1]

ابوبکرؓ کی ایک رات عمرؓ کے سارے خاندان کی زندگی سے بہتر ہے:

حضرت ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں چند لوگوں کا تذکرہ ہوا اور لوگوں نے ایسی باتیں کیں جس سے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ وہ لوگ حضرت عمرؓ کو حضرت ابوبکرؓ سے افضل سمجھتے ہیں۔ جب حضرت عمرؓ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپؓ نے فرمایا، اللہ کی قسم! ابوبکرؓ کی ایک رات عمر کے سارے خاندان کی زندگی سے بہتر ہے اور ابوبکرؓ کا ایک دن عمر کے سارے خاندان کی زندگی سے بہتر ہے۔ جس رات حضور ﷺ گھر سے نکل کر غار تشریف لے گئے تھے اور آپؐ کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ بھی تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کچھ دیر حضورؐ کے آگے چلتے اور کچھ دیر پیچھے۔ حضورؐ اس بات کو سمجھ گئے اور آپؐ نے فرمایا، اے ابوبکر! تمہیں کیا ہوا کچھ دیر میرے پیچھے چلتے ہو اور کچھ دیر میرے آگے؟ انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ! جب مجھے خیال آتا ہے کہ پیچھے سے کوئی تلاش کرنے والا نہ آ جائے تو میں پیچھے چلنا لگتا ہوں اور پھر جب مجھے خیال آتا ہے کہ آگے کوئی گھات میں نہ بیٹھا ہو تو میں آگے چلنے لگتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا، اے ابوبکر! اگر خدانخواستہ کوئی حادثہ پیش آئے تو کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ وہ میرے بجائے تمہیں پیش آئے؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق دے کر بھیجا ہے،

[1] (کنز العمال ۷/۶۲، الاصابہ فی تمیز الصحابہ ۲/ ۲۹۷، حیاۃ الصحابہ ۱/ ۳۹۱)

Marfat.com

یہی بات ہے۔ جب یہ دونوں حضرات غار تک پہنچے تو حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ! آپؐ ذرا یہاں ٹھہریں، میں آپؐ کے لئے غار کو صاف کرلوں۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے اندر جا کر غار کو صاف کیا۔ پھر باہر آئے تو خیال آیا کہ انہوں نے سوراخ تو ابھی صاف نہیں کئے تو انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ! ابھی آپؐ ذرا اور ٹھہریں میں سوراخ بھی صاف کرلوں۔ چنانچہ اندر جا کر غار کو اچھی طرح صاف کیا۔ پھر آ کر عرض کیا، یا رسول اللہؐ! اندر تشریف لے آئیں۔ آپؐ اندر تشریف لے گئے۔ پھر حضرت عمرؓ نے کہا، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کی یہ ایک رات عمر کے پورے خاندان سے بہتر ہے۔ [1]

کیا یہ میرے دور میں ہوگا؟:

حضرت اُسید بن حضیرؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں لوگوں میں جوڑے تقسیم کئے تو ایک جوڑا حضرت عمرؓ نے میرے پاس بھی بھیجا جو مجھے چھوٹا نظر آیا۔ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ میرے پاس سے ایک قریشی نوجوان گزرا جس پر ان جوڑوں میں سے ایک جوڑا تھا جو اتنا بڑا تھا کہ وہ اسے زمین پر گھسیٹتا ہوا جا رہا تھا۔ مجھے حضورؐ کی یہ بات یاد آ گئی کہ میرے بعد تم دیکھو گے کہ دوسروں کو تم پر ترجیح دی جائے گی تو میں نے کہا، اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچ فرمایا۔ ایک آدمی نے جا کر حضرت عمرؓ کو میرا یہ جملہ بتا دیا۔ حضرت عمرؓ میرے پاس آئے، میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا۔ انہوں نے آ کر کہا، اے اُسیدؓ! نماز پوری کرلو۔ چنانچہ جب میں نے نماز پوری کر لی تو انہوں نے کہا، تم نے کیسے کہا؟ میں نے انہیں ساری بات بتائی۔ حضرت عمرؓ نے کہا، یہ جوڑا بڑا تھا میں نے یہ جوڑا فلاں انصاری صحابیؓ کے پاس بھیجا تھا جو غزوۂ بدر اور غزوۂ اُحد میں اور بیعت العقبہ میں شریک ہوئے تھے۔ چونکہ ان کے دینی فضائل زیادہ تھے اس لئے میں نے ان کو تم سے بڑا جوڑا دیا تھا۔ اس جوان نے جا کر ان انصاری صحابیؓ سے یہ جوڑا خرید لیا اور اسے پہن لیا، میں نے اس قریشی جوان کو نہیں دیا۔ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ انصار پر دوسروں کو ترجیح دینے کی یہ بات میرے

---

[1] (البدایہ ۳/۸۰، کنز العمال ۴/۳۴۸، حیاۃ الصحابہؓ ۱/۴۳۶)

Marfat.com

زمانہ میں ہوگی؟ میں نے کہا، اے امیر المومنین! اللہ کی قسم! میرا بھی یہی خیال تھا کہ یہ بات آپؓ کے زمانہ میں نہیں ہوگی۔ [1]

آئندہ ایسے نہیں کروں گا:

حضرت محمد بن مسلمہؓ فرماتے ہیں کہ: میں مسجد کی طرف چلا تو میں نے ایک قریشی آدمی کو دیکھا جس پر ایک جوڑا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا، تمہیں یہ جوڑا کس نے دیا؟ اس نے کہا، امیر المومنین نے۔ میں کچھ آگے گیا تو ایک اور قریشی آدمی کو دیکھا جس پر ایک جوڑا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا، تمہیں یہ جوڑا کس نے دیا؟ اس نے کہا، امیر المومنین نے۔ پھر میں کچھ آگے گیا تو مجھے فلاں بن فلاں انصاری ملا۔ اس نے پہلے دونوں جوڑوں سے کم درجہ کا جوڑا پہن رکھا تھا۔ میں نے کہا، تمہیں یہ جوڑا کس نے دیا؟ اس نے کہا، امیر المومنین نے۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت محمد بن مسلمہؓ اس کے بعد مسجد میں گئے اور انہوں نے زور سے کہا، اللہ اکبر، اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچ کہا۔ اللہ اکبر، اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچ کہا۔ حضرت عمرؓ نے ان کی آواز سن لی تو ان کے پاس پیغام بھیجا کہ میرے پاس آؤ۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے کہا، میں دو رکعت نماز پڑھ کر آتا ہوں حضرت عمرؓ نے دوبارہ قاصد بھیج دیا کہ حضرت عمر قسم دے رہے ہیں کہ تم ابھی آؤ۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے کہا، میں بھی اپنے آپ کو قسم دیتا ہوں کہ جب تک دو رکعت نماز پڑھ نہیں لوں گا، میں ان کے پاس نہیں جاؤں گا اور یہ کہہ کر نماز شروع کر دی۔ حضرت عمرؓ آئے اور ان کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ جب وہ اپنی نماز پوری کر چکے تو ان سے حضرت عمرؓ نے کہا، مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھنے کی جگہ میں یعنی ان کی مسجد میں یہ جملے زور سے کیوں کہے کہ اللہ اکبر، اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچ فرمایا؟ انہوں نے کہا، اے امیر المومنین! میں مسجد کو آرہا تھا کہ راستہ میں مجھے فلاں بن فلاں قریشی ملا۔ اس نے ایک جوڑا پہنا ہوا تھا، میں نے کہا، تمہیں یہ جوڑا کس نے دیا؟ اس نے کہا، امیر المومنین نے۔ میں کچھ آگے بڑھا تو مجھے فلاں بن فلاں قریشی ملا،

---

[1] (حیاۃ الصحابہؓ ۱/۵۱۹)

اس نے بھی ایک جوڑا پہنا ہوا تھا۔ میں نے کہا، تمہیں یہ جوڑا کس نے دیا؟ اس نے کہا، امیر المومنین نے۔ پھر میں آگے گیا تو مجھے فلاں بن فلاں انصاری ملا، اس نے پہلے دونوں جوڑوں سے کم درجہ کا جوڑا پہن رکھا تھا۔ میں نے کہا، تمہیں یہ جوڑا کس نے دیا؟ اس نے کہا، امیر المومنین نے اور حضور علیہ السلام نے ہم انصار سے فرمایا تھا کہ تم میرے بعد دیکھو گے کہ دوسروں کو تم پر ترجیح دی جائے گی۔ اے امیر المومنین! میں یہ نہیں پسند کرتا تھا کہ یہ کام تمہارے ہاتھوں سے ہو۔ حضرت عمرؓ رو پڑے اور کہا، اس دفعہ کی تو میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں، آئندہ ایسے نہیں کروں گا۔

فرماتے ہیں کہ اس کے بعد کبھی یہ بات دیکھنے میں نہیں آئی کہ حضرت عمرؓ نے قریش کے کسی آدمی کو انصار کے کسی آدمی پر ترجیح دی ہو۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندے کہاں ہیں؟

حضرت عمرؓ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر فرمایا، سرزمین حجاز تمہارے رہنے کی اصلی جگہ نہیں ہے، وہ تو تمہیں جہاں گھاس ملتا ہے وہاں جا کر تم کچھ دن رہ لیتے ہو اور حجاز والے اس سرزمین میں اسی طرح ہی گزارا کر سکتے ہیں جو مہاجرین اللہ کے دین کے لئے ایک دَم دوڑ کر آیا کرتے تھے اور آج اللہ کے وعدے سے کہاں دور جا پڑے ہیں؟ تم اس سرزمین میں جہاد کے لئے چلو جس کے بارے میں اللہ نے تم سے قرآن میں وعدہ کیا ہے کہ وہ تمہیں اس زمین کا وارث بنائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لیظهرهٗ علی الدّین کُلِّهٖ

''تا کہ اللہ اپنے دین کو تمام دینوں پر غالب کر دے۔''

اور اللہ اپنے دین کو ضرور غالب کریں گے اور اپنے مددگار کو عزت دیں گے اور اپنے دین والوں کو تمام قوموں کی میراث کا وارث بنائیں گے۔ اللہ کے نیک بندے کہاں ہیں؟ اس دعوت پر سب سے پہلے حضرت ابوعبید بن مسعودؓ نے لبیک کہی، پھر سعد بن عبید یا سلیط بن قیس رضی اللہ عنہما نے۔ یوں ایک ایک کر کے بڑا لشکر تیار ہو گیا۔ جب یہ تمام حضرات جمع ہو گئے تو حضرت عمرؓ سے کہا گیا کہ مہاجرین اور انصار میں سے کسی پرانے کو ان کا امیر بنا

دیں۔ فرمایا نہیں اللہ کی قسم! آج میں ایسے نہیں کروں گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بلندی اس وجہ سے دی تھی کہ تم ہر نیکی میں سبقت کرتے تھے اور دشمن کی طرف تیزی سے چلتے تھے لہٰذا جب تم بزدل بن گئے ہو اور دشمن سے مقابلہ تمہیں برا لگنے لگا ہے تو اب تم سے زیادہ امیر بننے کا حقدار وہ آدمی ہے جو دشمن کی طرف جانے میں سبقت لے جائے اور جانے کی دعوت کو پہلے قبول کرے لہٰذا میں ان کا امیر اسی کو بناؤں گا جس نے میری دعوت پر سب سے پہلے لبیک کہی تھی۔ پھر حضرت ابو عبیدؓ، حضرت سلیطؓ اور حضرت سعدؓ کو بلا کر کہا، تم دونوں اگر دعوت پر لبیک کہنے میں ابو عبید سے سبقت لے جاتے تو میں تم دونوں کو امیر بنا دیتا، پرانے ہونے کی صفت تو تمہیں حاصل ہے ہی اس طرح تمہیں امارت بھی مل جاتی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس لشکر کا حضرت ابو عبیدؓ کو امیر بنایا اور ان سے فرمایا، نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ کی بات ضرور سننا اور ان کو مشورہ میں شریک رکھنا اور جب تک تحقیق کر کے تسلی نہ کر لو، کسی کام کے فیصلہ میں جلد بازی سے کام نہ لینا کیونکہ یہ جنگ ہے اس میں وہی آدمی ٹھیک چل سکتا ہے جو سنجیدہ، دھیما اور موقع شناس ہو۔ اسے معلوم ہو کہ کب دشمن پر حملہ کرنا چاہئے اور کب رُک جانا چاہئے۔ [1]

فارس جانے کے لئے فاروقِ اعظمؓ کا مشورہ:

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کو حضرت ابو عبید بن مسعودؓ کے شہید ہو جانے کی اور فارس والوں کے آل کسریٰ میں سے کسی ایک آدمی پر مجتمع ہو جانے کی خبر ملی تو انہوں نے مہاجرین اور انصار میں جہاد کا اعلان کرایا کہ سب مدینہ سے باہر صرار مقام پر جمع ہو جائیں۔ اور پھر حضرت عمرؓ مدینہ سے چل کر صرار مقام پر پہنچ گئے اور حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کو مقام اعوص تک جانے کے لئے آگے بھیج دیا اور لشکر کے میمنہ پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو اور میسرہ پر حضرت زبیر بن عوامؓ کو مقرر فرمایا اور حضرت علی کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا اور لوگوں سے اپنے فارس جانے کے بارے میں مشورہ فرمایا۔ تمام لوگوں نے فارس جانے کا مشورہ دیا اور صرار پہنچنے سے پہلے انہوں نے اس

---

[1] (ابن جریر الطبری ۴/۶۱، حیاۃ الصحابہ ۱/۵۶۷)

Marfat.com

بارے میں کوئی مشورہ نہ کیا۔ اتنے میں حضرت طلحہ بھی اعوص مقام سے واپس آ گئے۔ پھر اہل شوریٰ سے مشورہ فرمایا۔ حضرت طلحہؓ نے بھی عام لوگوں کی طرح فارس جانے کی رائے دی لیکن حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضرت عمرؓ کو فارس جانے سے روکنے والوں میں تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے بعد نہ اس دن سے پہلے اور نہ اس دن کے بعد کسی پر اپنے ماں باپ قربان کرنے کے الفاظ کہے بس اس دن حضرت عمرؓ کے بارے میں یہ الفاظ کہے۔ چنانچہ میں نے کہا، اے امیر المومنین! میرے ماں باپ آپؓ پر قربان ہوں، آپؓ یہ کام میرے حوالے کر دیں اور خود مدینہ ٹھہر جائیں اور لشکر کو روانہ کریں۔ میں نے آج تک یہی دیکھا کہ ہمیشہ اللہ کا فیصلہ آپؓ کے لشکروں کے حق میں ہوتا ہے لیکن آپؓ کے لشکر کو شکست ہو جانا خود آپؓ کے شکست کھا جانے کی طرح نقصان دہ نہیں ہے۔ کیونکہ اگر شروع ہی میں آپؓ شہید ہو گئے یا آپؓ کو شکست ہوگئی تو مجھے ڈر ہے کہ مسلمان ہمیشہ کے لئے اللہ اکبر کہنا اور لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دینا چھوڑ دیں گے۔ (ان کے حوصلے ہمیشہ کے لئے پست ہو جائیں گے) حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ کے مشورے کو قبول فرمایا اور خود مدینہ ٹھہر جانے اور لشکر کو روانہ کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ اور حضرت عمرؓ امارت کے لئے کسی مناسب آدمی کو تلاش کرنے لگ گئے کہ اتنے میں مشورہ کے فوراً بعد حضرت سعدؓ کا خط آیا جو اہل نجد سے صدقات کی وصولیابی پر مامور تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، مجھے امیر بنانے کے لئے کسی آدمی کا مشورہ دو۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا، مجھے امات کے لئے مناسب آدمی مل گیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا، وہ کون؟ حضرت عبدالرحمٰن نے کہا، وہ پنجوں والا طاقتور شیر سعد بن مالک ہیں۔ تمام اہل شوریٰ نے عبدالرحمٰنؓ کی رائے سے اتفاق کیا۔ [1]

اے اللہ! عمرؓ کو بہترین جزاء عطا فرما:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عمرؓ کے پاس آ کر کہا، اے امیر المومنین! میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں، آپؓ مجھے سواری دے دیں۔ حضرت عمرؓ نے

---

[1] (ابن جریر الطبری ۴/۸۳، حیاۃ الصحابہؓ ۱/۵۶۹)

Marfat.com

ایک آدمی سے کہا، اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے بیت المال میں لے جاؤ، وہاں سے جو چاہے لے لے۔ چنانچہ اس آدمی نے بیت المال میں جا کر دیکھا کہ وہاں تو چاندی اور سونا رکھا ہوا ہے۔ اس نے کہا، یہ کیا ہے؟ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے، میں تو زادِ سفر اور سواری لینا چاہتا ہوں۔ لوگ اسے حضرت عمرؓ کے پاس واپس لے آئے اور اس نے جو کہا تھا وہ حضرت عمرؓ کو بتایا۔ تو حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ اسے زادِ سفر اور سواری دی جائے۔ چنانچہ اسے دیا گیا تو حضرت عمرؓ نے اپنے ہاتھ سے اس کی سواری پر کجاوہ باندھا۔ جب یہ آدمی اس سواری پر سوار ہو گیا تو اس نے ہاتھ اٹھایا اور حضرت عمرؓ نے اس آدمی کے ساتھ جو حسن سلوک کا معاملہ کیا اور اسے دیا، اس پر اللہ کا شکر ادا کیا اور اس کی حمد وثناء بیان کی اور حضرت عمرؓ اس تمنا میں اس کے پیچھے چلنے لگے کہ وہ حضرت عمرؓ کے لئے دُعا کر دے۔ جب وہ حمد وثناء سے فارغ ہو گیا تو اس نے کہا، اے اللہ! عمرؓ کو تو اور بہترین جزاء عطا فرما۔ [1]

سب سے زیادہ اجر وثواب والا کون ہے؟:

حضرت ارطاۃ بن منذر کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک دن اپنے پاس بیٹھنے والوں سے فرمایا، لوگوں میں سب سے زیادہ اجر وثواب والا کون ہے؟ لوگ نماز اور روزے کا ذکر کرنے لگے اور کہنے لگے، امیر المومنین کے بعد فلاں اور فلاں زیادہ اجر وثواب والے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، کیا میں تمہیں وہ آدمی نہ بتا دوں جس کا اجر وثواب ان سے بھی زیادہ ہے جن کا تم نے ذکر کیا ہے اور امیر المومنین سے بھی زیادہ ہے۔ لوگوں نے کہا، ضرور بتائیں۔ آپؓ نے فرمایا، وہ ایک چھوٹا سا آدمی ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام پکڑ کر شام میں پیدل چل رہا ہے اور جو مسلمانوں کے اجتماعی مرکز مدینہ منورہ کی حفاظت کر رہا ہے تاکہ شامی فوج مدینہ پر حملہ کرنے نہ جا سکے۔ اسے یہ بھی پتہ نہیں ہے کہ کیا اسے کوئی درندہ پھاڑ کھائے گا یا کوئی زہریلا جانور اسے ڈس لے گا یا کوئی دشمن اس پر قابو پا لے گا۔ اس آدمی کا اجر وثواب ان لوگوں سے بھی زیادہ ہے جن کا تم نے ذکر کیا ہے اور امیر المومنین سے بھی زیادہ ہے۔ [2]

---

[1] (کنز العمال ۲/ ۲۸۸، حیاۃ الصحابہؓ / ۵۷۷) [2] (کنز العمال ۳/ ۲۸۹، حیاۃ الصحابہؓ / ۵۷۸)

Marfat.com

سابقین اوّلین کا مقام:

حضرت نوفل بن عمارہ فرماتے ہیں کہ: حضرت حارث بن ہشام اور حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہما حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے پاس بیٹھ گئے اور حضرت عمرؓ ان دونوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرات مہاجرین اوّلین حضرت عمرؓ کے پاس آنے لگے۔ ان میں سے جب بھی کوئی آتا تو حضرت عمرؓ فرماتے، اے سہیل! ادھر ہو جاؤ اور اے حارث! ادھر ہو جاؤ۔ اس طرح حضرت عمرؓ نے مہاجرین کو پاس بٹھالیا اور ان دونوں کو ان سے پیچھے کر دیا۔ پھر حضرات انصار حضرت عمرؓ کے پاس آنے لگے، حضرت عمرؓ ان دونوں کو انصار سے بھی پیچھے کر دیتے۔ ہوتے ہوتے یہ دونوں لوگوں کے بالکل آخر میں پہنچ گئے۔ جب یہ دونوں حضرت عمرؓ کے پاس سے باہر آئے تو حضرت حارث بن ہشام نے حضرت سہیل بن عمرو سے کہا، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ حضرت عمرؓ نے ہمارے ساتھ کیا کیا؟ تو حضرت سہیل نے ان سے کہا، ہم حضرت عمرؓ کو ملامت نہیں کر سکتے، ہمیں تو اپنے آپ کو ملامت کرنی چاہئے۔ ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی گئی تھی، انہوں نے جلدی سے قبول کر لی۔ ہمیں بھی دعوت دی گئی ہم نے دیر سے قبول کی۔

جب حضرات مہاجرین وانصار حضرت عمرؓ کے پاس سے کھڑے ہو کر باہر آ گئے تو ان دونوں نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں آ کر کہا، اے امیر المومنین! آپؓ نے آج ہمارے ساتھ جو کچھ کیا ہے، ہم نے اسے خوب دیکھا ہے اور ہمیں یہ معلوم ہے کہ ہمارے ساتھ آج جو کچھ ہوا ہے، یہ ہماری اپنی غلطیوں کی وجہ سے ہوا ہے لیکن کیا ایسی کوئی چیز ہے جسے کر کے ہم آئندہ وہ قدر و منزلت حاصل کر لیں جو ہم ابھی تک حاصل نہیں کر سکے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا، ایسا کام تو اب بس ایک ہی ہے کہ تم ادھر چلے جاؤ اور ہاتھ سے روم کی سرحد کی طرف اشارہ فرمایا۔ چنانچہ وہ دونوں حضرات شام کی طرف چلے گئے اور وہاں ہی ان حضرات کا انتقال ہو گیا۔

Marfat.com

سردارانِ قریش فاروقِ اعظمؓ کے دروازے پر:

حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ کے دروازے پر کچھ لوگ آئے میں حضرت سہیل بن عمرو، حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہما اور بہت سے قریش کے بڑے سردار تھے۔ حضرت عمرؓ کا دربان باہر آیا اور حضرت صہیب، حضرت بلال اور حضرت عمار رضی اللہ عنہم جیسے بدری صحابہؓ کو اجازت دینے لگا۔ اللہ کی قسم! حضرت عمرؓ خود بدری تھے اور بدریوں سے بڑی محبت کرتے تھے اور ان کا خاص خیال رکھنے کی اپنے ساتھیوں کو تاکید کر رکھی تھی۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوسفیانؓ نے کہا، آج جیسا دن تو میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ یہ دربان ان غلاموں کو اجازت دے رہا ہے اور ہم بیٹھے ہوئے ہیں، ہمیں دیکھتا بھی نہیں ہے۔

حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سہیل بن عمرو بڑے اچھے اور سمجھدار آدمی تھے۔ انہوں نے کہا، اے لوگو! میں تمہارے چہروں پر ناگواری کے اثرات دیکھ رہا ہوں۔ اگر تم نے ناراض ہونا ہی ہے تو اپنے اوپر ناراض ہو۔ ان لوگوں کو بھی دعوت دی گئی تھی اور تمہیں بھی دعوت دی گئی تھی، انہوں نے دعوت جلدی مان لی، تم نے دیر سے مانی۔ اللہ کی قسم! تم امیرالمومنین کے اس دروازے میں ایک دوسرے سے زیادہ حرص کر رہے ہو اور یہ دروازہ تمہارے لئے آج کھلا بھی نہیں۔ تو اس دروازے کے ہاتھ میں نہ آنے سے زیادہ سخت تو دعوتِ اسلام کو قبول کر لینے اور دینی محنت میں لگنے کی فضیلت سے محروم ہونا ہے، جس فضیلت کی وجہ سے وہ تم سے آگے نکل گئے ہیں اور یہ لوگ جیسے کہ تم دیکھ رہے ہو تم سے آگے نکل گئے ہیں اور اللہ کی قسم! تم سے آگے بڑھ کر انہوں نے جو درجہ پالیا ہے، اب تم وہ کسی طرح حاصل نہیں کر سکتے ہو لہٰذا اب تم جہاد کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اس میں مسلسل لگے رہو۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں جہاد اور شہادت کا مرتبہ نصیب فرما دے۔ پھر حضرت سہیل بن عمرو کپڑے جھاڑتے ہوئے کھڑے ہوئے اور جہاد کے لئے ملک شام چلے گئے۔

حضرت حسنؒ فرماتے ہیں، حضرت سہیل نے سچ فرمایا۔ اللہ کی قسم! جو بندہ اللہ کی

Marfat.com

طرف چلنے میں جلدی کرتا ہے، اسے اللہ تعالیٰ دیر کرنے والے کی طرح نہیں بناتے ہیں۔ ۱

خالید بن ولیدؓ کے جنازہ میں:

حضرت ابو وائل کہتے ہیں کہ: جب حضرت خالدؓ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے فرمایا کہ میرے دل میں تمنا تھی کہ میں اللہ کے راستہ میں شہید ہو جاؤں لہٰذا جن جگہوں میں جانے سے شہادت مل سکتی تھی، میں ان تمام جگہوں میں گیا لیکن میرے لئے بستر پر مرنا ہی مقدر تھا۔ لا الٰہ الا اللہ کے بعد میرے نزدیک سب سے زیادہ امید والا عمل یہ ہے کہ میں نے ایک رات اس حال میں گزاری تھی کہ ساری رات صبح تک بارش ہوتی رہی اور میں ساری رات سر پر ڈھال لئے کھڑا رہا اور صبح کو ہم نے کافروں پر اچانک حملہ کر دیا۔ پھر فرمایا، جب میں مر جاؤں تو میرے ہتھیار اور گھوڑے کو ذرا خیال کر کے جمع کر لینا اور انہیں اللہ کے راستہ میں بطور سامان جنگ دے دینا۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو حضرت عمرؓ ان کے جنازے کے لئے باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ خاندان ولید کی عورتیں حضرت خالدؓ کے انتقال پر آنسو بہا سکتی ہیں، نہ تو گریبان پھاڑیں نہ چیخیں چلائیں۔ ۲

حضرت بلالؓ کو اجازت:

جب حضرت ابو بکرؓ کا انتقال ہو گیا تو حضرت بلالؓ نے حضرت عمرؓ سے جہاد میں جانے کی اجازت مانگی۔ حضرت عمرؓ نے ابو بکرؓ جیسا جواب دیا لیکن حضرت بلالؓ رکنے کے لئے تیار نہ ہوئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا، اے بلالؓ! اذان کے لئے کسے مقرر کروں؟ حضرت بلالؓ نے کہا، حضرت سعد قرظ کو کیونکہ وہ حضور ﷺ کے زمانے میں قباء میں اذان دیتے رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو اذان دینے کے لئے مقرر فرمایا اور یہ فیصلہ کر دیا کہ اس کے بعد ان کی اولاد اذان دے گی۔ ۳

---

۱ (کنز العمال ۷/ ۱۳۶، الاستیعاب ۲/ ۱۱۱، حیاۃ الصحابہؓ/ ۵۷۸)

۲ (الاصابہ فی معرفۃ الصحابہؓ/ ۴۱۴، حیاۃ الصحابہؓ/ ۵۸۲)

۳ (طبقات ابن سعد ۳/ ۱۲۸، حیاۃ الصحابہؓ/ ۵۸۳)

Marfat.com

تم یہاں کیوں رک گئے؟:

حضرت ابوزرعہ بن عمرو بن جریر فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک لشکر روانہ فرمایا۔ اس میں حضرت معاذ بن جبلؓ بھی تھے۔ جب وہ لشکر چلا گیا تو حضرت عمرؓ کی حضرت معاذؓ پر نگاہ پڑی۔ ان سے پوچھا، تم یہاں کیوں رک گئے؟ انہوں نے کہا، میں نے یہ سوچا کہ جمعہ کی نماز پڑھ کر پھر چلا جاؤں گا اور لشکر کو جاملوں گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، کیا تم نے حضور ﷺ سے یہ نہیں سنا کہ اللہ کے راستہ میں ایک صبح یا ایک شام دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔ [1]

جہاد چھوڑ کر کھیتی باڑی میں مشغول ہوجانے پر دھمکی:

حضرت یزید بن ابی حبیبؒ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ کو یہ خبر ملی کہ حضرت عبداللہ بن حر عنسیؓ نے ملک شام میں کھیتی کا کام شروع کردیا ہے تو حضرت عمرؓ نے ان سے وہ زمین لے لی اور دوسروں کو دے دی اور فرمایا، جو ذلت اور خواری ان بڑے لوگوں کی گردن میں پڑی ہوئی تھی، تم نے جاکر وہ اپنی گردن میں ڈال لی۔ [2]

چالیس دن کیوں پورے نہیں کیے؟:

حضرت یزید ابن حبیب کہتے ہیں کہ: ایک آدمی حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا، تم کہاں تھے؟ اس نے کہا، میں سرحد کی حفاظت کرنے گیا ہوا تھا۔ آپؓ نے اس سے پوچھا، تم نے وہاں کتنے دن لگائے؟ اس نے کہا، تیس دن۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، تم نے چالیس دن کیوں نہیں پورے کر لئے۔ [3]

اپنے آپ کو قابو میں رکھو:

حضرت ابن جریج فرماتے ہیں کہ: یہ بات مجھے ایسے شخص نے بتائی جسے میں سچا سمجھتا ہوں کہ حضرت عمرؓ ایک رات مدینہ کی گلیوں میں گشت کررہے تھے کہ آپؓ نے ایک

---

[1] (کنز العمال ۲/ ۲۸۹، حیاۃ الصحابہؓ ۱/ ۵۹۱)

[2] (کنز العمال ۲/ ۲۸۹، حیاۃ الصحابہؓ ۱/ ۵۹۱)

[3] (البدایۃ ۴/ ۱۵۷، حیاۃ الصحابہؓ ۱/ ۶۰۶)

عورت کو یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا:

تطاول ھٰذا اللّیل واسودَّ جانبۂ

وارّقنی ان لّا حبیب الاعبۂ

''یہ رات لمبی ہوگئی ہے اور اس کے کنارے کالے پڑ گئے اور مجھے اس وجہ سے نیند نہیں آرہی ہے کہ میرا کوئی محبوب نہیں جس سے میں کھیلوں۔''

فلو لا حذار اللّٰہِ لا شئ مثلہ

لزعزع من ھٰذا السّریر جوانبہ

''اگر اس اللہ کا ڈر نہ ہوتا جس کے مثل کوئی چیز نہیں ہے تو اس تخت کے تمام کنارے حرکت کر رہے ہوتے۔''

حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا، تجھے کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا کہ چند مہینوں سے میرا خاوند سفر میں گیا ہوا ہے اور میں اس کی بہت زیادہ مشاق ہو چکی ہوں۔ حضرت عمرؓ نے کہا، کہیں تیرا برائی کا ارادہ تو نہیں؟ اس عورت نے کہا، اللہ کی پناہ۔ حضرت عمرؓ نے کہا، اپنے آپ کو قابو میں رکھو، میں ابھی اس کے پاس ڈاک کا آدمی بھیج دیتا ہوں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اسے بلانے کے لئے آدمی بھیج دیا اور خود اپنی بیٹی حضرت حفصہؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا، میں تم سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں جس نے مجھے پریشان کر دیا ہے، تم میری وہ پریشانی دور کر دو۔ اور وہ یہ ہے کہ کتنے عرصہ میں عورت اپنے خاوند کی مشاق ہو جاتی ہے؟ حضرت حفصہؓ نے اپنا سر جھکا لیا اور ان کو شرم آ گئی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، حق بات کو بیان کرنے سے اللہ نہیں شرماتے ہیں۔ حضرت حفصہؓ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ تین مہینے ورنہ چار مہینے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے تمام علاقوں میں یہ خط بھیجا کہ لشکروں کو گھر سے باہر چار مہینے سے زیادہ نہ روکا جائے (اگر اجازت لیں)۔ [1]

---

[1] (کنز العمال ۸/۳۰۸، حیاۃ الصحابہ ۱/۶۰۶)

Marfat.com

لوگ غلط کہتے ہیں:

حضرت مدرک بن عوف احمسیؒ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ میں حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں حضرت نعمان بن مقرنؓ کا قاصد ان کے پاس آیا۔ اس سے حضرت عمرؓ نے لوگوں کے بارے میں پوچھا تو اس نے شہید ہونے والے مسلمانوں کا تذکرہ کیا اور یوں کہا کہ فلاں اور فلاں شہید ہو گئے اور بہت سے ایسے لوگ بھی شہید ہو گئے جن کو ہم نہیں جانتے تھے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا لیکن اللہ تو ان کو جانتا ہے۔ لوگوں نے کہا، ایک آدمی نے یعنی حضرت عوف بن ابی حیہ اسلمی ابو شبیلؓ نے تو اپنے آپ کو خرید ہی لیا۔ حضرت مدرک بن عوف نے کہا، اے امیر المومنین! لوگ میرے اس ماموں کے بارے میں یہ گمان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، یہ لوگ غلط کہتے ہیں۔ اس آدمی نے تو دنیا دے کر آخرت کے اعلیٰ درجات کو خریدا ہے۔

حضرت عوف اس دن روزہ سے تھے اور اسی حال میں زخمی ہوئے۔ ابھی کچھ جان باقی تھی کہ انہیں میدان جنگ سے اٹھا کر لایا گیا۔ پانی پینے سے انہوں نے انکار کر دیا اور یونہی روزہ کی حالت میں جان دے دی۔ [1]

اب جہالت کوئی عذر نہیں رہا:

حضرت احوص بن حکیم بن عمیر عنسیؒ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ نے لشکروں کے امیروں کو یہ خط لکھا کہ دین کی سمجھ حاصل کرتے رہو کیونکہ اب اسلام پھیل گیا ہے اور سکھانے والے اب بہت ہیں لہٰذا اب جہالت کوئی عذر نہیں رہا۔ اس لئے اب اگر کوئی باطل کو حق سمجھ کر اختیار کر لے گا یا حق کو باطل سمجھ کر چھوڑ دے گا تو وہ معذور شمار نہیں ہوگا بلکہ اسے نہ سیکھنے کی وجہ سے سزا دی جائے گی۔ [2]

اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے:

حضرت ابوالبختری طائی فرماتے ہیں کہ: کچھ لوگ مختار بن ابی عبید کے والد

---

[1] (البدایۃ فی معرفۃ الصحابہؓ ۴/۱۲۲، حیاۃ الصحابہؓ ۱/۶۱۱)

[2] (کنز العمال ۵/ ۲۲۸، حیاۃ الصحابہؓ ۱/ ۶۲۵)

Marfat.com

حضرت ابوالمختار کے پاس کوفہ میں جسر ابی عبید پر جمع تھے جہاں حضرت ابوعبید ثقفیؓ ۱۳ھ میں اپنے لشکر سمیت شہید ہوئے تھے اور حضرت ابوعبید کے لشکر کے تمام آدمی شہید کر دیئے گئے تھے، صرف دو یا تین آدمی بچے تھے۔ انہوں نے اپنی تلواریں لے کر اس زور سے دشمن پر حملہ کیا کہ ان کی صفیں چیر کر باہر نکل آئے اور یوں بچ گئے اور پھر یہ تینوں حضرات مدینہ آئے۔

ایک مرتبہ یہ تینوں حضرات ان شہید ہونے والوں کا تذکرہ کر رہے تھے کہ اتنے میں حضرت عمرؓ باہر نکلے اور انہوں نے کہا کہ مجھے بتاؤ تم لوگ ان کے بارے میں کیا کہہ رہے تھے؟ انہوں نے کہا، ہم ان کے بارے میں استغفار کر رہے تھے اور ان کے لئے دُعا کر رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، تو تم نے ان کے بارے میں جو کہا تھا، وہ مجھے بتا دو ورنہ میں تمہیں سخت سزا دوں گا۔ انہوں نے کہا، ہم نے ان کے بارے میں کہا تھا کہ یہ لوگ شہید ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اس ذات کی قسم! جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور اس ذات کی قسم! جس نے حضرت محمد ﷺ کو حق دے کر بھیجا اور جس کے حکم کے بغیر قیامت قائم نہیں ہو گی۔ اللہ کے نبی کے علاوہ اور کسی بھی مرنے والے کو اللہ کے ہاں کیا ملا ہے اسے کوئی بھی زندہ انسان نہیں جانتا ہے البتہ اللہ کے نبی کے بارے میں یقیناً معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ اس ذات کی قسم! جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اس ذات کی قسم! جس نے حق اور ہدایت دے کر محمدؐ کو بھیجا، جس کے حکم کے بغیر قیامت قائم نہ ہو گی۔ کوئی آدمی ریا اور شہرت کی وجہ سے لڑتا ہے، کوئی آدمی قومی غیرت کی وجہ سے لڑتا ہے اور کوئی دنیا حاصل کرنے کے لئے لڑتا ہے اور کوئی مال لینے کے لئے اور ان تمام لڑنے والوں کو اللہ کے ہاں وہی اجر ملے گا جو ان کے دلوں میں ہے۔ ؎۱

بہادری اور بزدلی:

حضرت مسروقؒ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کی مجلس میں شہیدوں کا تذکرہ آیا تو حضرت عمرؓ نے لوگوں سے پوچھا، تم شہید کسے سمجھتے ہو؟ لوگوں نے کہا، اے امیر

؎۱ (کنز العمال ۲/۲۹۲، حیاۃ الصحابہؓ ۱/۶۳۳)

المومنین! ان جنگوں میں جو مسلمان قتل ہو رہے ہیں، وہ سب شہید ہیں۔ اس پر آپؓ نے فرمایا، پھر تو تمہارے شہداء بہت ہو جائیں گے میں تمہیں اس بارے میں بتاتا ہوں۔ بہادری اور بزدلی لوگوں کی طبعی چیزیں ہیں۔ اللہ جس کی طبیعت جیسی چاہیں بنادیں۔ بہادر آدمی تو جذبہ سے لڑتا ہے اور اپنے گھر والوں کے پاس واپس جانے کی پرواہ بھی نہیں کرتا اور بزدل آدمی اپنی بیوی کی وجہ سے میدان جنگ سے بھاگ جاتا ہے اور شہید وہ ہے جو اللہ سے اجر و ثواب لینے کی نیت سے اپنی جان پیش کرے اور کامل مہاجر وہ ہے جو ان تمام چیزوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ نے روکا ہے اور کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے سارے مسلمان محفوظ رہیں۔[1]

جان دینے والا عامل:

حضرت معقل بن یسار کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے ہرمزان (ایرانی لشکر کا سپہ سالار جو مسلمانوں سے شکست کھا کر حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا تھا) سے مشورہ فرمایا کہ میں جہاد کہاں سے شروع کروں؟ فارس سے یا آذربائیجان سے یا اصفہان سے تو ہرمزان نے کہا کہ فارس اور آذربائیجان تو دو پر ہیں اور اصفہان سر ہے۔ اگر تم ایک پر کاٹ دو گے تو دوسرا کام دیتا رہے گا اور اگر تم سر کاٹ دو گے تو دونوں پر بیکار ہو جائیں گے، اس لئے آپؓ سر سے یعنی اصفہان سے شروع کریں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ مسجد میں تشریف لے گئے، وہاں حضرت نعمان بن مقرنؓ نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمرؓ ان کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ جب انہوں نے اپنی نماز پوری کر لی تو ان سے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں تم کو اپنا عامل بنانا چاہتا ہوں تو حضرت نعمانؓ نے فرمایا کہ مال جمع کرنے والا عامل تو میں بننا نہیں چاہتا ہوں البتہ جان دینے والا عامل بننے کو تیار ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، جان دینے والا عامل بنانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان کو اصفہان لشکر کا امیر بنا کر بھیجا۔

حضرت مغیرہ نے حضرت نعمانؓ سے کہا، اللہ آپؓ پر رحم فرمائے، لوگوں پر دشمن کی

---

[1] (کنزالعمال ۲/۲۹۲، حیاۃ الصحابہ ۱/۶۳۴)

Marfat.com

طرف سے تیزی سے تیر آ رہے ہیں اس لئے آپؓ دشمن پر جوابی حملہ کر دیں۔ حضرت نعمانؓ نے کہا، اللہ کی قسم! آپ تو بہت سے فضائل ومناقب والے ہیں۔ میں کئی جنگوں میں حضورؐ کے ساتھ شریک ہوا ہوں۔ آپؐ کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ جب دن کے شروع میں لڑائی شروع نہ فرماتے تو پھر لڑائی کو مؤخر فرماتے یہاں تک کہ سورج ڈھل جاتا، ہوائیں چل پڑتیں اور مدد اترنے لگتی۔ پھر حضرت نعمانؓ نے فرمایا، میں اپنے جھنڈے کو تین مرتبہ ہلاؤں گا۔ جب پہلی مرتبہ ہلاؤں گا تو ہر آدمی قضائے حاجت سے فارغ ہو کر وضو کر لے اور جب دوسری مرتبہ ہلاؤں تو ہر آدمی اپنے ہتھیار اور تسمے وغیرہ کو دیکھ کر ٹھیک کر لے، پھر جب تیسری مرتبہ ہلاؤں تو تم سب حملہ کر دینا اور کوئی بھی کسی دوسرے کی طرف متوجہ نہ ہو حتیٰ کہ اگر نعمان بھی قتل ہو جائے تو کوئی اس کی طرف متوجہ نہ ہو اور اب میں اللہ تعالیٰ سے دُعا کروں گا، تم میں سے ہر آدمی اس پر ضرور آمین کہے۔ اس کی میری طرف سے پوری تاکید ہے۔ پھر یہ دُعا مانگی۔

''اے اللہ! آج نعمان کو شہادت کی موت نصیب فرما اور مسلمانوں کی مدد فرما اور انہیں فتح نصیب فرما۔''

پھر اپنا جھنڈا پہلی مرتبہ ہلایا، تھوڑی دیر کے بعد دوسری مرتبہ ہلایا، اس کے تھوڑی دیر بعد تیسری مرتبہ ہلایا۔ پھر اپنی زرہ پہنی، پھر انہوں نے حملہ کر دیا اور سب سے پہلے زخمی ہو کر زمین پر گر پڑے۔ حضرت معقل فرماتے ہیں کہ میں ان کے پاس گیا لیکن مجھے ان کی تاکید یاد آ گئی اس لئے میں ان کی طرف متوجہ نہیں ہوا البتہ ان کے پاس ایک نشانی رکھ کر چلا گیا اور جب ہم دشمن کے کسی آدمی کو قتل کرتے تو اس کے ساتھی ہم سے لڑنا چھوڑ کر اسے اٹھا کر لے جانے میں لگ جاتے اور دشمن کا سردار ذوالحاجبین اپنے خچر سے بری طرح گرا اور اس کا پیٹ پھٹ گیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دے دی۔ پھر میں حضرت نعمانؓ کے پاس آیا۔ ابھی کچھ جان ان میں باقی تھی اور میرے پاس ایک برتن میں پانی تھا جس سے میں نے ان کے چہرے سے مٹی کو دھویا تو انہوں نے پوچھا، تم کون ہو؟ میں نے کہا، معقل

Marfat.com

بن یسار۔ پھر انہوں نے پوچھا، مسلمانوں کا کیا ہوا؟ میں نے کہا، اللہ نے ان کو فتح نصیب فرما دی۔ انہوں نے کہا، الحمدللہ (اللہ کا شکر ہے) یہ بات حضرت عمرؓ کو لکھ کر بھیج دو اور پھر ان کی روح پرواز کر گئی۔ ۱؎

میں تمہارا مرکز ہوں:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: حضرت عبداللہ بن زیدؓ جب واپس آئے تو میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو زور سے یہ فرماتے ہوئے سنا، اے عبداللہ بن زید! کیا خبر ہے؟ اس وقت حضرت عمرؓ مسجد کے اندر تھے اور حضرت عبداللہ بن زیدؓ میرے حجرے کے دروازے کے پاس سے گزر رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، اے عبداللہ بن زیدؓ! تمہارے پاس کیا خبر ہے؟ انہوں نے کہا، اے امیر المومنین! میں خبر لے کر آپؓ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہوں۔ جب وہ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچ گئے تو انہوں نے مسلمانوں کے سارے حالات سنائے۔ میں نے کسی واقعہ کی ان سے زیادہ اچھی اور زیادہ تفصیلی کارگزاری سنانے والا نہیں سنا۔ جب شکست کھائے ہوئے مسلمان آئے اور حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ میدان جنگ سے بھاگ آنے کی وجہ سے مہاجرین اور انصار مسلمان گھبرائے ہوئے ہیں تو فرمایا، اے مسلمانوں کی جماعت! تم نہ گھبراؤ، میں تمہارا مرکز ہوں، تم میرے پاس بھاگ کر آئے ہو۔ یہ میدان جنگ سے بھاگنا نہیں ہے بلکہ یہ تو تیاری کر کے دوبارہ میدان جنگ میں جانے کے لئے ہے۔ ۲؎

میں تو اسی علاقہ میں جاؤں گا:

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰؒ فرماتے ہیں کہ: حضرت سعد بن عبید حضور ﷺ کے صحابہؓ میں سے تھے اور جس دن حضرت ابوعبیدؓ شہید ہوئے تھے، اس دن یہ میدان جنگ سے بھاگ گئے تھے اور ان کو قاری کہا جاتا تھا اور حضورؐ کے صحابہؓ میں سے اور کسی کو قاری

۱؎ (ابن جریر الطبری ۴/۲۴۹، حیاۃ الصحابہؓ ۱/۶۵۱

۲؎ (ابن جریر الطبری ۴/۷۰، حیاۃ الصحابہؓ ۱/۷۳۲)

Marfat.com

نہیں کہا جاتا تھا۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت سعد بن عبیدؓ سے فرمایا، کیا آپ شام جانا چاہتے ہیں؟ کیونکہ وہاں مسلمان کمزور ہو گئے ہیں اور دشمن ان پر جری ہو گئے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ آپؓ شام جا کر اپنے بھاگنے کا گناہ دھولیں۔ حضرت سعدؓ نے کہا نہیں میں تو اسی علاقہ میں جاؤں گا جہاں سے بھاگ کر آیا تھا اور اسی دشمن کے مقابلہ میں جاؤں گا جس نے میرے ساتھ ایسا معاملہ کیا۔ (جس سے میں بھاگنے پر مجبور ہو گیا) چنانچہ حضرت سعد قادسیہ چلے گئے اور وہاں جا کر شہید ہو گئے۔ [1]

ہمارے مزدور کا کیا ہوا؟:

حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ: ایک طاقتور جوان مسجد میں آیا، اس کے ہاتھ میں لمبے لمبے تیر تھے اور وہ کہہ رہا تھا کہ اللہ کے راستے میں جانے کے لئے کون میری مدد کرے گا؟ حضرت عمرؓ نے اسے بلایا۔ لوگ اسے لے کر حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔ آپؓ نے فرمایا کہ اپنے کھیت میں کام کرانے کے لئے کون اسے مجھ سے مزدوری پر لیتا ہے؟ ایک انصاری نے کہا، اے امیر المومنین! میں لیتا ہوں۔ آپؓ نے فرمایا، ہر مہینے اسے کتنی تنخواہ دو گے؟ اس انصاری نے کہا اتنی دوں گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اسے لے جاؤ۔ چنانچہ اس نوجوان نے اس انصاری کے کھیت میں کئی مہینے کام کیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے اس انصاری سے پوچھا کہ ہمارے مزدور کا کیا ہوا؟ اس نے کہا، اے امیر المومنین! وہ بہت نیک آدمی ہے۔ آپؓ نے فرمایا کہ اسے بھی میرے پاس لے آؤ اور اس کی جتنی تنخواہ جمع ہو گئی ہے، وہ بھی میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ وہ انصاری اس نوجوان کو بھی لائے اور اس کے ساتھ درہموں کی ایک تھیلی بھی لائے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، لو یہ تھیلی، اب اگر تم چاہو تو ان دراہم کو لے کر غزوہ میں چلے جاؤ اور اگر چاہو تو گھر بیٹھ جاؤ۔ [2]

اُمّ سلیط اس کی زیادہ حقدار ہیں:

حضرت ثعلبہ بن ابی مالکؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک مرتبہ

---

[1] (حیاۃ الصحابہؓ ۳/۷۳۳) [2] (کنز العمال ۲/۲۱۷، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۷۳)

مدینہ کی عورتوں میں اونی چادریں تقسیم فرمائیں تو ایک چادر بچ گئی۔ تو ایک آدمی جو آپؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا، اے امیرالمومنین! حضورﷺ کی نواسی جو آپؓ کے نکاح میں ہے، یہ چادر اسے دے دیں یعنی حضرت علیؓ کی صاحبزادی حضرت اُمّ کلثومؓ کو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حضرت اُمّ سلیطؓ اس چادر کی زیادہ حقدار ہیں اور حضرت اُمّ سلیطؓ انصار کی ان عورتوں میں سے تھیں جنہوں نے حضورﷺ سے بیعت کی تھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حضرت اُمّ سلیطؓ غزوۂ اُحد میں ہمارے لئے مشکیزے لایا کرتی تھیں یا سیا کرتی تھیں۔ [1]

ابن عمرؓ کی بیوی سے زیادہ حقدار:

حضرت حمزہ بن سعیدؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس چند اونی چادریں لائی گئیں۔ ان میں ایک بہت عمدہ اور بڑی چادر تھی۔ کسی نے کہا کہ اس کی قیمت تو اتنی ہوگی یعنی بہت زیادہ قیمت بتائی۔ آپؓ اسے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی بیوی حضرت صفیہ بنت ابی عبیدؓ کے پاس بھیج دیں۔ ان دنوں حضرت صفیہ نکاح کے بعد حضرت ابن عمرؓ کے گھر نئی آئی تھیں (یعنی ابھی رخصتی ہوئی تھی وہ دلہن تھیں) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں یہ چادر ایسی عورت کے پاس بھیجوں گا جو ابن عمرؓ کی بیوی سے زیادہ اس کی حقدار ہو اور وہ ہیں اُمّ عمارہ نسیبہ بنت کعبؓ۔ میں نے حضورﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جنگ اُحد کے دن میں دائیں بائیں جس طرف بھی منہ کرتا، مجھے اُمّ عمارہ بچانے کے لئے اس طرف لڑتی ہوئی نظر آتی۔ [2]

آپؓ خلیفہ ہیں:

حضرت سفیان بن ابی العوجاءؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ فرمایا، خدا کی قسم! مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ ہوں؟ اگر میں بادشاہ ہوں تو یہ بڑے خطرے کی بات ہے۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا، ان دونوں میں تو بڑا فرق ہے۔ خلیفہ تو ہر چیز حق کی وجہ سے لیتا ہے اور پھر اسے حق میں ہی خرچ کرتا ہے اور اللہ کے

[1] (کنزالعمال ۷/ ۹۷، بخاری) [2] (کنزالعمال ۷/ ۹۸، حیاۃ الصحابہؓ ۱/ ۷۵۵)

Marfat.com

فضل سے آپؓ ایسے ہی ہیں اور بادشاہ لوگوں پر ظلم کرتا ہے۔ ایک سے زبردستی لیتا ہے اور دوسرے کو ناحق دیتا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے۔ ۱؎

میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ؟:

حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا کہ میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ؟ حضرت سلمانؓ نے ان سے کہا، اگر آپؓ نے مسلمانوں کی زمین سے ایک درہم یا اس سے کم و بیش ظلماً لیا ہے اور پھر اسے ناحق خرچ کیا ہے تو آپؓ بادشاہ ہیں خلیفہ نہیں ہیں۔ اس پر حضرت عمرؓ رو پڑے۔ ۲؎

توراۃ میں خلافت فاروقیؓ کا تذکرہ:

قبیلہ بنو اسد کے ایک آدمی کہتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کی مجلس میں موجود تھا۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا جن میں حضرت طلحہ، حضرت سلمان، حضرت زبیر اور حضرت کعب رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ فرمایا کہ میں تم سے ایک چیز کے بارے میں پوچھنے لگا ہوں، تم مجھے غلط جواب نہ دینا ورنہ مجھے اور اپنے آپ کو ہلاک کر دو گے۔ میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ؟ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے فرمایا، آپؓ ہم سے ایسی بات پوچھ رہے ہیں جسے ہم جانتے نہیں ہیں۔ ہمیں معلوم نہیں ہے کہ خلیفہ اور بادشاہ میں کیا فرق ہے؟ حضرت سلمانؓ نے کہا، میں پورے انشراح صدر کے ساتھ گواہی دیتا ہوں کہ آپؓ خلیفہ ہیں اور بادشاہ نہیں ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اگر تم یہ بات کہہ رہے ہو تو تمہیں ایسے فیصلہ کن انداز میں یہ بات کہنے کا حق ہے کیونکہ تم حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے۔ پھر حضرت سلمانؓ نے کہا، میں نے یہ بات اس وجہ سے کہی ہے کہ آپؓ رعایا میں انصاف کرتے ہیں اور ان میں ہر چیز برابر تقسیم کرتے ہیں اور ان کے ساتھ ایسی شفقت و محبت کا معاملہ کرتے ہیں جیسے کوئی آدمی

۱؎ (طبقات ابن سعد ۳/ ۲۲۱، حیاۃ الصحابہؓ ۲/ ۵۷)

۲؎ (منتخب کنز العمال ۴/ ۳۸۳، حیاۃ الصحابہؓ ۲/ ۵۷)

Marfat.com

اپنے گھر والوں کے ساتھ کرتا ہے اور آپؓ ہر فیصلہ اللہ کی کتاب کے مطابق کرتے ہیں۔ اس پر حضرت کعبؓ نے فرمایا، میرا خیال نہیں تھا کہ اس مجلس میں میرے علاوہ بھی کوئی آدمی ایسا ہے جو خلیفہ اور بادشاہ کے فرق کو جانتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت سلمانؓ کو حکمت اور علم سے بھرا ہوا ہے۔

پھر حضرت کعبؓ نے فرمایا، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپؓ خلیفہ ہیں اور بادشاہ نہیں ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، آپؓ یہ گواہی کس بنیاد پر دے رہے ہیں؟ حضرت کعبؓ نے کہا، میں آپؓ کا ذکر اللہ کی کتاب یعنی تورات میں پاتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا، کیا اس میں میرا ذکر میرے نام کے ساتھ ہے؟ حضرت کعبؓ نے کہا، نہیں بلکہ آپؓ کا ذکر آپؓ کی صفات کے ساتھ ہے۔ چنانچہ تورات میں اس طرح ہے کہ پہلے نبوت ہوگی، پھر نبوت کے طریقے پر خلافت اور رحمت ہوگی، پھر نبوت کے طریقے پر خلافت اور رحمت ہوگی، اس کے بعد ایسی بادشاہت ہوگی جس میں کچھ ظلم بھی ہوگا۔ [1]

مجھے برائی سے روکو:

حضرت سعید بن مسیبؒ کہتے ہیں کہ: جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے حضورؐ کے منبر پر کھڑے ہو کر بیان فرمایا۔ پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان کی، پھر فرمایا:

"اے لوگو! مجھے معلوم ہے کہ تم لوگ مجھ میں سختی اور درشتی دیکھتے ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں حضورؐ کے ساتھ ہوتا تھا۔ میں آپؐ کا غلام اور خادم تھا اور آپؐ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے جیسے فرمایا ہے۔

﴿بالمؤمنین رء وف رّحیم﴾

ایمان داروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق مہربان ہیں۔ آپؐ واقعی ایسے ہی بڑے ہی شفیق اور مہربان تھے۔ اس لئے میں آپؐ کے سامنے سُتی ہوئی ننگی تلوار کی طرح رہتا تھا۔ اگر آپؐ مجھے نیام میں ڈال دیتے یا

---

[1] (منتخب کنز العمال ۴/۳۸۹، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۵۷)

Marfat.com

مجھے کسی کام سے روک دیتے تو میں رک جاتا ورنہ میں آپ کی نرمی کی وجہ سے لوگوں کے ساتھ سختی سے پیش آتا۔ حضور ﷺ کی زندگی میں میرا یہی طرز رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو اپنے ہاں بلا لیا اور دنیا سے جاتے وقت حضورؐ مجھ سے راضی تھے۔ میں اس پر اللہ کا بہت شکر ادا کرتا ہوں اور اسے اپنی بڑی سعادت سمجھتا ہوں۔ پھر حضورؐ کے بعد ان کے خلیفہ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ میرا یہی رویہ رہا۔ آپ لوگ ان کے کرم، تواضع اور نرم مزاجی کو جانتے ہی ہیں، میں ان کا خادم تھا اور ان کے سامنے ستی ہوئی تلوار کی طرح رہتا تھا۔ میں اپنی سختی کو ان کی نرمی کے ساتھ ملا دیتا تھا۔ اگر وہ کسی معاملہ میں خود پہل کر لیتے تو میں رک جاتا ورنہ میں اقدام کر لیتا اور ان کے ساتھ میرا یہی رویہ رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا سے اٹھا لیا اور دنیا سے جاتے وقت وہ مجھ سے راضی تھے۔ میں اس پر اللہ کا بڑا شکر ادا کرتا ہوں اور میں اسے اپنی بڑی سعادت سمجھتا ہوں اور آج تمہارا مسئلہ میری طرف منتقل ہو گیا ہے کیونکہ میں خلیفہ بنا دیا گیا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ بعض لوگ یہ کہیں گے کہ جب خلیفہ دوسرے تھے (عمرؓ نہیں تھے) تو یہ ہم پر سختی کیا کرتے تھے۔ جب جب کہ یہ خود خلیفہ بن گئے ہیں تو اب ان کی سختی کا کیا حال ہوگا۔ تم پر واضح ہو جانا چاہئے کہ تمہیں میرے بارے میں کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم مجھے پہچانتے بھی ہو اور تم لوگ میرا تجربہ بھی کر چکے ہو اور اپنے نبیؐ کی سنت جتنی میں جانتا ہوں، اتنی تم بھی جانتے ہو اور حضورؐ سے میں نے ہر بات پوچھ رکھی ہے۔ اب مجھے ضرورت کی کسی بات کے نہ پوچھنے پر ندامت نہیں ہے۔ تم اچھی طرح سے سمجھ لو کہ اب جب کہ

میں خلیفہ بن گیا ہوں تو اب میری سختی جو تم دیکھتے تھے، کئی گنا بڑھ گئی ہے لیکن یہ سختی اس انسان کے خلاف ہوگی جو ظلم اور زیادتی کرے گا اور یہ سختی طاقتور مسلمان سے حق لے کر کمزور مسلمان کو دینے کے لئے ہوگی اور میں اپنی اس سختی کے باوجود اپنا رخسار تمہارے ان لوگوں کے لئے بچھا دوں گا جو پاک دامن ہوں گے اور غلط کاموں سے رکیں گے اور بات مانیں گے اور مجھے اس بات سے بھی انکار نہیں ہے کہ اگر میرے اور تم میں سے کسی کے درمیان کسی فیصلہ کے بارے میں اختلاف ہو جائے تو تم جسے پسند کرو میں اس کے ساتھ اس کے پاس چلا جاؤں گا اور وہ ثالث میرے اور اس کے درمیان جو فیصلہ کرے گا، وہ مجھے منظور ہوگا۔ اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور اپنے بارے میں اس طرح میری مدد کرو کہ میرے پاس ادھر ادھر کی ساری باتیں نہ لاؤ اور میرے نفس کے خلاف میری اس طرح مدد کرو کہ جب ضرورت پیش آئے تو مجھے نیکی کا حکم کرو اور مجھے برائی سے روکو اور تمہارے جن اُمور کا اللہ نے مجھے والی بنادیا ہے، ان میں تم میرے ساتھ پوری خیر خواہی کرو۔“

پھر آپؓ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔ [1]

فاروقِ اعظمؓ کی ہیبت:

حضرت محمد بن زیدؒ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم جمع ہوئے اور ان میں حضرت عمرؓ کے سامنے بات کرنے میں سب سے زیادہ جری حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ تھے۔ چنانچہ ان حضرات نے اُن سے کہا، اے عبدالرحمٰنؓ! کیا ہی اچھا ہو کہ آپؓ لوگوں کے

---

[1] (کنز العمال ۳/۱۴۷، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۵۸)

Marfat.com

بارے میں امیر المومنین سے بات کرلیں اوران سے یہ کہیں کہ بہت سے حاجت مند لوگ آتے ہیں لیکن آپؓ کی ہیبت کی وجہ سے آپؓ سے بات نہیں کر پاتے ہیں اوراپنی ضرورت پوری کئے بغیر ہی واپس چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا، اے امیر المومنین! آپؓ لوگوں کے ساتھ نرمی اختیار فرمائیں کیونکہ بہت سے ضرورت مند آپؓ کے پاس آتے ہیں لیکن آپؓ کے رعب اورہیبت کی وجہ سے آپؓ سے بات نہیں کر پاتے ہیں اور آپؓ سے اپنی ضرورت کہے بغیر ہی واپس چلے جاتے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا، میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم نے یہ بات کرنے کو کہا ہے؟ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا، جی ہاں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اے عبدالرحمٰنؓ! اللہ کی قسم! میں نے لوگوں کے ساتھ اتنی نرمی اختیار کی کہ اس نرمی پر اللہ سے ڈرنے لگا کہ کہیں وہ اس نرمی پر پکڑ نہ فرمالے۔ پھر میں نے لوگوں پر اتنی سختی اختیار کی کہ اس سختی پر اللہ سے ڈرنے لگا کہ کہیں وہ اس سختی پر میری پکڑ نہ فرمالے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ چھٹکارا کی کیا صورت ہے؟ حضرت عبدالرحمٰنؓ وہاں سے روتے ہوئے چادر گھسیٹتے ہوئے اٹھے اور ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہہ رہے تھے، ہائے افسوس! آپؓ کے بعد ان کا کیا بنے گا۔ ۱؎

لوگوں پر شفقت:

ابن عساکر حضرت ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ: جب حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنایا گیا تو ان سے ایک صاحب نے کہا کہ بعض لوگوں نے اس بات کی کوشش کی یہ خلافت آپؓ کو نہ ملے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، کس وجہ سے؟ اس نے کہا، ان کا یہ خیال تھا کہ آپؓ بہت سخت ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے میرا دل لوگوں کی شفقت سے بھر دیا اور لوگوں کے دل میں میرا رعب بھر دیا۔ ۲؎

۱؎ (طبقات ابن سعد ۳/۲۰۶، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۶۱)

۲؎ (منتخب کنز العمال ۴/۳۸۲، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۶۱)

فاروقِ اعظمؓ کی دانش مندی:

حضرت شعبیؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کا انتقال ہوا تو اس وقت قریش کے بعض خاص حضرات ان سے اکتا چکے تھے کیونکہ حضرت عمرؓ نے ان کو مدینہ میں روک رکھا تھا اور ان کے باہر جانے پر پابندی لگا رکھی تھی اور ان پر خوب خرچ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھے اس اُمت کے بارے میں سب سے زیادہ خطرہ تمہارے مختلف شہروں میں پھیلنے سے معلوم ہوتا ہے۔ (حضرت عمرؓ نے یہ پابندی مہاجرین میں سے بعض خاص حضرات پر لگا رکھی تھی) اور مہاجرین کے ان خاص حضرات کے علاوہ اور اہل مکہ پر یہ پابندی حضرت عمرؓ نے نہیں لگائی تھی۔ چنانچہ جن مہاجرین کو حضرت عمرؓ نے مدینہ رہنے کا پابند بنا رکھا تھا، ان میں سے کوئی جہاد میں جانے کی اجازت مانگتا تو اس سے فرماتے کہ تم حضورؐ کے ساتھ جو غزوات کے سفر کر چکے ہو، وہ منزل مقصود یعنی جنت کے اعلیٰ درجات تک پہنچنے کے لئے کافی ہیں۔ آج تو غزوہ میں جانے سے تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ یہاں مدینہ ہی میں رہو۔ نہ تم دنیا کو دیکھو اور نہ دنیا تمہیں دیکھے۔

(حضرت عمرؓ کا مقصد یہ تھا کہ یہ چند خاص حضرات اگر مختلف علاقوں میں چلے جائیں گے تو وہاں کے مسلمان ان کی ہی صحبت پر اکتفاء کر لیں گے اور مدینہ نہیں آیا کریں گے اور یوں ان کا امیر المومنین سے اور مرکز اسلام سے تعلق کمزور ہو جائے گا۔ اگر یہ حضرات مدینہ ہی میں رہیں گے تو ساری دنیا کے مسلمان مدینہ آیا کریں گے اور اس طرح ان کا امیر المومنین اور مرکزِ اسلام سے تعلق مضبوط ہوتا رہے گا اور یوں مسلمانوں میں فکر اور محنت اور ساری ترتیب میں یکسانیت رہے گی)

جب حضرت عثمانؓ خلیفہ بنے تو انہوں نے ان حضرات سے یہ پابندی اٹھا لی اور انہیں جانے کی اجازت دے دی۔ یہ حضرات مختلف علاقوں میں پھیل گئے اور وہاں کے مسلمانوں نے ان حضرات کی صحبت پر ہی اکتفاء کر لیا۔

اس حدیث کے راوی حضرت محمد اور حضرت طلحہ کہتے ہیں کہ یہ سب سے پہلی کمزوری تھی جو اسلام میں داخل ہوئی اور یہی سب سے پہلا فتنہ تھا جو عوام میں پیدا ہوا کہ

Marfat.com

مقامی حضرات سے تعلق زیادہ ہو گیا اور امیر المومنین اور مرکزِ اسلام سے تعلق کم ہو گیا۔ ۱؎

حضرت زبیرؓ پر پابندی:

حضرت قیس بن ابی حازم کہتے ہیں کہ: حضرت زبیرؓ حضرت عمرؓ کی خدمت میں جہاد میں جانے کی اجازت لینے کے لئے آئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، تم اپنے گھر میں بیٹھے رہو، تم حضورؐ کے ساتھ بہت غزوے کر چکے ہو۔ حضرت زبیرؓ بار بار اصرار کرنے لگے۔ تیسری یا چوتھی مرتبہ کے اصرار پر حضرت عمرؓ نے فرمایا، اپنے گھر میں بیٹھ جاؤ کیونکہ اللہ کی قسم! میں دیکھ رہا ہوں کہ اگر تم اور تمہارے ساتھی نکل کر اطراف مدینہ میں چلے جاؤ گے تو تم لوگ حضرت محمد ﷺ کے صحابہؓ کے خلاف فتنہ پیدا کر دو گے۔ ۲؎

حضورؐ سے رشتہ کا تعلق:

حضرت ابو جعفرؒ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت علی بن ابی طالبؓ کو ان کی صاحبزادی حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام دیا تو حضرت علیؓ نے کہا، میں نے یہ طے کر رکھا ہے کہ اپنی بیٹیوں کی شادی صرف جعفر کے بیٹوں سے ہی کروں گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اے علیؓ! تم اس سے میری شادی کر دو کیونکہ روئے زمین پر کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جو آپؓ کی اس بیٹی کے ساتھ اچھی زندگی گزار کر وہ اعلیٰ فضیلت حاصل کرنا چاہتا ہو جو میں حاصل کرنا چاہتا ہوں اور اس فضیلت کو حضرت عمرؓ نے آگے جا کر بیان فرمایا ہے۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا، اچھا میں نے اس بیٹی کا آپؓ سے نکاح کر دیا۔

مہاجرین میں سے حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت طلحہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم حضرت عمرؓ کے مشورے والے حضرات تھے اور یہ حضرات ہر وقت مسجد نبوی میں قبر نبوی اور منبر شریف کے درمیان بیٹھے رہتے تھے۔ جب اطرافِ عالم سے کوئی بات حضرت عمرؓ کے پاس آیا کرتی تو وہ آ کر ان کو بتایا کرتے اور اس

۱؎ (کنز العمال ۷/۱۳۹، ابن جریر الطبری ۵/۱۳۴، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۶۱)

۲؎ (الحاکم ۳/۱۲۰، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۶۲)

Marfat.com

کے بارے میں ان سے مشورہ کیا کرتے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان حضرات کو آ کر کہا، مجھے نکاح کی مبارکباد دو۔ ان حضرات نے حضرت عمرؓ کو مبارکباد دی اور پوچھا، اے امیر المومنین! آپؓ نے کس سے نکاح کیا ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا، حضرت علیؓ بن ابی طالب کی بیٹی سے۔ پھر انہیں سارا واقعہ تفصیل سے بتانے لگے اور فرمایا، حضورؐ نے فرمایا ہے کہ میرے تعلق اور رشتہ کے علاوہ ہر تعلق اور رشتہ قیامت کے دن ٹوٹ جائے گا۔ حضورؐ کی صحبت تو مجھے حاصل ہے ہی، اب میں نے چاہا کہ اس نکاح کے ذریعہ حضورؐ سے میرا رشتہ کا تعلق بھی قائم ہو جائے۔ [1]

فاروقِ اعظمؓ کے ہاں ابن عباسؓ کا علمی مقام:

حضرت یعقوب بن زیدؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ کو جب بھی کوئی اہم مسئلہ پیش آتا تو وہ حضرت ابن عباسؓ سے مشورہ لیتے اور فرماتے، اے غوطہ لگانے والے! یعنی ہر معاملہ کی گہرائی تک پہنچنے والے غوطہ لگاؤ اور اس اہم مسئلہ میں اچھی طرح سوچ کر اپنی رائے پیش کرو۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ: میں نے ایسا کوئی آدمی نہیں دیکھا جو حضرت ابن عباسؓ سے زیادہ حاضر دماغ،، زیادہ عقلمند، زیادہ علم والا اور زیادہ بردبار ہو۔ میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا ہے کہ وہ حضرت ابن عباسؓ کو پیچیدہ اور مشکل مسائل کے پیش آنے پر بلاتے اور فرماتے، یہ ایک پیچیدہ مسئلہ تمہارے سامنے ہے۔ پھر ابن عباسؓ ہی کے مشورے پر عمل کرتے حالانکہ ان کے چاروں طرف بدری حضرات مہاجرین وانصار کا مجمع ہوتا۔ [2]

لوگوں کی رائے کا احترام:

حضرت محمد، حضرت طلحہ اور حضرت زیاد رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ: یکم محرم ۱۴ھ کو حضرت عمرؓ لشکر لے کر مدینہ سے نکلے اور ایک پانی پر پڑاؤ کیا جس کا نام صرار تھا۔ یہ پانی مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر تھا اور لشکر کو بھی وہاں ٹھہرالیا۔ لوگوں کو پتہ نہیں چل رہا تھا کہ حضرت عمرؓ آگے چلیں گے یا مدینہ ہی ٹھہریں گے اور لوگ جب کوئی بات حضرت عمرؓ سے

[1] (کنز العمال ۷/ ۹۸، حیاۃ الصحابہ ج۲/ ۷۱) [2] (حیاۃ الصحابہ ج۲/ ۷۲)

Marfat.com

پوچھنا چاہتے تو حضرت عثمان یا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم کے واسطے سے پوچھتے اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں ہی حضرت عثمانؓ کا لقب رَدِیف پڑ گیا تھا اور عربوں کی زبان میں رَدِیف اسے کہتے ہیں جو کسی آدمی کے بعد اس کا قائم مقام ہو اور موجودہ امیر کے بعد اس کے امیر بننے کی امید ہو اور جب یہ دونوں حضرات لوگوں کی وہ بات حضرت عمرؓ سے پوچھنے کی ہمت نہ پاتے تو پھر لوگ حضرت عباسؓ کو واسطہ بناتے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے حضرت عمرؓ سے پوچھا، آپؓ کو کیا خبر پہنچی ہے؟ اور آپ کا کیا ارادہ ہے؟ اس پر حضرت عمرؓ نے اعلان کروایا...... اَلصَّلاۃُ جامعہ...... اے لوگو! نماز کے عنوان پر جمع ہو جاؤ۔ چنانچہ لوگ حضرت عمرؓ کے پاس جمع ہو گئے، انہوں نے لوگوں کو سفر کی خبر دی۔ پھر دیکھنے لگے کہ اب لوگ کیا کہتے ہیں؟ تو اکثر لوگوں نے کہا،، آپؓ بھی چلیں اور ہمیں بھی اپنے ساتھ لے چلیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے لوگوں کی اس رائے سے اتفاق کیا اور ان کی رائے کو یونہی چھوڑ دینا مناسب نہ سمجھا بلکہ یہ چاہا کہ ان کو اس رائے سے نرمی اور حکمتِ عملی کے ساتھ ہٹائیں گے اگر ضرورت پیش آ گئی تو اور فرمایا، خود بھی تیار ہو جاؤ اور دوسروں کو بھی تیار کرو، میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ جاؤں گا۔ لیکن اگر آپ لوگوں کی رائے سے زیادہ اچھی رائے کوئی اور آ گئی تو پھر نہیں جاؤں گا۔ پھر آپؓ نے آدمی بھیج کر اہل الرائے حضرات کو بلایا۔ چنانچہ حضورؐ کے چیدہ چیدہ صحابہؓ اور عرب کے چوٹی کے لوگ جمع ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا، میرا خیال ہے کہ میں بھی لشکر کے ساتھ چلا جاؤں، آپ لوگ اس بارے میں اپنی رائے مجھے دیں۔ وہ حضرات سب جمع ہو گئے اور ان سب نے یہی رائے دی کہ حضرت عمرؓ حضورِ اکرم ﷺ کے صحابہؓ میں سے کسی آدمی کو اپنی جگہ بھیج دیں اور خود حضرت عمرؓ یہاں مدینہ ہی ٹھہرے رہیں اور اس آدمی کی مدد کے لئے لشکر بھیجتے رہیں۔ پھر اگر حسب منشا فتح ہو گئی تو پھر حضرت عمرؓ کی اور لوگوں کی مراد پوری ہو جائے گی ورنہ حضرت عمرؓ دوسرے آدمی کو بھیج دیں گے اور اس کے ساتھ دوسرا لشکر روانہ کر دیں گے۔ اس طرح کرنے سے دشمن کو غصہ آئے گا اور مسلمان غلطی کرنے سے بچ جائیں گے اور پھر اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو گا اور اللہ کی مدد آئے

گی۔ پھر حضرت عمرؓ نے اعلان کروایا...... **الصّلاۃ جامعہ......** چنانچہ حضرت عمرؓ کے پاس مسلمان جمع ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے مدینہ میں اپنی جگہ حضرت علیؓ کو خلیفہ مقرر کیا تھا، انہیں بلانے کے لئے حضرت عمرؓ نے آدمی بھیجا، وہ بھی آ گئے۔ حضرت طلحہؓ کو حضرت عمرؓ نے مقدمۃ الجیش پر مقرر فرما کر آگے بھیجا ہوا تھا، انہیں بھی آدمی بھیج کر بلایا، وہ بھی آ گئے۔ اس لشکر کے میمنہ اور میسرہ پر حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کو مقرر کیا ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر یہ بیان کیا:

''بے شک اللہ عزّ وجل نے مسلمانوں کو اسلام پر جمع فرما دیا اور ان کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت پیدا کر دی اور اسلام کی وجہ سے ان کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا اور مسلمان آپس میں ایک جسم کی طرح ہیں۔ ایک عضو کو جو تکلیف پہنچتی ہے، وہ باقی تمام اعضاء کو بھی پہنچتی ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو ایک جسم کے اعضاء کی طرح ہونا چاہئے کہ ایک مسلمان کی تکلیف سے سب کو تکلیف ہو اور مسلمانوں کا ہر کام حضرات اہل شوریٰ کے مشورے سے طے ہونا چاہئے۔ عام مسلمان اپنے امیر کے تابع ہیں اور اہل شوریٰ جس چیز پر اتفاق کر لیں اور اسے پسند کر لیں تو تمام مسلمانوں کے لئے اس پر عمل کرنا ضروری ہے اور جو مسلمانوں کا امیر بنے وہ ان اہل شوریٰ کا تابع ہے۔ اسی طرح جنگی تدابیر میں جو اہل شوریٰ کی رائے ہو اور جس تدبیر پر اہل شوریٰ راضی ہوں اس میں تمام مسلمان ان کے تابع ہیں۔ اے لوگو! میں بھی تم میں سے ایک آدمی تھا اور میرا بھی تمہارے ساتھ جانے کا ارادہ تھا لیکن تمہارے اہل شوریٰ نے مجھے جانے سے روک دیا ہے۔ اب میری بھی یہی رائے کہ میں مدینہ ہی ٹھہروں اور اپنی جگہ کسی دوسرے کو امیر بنا کر بھیج دوں اور میں جن کو آگے بھیج

Marfat.com

چکا تھا یا پیچھے مدینہ چھوڑ آیا اور جو یہاں موجود تھے، میں ان سب سے اس بارے میں مشورہ کر چکا ہوں۔"

حضرت عمرؓ پیچھے مدینہ میں حضرت علیؓ کو اپنا خلیفہ بنا کر آئے تھے اور مقدمۃ الجیش پر امیر بنا کر حضرت طلحہؓ کو آگے اعوص مقام پر بھیج رکھا تھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے بلا کر ان دونوں کو بھی اس مشورہ میں شریک کیا تھا۔ [1]

مجھے پسند نہیں کہ آپ کا دین خراب ہو:

حضرت عمران بن عبداللہ کہتے ہیں کہ: حضرت اُبی بن کعبؓ نے حضرت عمر بن خطابؓ سے فرمایا، کیا ہوا آپؓ مجھے امیر نہیں بناتے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا، مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ آپؓ کا دین خراب ہو جائے۔ [2]

زمین کی پیمائش

حضرت حارثہ بن مفربؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے ہمیں کوفہ یہ خط لکھا:

"اَمّا بعد! میں تمہاری طرف حضرت عمار بن یاسر کو امیر اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو معلم اور وزیر بنا کر بھیج رہا ہوں۔ یہ دونوں حضرات حضرت محمد ﷺ کے صحابہؓ میں خاص اونچے درجے کے لوگوں میں ہیں اور غزوۂ بدر میں شریک ہوئے ہیں لہٰذا آپ لوگ ان دونوں سے دین سیکھو اور ان دونوں کی اقتداء کرو۔ مجھے مدینہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بہت ضرورت تھی لیکن میں اپنی ضرورت کو قربان کر کے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو آپ لوگوں کے پاس بھیج رہا ہوں۔ اور میں حضرت عثمان بن حنیفؓ کو عراق کے دیہات کی زمین کی پیمائش کرنے کے لئے بھیج رہا ہوں۔ میں نے ان حضرات کے لئے روزانہ کا وظیفہ ایک بکری مقرر کیا ہے۔ بکری کا آدھا حصہ اور کلیجی گردے وغیرہ حضرت عمار بن یاسرؓ کو دیئے جائیں کیونکہ وہ امیر ہیں، ان کے پاس مہمان زیادہ ہوں گے اور باقی آدھا حصہ ان تینوں حضرات کو دیا جائے۔ (دو تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عثمان بن حنیفؓ ہیں

---

[1] (ابن جریر الطبری ۴/۸۳، حیاۃ الصحابہ ۲/ص۷) [2] (طبقات ابن سعد ۳/۶۰)

Marfat.com

تیسرے غالباً حضرت حذیفہ بن یمانؓ ہیں، جن کو حضرت عمرؓ نے حضرت عثمان بن حنیفؓ کے ساتھ زمین کی پیمائش کے لئے بھیجا تھا) [1]

ذمہ داری پوری نہ کرنے کی سزا:

حضرت ابووائل شقیق بن سلمہؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت بشر بن عاصم کو ہوازِن کے صدقات وصول کرنے پر عامل مقرر کیا لیکن حضرت بشرؓ ہوازِن کے صدقات وصول کرنے نہ گئے۔ ان سے حضرت عمرؓ کی ملاقات ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا، تم ہوازِن کیوں نہیں گئے؟ کیا ہماری بات کو سننا اور ماننا ضروری نہیں ہے؟ حضرت بشرؓ نے کہا، کیوں نہیں لیکن میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جسے مسلمانوں کے کسی امر کا ذمہ دار بنایا گیا، اسے قیامت کے دن لا کر جہنم کے پل پر لا کر کھڑا کر دیا جائے گا۔ اگر اس نے اپنی ذمہ داری کو اچھی طرح ادا کیا ہوگا تو وہ نجات پالے گا اور اگر اس نے ذمہ داری صحیح طرح ادا نہ کی ہوگی تو پل اسے لے کر ٹوٹ پڑے گا اور وہ ستر برس تک جہنم میں گرتا چلا جائے گا۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ بہت پریشان اور غمگین ہوئے اور وہاں سے چلے گئے۔ راستہ میں ان کی حضرت ابوذرؓ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا، کیا بات ہے؟ میں آپؓ کو پریشان اور غمگین دیکھ رہا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، میں کیوں نہ پریشان اور غمگین ہوؤں جب کہ میں حضرت بشر بن عاصم سے حضورؐ کا یہ ارشاد سن چکا ہوں کہ جسے مسلمانوں کے کسی اُمر کا ذمہ دار بنایا گیا، اسے قیامت کے دن لا کر جہنم کے پل پر کھڑا کر دیا جائے گا۔ اگر اس نے اپنی ذمہ داری کو اچھی طرح ادا کیا ہوگا تو وہ نجات پالے گا اور اگر اس نے ذمہ داری صحیح طرح ادا نہ کی ہوگی تو پل اسے لے کر ٹوٹ پڑے گا اور وہ ستر برس تک جہنم میں گرتا چلا جائے گا۔ اس پر حضرت ابوذرؓ نے کہا، کیا آپؓ نے حضورؐ سے یہ حدیث نہیں سنی ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا، نہیں۔ حضرت ابوذرؓ نے کہا، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو کسی مسلمان کو ذمہ دار بنائے گا، اسے قیامت کے دن لا

---

[1] (کنز العمال ۳۱۴/۲، حیاۃ الصحابہؓ ۷۹/۲)

Marfat.com

کر جہنم کے پل پر کھڑا کر دیا جائے گا۔ اگر وہ (اس ذمہ دار بنانے میں) ٹھیک تھا تو دوزخ سے نجات پائے گا اور اگر وہ اس میں ٹھیک نہیں تھا تو پل اسے لے کر ٹوٹ پڑے گا اور وہ ستر برس تک جہنم میں گرتا چلا جائے گا اور وہ جہنم کالی اور اندھیری ہے۔ آپؓ بتائیں کہ ان دونوں حدیثوں میں سے کس حدیث کے سننے سے آپؓ کے دل کو زیادہ تکلیف ہوئی ہے؟ آپؓ نے فرمایا، دونوں کے سننے سے میرے دل کو تکلیف ہوئی ہے لیکن جب خلافت میں ایسا زبردست خطرہ ہے تو کون اسے قبول کرے گا؟ حضرت ابوذرؓ نے کہا، اسے وہی قبول کرے گا جس کی ناک کاٹنے کا اور اس کے رخسار کو زمین سے ملانے کا یعنی اسے ذلیل کرنے کا اللہ نے ارادہ کیا ہو۔ بہر حال ہمارے علم کے مطابق آپؓ کی خلافت میں خیر ہی خیر ہے۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ آپؓ اس خلافت کا ذمہ دار ایسے شخص کو بنا دیں جو اس میں عدل وانصاف سے کام نہ لے تو آپؓ بھی اس کے گناہ سے نہ بچ سکیں گے۔ [1]

تمہیں اپنے امام وقت کا ڈر نہیں رہا:

حضرت عبدالرحمٰن بن سعید بن یربوعؒ کہتے ہیں کہ: جب حضرت اَبان بن سعیدؓ اپنے علاقہ کی اَمارت چھوڑ کر مدینہ منورہ آ گئے تو ان سے حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا، تمہیں یہ حق حاصل نہیں ہے کہ تم اپنے امام وقت کی اجازت کے بغیر اپنا کام چھوڑ کر آ جاؤ اور پھر خصوصاً ان حالات میں کہ چاروں طرف اِرتداد پھیل رہا ہے اور دشمنوں کے مدینے پر حملے کی خبریں آ رہی ہیں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں اپنے اِمام وقت کا ڈر نہیں رہا، اس لئے تم نڈر ہو گئے ہو۔ حضرت اَبانؓ نے کہا، اللہ کی قسم! حضورؐ کے بعد اب میں کسی کی طرف سے اَمارت قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ اگر میں حضورؐ کے بعد کسی کی طرف سے امارت قبول کرتا تو حضرت ابوبکرؓ کی طرف سے ضرور قبول کرتا کیونکہ انہیں بہت سے فضائل حاصل ہیں اور وہ سب سے پہلے اسلام لائے ہیں اور پرانے مسلمان ہیں لیکن میں نے طے کر لیا ہے کہ حضورؐ کے بعد کسی کی طرف سے اَمارت قبول نہیں کروں گا۔ [2]

---

[1] (الترغیب ۳/۴۴۱، کنز العمال ۳/۱۶۳، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۱۵۲)

[2] (کنز العمال ۳/۱۳۳، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۸۵)

Marfat.com

کیاتم امیر بننے کو برا سمجھتے ہو؟:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ نے ان کو امیر بنانے کے لئے بلایا۔ انہوں نے اَمارت قبول کرنے سے حضرت عمرؓ کو انکار کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، کیاتم امیر بننے کو برا سمجھتے ہو حالانکہ اسے تو اس شخص نے مانگا تھا جو تم سے بہتر تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا، وہ کون؟ حضرت عمرؓ نے نے فرمایا، وہ حضرت یوسف بن یعقوب علیہما السلام ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا، حضرت یوسفؑ تو خود اللہ کے نبی تھے اور اللہ کے نبی کے بیٹے تھے (انہیں ایسا کرنے کا حق تھا) میں تو اُمیمہ نامی عورت کا بیٹا ابو ہریرۃ ہوں اور امیر بننے میں مجھے تین اور دو کل پانچ باتوں کا ڈر ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، پانچ ہی کیوں نہیں کہہ دیتے؟ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا، دو باتیں تو یہ ہیں کہ میں علم کے بغیر کوئی بات کہہ دوں اور کوئی غلط فیصلہ کر دوں۔ امیر بن کر مجھ سے یہ دو غلطیاں ہو سکتی ہیں جس کے نتیجہ میں مجھے یہ تین سزائیں امیر المومنین کی طرف سے لگ سکتی ہیں کہ میری کمر پر کوڑے مارے جائیں اور میرا مال چھین لیا جائے اور مجھے بے آبرو کر دیا جائے۔ ؎

تمہیں اس آدمی نے معزول کر دیا:

حضرت حسنؒ کہتے ہیں کہ: حضرت علقمہ بن علاثہ رات کے وقت حضرت عمرؓ سے ملے۔ حضرت عمرؓ شکل وصورت اور قد میں حضرت خالد بن ولیدؓ کے مشابہ تھے۔ حضرت علقمہ ان کو حضرت خالدؓ سمجھے اور ان سے کہا، اے خالدؓ! تمہیں اس آدمی نے (یعنی حضرت عمرؓ نے) معزول کر دیا۔ انہوں نے تنگ نظری کی وجہ سے ایسا کیا ہے۔ میں اور میرا چچازاد بھائی ان سے کچھ مانگنے کے لئے ان کے پاس جانا چاہتے تھے لیکن اب جب کہ انہوں نے آپؓ کو اَمارت سے ہٹا دیا ہے تو اب میں ان سے کچھ نہیں مانگوں گا۔ حضرت عمرؓ نے ان کے آئندہ کے ارادے معلوم کرنے کے لئے حضرت خالدؓ جیسی آواز بنا کر ان سے کہا، اور کوئی بات، پھر اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟ حضرت علقمہ نے کہا، ہمارے امراء کا ہم پر حق ہے کہ ہم ہر حال میں ان کے فرمانبردار اور

؎ (حلیۃ الاولیاء ۱/ ۳۸۰، طبقات ابن سعد ۴/ ۵۹، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۸۶)

Marfat.com

وفادار رہیں، ہم ان کا حق ادا کرتے رہیں گے اور اپنا اجر وثواب اللہ سے لیں گے۔
(صحابہ کرامؓ نے ناگواریوں میں ایک دوسرے سے جڑنا سیکھا ہوا تھا) جب صبح ہوئی اور حضرت عمرؓ کے پاس حضرت علقمہ اور حضرت خالدؓ اکھٹے ہوئے تو حضرت عمرؓ نے حضرت خالدؓ سے کہا، آج رات علقمہ نے تم کو کیا کہا تھا؟ حضرت خالدؓ نے کہا، اللہ کی قسم! انہوں نے مجھے کچھ نہیں کہا۔ حضرت عمرؓ نے کہا، اچھا تم قسم بھی کھاتے ہو۔ ابونضرہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت علقمہ حضرت خالدؓ سے کہنے لگے،، اے خالدؓ! چھوڑو قسم نہ کھاؤ اور انکار نہ کرو۔ سیف بن عمرو کی روایت میں یہ مضمون بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا، یہ دونوں سچے ہیں۔ دونوں نے ٹھیک کہا ہے۔ ابن عائذ کی روایت میں یہ مضمون بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت علقمہ کی فریادسنی اور ان کی ضرورت پوری کردی۔ [1]

زبیر بن بکار کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے رات کو جب یہ پوچھا تھا کہ تمہارا اب کیا ارادہ ہے؟ تو حضرت علقمہ نے کہا تھا، بات سننے اور ماننے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا، میرے پیچھے جتنے آدمی ہیں، وہ سب تمہارے ان اچھے جذبات پر ہوں تو مجھے یہ اتنے اور اتنے مال یعنی ساری دنیا کے مال سے زیادہ محبوب ہیں۔

وصال کے بعد فاروقِ اعظمؓ کی اطاعت:

حضرت ابن ابی ملیکہؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ ایک کوڑھی عورت کے پاس سے گزرے جو کہ بیت اللہ کا طواف کر رہی تھی۔ آپؓ نے اس سے فرمایا، اے اللہ کی بندی! لوگوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ، اگر تم اپنے گھر بیٹھی رہو تو یہ زیادہ اچھا ہے۔ چنانچہ اس نے بیت اللہ کے طواف کے لئے حرم شریف آنا چھوڑ دیا اور اپنے گھر بیٹھ گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک آدمی اس عورت کے پاس سے گزرا اور اس سے کہا، جس امیر المومنین نے تمہیں طواف کرنے سے روکا تھا، ان کا انتقال ہو گیا لہٰذا اب تم جا کر طواف کر لو۔ اس عورت نے کہا، میں ایسی نہیں ہوں کہ ان کی زندگی میں تو ان کی بات مانوں اور ان کے مرنے کے بعد ان کی

[1] (الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ ۲/۵۰۴، حیاۃ الصحابہ ۲/۹۸)

Marfat.com

نافرمانی کروں۔ [1]

امیر کے سامنے اظہارِ حق:

حضرت حسنؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک مرتبہ حضرت اُبی بن کعبؓ کی پڑھی ہوئی ایک آیت کا انکار کیا کہ یہ قرآن میں نہیں ہے یا قرآن میں اس طرح نہیں ہے۔ حضرت اُبی نے کہا، میں نے اس آیت کو حضورؐ سے سنا ہے اور تم تو بقیع بازار میں خرید و فروخت میں مشغول رہا کرتے تھے اس لئے تمہیں یہ آیت حضورؐ سے سننے کا موقع نہیں ملا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، تم نے ٹھیک کہا۔ میں نے تمہاری آیت کا قصداً انکار تم لوگوں کو آزمانے کے لئے کیا تاکہ پتہ چلے کہ تم میں کوئی ایسا آدمی ہے جو امیر کے سامنے حق بات کہہ سکے۔ اس امیر میں کوئی خیر نہیں ہے جس کے سامنے حق بات نہ کہی جا سکے اور نہ وہ خود حق بات کہہ سکے۔ [2]

اُبی ٹھیک کہتے ہیں:

حضرت ابومجلزؒ کہتے ہیں کہ: حضرت اُبی بن کعبؓ نے یہ آیت پڑھی:

﴿من الَّذین استحَقَّ علیھم الاولیان﴾

تو حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا، تم نے غلط پڑھا۔ حضرت اُبی نے کہا، میں نے ٹھیک پڑھا ہے، آپؓ کی غلطی زیادہ ہے۔ کسی آدمی نے حضرت اُبی سے کہا، آپؓ امیر المومنین کی بات کو غلط کہہ رہے ہیں۔ حضرت اُبی نے کہا، میں تم سے زیادہ امیر المومنین کی تعظیم کرنے والا ہوں لیکن چونکہ ان کی بات قرآن کے خلاف تھی، اس وجہ سے میں نے قرآن کے مقابلے میں ان کی بات کو غلط کہا ہے اور یہ نہیں ہو سکتا کہ میں قرآن کو غلط کہوں اور امیر المومنین کی غلط بات کو ٹھیک کہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، حضرت اُبیؓ ٹھیک کہتے ہیں۔ [3]

---

[1] (کنز العمال ۵/۱۹۲، حیاۃ الصحابہ ۲/۹۹) [2] (کنز العمال ۷/۲، حیاۃ الصحابہ ۲/۱۰۵)

[3] (کنز العمال ۱/۲۸۵، حیاۃ الصحابہ ۲/۱۰۵)

Marfat.com

ہم آپ کو سیدھا کر دیں گے:

حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ ایک مجلس میں تھے اوران کے اردگرد حضرات مہاجرین اور انصار بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، ذرا یہ بتانا کہ اگر میں کسی کام میں ڈھیل برتوں تو تم کیا کرو گے؟ تمام حضرات ادباً خاموش رہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنی اس بات کو دو تین مرتبہ دہرایا تو حضرت بشیر بن سعد نے فرمایا، اگر آپؓ ایسا کریں گے تو ہم آپؓ کو ایسا سیدھا کر دیں گے جیسے تیر کو سیدھا کیا جاتا ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے خوش ہو کر فرمایا، پھر تو تم لوگ ہی امیر کی مجلس میں بیٹھنے کے قابل ہو۔ پھر تو تم لوگ ہی امیر کی مجلس کے قابل ہو۔ [1]

مجھے کیسا پاتے ہو؟:

حضرت موسیٰ بن ابی عیسیٰؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ قبیلہ بنو حارثہ کی پانی کی سبیل کے پاس آئے۔ وہاں انہیں حضرت محمد بن مسلمہؓ ملے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اے محمدؓ! مجھے کیسا پاتے ہو؟ انہوں نے کہا، اللہ کی قسم! میں آپؓ کو ویسا پاتا ہوں جیسا میں چاہتا ہوں اور جیسا ہر وہ آدمی چاہتا ہے جو آپؓ کے لئے بھلا چاہتا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپؓ مال جمع کرنے میں خوب زوردار ہیں لیکن آپؓ خود مال سے بچتے ہیں اور اسے انصاف سے تقسیم کرتے ہیں۔ اگر آپؓ ٹیڑھے ہو گئے تو ہم آپؓ کو ایسا سیدھا کر دیں گے جیسے اوزار سے تیر کو سیدھا کیا جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے خوش ہو کر فرمایا، اچھا تم مجھے کہہ رہے ہو کہ اگر آپ ٹیڑھے ہو گئے تو ہم آپ کو ایسا سیدھا کر دیں گے جیسے اوزار سے تیر کو سیدھا کیا جاتا ہے۔ پھر فرمایا، اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے ایسے لوگوں میں امیر بنایا کہ میں اگر ٹیڑھا ہو جاؤں تو وہ مجھے سیدھا کر دیں۔ [2]

طرزِ حکمرانی:

حضرت اسود بن یزیدؒ کہتے ہیں کہ: جب حضرت عمرؓ کے پاس کوئی وفد آتا تو ان سے ان کے امیر کے بارے میں پوچھتے کہ کیا وہ بیمار کی عیادت کرتا ہے؟ کیا غلام کی بات

---

[1] (کنز العمال ۳/ ۱۴۸، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۱۰۶)

[2] (منتخب کنز العمال ۴/ ۳۸۱، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۱۰۶)

Marfat.com

سنتا ہے؟ جو ضرورت منداس کے دروازے پر کھڑا ہوتا ہے، اس کے ساتھ اس کا رویہ کیسا ہوتا ہے؟ اگر وفد والے ان باتوں میں سے کسی کے جواب میں نہ کہہ دیتے تو اس امیر کو معزول کر دیتے۔

حضرت ابراہیمؒ کہتے ہیں کہ: جب حضرت عمرؓ کسی کو کسی علاقہ کا گورنر بناتے اور اس علاقہ سے ان کے پاس وفد آتا تو حضرت عمرؓ ان سے اس گورنر کے بارے میں پوچھتے کہ تمہارا امیر کیسا ہے؟ کیا وہ غلاموں کی عیادت کرتا ہے؟ کیا وہ جنازے کے ساتھ جاتا ہے؟ اس کا دروازہ کیسا ہے؟ کیا وہ نرم ہے؟ اگر وہ کہتے کہ اس کا دروازہ نرم ہے (ہر ایک کو اندر جانے کی اجازت ہے) اور غلاموں کی عیادت کرتا ہے تب تو اسے گورنر رہنے دیتے ورنہ آدمی بھیج کر اس کو گورنری سے ہٹا دیتے۔ [1]

گورنروں کو ہدایات:

حضرت عاصم بن ابی نجود کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ جب اپنے گورنروں کو مختلف علاقوں میں گورنر بنا کر بھیجا کرتے تو ان پر یہ شرطیں لگاتے کہ تم لوگ ترکی گھوڑے پر سوار نہیں ہوا کرو گے اور چھنے ہوئے آٹے کی چپاتی نہیں کھایا کرو گے اور باریک کپڑا نہیں پہنا کرو گے اور حاجت مندوں پر اپنے دروازے بند نہیں کرو گے۔ اگر تم نے ان میں سے کوئی کام کر لیا تو تم سزا کے حقدار بن جاؤ گے۔ پھر رخصت کرنے کے لئے ان کے ساتھ تھوڑی دور چلتے۔ جب واپس آنے لگتے تو ان سے فرماتے، میں نے تم کو مسلمانوں کے خون بہانے پر اور ان کی کھال ادھیڑنے پر اور انہیں بے آبرو کرنے پر اور ان کے مال چھیننے پر مسلط نہیں کیا ہے بلکہ میں تمہیں اس علاقہ میں اس لئے بھیج رہا ہوں تا کہ تم وہاں کے مسلمانوں میں نماز قائم کرو اور ان میں ان کا مال غنیمت تقسیم کرو اور ان میں انصاف کے فیصلے کرو اور جب تمہیں کوئی ایسا امر پیش آ جائے جس کا حکم تم پر واضح نہ ہو تو اسے میرے سامنے پیش کرو۔ ذرا غور سے سنو، عربوں کو نہ مارنا، اس طرح تم ان کو ذلیل کر دو گے اور ان

[1] (کنز العمال ۳/۱۶۶، حیاۃ الصحابہ ۲/۱۱۰)

Marfat.com

کو اسلامی بارڈر پر جمع کر کے وطن واپسی سے روک نہ دینا، اس طرح تم ان کو فتنہ میں ڈال دو گے۔ اور ان کے خلاف ایسے جرم کا دعویٰ نہ کرنا جو انہوں نے نہ کیا ہو، اس طرح تم ان کو محروم کر دو گے اور قرآن کو (احادیث وغیرہ سے) الگ اور ممتاز کر کے رکھنا یعنی قرآن کے ساتھ حدیثیں نہ ملانا۔ ۱

مجھے اکیلا چھوڑ کر الگ ہونا چاہتے ہو:

حضرت عبدالرحمٰن بن سابطؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے آدمی بھیج کر حضرت سعید بن عامر جمحیؓ کو بلایا اور ان سے فرمایا، ہم تمہیں ان لوگوں کا امیر بنا رہے ہیں، ان کو لے کر دشمن کے علاقہ میں جاؤ اور ان کو لے کر دشمن سے جہاد کرو۔ انہوں نے کہا، اے عمرؓ! آپؓ مجھے آزمائش میں نہ ڈالیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔ تم لوگ خلافت کی ذمہ داری میرے کندھوں پر ڈال کر مجھے اکیلا چھوڑ کر خود الگ ہو جانا چاہتے ہو۔ میں تمہیں ایسے لوگوں کا امیر بنا کر بھیج رہا ہوں کہ تم ان سے افضل نہیں ہو اور میں تمہیں اس لئے بھی نہیں بھیج رہا ہوں کہ تم مار مار کر ان کی کھال ادھیڑ دو اور تم ان کی بے عزتی کرو بلکہ اس لئے بھیج رہا ہوں کہ تم ان کو لے کر ان کے دشمن سے جہاد کرو اور ان کا مال غنیمت ان میں تقسیم کرو۔ ۲

کامیاب حکمرانی کے رہنما اصول:

حضرت ابو صالح غفاریؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمرو بن عاصؓ نے مصر سے حضرت عمر بن خطابؓ کو خط لکھا کہ ہم نے یہاں جامع مسجد کے پاس آپؓ کے لئے ایک مکان کی جگہ مخصوص کر دی ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس کے جواب میں لکھا کہ حجاز میں رہنے والے آدمی کے لئے مصر میں گھر کیونکر ہو سکتا ہے اور حضرت عمروؓ کو حکم دیا کہ اس جگہ کو مسلمانوں کے لئے بازار بنا دیں۔ ۳

انسانی مساوات:

حضرت ابو تمیم جیشانیؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت عمرو بن

---

۱ (کنز العمال ۳/ ۱۴۸، حیاۃ الصحابہؓ ۲/ ۱۱۰) ۲ (کنز العمال ۳/ ۱۴۹، حیاۃ الصحابہؓ ۲/ ۱۱۱)
۳ (کنز العمال ۳/ ۱۴۸، حیاۃ الصحابہؓ ۲/ ۱۱۲)

Marfat.com

عاصؓ کو یہ خط لکھا:

''امابعد! مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم نے ایک منبر بنایا ہے جب تم اس پر بیان کرتے ہو تو تم لوگوں کی گردنوں سے بلند ہو جاتے ہو۔ کیا تمہارے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ تم زمین پر کھڑے ہو کر بیان کرو۔ اس طرح مسلمان تمہاری ایڑیوں کے نیچے ہوں گے۔ میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم اسے توڑ دو۔'' [1]

غریب پروری کا نمونہ:

حضرت ابوعثمانؒ فرماتے ہیں کہ: ہم لوگ آذربائیجان میں تھے، وہاں حضرت عمرؓ نے ہمیں یہ خط لکھا:

''اے عتبہ بن فرقد! یہ ملک و مال تمہیں تمہاری محنت سے نہیں ملا اور نہ ہی تمہارے ماں باپ کی محنت سے ملا ہے۔ اس لئے تم اپنے گھر میں جو چیز پیٹ بھر کر کھاتے ہو، وہی چیز سارے مسلمانوں کو ان کے گھروں میں پیٹ بھر کر کھلاؤ اور ناز و نعمت کی زندگی سے اور مشرکین جیسی ہیئت اختیار کرنے سے اور ریشم پہننے سے بچو۔'' [2]

امراء کی تربیت:

حضرت عروہ بن رویمؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ لوگوں کے حالات کا جائزہ لے رہے تھے۔ ان کے پاس سے حمص کے لوگ گزرے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا، تمہارے امیر (حضرت عبداللہ بن قرطؓ) کیسے ہیں؟ ان لوگوں نے کہا، بہترین امیر ہیں۔ بس ایک بات ہے کہ انہوں نے ایک بالا خانہ بنالیا ہے جس میں رہتے ہیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے اس امیر کو خط لکھا اور اپنا قاصد بھی ساتھ بھیجا اور اس قاصد کو حکم دیا کہ وہاں جا کر اس بالا خانے کو جلا دے۔ جب وہ قاصد وہاں پہنچا تو اس نے لکڑیاں جمع کر کے اس

---

[1] (کنز العمال ۳/ ۱۴۸، حیاۃ الصحابہؓ ۲/ ۱۱۲) [2] (الترغیب ۳/ ۴۵۸، حیاۃ الصحابہؓ ۲/ ۱۱۲)

Marfat.com

بالا خانے کے دروازے کو آگ لگا دی۔ جب یہ بات اس امیر کو بتائی گئی تو اس نے کہا، اسے کچھ مت کہو، یہ امیر المومنین کا بھیجا ہوا قاصد ہے۔ پھر اس قاصد نے ان کو حضرت عمرؓ کا خط دیا۔ وہ خط پڑھتے ہی سوار ہو کر حضرت عمرؓ کی طرف چل دیئے۔ جب حضرت عمرؓ نے ان کو دیکھا تو ان سے فرمایا، مدینہ سے باہر پتھریلے میدان حرہ میں میرے پاس پہنچ جاؤ۔ حرہ میں صدقہ کے اونٹ تھے۔ جب وہ حرہ پہنچ گئے تو ان سے حضرت عمرؓ نے فرمایا، اپنے کپڑے اتار دو، انہوں نے کپڑے اتار دیئے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو اونٹ کے اون کی چادر پہننے کے لئے دی جسے انہوں نے پہن لیا۔ پھر ان سے فرمایا، اس کنوئیں سے پانی نکالو اور ان اونٹوں کو پانی پلاؤ۔ وہ یونہی ہاتھ سے کنوئیں سے پانی نکالتے رہے یہاں تک کہ تھک گئے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا، دنیا میں اور کتنا رہو گے؟ انہوں نے کہا، بس تھوڑا ہی عرصہ۔ فرمایا، بس اس مختصر سی زندگی کے لئے تم نے وہ بالا خانہ بنایا تھا جس کی وجہ سے تم مسکین، بیوہ اور یتیم انسانوں کی پہنچ سے اوپر ہو گئے تھے۔ جاؤ اپنے کام پر واپس جاؤ اور آئندہ ایسا نہ کرنا۔ [1]

حضرت سعدؓ کی اصلاح:

حضرت عتاب بن رفاعہؓ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر کو یہ خبر ملی کہ حضرت سعدؓ نے ایک محل بنوایا ہے اور اس پر دروازہ بھی لگوایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ بازار کا شور آنا ختم ہو گیا ہے۔ یہ محل انہوں نے اسی وجہ سے بنایا تھا کہ بازار کی آوازیں بہت آتی تھیں جس کی وجہ سے یہ کام صحیح طرح نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے حضرت محمد بن مسلمہؓ کو بھیجا اور جب بھی حضرت عمرؓ کو اپنی مرضی کے مطابق کام کروانا ہوتا تھا تو ان کو ہی بھیجا کرتے تھے اور ان سے فرمایا، سعدؓ کے پاس جاؤ اور ان کے محل کا دروازہ جلا دو۔ چنانچہ حضرت محمدؓ بن مسلمہ کوفہ پہنچ گئے اور حضرت سعدؓ کے دروازے پر پہنچتے ہی چقماق نکالی اور اس سے آگ جلائی، پھر دروازے کو آگ لگا دی۔ لوگوں نے آ کر حضرت سعدؓ کو اطلاع دی اور آگ لگانے والے کا حلیہ بیان کیا تو حضرت سعدؓ ان کو پہچان گئے اور ان کے پاس باہر آئے۔ حضرت محمدؓ نے ان

---

[1] (کنز العمال ۳/۱۶۶، حیاۃ الصحابہ ۲/۱۱۳)

Marfat.com

سے کہا، امیر المومنین کو آپؓ کی طرف سے یہ بات پہنچی ہے کہ آپؓ نے کہا ہے کہ اب شور آنا ختم ہو گیا ہے۔ حضرت سعدؓ نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ انہوں نے یہ بات نہیں کہی ہے۔ حضرت محمدؓ نے کہا، ہمیں تو جو حکم دیا گیا، وہ کر رہے ہیں اور اب آپؓ جو کہہ رہے ہیں، وہ آپؓ کی طرف سے امیر المومنین کو پہنچا دیں گے۔ حضرت سعدؓ حضرت محمدؓ کو راستہ کے لئے توشہ پیش کرنے لگے لیکن حضرت محمدؓ نے لینے سے انکار کر دیا اور اپنی سواری پر سوار ہو کر چل دیئے اور مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ جب حضرت عمرؓ نے ان کو دیکھا تو فرمایا، تم بڑی جلدی واپس آ گئے ہو اگر ہمیں تمہارے ساتھ حسن ظن نہ ہوتا تو ہم یہی سمجھتے کہ تم نے کام پورا نہیں کیا۔ حضرت محمدؓ نے کہا، میں نے سفر بہت تیزی سے کیا ہے اور آپؓ نے جس کام کے لئے بھیجا تھا، وہ بھی میں نے پورا کر دیا ہے۔ اور حضرت سعدؓ معذرت کر رہے تھے اور قسم کھا کر کہہ رہے تھے کہ انہوں نے یہ بات نہیں کہی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، کیا حضرت سعدؓ نے تم کو سفر کے لئے توشہ دیا تھا؟ حضرت محمدؓ نے کہا، نہیں لیکن آپؓ نے مجھے توشہ کیوں نہیں دیا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا، میں نے اس بات کو برا سمجھا کہ تمہارے لئے توشہ کا حکم دوں کہ اس طرح تمہیں تو دنیا میں توشہ مل جائے لیکن میری آخرت میں پکڑ ہو جائے گی کیونکہ میرے ارد گرد مدینہ والے ہیں جو بے چارے بھوک سے مر رہے ہیں۔ کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ مؤمن خود تو اپنا پیٹ بھر لے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔ [1]

اُمراء کی خبر گیری:

حضرت ابوالدرداءؓ نے حضرت عمرؓ سے ملک شام جانے کی اجازت مانگی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، صرف اس شرط پر اجازت دے سکتا ہوں کہ تم وہاں جا کر کسی شہر کے گورنر بن جاؤ۔ حضرت ابوالدرداءؓ نے کہا، میں گورنر بننے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، پھر میں اجازت نہیں دیتا۔ حضرت ابوالدرداءؓ نے کہا، میں وہاں جا کر لوگوں کو ان کے نبی ﷺ کی سنت سکھاؤں گا اور انہیں نماز پڑھاؤں گا، اس پر حضرت عمرؓ نے انہیں

[1] (کنز العمال ۳/ ۱۶۵، حیاۃ الصحابہؓ ۲/ ۱۱۳)

Marfat.com

اجازت دے دی اور وہ ملک شام چلے گئے۔ اس کے کچھ عرصہ کے بعد حضرت عمرؓ ملک شام تشریف لے گئے۔ جب حضرات صحابہ کرامؓ ایک جگہ پہنچے تو حضرت عمرؓ رک گئے یہاں تک کہ شام ہوگئی۔ جب رات کا اندھیرا چھا گیا تو اپنے دربان سے فرمایا، اے یرفا! حضرت یزید بن ابی سفیانؓ کے پاس لے چلو اور ان کو دیکھو، ان کے پاس مجلس جمی ہوئی ہوگی اور چراغ جل رہا ہوگا اور مسلمانوں کے مال غنیمت میں سے لے کر ریشم اور دیباج بچھا رکھا ہو گا۔ (ان حضرات کے ریشم کو بچھانے کی وجہ یہ تھی کہ اوّل تو ان حضرات کا ملک شام میں قیام عارضی تھا۔ وہاں ٹھہرنے کے جو پہلے سے انتظامات تھے، ان ہی میں چند دن ٹھہر کر انہیں آگے جانا تھا۔ دوسرے ہوسکتا ہے کہ اس کا تانا ریشم کا ہو اور بانا سوتی وغیرہ حلال دھاگے کا ہو۔ تیسرے اگر وہ مکمل ریشم ہی کا تھا تو بعض صحابہ کرامؓ ریشم کے بچھانے کو جائز سمجھتے تھے البتہ ریشم کے پہننے کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں تھا) تم انہیں سلام کرو گے، وہ تمہارے سلام کا جواب دیں گے۔ تم ان سے اندر آنے کی اجازت مانگو گے، وہ پہلے پوچھیں گے کہ تم کون ہو؟ پھر تم کو اندر آنے کی اجازت دیں گے۔

چنانچہ ہم لوگ وہاں سے چلے اور حضرت یزید کے دروازے پر پہنچے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، السلام علیکم۔ حضرت یزیدؓ نے کہا، وعلیکم السلام۔ حضرت عمرؓ نے کہا، میں اندر آ جاؤں؟ انہوں نے کہا، آپ کون ہیں؟ حضرت یرفا نے کہا، یہ وہ ہستی ہے جو تمہارے ساتھ ناگوار سلوک کرے گی، یہ امیر المومنین ہیں۔ حضرت یزیدؓ نے دروازہ کھولا، حضرت عمرؓ اور حضرت یرفا اندر داخل ہوئے۔ ان حضرات نے دیکھا کہ مجلس جمی ہوئی ہے، چراغ جل رہا ہے، ریشم اور دیباج بچھا ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اے یرفا! جلدی سے دروازہ بند کرو، دروازہ بند کرو۔ اور ایک کوڑا حضرت یزیدؓ کی کنپٹی پر رسید کیا اور سارا سامان سمیٹ کر گھر کے درمیان رکھ دیا۔ اور ان لوگوں سے کہا، میرے واپس آنے تک تم میں سے کوئی بھی اس جگہ سے نہ ہٹے، سب یہیں رہیں۔ پھر یہ دونوں حضرات حضرت یزیدؓ کے پاس سے باہر آئے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا، اے یرفا! آؤ چلیں۔ حضرت عمرو بن عاصؓ کے پاس چلتے

ہیں اوران کو دیکھتے ہیں۔ان کے پاس بھی مجلس جمی ہوئی ہوگی اور چراغ جل رہا ہوگا اور مسلمانوں کے مال غنیمت میں سے دیباج بچھا رکھا ہوگا۔تم انہیں سلام کرو گے، وہ تمہارے سلام کا جواب دیں گے۔ پھر تم ان سے اندر آنے کی اجازت مانگو گے، وہ اجازت دینے سے پہلے پوچھیں گے کہ تم کون ہو؟ چنانچہ حضرت عمروؓ کے دروازے پر پہنچے۔حضرت عمرؓ نے فرمایا، السلام علیکم۔حضرت عمروؓ نے جواب دیا، وعلیکم السلام۔حضرت عمرؓ نے فرمایا، کیا میں اندر آجاؤں؟ حضرت عمروؓ نے پوچھا، آپ کون ہیں؟ حضرت یرفا نے کہا، یہ وہ ہستی ہے جو تمہارے ساتھ ناگوار سلوک کرے گی، یہ امیر المومنین ہیں۔حضرت عمروؓ نے دروازہ کھولا، یہ دونوں حضرات اندر گئے۔اندر جا کر حضرات نے دیکھا کہ مجلس لگی ہوئی ہے اور چراغ جل رہا ہے اور ریشم اور دیباج بچھا رکھا ہے۔حضرت عمرؓ نے فرمایا، اے یرفا! جلدی سے دروازہ بند کرو، دروازہ بند کرو۔پھر ایک کوڑا حضرت عمروؓ کی کنپٹی پر رسید کیا، پھر سارا سامان سمیٹ کر گھر کے درمیان رکھ دیا۔پھر ان لوگوں سے فرمایا، میرے واپس آنے تک تم میں سے کوئی بھی اپنی جگہ سے نہ ہلے، سب یہیں رہیں۔پھر یہ دونوں حضرات حضرت عمروؓ کے پاس سے باہر آئے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا، اے یرفا! آؤ چلیں حضرت ابوموسیٰؓ کے پاس چلتے ہیں اور ان کو دیکھتے ہیں۔ان کے پاس مجلس جمی ہوئی ہوگی اور چراغ جل رہا ہوگا اور مسلمانوں کے مال غنیمت میں سے اونی کپڑا بچھا رکھا ہوگا۔تم ان سے اندر آنے کی اجازت مانگو گے، وہ اجازت دینے سے پہلے معلوم کریں گے کہ تم کون ہو؟ چنانچہ ہم ان کے پاس گئے تو وہاں بھی مجلس جمی ہوئی تھی، چراغ جل رہا تھا اور اونی کپڑا بچھا رکھا تھا۔حضرت عمرؓ نے ان کی کنپٹی پر ایک کوڑا رسید کیا اور فرمایا، اے ابوموسیٰ! یہاں آکر بدل گئے ہو اور وہی کر رہے ہو جو دوسرے کر رہے ہیں۔حضرت ابوموسیٰؓ نے کہا، میں نے تو کم کیا ہے، میرے ساتھیوں نے جو کچھ کرلیا ہے، آپؓ وہ دیکھ ہی چکے ہیں وہ میرے سے زیادہ ہے۔اللہ کی قسم! مجھے بھی اتنا ملا جتنا میرے ساتھیوں کو ملا۔حضرت عمرؓ نے فرمایا، پھر یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ مقامی لوگ

کہتے ہیں کہ اتنا کرنے سے ہی امارت کا کام ٹھیک چلے گا۔ پھر حضرت عمرؓ نے سارا سامان سمیٹ کر گھر کے بیچ رکھ دیا اور ان لوگوں سے فرمایا، میرے واپس آنے تک تم میں سے کوئی بھی یہاں سے باہر نہ جانے پائے، سب یہیں رہیں۔

جب ہم ان کے پاس سے باہر آئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا، اے یرفا! آؤ ہم اپنے بھائی حضرت ابوالدرداءؓ کے پاس چلیں اور ان کو دیکھیں۔ نہ ان کے ہاں مجلس لگی ہوئی ہوگی، نہ چراغ ہوگا اور نہ ان کے دروازے کو بند کرنے کی کوئی چیز کنڈی وغیرہ ہوگی۔ کنکریاں بچھا رکھی ہوں گی، پالان کے نیچے ڈالنے والے کمبل کو تکیہ بنا رکھا ہوگا۔ ان پر پتلی چادر ہوگی جس میں انہیں سردی لگ رہی ہوگی۔ تم انہیں سلام کرو گے، وہ تمہارے سلام کا جواب دیں گے۔ پھر تم ان سے اندر آنے کی اجازت مانگو گے۔ وہ یہ معلوم کئے بغیر ہی تم کو اجازت دے دیں گے کہ تم کون ہو؟ چنانچہ ہم دونوں چلے۔ یہاں تک کہ حضرت ابوالدرداءؓ کے دروازے پر پہنچ کر حضرت عمرؓ نے فرمایا، السلام علیکم۔ حضرت ابوالدرداءؓ نے کہا، وعلیکم السلام۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، کیا میں اندر آجاؤں؟ انہوں نے کہا، آجائیں۔ حضرت عمرؓ نے دروازے کو دھکا دیا تو اس کی کنڈی نہیں تھی۔ ہم اندر گئے تو کمرے میں اندھیرا تھا۔ حضرت عمرؓ ان کو اندھیرے کی وجہ سے ٹٹولنے لگے یہاں تک کہ ان کا ہاتھ حضرت ابوالدرداءؓ کو لگ گیا۔ پھر ان کے تکیہ کو ٹٹولا تو وہ پالان کا کمبل تھا۔ پھر ان کے بچھونے کو ٹٹولا تو وہ کنکریاں تھیں۔ پھر ان کے اوپر کے کپڑے کو ٹٹولا تو وہ باریک سی چادر تھی۔ حضرت ابوالدرداءؓ نے کہا، یہ کون ہے؟ کیا یہ امیر المومنین ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا، ہاں۔ حضرت ابوالدرداءؓ نے کہا، اللہ کی قسم! آپؓ بڑی دیر سے آئے ہیں، میں سال بھر سے آپؓ کا انتظار کر رہا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اللہ آپؓ پر رحم فرمائے، کیا میں نے آپؓ پر وسعت نہیں کی؟ اور کیا میں نے آپؓ کے ساتھ فلاں فلاں احسان نہیں کئے۔ حضرت ابوالدرداءؓ نے کہا، اے عمرؓ! کیا آپؓ کو وہ حدیث یاد نہیں۔ ہے جو حضورؐ نے ہم سے بیان کی تھی۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا، کون سی حدیث؟ انہوں نے کہا، حضورؐ نے فرمایا تھا، تم میں سے ایک آدمی کے پاس زندگی گزارنے کا

Marfat.com

اتنا سامان ہونا چاہئے جتنا سوار کے پاس سفر کا توشہ ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، ہاں یاد ہے۔ حضرت ابوالدرداءؓ نے کہا، اے عمرؓ! حضورؐ کے بعد ہم نے کیا کیا؟ پھر دونوں ایک دوسرے کو حضورؐ کی باتیں یاد دلا کر روتے رہے۔ ۱؎

رعایا کے حالات سے خبر گیری:

حضرت ابوصالح غفاریؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے خدمت کے لئے مدینہ کے کنارے میں رہنے والی ایک نابینا عمر رسیدہ بڑھیا تلاش کی تا کہ رات کو اس کا پانی بھر دیا کریں اور اس کے کام کاج کر دیا کریں لیکن جب حضرت عمرؓ اس کے ہاں گئے تو انہوں نے دیکھا کہ کوئی آدمی ان سے پہلے آ کر خدمت کے سارے کام بڑھیا کی حسب منشا کر چکا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کئی مرتبہ کوشش کی لیکن اس آدمی سے پہلے نہ آ سکے، وہی پہلے آ کر تمام کام کر جاتا۔ آخر اس کا پتہ چلانے کے لئے حضرت عمرؓ راستہ میں گھات لگا کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اس بڑھیا کی خدمت کرنے آ رہے ہیں اور یہی وہ صاحب ہیں جو حضرت عمرؓ سے پہلے آ کر خدمت کر رہے تھے حالانکہ وہ خلیفہ وقت تھے۔ انہیں دیکھ کر حضرت عمرؓ نے کہا، میری عمر کی قسم! آپؓ ہیں، جو مجھ سے بھی پہلے آ کر اس بڑھیا کی خدمت کر رہے تھے۔ ۲؎

نابینا اپاہج بڑھیا کی خدمت:

حضرت اوزاعیؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ رات کی تاریکی میں باہر نکلے تو حضرت طلحہؓ کی نظر ان پر پڑی۔ انہوں نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ پہلے ایک گھر میں داخل ہوئے، پھر دوسرے گھر میں۔ صبح کو حضرت طلحہؓ اس گھر میں گئے تو دیکھا کہ گھر میں ایک نابینا اور اپاہج بڑھیا ہے۔ حضرت طلحہؓ نے پوچھا، کیا بات ہے؟ یہ آدمی تمہارے پاس کس لئے آتا ہے؟ اس بڑھیا نے کہا، یہ اتنے عرصہ سے یعنی برسوں سے میری دیکھ بھال کر رہے ہیں، میری ضرورت کے کام کر دیتے ہیں اور میرے گھر کے پاخانے وغیرہ تمام

۱؎ (کنز العمال ۷/۷۷، حیاۃ الصحابہ ۲/۱۱۵) ۲؎ (منتخب کنز العمال ۴/۳۴۷، حیاۃ الصحابہ ۲/۱۱۷)

چیزوں کی صفائی کردیتے ہیں۔ اس پر حضرت طلحہؓ نے کہا، اے طلحہ! تیری ماں تجھے گم کرے، کیا تم عمرؓ کی لغزشوں کو تلاش کرتے ہو۔ ۱

ظاہری اعمال کے مطابق فیصلہ:

حضرت عبداللہ بن عتبہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ: میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضورؐ کے زمانے میں لوگوں کے ساتھ وحی کے مطابق معاملہ کیا جاتا تھا (جس میں بعض دفعہ ان کے چھپے ہوئے کاموں کے مطابق اللہ تعالیٰ فیصلہ کیا کرتے تھے) اور اب وحی کا سلسلہ بند ہوگیا ہے۔ اب ہم تمہارے ظاہری اعمال کے مطابق فیصلے کریں گے۔ جو ہمارے سامنے اچھے کام کرے گا، ہم اسے امین سمجھ کر اپنے قریب کریں گے، ہمیں اس کے اندرونی اعمال سے کوئی واسطہ نہیں ہوگا۔ اس کے اندرونی اعمال کا اللہ ہی محاسبہ فرمائیں گے اور جو ہمارے سامنے برے کام کرے گا، نہ ہم اسے امین سمجھیں گے اور نہ اسے سچا مانیں گے، اگرچہ وہ کہتا رہے کہ اس کا اندرون بہت اچھا ہے۔ ۲

امیر بنا کر اس کے اعمال پر نگاہ رکھنا:

حضرت طاؤسؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ نے فرمایا، یہ بتاؤ اگر میں تمہارا امیر ایسے آدمی کو بنادوں جو ان آدمیوں میں سب سے اچھا ہو جن کو میں جانتا ہوں، پھر میں اسے عدل وانصاف سے چلنے کا حکم بھی دے دوں تو کیا اس طرح میں اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاؤں گا؟ لوگوں نے کہا، جی ہاں۔ آپؓ نے فرمایا، نہیں جب تک میں یہ نہ دیکھ لوں کہ وہ میرے کہنے کے مطابق کام کررہا ہے یا نہیں۔ ۳

آپؓ تو ہمیں بھول گئے:

حضرت عبداللہ بن کعب بن مالکؒ فرماتے ہیں کہ: انصار کا ایک لشکر اپنے امیر

---

۱ (حلیۃ الاولیاء ۱/ ۴۸، حیاۃ الصحابہؓ ۲/ ۱۱۸)

۲ (کنز العمال ۳/ ۱۴۷، البیہقی ۸/ ۲۰۱، حیاۃ الصحابہؓ ۲/ ۱۱۸)

۳ (کنز العمال ۳/ ۱۶۵، حیاۃ الصحابہؓ ۲/ ۱۱۸)

Marfat.com

کے ساتھ ملک فارس میں تھا۔ ہر سال حضرت عمرؓ باری باری لشکر بھیجا کرتے تھے، دوسرا لشکر بھیج کر پہلے لشکر کو بلا لیا کرتے تھے لیکن اس سال حضرت عمرؓ اور کاموں میں مشغول رہے جس کی وجہ سے بعد میں دوسرا لشکر نہ بھیج سکے۔ جب مقرر کردہ وقت پورا ہو گیا تو سرحد والا انصار کا لشکر واپس آ گیا۔ (حضرت عمرؓ نے ان کی جگہ پر کام کرنے والا لشکر ابھی بھیجا نہیں تھا اس لئے) حضرت عمرؓ ناراض ہوئے اور انہیں خوب دھمکایا اور یہ سب حضورؐ کے صحابہؓ تھے۔ تو انہوں نے کہا، اے عمرؓ! آپؓ تو ہمیں بھول گئے اور حضورؐ نے ہمارے بارے میں آپؓ کو یہ حکم دیا تھا کہ باری باری لشکر بھیجتے رہنا۔ آپؓ نے اس پر عمل نہیں کیا۔ ؁

حضرت ابوعبیدہؓ کو مدینہ منورہ طلب کرنا:

حضرت ابوموسیٰؓ کہتے ہیں کہ: جب امیر المومنین حضرت عمرؓ نے یہ سنا کہ شام میں لوگ طاعون میں مبتلا ہو رہے ہیں تو انہوں نے حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کو یہ خط لکھا، مجھے ایک کام میں تمہاری ضرورت پیش آ گئی ہے، میں تمہارے بغیر اس کام کو نہیں کر سکتا۔ اس لئے میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں، اگر تمہیں میرا یہ خط رات کو ملے تو صبح ہونے سے پہلے اور اگر دن میں ملے تو شام ہونے سے پہلے تم سوار ہو کر میری طرف چل پڑو۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے خط پڑھ کر کہا، امیر المومنین کو جو ضرورت پیش آئی ہے، میں اسے سمجھ گیا۔ جو آدمی اب دنیا میں رہنے والا نہیں ہے، وہ اسے باقی رکھنا چاہتے ہیں یعنی حضرت عمرؓ چاہتے ہیں کہ میں طاعون کی وبا والا علاقہ چھوڑ کر مدینہ چلا جاؤں اور اس طرح موت سے بچ جاؤں لیکن میں موت سے بچنے والا نہیں ہوں۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کو جواب میں لکھا کہ میں مسلمانوں کے ایک لشکر میں ہوں، جان بچانے کے لئے میں انہیں چھوڑ کر جانے کے لئے تیار نہیں ہوں اور جو ضرورت آپؓ کو پیش آئی ہے، میں اسے سمجھ گیا ہوں۔ آپؓ اسے باقی رکھنا چاہتے ہیں جو اب دنیا میں باقی رہنے والا نہیں ہے۔ لہٰذا جب میرا یہ خط آپؓ کی خدمت میں پہنچ جائے تو آپؓ

؁ (کنز العمال ۳/ ۱۴۸، حیاۃ الصحابہؓ ۲/ ۱۲۰)

Marfat.com

مجھے اس قسم کے پورا کرنے سے معاف فرمادیں اور مجھے یہاں ہی ٹھہرنے کی اجازت دے دیں۔ جب حضرت عمرؓ نے ان کا خط پڑھا تو ان کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور رونے لگے تو حاضرین مجلس نے کہا، کیا حضرت ابوعبیدہؓ کا انتقال ہوگیا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا، نہیں لیکن یوں سمجھو کہ ہوگیا۔

پھر حضرت عمرؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ کو خط لکھا کہ اردن کا سارا علاقہ وبا سے متاثر ہو چکا ہے اور جابیہ شہر وبا سے محفوظ ہے، اس لئے آپؓ مسلمانوں کو لے کر وہاں چلے جائیں۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے یہ خط پڑھ کر فرمایا، امیر المومنین کی یہ بات تو ہم ضرور مانیں گے۔ حضرت ابوموسیٰؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابوعبیدہؓ نے مجھے حکم دیا کہ میں سوار ہوکر لوگوں کو ان کی قیام گاہوں میں ٹھہراؤں۔ اتنے میں میری بیوی کو بھی طاعون ہوگیا۔ میں حضرت ابوعبیدہؓ کو بتانے کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت ابوعبیدہؓ خود جا کر لوگوں کو ان کی قیام گاہوں میں ٹھہرانے لگے۔ پھر خود ان کو طاعون ہوگیا جس میں ان کا انتقال ہوگیا اور پھر طاعون کی وبا ختم ہوگئی۔

حضرت ابوالموجہؓ کہتے ہیں حضرت ابوعبیدہؓ کے ساتھ چھتیس ہزار کا لشکر تھا جن میں سے صرف چھ ہزار زندہ بچے۔ باقی تیس ہزار کا اس طاعون میں انتقال ہوگیا۔ [1]

آزادیٔ انسانیت:

حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ: میں حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک انہوں نے ایک عورت کے چیخنے کی آواز سنی تو انہوں نے اپنے دربان سے کہا، اے یرفا! دیکھو یہ آواز کیسی ہے؟ وہ دیکھ کر آئے تو عرض کیا کہ ایک قریشی لڑکی کی ماں فروخت کی جا رہی ہے اس وجہ سے وہ لڑکی رو رہی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، جاؤ اور حضرات مہاجرین و انصار کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ تھوڑی دیر نہیں گزری تھی کہ گھر اور حجرہ ان حضرات سے بھر گیا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا، امابعد! کیا آپ حضرات جانتے

---

[1] (کنز العمال ۲/۳۳۴، الحاکم ۳/۲۶۳، حیاۃ الصحابہؓ ۱۲۱/۲)

ہیں کہ حضرت محمد ﷺ جو دین لے کر آئے تھے اس میں قطع رحمی بھی شامل ہے؟ ان حضرات نے فرمایا، نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، لیکن آج یہ قطع رحمی آپ لوگوں میں بہت پھیل گئی ہے، پھر یہ آیت پڑھی:

﴿فهل عسيتم ان توليتم ان تفسدوا فى الارض وتقطعوا ارحامكم﴾ (سورۃ محمد آیت ۲۲)

"سو اگر تم کنارہ کش رہو تو آیا تم کو یہ احتمال بھی ہے کہ تم دنیا میں فساد مچا دو اور آپس میں قطع قرابت کر دو۔"

پھر فرمایا، اس سے زیادہ سخت اور کون سی قطع رحمی ہو سکتی ہے کہ ایک آزاد عورت کی ماں کو بیچا جا رہا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو اب بہت وسعت دے رکھی ہے۔ ان حضرات نے کہا، اس بارے میں آپؓ جیسا مناسب سمجھیں ضرور کریں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے تمام علاقوں کو خط لکھا کہ کسی آزاد انسان کی ماں کو نہ بیچا جائے کیونکہ اسے بیچنا قطع رحمی بھی ہے اور حلال بھی نہیں ہے۔ [1]

عدم شفقت پر امیر کا ہٹانا:

حضرت ابوعثمان نہدیؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ نے قبیلہ بنو اسد کے ایک آدمی کو ایک کام کا امیر مقرر کیا۔ وہ حضرت عمرؓ کے پاس تقرر نامہ لینے آئے۔ اتنے میں حضرت عمرؓ کا ایک بچہ ان کے پاس لایا گیا، حضرت عمرؓ نے اس بچہ کا بوسہ لیا۔ اس اسدی نے کہا، اے امیر المومنین! آپؓ اس بچے کا بوسہ لے رہے ہیں؟ اللہ کی قسم! میں نے آج تک کبھی کسی بچہ کا بوسہ نہیں لیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، جب تمہارے دل میں بچوں کے بارے میں شفقت نہیں ہے پھر تو اللہ کی قسم! دوسرے لوگوں کے بارے میں شفقت اور کم ہو گی۔ لاؤ ہمارا تقرر نامہ واپس دے دو، آئندہ تم میری طرف سے کبھی امیر نہ بننا اور حضرت عمرؓ نے اسے امارت سے ہٹا دیا۔

---

[1] (کنز العمال ۲/۲۲۶، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۱۲۳)

Marfat.com

عدلِ فاروقیؓ:

حضرت شعبیؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ اور حضرت اُبی بن کعبؓ کے درمیان کھجور کے ایک درخت کے بارے میں جھگڑا ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، آؤ ہم آپس کے فیصلے کے لئے کسی کو ثالث مقرر کر لیتے ہیں۔ چنانچہ ان دونوں حضرات نے حضرت زید بن ثابتؓ کو اپنا ثالث بنا لیا۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات حضرت زیدؓ کے پاس گئے اور حضرت عمرؓ نے فرمایا، ہم آپؓ کے پاس اس لئے آئے ہیں تاکہ آپؓ ہمارے درمیان فیصلہ کر دیں اور امیر المومنین ہو کر میں خود آپؓ کے پاس اس لئے آیا ہوں کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ فیصلہ کروانے والے خود ثالث کے گھر آیا کرتے ہیں۔ جب دونوں حضرات حضرت زیدؓ کے پاس اندر داخل ہوئے تو حضرت زیدؓ نے حضرت عمرؓ کو اپنے بستر کے سرہانے بٹھانا چاہا اور یوں کہا، اے امیر المومنین! یہاں تشریف رکھیں۔ حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا، یہ پہلا ظلم ہے جو آپؓ نے اپنے فیصلہ میں کیا ہے، میں تو اپنے فریق مخالف کے ساتھ بیٹھوں گا۔

حضرت اُبیؓ نے اپنا دعویٰ پیش کیا جس کا حضرت عمرؓ نے انکار کیا۔ حضرت زیدؓ نے حضرت اُبیؓ سے کہا، قاعدہ کے مطابق انکار کرنے پر مدعی علیہ کو قسم کھانی پڑتی ہے لیکن میں آپؓ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپؓ امیر المومنین کو قسم کھانے کی زحمت نہ دیں اور میں امیر المومنین کے علاوہ کسی اور کے لئے یہ درخواست نہیں کر سکتا۔ حضرت عمرؓ نے اس رعایت کو قبول نہ کیا بلکہ قسم کھائی اور انہوں نے قسم کھا کر کہا، حضرت زیدؓ صحیح قاضی تب بن سکتے ہیں جب کہ ان کے نزدیک عمرؓ اور ایک عام مسلمان برابر ہو۔ [1]

آپؓ ان کی مرضی کے بغیر یہ گھر نہیں لے سکتے:

حضرت زید بن اسلمؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ کا ایک گھر مدینہ منورہ کی مسجد نبویؐ کے بالکل ساتھ تھا۔ حضرت عمرؓ نے اسے مسجد میں شامل کرنا چاہا تو حضرت عباسؓ سے فرمایا، آپؓ یہ گھر میرے ہاتھ بیچ دیں۔ حضرت عباسؓ نے انکار کر دیا۔

---

[1] (کنز العمال ۳/۱۷۴، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۱۲۹)

Marfat.com

حضرت عمرؓ نے کہا، آپ یہ گھر مجھے ہدیہ ہی کر دیں، وہ یہ بھی نہ مانے۔ پھر حضرت عمرؓ نے کہا، آپؓ خود ہی یہ گھر مسجد میں شامل کر دیں، انہوں نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا، آپؓ کو ان تین کاموں میں سے کوئی ایک کام تو کرنا ہی پڑے گا لیکن حضرت عباسؓ پھر بھی تیار نہ ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، اچھا پھر کسی کو آپؓ ثالث مقرر کر لیں جو ہمارا فیصلہ کر دے۔ انہوں نے حضرت اُبی بن کعبؓ کو مقرر کیا۔ یہ دونوں حضرات اپنا مقدمہ ان کے پاس لے گئے۔ حضرت اُبیؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا، میرا فیصلہ یہ ہے کہ آپؓ ان کی مرضی کے بغیر ان سے یہ گھر نہیں لے سکتے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا، آپؓ کو یہ فیصلہ اللہ کی کتاب یعنی قرآن میں ملا ہے یا حضورؐ کی حدیث میں؟ انہوں نے کہا، حضورؐ کی حدیث میں؟ حضرت عمرؓ نے پوچھا، وہ حدیث کیا ہے؟ حضرت اُبیؓ نے کہا، میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے جب بیت المقدس کی تعمیر شروع کی تو جب بھی وہ کوئی دیوار بناتے تو صبح کو وہ گری ہوئی ہوتی۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف یہ وحی بھیجی کہ اگر آپؑ کسی کی زمین میں بنانا چاہتے ہیں تو پہلے اسے راضی کر لیں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کو چھوڑ دیا۔ بعد میں حضرت عباسؓ نے اپنی خوشی سے اس گھر کو مسجد میں شامل کر دیا۔ [1]

اپنے بیٹے پر حد جاری کر دی:

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں مصر میں میرے بھائی عبدالرحمٰن نے اور ان کے ساتھ ابوسرعہ عقبہ بن حارث نے نبیذ پی (پانی میں کھجوریں ڈال دی جاتی تھیں کچھ دیر کھجوریں پڑی رہتی تھیں جس سے وہ پانی میٹھا ہو جاتا تھا، اسے نبیذ کہا جاتا تھا۔ زیادہ دیر پڑے رہنے سے اس میں نشہ بھی پیدا ہو جاتا تھا) جس سے انہیں نشہ ہو گیا۔ صبح کو یہ دونوں مصر کے امیر حضرت عمرو بن العاصؓ کے پاس گئے اور ان سے کہا، سزا دے کر ہمیں پاک کر دیں کیونکہ ہم نے ایک مشروب پیا تھا جس سے ہمیں نشہ ہو گیا۔

---

[1] (حیاۃ الصحابہؓ ۱۳۰/۲)

Marfat.com

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں مجھ سے میرے بھائی نے کہا، مجھے نشہ ہو گیا تھا۔ میں نے ان سے کہا، گھر چلو میں تمہیں سزا دے کر پاک کر دوں گا۔ مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ دونوں حضرات عمروؓ کے پاس جا چکے ہیں۔ پھر میرے بھائی نے مجھے بتایا کہ وہ امیر مصر کو یہ بات بتا چکے ہیں تو میں نے کہا، تم گھر چلو میں تمہارا سر مونڈ دوں گا تا کہ تمام لوگوں کے سامنے تمہارا سر نہ مونڈا جائے۔ اس زمانے کا دستور یہ تھا کہ حد لگانے کے ساتھ سر بھی مونڈ دیتے تھے۔ چنانچہ وہ دونوں گھر چلے گئے۔ میں نے اپنے بھائی کا سر اپنے ہاتھ سے مونڈا۔ پھر حضرت عمروؓ نے ان پر شراب کی حد لگائی۔

حضرت عمرؓ کو اس قصہ کا پتہ چلا تو انہوں نے حضرت عمروؓ کو خط لکھا کہ عبدالرحمٰن کو میرے پاس بغیر کجاوہ کے اونٹ پر سوار کر کے بھیج دو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ چنانچہ جب وہ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے تو انہوں نے اسے سو کوڑے لگائے اور اپنا بیٹا ہونے کی وجہ سے اسے سزا دی، پھر اسے چھوڑ دیا۔ اس کے بعد وہ ایک مہینہ تو ٹھیک رہے۔ پھر تقدیر الٰہی غالب آ گئی اور ان کا انتقال ہو گیا۔ عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے کوڑے لگانے سے ان کا انتقال ہوا ہے حالانکہ ان کا انتقال حضرت عمرؓ کے کوڑے لگانے سے نہیں ہوا بلکہ طبعی موت مرے ہیں۔

فاروقِ اعظمؓ کے رعب سے عورت کا قبل از وقت بچہ جننا:

حضرت حسنؓ کہتے ہیں کہ: ایک عورت کا خاوند غائب تھا، اس کے پاس کسی کی آمد و رفت تھی۔ حضرت عمرؓ کو اس سے کھٹک ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے بلانے کے لئے اس کے پاس آدمی بھیجا۔ اس آدمی نے اس عورت سے کہا، حضرت عمرؓ کے پاس چلو، حضرت عمرؓ تمہیں بلا رہے ہیں۔ اس نے کہا، ہائے میری ہلاکت، مجھے عمرؓ سے کیا واسطہ۔ وہ گھر سے چلی، وہ حاملہ تھی۔ ابھی راستہ ہی میں تھی کہ وہ گھبرا گئی جس سے اسے دردِ زہ شروع ہو گیا۔ وہ ایک گھر میں چلی گئی جہاں اس کا بچہ پیدا ہوا۔ بچہ دو دفعہ رویا اور پھر مر گیا۔ حضرت عمرؓ نے حضورؐ کے صحابہؓ سے مشورہ کیا کہ میرے ڈر کی وجہ سے وہ عورت گھبرا گئی اور اس وجہ سے بچہ قبل از وقت پیدا ہو

Marfat.com

گیا۔ اس وجہ سے وہ بچہ مر گیا تو کیا اس بچہ کے یوں مر جانے کی وجہ سے مجھ پر کوئی چیز شرعاً لازم آتی ہے؟ بعض صحابہؓ نے کہا، آپؓ پر کچھ لازم نہیں آتا کیونکہ آپؓ مسلمانوں کے والی ہیں اور اس وجہ سے آپؓ کے ذمہ ہے کہ آپؓ ان کو ادب سکھائیں، کوئی کمی دیکھیں تو انہیں بلا کر انہیں تنبیہہ کریں۔ حضرت علیؓ خاموش رہے۔

حضرت عمرؓ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا، اس بارے میں آپؓ کیا کہتے ہیں؟ حضرت علیؓ نے کہا، اگر ان لوگوں نے یہ بات بغیر کسی دلیل کے محض اپنی رائے سے کہی ہے تو ان کی رائے غلط ہے اور اگر انہوں نے آپؓ کو خوش کرنے کے لئے یہ بات کہی ہے تو انہوں نے آپؓ کے ساتھ خیر خواہی نہیں کی ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ اس بچہ کی دِیت یعنی خون بہا آپؓ کو دینا پڑے گا کیونکہ آپؓ کے بلانے کی وجہ سے وہ عورت گھبرائی ہے۔ اس لئے یوں بچے کے قبل از وقت پیدا ہو جانے کا سبب آپؓ ہی ہیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ اس بچہ کا خون بہا سارے قریش سے وصول کریں، اس لئے کہ یہ قتل ان سے خطا کے طور پر صادر ہوا ہے۔ [1]

مظلوم کی دادرَسی:

حضرت عطاءؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اپنے گورنروں کو حکم دیا کرتے تھے کہ وہ حج کے موقع پر ان کے پاس آیا کریں۔ جب سارے گورنر آجاتے تو عام مسلمانوں کو جمع کر کے فرماتے:

> ''اے لوگو! میں نے اپنے گورنر تمہارے ہاں اس لئے نہیں بھیجے ہیں کہ وہ تمہاری کھال ادھیڑیں یا تمہارے مال پر قبضہ کریں یا تمہیں بے عزت کریں بلکہ میں نے تو صرف اس لئے ان کو بھیجا ہے تا کہ تمہیں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرنے دیں اور تمہارے درمیان مال غنیمت تقسیم کریں لہٰذا جس کے ساتھ اس کے خلاف کیا گیا ہو وہ کھڑا

---

[1] (کنز العمال ۷/۳۰۰، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۱۳۲)

ہو جائے اور اپنی بات بتائے۔“

چنانچہ ایک مرتبہ انہوں نے گورنروں کو جمع کر کے لوگوں میں یہی اعلان کیا تو صرف ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا، اے امیر المومنین! آپؓ کے فلاں گورنر نے مجھے ظلماً سو کوڑے مارے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اس گورنر سے کہا، تم نے اسے کیوں مارا؟ اور اس آدمی سے کہا، اٹھ اور اس گورنر سے بدلہ لے۔ اس پر حضرت عمرو بن عاصؓ نے کھڑے ہو کر کہا، اگر آپؓ نے اس طرح گورنروں سے بدلہ دلانا شروع کر دیا تو پھر آپؓ کے پاس بہت زیادہ شکایات آنے لگ جائیں گی اور یہ گورنروں سے بدلہ لینا ایسا دستور بن جائے گا کہ جو بھی آپؓ کے بعد آئے گا اسے یہ اختیار کرنا پڑے گا، حالانکہ اپنے گورنروں سے بدلہ دلوانا ہر امیر کے بس میں نہیں ہے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا، جب میں نے حضور ﷺ کو اپنی ذاتِ اقدس سے بدلہ دلوانے کے لئے تیار رہتے ہوئے دیکھا ہے تو میں اپنے گورنر سے کیوں نہ بدلہ دلواؤں؟ حضرت عمروؓ نے کہا، آپؓ ہمیں اس آدمی کو راضی کرنے کا موقع دیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا، اچھا چلو تم اسے راضی کر لو۔ چنانچہ اس گورنر نے ہر کوڑے کے بدلہ دو دو دینار کے حساب سے دو سو دینار اس آدمی کو بدلہ میں دیئے۔ [1]

تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنا رکھا ہے:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ: مصر سے ایک آدمی حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں آیا اور اس نے عرض کیا، اے امیر المومنین! مجھ پر ظلم ہوا ہے، میں آپؓ کی پناہ لینا چاہتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے کہا، ہاں تم میری مضبوط پناہ میں ہو تو اس نے کہا میں نے حضرت عمرو بن عاصؓ کے بیٹے (محمد) سے دوڑنے میں مقابلہ کیا تو میں ان سے آگے نکل گیا تو وہ مجھے کوڑے مارنے لگے اور کہنے لگے، میں بڑے اور کریم لوگوں کی اولاد ہوں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے حضرت عمروؓ کو خط لکھا کہ وہ خود بھی مصر سے مدینہ منورہ آئیں اور اپنے ساتھ

---

[1] (طبقات ابن سعد ۳/ ۲۱۱، منتخب کنز العمال ۴/ ۴۱۹، حیاۃ الصحابہ ج۲/ ۱۴۳)

Marfat.com

اپنے اس بیٹے کو بھی لائیں۔ چنانچہ حضرت عمروؓ مدینہ آئے تو حضرت عمرؓ نے کہا، وہ شکایت کرنے والا مصری کہاں ہے؟ کوڑا لو اور اسے مارو۔ وہ مصری کوڑے مار رہا تھا اور حضرت عمرؓ فرماتے جا رہے تھے، کمینوں کے بیٹے کو مارو۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں، اس مصری نے حضرت عمروؓ کے بیٹے کو خوب پیٹا اور ہم چاہتے تھے کہ وہ انہیں خوب پیٹے اور اس نے مارنا تب چھوڑا جب ہمیں بھی تقاضا ہو گیا کہ وہ اب اور نہ مارے یعنی اس نے مارنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ پھر حضرت عمرؓ نے اس مصری سے فرمایا، اب حضرت عمرو کی چندیا پر بھی مار (حضرت عمرؓ کا مقصد اس پر تنبیہ کرنا تھا کہ حضرت عمرو کو اپنے بیٹے کی ایسی تربیت کرنی چاہئے تھی جس سے اس میں کسی پر بھی ظلم کرنے کی جرأت پیدا نہ ہوتی) اس مصری نے کہا، اے امیر المومنین! مجھے تو ان کے بیٹے نے مارا تھا اور میں نے ان سے بدلہ لے لیا ہے اس لئے میں حضرت عمروؓ کو نہیں ماروں گا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے حضرت عمروؓ سے فرمایا، کب سے تم نے لوگوں کو اپنا غلام بنا رکھا ہے؟ حالانکہ ان کو ان کی ماؤں نے آزاد جنا ہے۔ حضرت عمروؓ نے کہا، مجھے اس قصہ کا بالکل پتہ نہیں چلا اور نہ یہ مصری میرے پاس شکایت لے کر آیا ورنہ میں اپنے بیٹے کو خود سزا دیتا۔ ؎[1]

میں تیری مدد کو حاضر ہوں:

حضرت یزید بن ابی منصورؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ کو یہ خبر ملی کہ بحرین میں ان کے مقرر کردہ گورنر حضرت ابن جارود یا ابن ابی جارود کے پاس ایک شخص لایا گیا جس کا نام اَدِریاس تھا، اس نے مسلمانوں کے دشمن کے ساتھ خفیہ خط و کتابت کر رکھی تھی اور ان دشمنوں کے ساتھ مل جانے کا اس کا ارادہ بھی تھا اور اس کے ان جرائم پر گواہ بھی موجود تھے، اس پر اس گورنر نے اسے قتل کر دیا۔ وہ شخص قتل ہوتے ہوئے کہہ رہا تھا، اے عمرؓ! مظلوم ہوں، میری مدد کو آئیں۔ اے عمرؓ! میں مظلوم ہوں، میری مدد کو آئیں۔

حضرت عمرؓ نے اپنے اس گورنر کو خط لکھا کہ میرے پاس آؤ چنانچہ وہ آ گئے۔

---

[1] (منتخب کنز العمال ۴/۴۲۰، حیاۃ الصحابہ ۲/۱۳۴)

Marfat.com

حضرت عمرؓ ان کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے ہاتھ میں ایک چھوٹا نیزہ تھا۔ جب وہ حضرت عمرؓ کے پاس اندر آئے تو حضرت عمرؓ نے وہ چھوٹا نیزہ اس کے جبڑوں پر مارنا چاہا لیکن مارا نہیں کہ حضرت جارود نے اجتہادی غلطی کی وجہ سے اس آدمی کو قتل کیا تھا، اس لئے چھوڑ دیا۔ اور حضرت عمرؓ کہتے جا رہے تھے، اے اُدریاس! میں تیری مدد کو حاضر ہوں۔ اے ادریاس! میں تیری مدد کو حاضر ہوں اور حضرت جارود کہنے لگے، اے امیر المومنین! اس نے مسلمانوں کی خفیہ باتیں دشمن کو لکھی تھیں اور دشمن سے جا ملنے کا اس نے ارادہ بھی کر رکھا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، صرف برائی کے ارادہ پر ہی تم نے اسے قتل کر دیا، ہم میں ایسا کون ہے جس کے دل میں ایسے برے ارادے نہیں آتے؟ اگر گورنروں کو قتل کر کے مستقل دستور بن جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں تمہیں اس کے بدلہ میں ضرور قتل کر دیتا۔ [1]

ایک مسلمان کی قیمت:

حضرت زید بن وہبؒ کہتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضرت عمرؓ دونوں کانوں میں انگلیاں ڈالے ہوئے باہر نکلے اور آپؓ کہہ رہے تھے، یالبیک میں مدد کو حاضر ہوں، میں مدد کو حاضر ہوں۔ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ انہیں کیا بات پیش آئی ہے؟ حضرت عمرؓ نے بتایا کہ ان کے مقرر کردہ ایک امیر کی طرف سے قاصد یہ خبر لایا ہے کہ ان کے علاقہ میں مسلمانوں کی ایک نہر پڑتی تھی جسے پار کرنے کے لئے مسلمانوں کو کوئی کشتی نہ مل سکی تو ان کے امیر نے کہا، کوئی ایسا آدمی معلوم کرو جو نہر کی گہرائی معلوم کرنا جانتا ہو۔ چنانچہ ان کے پاس ایک بوڑھے کو لایا گیا۔ اس بوڑھے نے کہا، مجھے سردی سے ڈر لگتا ہے اور وہ موسم سردی کا تھا لیکن اس امیر نے انہیں مجبور کر کے اس نہر میں داخل کر دیا۔ تھوڑی دیر میں ہی اس پر سردی کا بہت زیادہ اثر ہو گیا اور وہ زور زور سے پکارنے لگا، اے عمرؓ! میری مدد کو آؤ اور وہ بوڑھا ڈوب گیا۔ اس بوڑھے کی فریاد کے جواب میں حضرت عمرؓ کانوں میں انگلیاں ڈالے ہوئے یالبیک کہتے ہوئے نکلے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس امیر کو خط لکھا جس پر وہ مدینہ منورہ آ گئے۔ ان کو

---

[1] (کنز العمال ۷/ ۲۹۸، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۱۳۵)

Marfat.com

آئے ہوئے کئی دن ہو گئے لیکن حضرت عمرؓ نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی اور یہ حضرت عمرؓ کی عادت شریفہ تھی کہ جب ان کو کسی پر غصہ آتا تھا تو اس سے اعراض فرما لیتے تھے، اس کی طرف توجہ نہ فرماتے تھے۔ پھر اس امیر کو کہا، جس آدمی کو تم نے مار ڈالا، اس کا کیا بنا؟ اس نے کہا، اے امیر المومنین! میرا ارادہ اسے قتل کرنے کا نہیں تھا، ہمیں نہر پار کرنے کے لئے کوئی بھی چیز نہیں مل رہی تھی۔ ہم تو صرف یہ چاہتے تھے کہ یہ پتہ چل جائے کہ نہر کے پانی کی گہرائی کتنی ہے؟ پھر بعد میں ہم نے اللہ کے فضل سے فلاں فلاں علاقے فتح کئے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا، تم جو کچھ فتوحات کی خبر وغیرہ لے کر آئے، مجھے ایک مسلمان اس سے زیادہ محبوب ہے۔ اگر مستقل دستور بن جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔ تم اس کے رشتہ داروں کو خون بہا دو اور میرے پاس سے چلے جاؤ، آئندہ تمہیں کبھی نہ دیکھوں۔ [1]

وہ آپ سے اپنا بدلہ لے:

حضرت جریرؓ کہتے ہیں کہ: حضرت ابو موسیٰؓ کے ساتھ میں ایک آدمی تھا۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کو بڑا مالِ غنیمت حاصل ہوا۔ حضرت ابو موسیٰؓ نے اسے مال غنیمت میں سے اس کا حصہ تو دیا لیکن پورا نہ دیا۔ اس نے کہا، لوں گا تو پورا لوں گا، نہیں تو نہیں لوں گا۔ حضرت ابو موسیٰؓ نے اسے بیس کوڑے مارے اور اس کا سر مونڈ دیا۔ وہ اپنے بال جمع کر کے حضرت عمرؓ کے پاس لے گیا۔ وہاں جا کر اس نے اپنی جیب سے بال نکالے اور حضرت عمرؓ کے سینہ پر دے مارے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا، تمہیں کیا ہوا؟ اس نے اپنا سارا قصہ سنایا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو موسیٰؓ کو یہ خط لکھا:

> ”سلام علیک! اما بعد! فلاں بن فلاں نے مجھے اپنا سارا قصہ اس طرح سنایا۔ میں آپ کو قسم دے کر کہتا ہوں اگر یہ کام اس کیساتھ آپ نے بھرے مجمع میں لوگوں کے سامنے کیا ہے تو آپ اس کے لئے بھرے مجمع میں لوگوں کے سامنے بیٹھ جائیں اور پھر وہ آپ سے اپنا

---

[1] (کنز العمال ۷/ ۲۹۹، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۱۳۵)

Marfat.com

بدلہ لے اور اگر یہ کام اس کے ساتھ آپ نے تنہائی میں کیا ہے تو آپ
اس کے لئے تنہائی میں بیٹھ جائیں اور پھر وہ آپ سے اپنا بدلہ لے۔“

چنانچہ جب حضرت ابو موسیٰؓ کو یہ خط ملا تو وہ بدلہ دینے کے لئے اس آدمی کے سامنے بیٹھ گئے۔ اس پر اس آدمی نے کہا، میں نے ان کو اللہ کے لئے معاف کر دیا۔ [1]

فیروز دیلمیؓ کو حاضری کا حکم:

حضرت حرمازیؒ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت فیروز دیلمیؓ کو یہ خط لکھا:

”امابعد! مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ آپ میدے کی روٹی شہد کے ساتھ
کھانے میں مشغول ہو گئے ہو لہٰذا جب آپ کے پاس میرا یہ خط پہنچے
تو آپ اللہ کا نام لے کر میرے پاس آجائیں اور اللہ کے راستہ میں
جہاد کریں۔“

چنانچہ حضرت فیروز خط ملتے ہی مدینہ آگئے۔ انہوں نے حضرت عمرؓ کے پاس اندر آنے کی اجازت مانگی۔ حضرت عمرؓ نے ان کو اجازت دے دی۔ وہ اندر جانے لگے تو ایک قریشی نوجوان بھی اندر جانے لگا جس سے ان کا راستہ تنگ ہو گیا۔ انہوں نے اس قریشی کی ناک پر اس زور سے تھپڑ مارا کہ خون نکل آیا۔ وہ قریشی نوجوان اسی حالت میں حضرت عمرؓ کے پاس اندر چلا گیا کہ اس کی ناک سے خون بہہ رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس نوجوان سے پوچھا، تمہارے ساتھ یہ کس نے کیا ہے؟ اس نے کہا، حضرت فیروزؓ نے اور وہ اس وقت دروازے پر ہی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت فیروزؓ کو اندر آنے کی اجازت دی، وہ اندر آگئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، اے فیروز! یہ کیا ہے؟ حضرت فیروزؓ نے کہا، اے امیر المومنین! ہم نے کچھ عرصہ قبل ہی بادشاہت چھوڑی ہے جس کا اثر ابھی ہماری طبیعتوں میں باقی ہے۔ بات یہ ہوئی، آپؓ نے مجھے خط بھیج کر بلوایا، اسے آپؓ نے کوئی خط نہیں لکھا

---

[1] (کنز العمال ۷/ ۲۹۹، حیاۃ الصحابہ ج۲/ ۱۳۶)

Marfat.com

اور اجازت مانگنے پر آپؓ نے مجھے تو اندر آنے کی اجازت دی۔ اس نے نہ اجازت مانگی اور نہ آپؓ نے اسے اجازت دی۔ اس نے قاعدہ کے خلاف کرتے ہوئے بلا اجازت مجھ سے پہلے میری اجازت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اندر داخل ہونا چاہا۔ اس پر مجھے غصہ آ گیا، اس لئے مجھ سے وہ حرکت سرزد ہوگئی جو یہ آپ کو بتا رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، آپ کو بدلہ دینا ہوگا۔ حضرت فیروزؓ نے پوچھا، کیا بدلہ ضرور دینا پڑے گا؟ حضرت عمرؓ نے کہا، ہاں ضرور دینا پڑے گا۔ حضرت فیروزؓ گھٹنوں کے بل بدلہ دینے کے لئے بیٹھ گئے اور وہ نوجوان بدلہ لینے کھڑا ہو گیا۔

حضرت عمرؓ نے اس سے کہا، اے نوجوان! ذرا ٹھہرنا، میں تمہیں وہ بات سناتا ہوں جو میں نے حضورؐ سے سنی ہے۔ ایک دن صبح کے وقت میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جھوٹے نبی اسود عنسی کو آج رات قتل کر دیا گیا ہے اور اس کو اللہ کے نیک بندے فیروز دیلمیؓ نے قتل کیا ہے۔ جب تم نے ان کے بارے میں حضورؐ کی یہ حدیث سن لی ہے تو کیا اس کے بعد بھی تم ان سے بدلہ لینا چاہتے ہو؟ اس نوجوان نے کہا، جب آپؓ نے ان کے بارے میں مجھے حضورؐ کی یہ حدیث سنائی ہے تو میں نے ان کو معاف کر دیا ہے۔ حضرت فیروزؓ نے کہا، میں نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا اور اس نے خوشی خوشی مجھے معاف کر دیا تو کیا اس کے بعد میں اپنی اس غلطی پر اللہ کی پکڑ سے بچ جاؤں گا؟ حضرت عمرؓ نے کہا، ہاں۔ اس پر حضرت فیروزؓ نے کہا، میں آپؓ کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میری تلوار، میرا گھوڑا اور میرے مال میں سے تیس ہزار اس نوجوان کو ہدیہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، اے قریشی! تم نے معاف کر کے ثواب بھی لے لیا اور تم کو اتنا مال بھی مل گیا۔ [1]

تو اللہ تعالیٰ کے لئے آزاد ہے:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: ایک باندی نے حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں آ کر کہا، میرے آقا نے پہلے مجھ پر تہمت لگائی، پھر مجھے آگ پر بٹھا دیا جس

---

[1] (کنز العمال ۷/۸۳، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۱۳۷)

Marfat.com

سے میری شرمگاہ جل گئی۔ حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا، کیا تمہارے آقا نے تم کو وہ برا کام کرتے ہوئے دیکھا تھا؟ اس باندی نے کہا، نہیں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا، کیا تم نے کسی برائی کا اس کے سامنے اقرار کیا تھا؟ اس باندی نے کہا، نہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا، اسے میرے پاس لاؤ چنانچہ وہ آدمی آ گیا۔ جب حضرت عمرؓ نے اس آدمی کو دیکھا تو فرمایا، کیا تم انسانوں کو وہ عذاب دیتے ہو جو اللہ کے ساتھ خاص ہے؟ اس آدمی نے کہا، اے امیر المومنین! مجھے اس پر شبہ ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا، کیا تم نے اسے وہ کام کرتے ہوئے دیکھا تھا؟ اس نے کہا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے پھر پوچھا، کیا اس باندی نے تمہارے سامنے اس جرم کا اعتراف کیا تھا؟ اس نے کہا، نہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا، اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا کہ مالک سے اس کے غلام کو اور والد سے اس کے بیٹے کو بدلہ نہیں دلوایا جائے گا تو میں تجھ سے اس باندی کو بدلہ دلواتا اور پھر حضرت عمرؓ نے اس آدمی کو سو کوڑے مارے اور اس باندی سے فرمایا، تو جا۔ تو اللہ کے لئے آزاد ہے، تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی آزاد کردہ ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضور کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جسے آگ میں جلایا گیا یا جس کی شکل آگ سے جلا کر بگاڑی گئی، وہ آزاد ہے اور وہ اللہ اور اس کے رسول کا آزاد کردہ ہے۔ [1]

آپؓ بدلہ دینے کے لئے بیٹھ جائیں:

حضرت مکحول کہتے ہیں کہ: حضرت عبادہ بن صامتؓ نے ایک دیہاتی کو بلایا تا کہ وہ بیت المقدس کے پاس ان کی سواری کو پکڑ کر کھڑا رہے، اس نے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت عبادہ نے اسے مارا جس سے اس کا سر زخمی ہو گیا۔ اس نے ان کے خلاف حضرت عمر بن خطابؓ سے مدد طلب کی۔ حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا، آپؓ نے اس کے ساتھ ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے کہا، اے امیر المومنین! میں نے اسے کہا کہ میری سواری پکڑ کر کھڑا

---

[1] (کنز العمال ۷/۲۹۹، حیاۃ الصحابہ ۲/۱۳۹)

Marfat.com

رہے لیکن اس نے انکار کر دیا اور مجھ میں ذرا تیزی ہے، اس لئے میں نے اسے مار دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، آپؓ بدلہ دینے کے لئے بیٹھ جائیں۔ حضرت زید بن ثابتؓ نے کہا، کیا آپؓ اپنے غلام کو اپنے بھائی سے بدلہ دلوا رہے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے بدلہ دلوانے کا ارادہ چھوڑ دیا اور یہ فیصلہ کیا کہ حضرت عبادہ اسے اس زخم کے بدلہ میں مقررہ رقم دیں۔ [1]

یہودی بدکار کا انجام:

حضرت سوید بن غفلہؒ فرماتے ہیں کہ: جب حضرت عمرؓ ملک شام تشریف لے گئے تو اہل کتاب میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا جس کا سر زخمی تھا اور اس کی پٹائی ہو چکی تھی۔ اس نے کہا، اے امیر المومنین! آپؓ میری جو حالت دیکھ رہے ہیں، یہ سب کچھ ایک مسلمان نے میرے ساتھ کیا ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ کو بہت غصہ آیا اور حضرت صہیبؓ سے کہا، جاؤ اور دیکھو کس نے اس کے ساتھ ایسا کیا ہے؟ اسے میرے پاس لاؤ۔ حضرت صہیبؓ نے جا کر پتہ کیا تو معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ نے کیا ہے۔ حضرت صہیبؓ نے ان سے کہا، امیر المومنین کو تم پر بہت زیادہ غصہ آیا ہوا ہے۔ تم حضرت معاذ بن جبلؓ کے پاس جا کر ان سے کہو کہ وہ حضرت عمرؓ سے تمہارے بارے میں بات کریں۔ اور وہ تمہارے لئے ان سے سفارش کریں کیونکہ حضرت عمرؓ تمہیں دیکھتے ہی فوراً سزا دینے لگ جائیں گے۔ چنانچہ جب حضرت عمر نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے پوچھا، صہیب کہاں ہیں؟ کیا تم اس آدمی کو لے آئے ہو؟ حضرت صہیبؓ نے کہا، جی ہاں۔ حضرت عوفؓ جا کر حضرت معاذؓ کو اپنا سارا قصہ بتا چکے تھے اور حضرت معاذؓ اس وقت وہاں آئے ہوئے تھے۔ چنانچہ حضرت معاذؓ نے کھڑے ہو کر کہا، اے امیر المومنین! وہ مارنے والے عوف بن مالک جیسے قابل اعتماد انسان ہیں۔ آپؓ ان کی بات سن لیں اور انہیں سزا دینے میں جلدی نہ کریں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے حضرت عوف سے کہا، تمہیں اس آدمی کے ساتھ کیا بات پیش آئی؟

انہوں نے کہا، اے امیر المومنین! میں نے دیکھا کہ ایک مسلمان عورت گدھے

---

[1] (کنز العمال ۷/۳۰۳، حیاۃ الصحابہ ۲/۱۳۹)

پر سوار ہے، یہ پیچھے سے اس گدھے کو ہانک رہا ہے۔ اتنے میں اس نے اس عورت کو گرانے کے لئے اسے لکڑی سے چوکا مارا لیکن وہ نہ گری۔ پھر اس نے اسے ہاتھ سے دھکا دیا جس سے وہ عورت گر گئی اور یہ اس کے اوپر چڑھ گیا اور اس کی عصمت لوٹ لی۔ میں یہ منظر برداشت نہ کر سکا اور میں نے اس کے سر پر مار دیا۔ حضرت عمرؓ نے اس سے کہا، تم اس عورت کو لاؤ تا کہ وہ تمہاری بات کی تصدیق کرے۔ حضرت عوفؓ اس عورت کے پاس گئے تو اس کے باپ اور خاوند نے ان سے کہا، تم نے ہماری عورت کے ساتھ کیا کرنا چاہا؟ تم نے تو یہ سارا واقعہ سنا کر ہمیں رسوا کر دیا۔ لیکن اس عورت نے کہا، نہیں میں تو ان کے ساتھ حضرت عمرؓ کو خود بتانے ضرور جاؤں گی۔ تو اس کے والد اور خاوند نے کہا، تم ٹھہرو ہم جا کر تمہاری طرف سے ساری بات پہنچا آتے ہیں۔ چنانچہ وہ دونوں حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور بالکل ویسا ہی قصہ بتایا جیسا حضرت عوفؓ نے بتایا تھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے حکم دینے پر اس یہودی کو سولی دی گئی اور حضرت عمرؓ نے فرمایا، اے یہودیو! ہم نے تم سے اس پر صلح نہیں کی تھی کہ تم ہماری عورتوں کے ساتھ زنا کرو اور ہم کچھ نہ کہیں۔ پھر فرمایا، اے لوگو! حضرت محمد ﷺ کی امان کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو لیکن ان میں سے جو کسی مسلمان عورت کے ساتھ زنا کرے گا اس کے لئے کوئی امان نہیں ہوگی۔ حضرت سوید کہتے ہیں، یہ پہلا یہودی ہے جسے میں نے اسلام میں سولی چڑھتے ہوئے دیکھا۔ [1]

ایک یہودی کے قتل پر فاروقِ اعظمؓ کی پریشانی:

حضرت عبدالمالک بن یعلی لیثی کہتے ہیں کہ: حضرت بکیر بن شداخؓ ان صحابہؓ میں سے ہیں جو بچپن سے ہی حضور ﷺ کی خدمت کیا کرتے تھے۔ جب یہ بالغ ہوئے تو انہوں نے حضور کی خدمت میں آکر عرض کیا، یا رسول اللہؐ! میں آپؐ کے گھر آتا جاتا تھا لیکن اب میں بالغ ہو گیا ہوں۔ حضورؐ نے خوش ہو کر دُعا دی، اے اللہ! اس کی اس بات کو سچا کر دے اور اسے کامیابی نصیب فرما۔ جب حضرت عمرؓ کا زمانہ خلافت آیا تو ایک یہودی مقتول

---

[1] (کنز العمال ۲/ ۲۹۹، حیاۃ الصحابہؓ ۲/ ۱۳۹)

Marfat.com

پایا گیا۔ حضرت عمرؓ نے اسے بہت بڑا حادثہ سمجھا اور آپؓ گھبرا گئے اور منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مجھے خلیفہ بنایا ہے تو کیا میرے زمانہ خلافت میں لوگوں کو یوں اچانک قتل کیا جائے گا۔ جس آدمی کو اس قتل کے بارے میں کچھ علم ہے، میں اسے اللہ کی یاد دلا کر کہتا ہوں کہ وہ مجھے ضرور بتائے۔ اس پر حضرت بکیر بن شداخؓ نے کھڑے ہو کر کہا، میں نے اسے قتل کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اللہ اکبر۔ تم نے اس کے قتل کا اقرار کر لیا ہے تو اب ایسی وجہ بتاؤ جس سے تم سزا سے بچ سکو۔ انہوں نے کہا، ہاں میں بتاتا ہوں۔ فلاں مسلمان اللہ کے راستہ میں جہاد کے لئے گیا اور اپنے گھر والوں کی دیکھ بھال میرے ذمہ کر گیا۔ میں اس کے گھر گیا تو میں نے اس یہودی کو وہاں پایا اور وہ یہ شعر پڑھ رہا تھا:

واشعث غره الاسلام حتّٰی
خلوت بعرسه ليل التّمام

''اشعث (اس عورت کے خاوند کا نام ہے) کو تو اسلام نے دھوکہ میں ڈالا ہوا ہے (وہ اسلامی جذبہ سے گھر چھوڑ کر خدا کے راستہ میں گیا ہوا ہے اور میں نے اس دھوکہ سے یہ فائدہ اٹھایا کہ) میں نے ساری رات اس کی بیوی کے ساتھ تنہائی میں گزاری ہے۔''

ابيت علٰی ترائبها ويمسی
علٰی جرداء لا حقة الحزام

''میں تو ساری رات اس کی بیوی کے سینہ پر گزار رہا ہوں اور وہ خود چھوٹے بالوں والی اونٹنی کی پشت پر شام گزارتا ہے جس کا تنگ بندھا ہوا ہے۔''

كانَّ مجامع الرَّبلات منها
فئام ينهضون الٰی فئام

''(عربوں کو عورت کا موٹا ہونا اور مرد کا دبلا ہونا پسند تھا اس لئے

کہہ رہا ہے کہ اس کی بیوی اتنی موٹی ہے کہ) اس کے رانوں کے ملنے کی جگہ یعنی سیرین تہہ بہ تہہ ہے وہاں گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے ہیں۔''

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے حضرت بکیرؓ کی بات کو سچا مان لیا اور اس یہودی کے خون کو معاف کر دیا اور ان سے بدلہ یا خون بہا نہ لیا اور حضرت بکیرؓ کے ساتھ یہ سب کچھ حضورؐ کی دُعا کی برکت سے ہوا کہ بغیر گواہ کے ان کی بات سچی مان لی گئی۔ ؎۱

ذمی کافر کے متعلق فاروقِ اعظمؓ کا فیصلہ:

حضرت قاسم بن ابی بزہ کہتے ہیں کہ: شام میں ایک مسلمان نے ایک ذِمی کافر کو قتل کر دیا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کے سامنے یہ مقدمہ پیش کیا گیا تو انہوں نے یہ سارا قصہ لکھ کر حضرت عمرؓ کو بھیجا۔ حضرت عمرؓ نے جواب میں یہ لکھا کہ یوں ذِمیوں کو قتل کرنا اگر اس مسلمان کی مستقل عادت بن گئی ہے پھر تو اسے آگے کر کے اس کی گردن اڑا دو اور اگر وہ طیش میں آ کر اچانک ایسا کر بیٹھا ہے تو اس پر چار ہزار دِیت کا جرمانہ لگا دو۔ ؎۲

دھوکہ دہی سے احتراز:

کوفہ کے ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ نے ایک لشکر بھیجا تھا اس کے امیر کو یہ خط لکھا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ تمہارے کچھ ساتھی کبھی موٹے تازے کافر کا پیچھا کر رہے ہوتے ہیں، وہ کافر دوڑ کر پہاڑ پر چڑھ جاتا ہے اور خود کو محفوظ کر لیتا ہے۔ تو پھر اس سے تمہارا ساتھی فارسی میں کہتا ہے...... مترس...... یعنی مت ڈرو۔ یہ کہہ کر اسے امان دے دیتا ہے، وہ کافر خود کو اس مسلمان کے حوالے کر دیتا ہے۔ پھر یہ مسلمان اس کافر کو پکڑ کر قتل کر دیتا ہے (یہ قتل دھوکہ دے کر کیا ہے) اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے، آئندہ اگر مجھے کسی کے بارے میں پتہ چلا کہ اس نے ایسا کیا ہے تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔

؎۱ (کنز العمال ۷/۱۳، الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ ۱/۵۲، حیاۃ الصحابہ ۲/۱۴۱)

؎۲ (کنز العمال ۷/۲۹۸، حیاۃ الصحابہ ۲/۱۴۲)

Marfat.com

حضرت ابو سلمہؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا، اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر تم میں سے کسی نے انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کر کے کسی مشرک کو امان دے دی اور وہ مشرک اس وجہ سے اس مسلمان کے پاس آ گیا اور پھر مسلمانوں نے اسے قتل کر دیا تو یوں دھوکہ سے قتل کرنے پر میں اس مسلمان کو ضرور قتل کر دوں گا۔ ؎۱

آپؓ اسے قتل نہیں کر سکتے:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ: ہم نے تستر کا محاصرہ کیا۔ آخر محاصرہ اور جنگ سے تنگ آ کر تستر کے حاکم ہرمزان نے اپنے بارے میں حضرت عمرؓ کے فیصلہ پر اترنا قبول کیا۔ میں اس کو لے کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب ہم حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے تو آپؓ نے اس سے کہا، کہو کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا، زندہ رہنے والے کی طرح بات کروں یا مرجانے والے کی طرح؟ حضرت عمرؓ نے کہا، لا باس یعنی تم اپنے بارے میں مت ڈرو، بات کرو۔ ہرمزان نے کہا، اے قوم عرب! جب تک اللہ تعالیٰ خود تمہارے ساتھ نہ تھے بلکہ اللہ نے معاملہ ہمارے اور تمہارے درمیان چھوڑ رکھا تھا، اس وقت تک تو ہم تمہیں اپنا غلام بناتے تھے، تمہیں قتل کرتے تھے اور تم سے سارا مال چھین لیا کرتے تھے لیکن جب سے اللہ تمہارے ساتھ ہو گیا ہے، اس وقت سے ہم میں تم سے مقابلہ کی بھی طاقت باقی نہیں رہی۔ حضرت عمرؓ نے مجھ سے پوچھا، اے انس! تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا، اے امیر المومنین! میں اپنے پیچھے بڑی تعداد میں دشمن اور ان کا بڑا دبدبہ چھوڑ کر آیا ہوں۔ اگر آپؓ اسے قتل کر دیں گے تو پھر اس کی قوم اپنی زندگی سے ناامید ہو کر مسلمانوں سے لڑنے میں اور زیادہ زور لگائے گی، اس لئے آپؓ اسے قتل نہ کریں۔ حضرت عمرؓ نے کہا، میں حضرت براء بن مالک اور حضرت مجزأ بن ثور رضی اللہ عنہما جیسے بہادر صحابہؓ کے قاتل کو کیسے زندہ چھوڑ دوں؟ اس نے ان دونوں کو قتل کیا ہے۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں، جب مجھے خطرہ ہوا کہ حضرت عمرؓ تو اسے ضرور قتل کر ہی دیں گے۔ تو میں نے ان سے کہا، آپؓ اسے قتل نہیں کر سکتے کیونکہ آپؓ اس سے

؎۱ (کنز العمال ۲/۲۹۸، حیاۃ الصحابہ ۲/۱۴۲)

Marfat.com

......لاباس......تم مت ڈرو اور بات کرو...... کہہ چکے ہیں۔ اور لاباس کہنے سے جان کی امان مل جاتی ہے لہٰذا آپ تو اسے امان دے چکے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، معلوم ہوتا ہے تم نے اس سے کوئی رشوت لی ہے اور اس سے کوئی مفاد حاصل کیا ہے؟ حضرت انسؓ نے کہا، اللہ کی قسم! میں نے اس سے نہ رشوت لی ہے اور نہ کوئی مفاد، میں تو ایک حق بات کہہ رہا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے کہا، تم اپنے اس دعویٰ کہ لاباس کہنے سے کافر کو امان مل جاتی ہے کی تصدیق کرنے والا کوئی اور گواہ اپنے علاوہ لاؤ ورنہ میں تم سے ہی سزا کی ابتداء کروں گا۔ چنانچہ میں گیا، مجھے حضرت زبیر بن عوامؓ ملے۔ میں ان کو لے کر آیا، انہوں نے میری بات کی تصدیق کی جس پر حضرت عمرؓ ہرمزان کے قتل سے رک گئے اور ہرمزان مسلمان ہو گیا اور حضرت عمرؓ نے اس کے لئے بیت المال میں سے وظیفہ مقرر کیا۔ ۱

ذمی کے ساتھ انصاف:

حضرت عبداللہ بن ابی حدرد اسلمیؓ فرماتے ہیں کہ: جب ہم حضرت عمرؓ کے ساتھ دمشق کی بستی جابیہ پہنچے تو آپؓ نے ایک بوڑھے ذِمی کو دیکھا کہ وہ لوگوں سے کھانا مانگ رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس کے بارے میں لوگوں سے پوچھا کہ یہ کیوں مانگ رہا ہے؟ کسی نے کہا، یہ ذِمی آدمی ہے جو کمزور اور بوڑھا ہو گیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس کے ذمہ جو جزیہ تھا، وہ معاف کر دیا اور فرمایا، پہلے تم نے اس پر جزیہ لگایا جسے وہ دیتا رہا۔ اب جب وہ کمزور ہو گیا ہے تو تم نے اسے کھانا مانگنے کے لئے چھوڑ دیا ہے۔ پھر آپؓ نے اس کے لئے بیت المال میں سے دس درہم وظیفہ مقرر کیا، وہ بوڑھا عیالدار تھا۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کا ایک بوڑھے ذِمی پر گزر ہوا جو لوگوں سے مسجدوں کے دروازوں پر مانگتا پھر رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اے ذِمی! ہم نے تم سے انصاف نہیں کیا۔ جوانی میں تو ہم تم سے جزیہ لیتے رہے اور بڑھاپے میں ہم نے تمہارا کوئی خیال نہ رکھا۔ پھر آپؓ نے اس کے لئے بیت المال میں سے بقدرِ گزارہ وظیفہ جاری کر دیا۔ ۲

---

۱ (البیہقی ۹/۹۶، کنز العمال ۲/ ۲۹۸، البدایۃ ۷/ ۸۷، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۱۴۲)

۲ (کنز العمال ۲/ ۳۰۲، حیاۃ الصحابہؓ ۲/ ۱۴۳)

Marfat.com

انگوروں کی قیمت:

حضرت یزید بن ابی مالکؒ کہتے ہیں کہ: مسلمان جابیہ بستی میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ بھی ان کے ساتھ تھے۔ ایک ذِمی نے آکر حضرت عمرؓ کو بتایا کہ لوگ اس کے انگوروں کے باغ پر ٹوٹ پڑے ہیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ باہر نکلے تو ان کی اپنے ایک ساتھی سے ملاقات ہوئی جس نے اپنی ڈھال پر انگور اٹھار کھے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا، ارے میاں تم بھی۔ اس نے کہا، اے امیر المومنین! ہمیں بہت زیادہ بھوک لگی ہوئی ہے، کھانے کا اور سامان نہیں ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ واپس آگئے اور یہ حکم دیا کہ اس ذِمی کو اس کے انگوروں کی قیمت ادا کی جائے۔ [1]

آپؓ نے حق کا فیصلہ کیا ہے:

حضرت سعید بن مسیبؒ کہتے ہیں کہ: ایک مسلمان اور یہودی اپنے جھگڑے کا فیصلہ کروانے حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔ آپؓ نے دیکھا کہ یہودی حق پر ہے تو آپؓ نے اس کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ اس پر اس یہودی نے کہا، اللہ کی قسم! آپؓ نے حق کا فیصلہ کیا ہے؟ اس پر حضرت عمرؓ نے اسے خوشی میں ہلکا سا کوڑا مارا اور فرمایا، تجھے کس طرح پتہ چلا کہ حق کیا ہوتا ہے؟ اس یہودی نے کہا، اللہ کی قسم! ہمیں تورات میں یہ لکھا ہوا ملتا ہے کہ جو قاضی حق کا فیصلہ کرتا ہے، اس کے دائیں جانب ایک فرشتہ اور بائیں جانب ایک فرشتہ ہوتا ہے جو اسے صحیح راستہ پر چلاتے ہیں اور اسے حق بات کا الہام کرتے ہیں، جب تک وہ قاضی حق کا فیصلہ کرنے کا عزم رکھتا ہے۔ جب وہ یہ عزم چھوڑ دیتا ہے تو دونوں فرشتے اسے چھوڑ کر آسمان پر چڑھ جاتے ہیں۔ [2]

لیکن میں تو اسے نہیں بھولا:

حضرت ایاس بن سلمہ اپنے والد حضرت سلمہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا، ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ بازار سے گزرے، ان کے ہاتھ میں ایک کوڑا بھی تھا۔ انہوں

---

[1] (کنز العمال ۲/۲۹۹، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۱۴۴) [2] (حیاۃ الصحابہ ۲/۱۴۴، الترغیب ۳/۴۵۵)

نے آہستہ سے وہ کوڑا مجھے مارا جو میرے کپڑے کے کنارے کو لگ گیا اور فرمایا، راستہ سے ہٹ جاؤ۔ جب اگلا سال آیا تو آپؓ کی مجھ سے ملاقات ہوئی۔ مجھ سے کہا، اے سلمہ! کیا تمہارا حج کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا، جی ہاں۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور مجھے چھ سو درہم دیئے اور کہا، انہیں اپنے سفر حج میں کام میں لے آنا اور یہ اس ہلکے سے کوڑے کے بدلہ میں ہیں جو میں نے تم کو مارا تھا۔ میں نے کہا، اے امیر المومنین! مجھے تو وہ کوڑا یاد بھی نہیں رہا۔ فرمایا لیکن میں تو اسے نہیں بھولا۔ (یعنی میں نے مار تو دیا لیکن سارا سال کھٹکتا رہا) [1]

خوفِ خدا:

حضرت نافع بن عبدالحارثؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو جمعہ کے دن دارالندوہ تشریف لے گئے جہاں قریش مشورہ کیا کرتے تھے اور بعد میں یہ جگہ مسجدِ حرام میں شامل کر دی گئی۔ آپؓ کا ارادہ یہ تھا کہ یہاں سے مسجدِ حرام جانا نزدیک پڑے گا۔ آپؓ نے وہاں کمرے میں ایک کھونٹی پر اپنی چادر لٹکا دی۔ اس پر حرم کا ایک کبوتر آ بیٹھا، آپؓ نے اسے اڑا دیا تو ایک سانپ اس کی طرف لپکا اور اسے مار ڈالا۔ جب آپؓ نمازِ جمعہ سے فارغ ہو گئے تو میں اور حضرت عثمان بن عفانؓ ان کے پاس آئے۔ آپؓ نے کہا، آج مجھ سے ایک کام ہو گیا ہے، تم دونوں اس کام کے بارے میں میرے متعلق فیصلہ کرو۔

آج میں اس گھر میں داخل ہوا۔ میرا ارادہ یہ تھا کہ یہاں سے مسجدِ حرام جانا نزدیک پڑے گا۔ میں نے اپنی چادر اس کھونٹی پر لٹکا دی تو اس پر حرم کا ایک کبوتر آ بیٹھا۔ مجھے ڈر ہوا کہ یہ بیٹ کر کے کہیں چادر کو خراب نہ کر دے اس لئے میں نے اسے اڑا دیا۔ وہ اڑ کر دوسری کھونٹی پر آ بیٹھا، وہاں لپک کر ایک سانپ نے اسے پکڑ لیا اور اسے مار ڈالا۔ اب میرے دل میں یہ خیال آ رہا ہے کہ وہ پہلی کھونٹی پر محفوظ تھا، وہاں سے میں نے اسے اڑا دیا۔ وہ اڑ کر اس دوسری کھونٹی پر آ گیا جہاں اسے موت آ گئی یعنی میں ہی اس کے قتل کا سبب بنا ہوں۔ یہ سن کر میں نے حضرت عثمانؓ سے کہا، آپ کا کیا خیال ہے اگر آپؓ امیر المومنین پر دو

---

[1] (ابن جریر الطبری ۵/۳۲، حیاۃ الصحابہ ۲/۱۴۵)

Marfat.com

دانت والی سفید بکری دینے کا فیصلہ کردیں؟ انہوں نے کہا، میری بھی یہی رائے ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس طرح کی بکری دینے کا حکم دیا۔ [1]

کاش میں اپنے گھر والوں کا دنبہ ہوتا:

حضرت ضحاکؒ کہتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے فرمایا، کاش میں اپنے گھر والوں کا دنبہ ہوتا۔ وہ مجھے کچھ عرصہ تک کھلا پلا کر موٹا کرتے۔ جب میں خوب موٹا ہو جاتا تو ان کا محبوب دوست ان کو ملنے آتا، وہ اس کی مہمانی کے لئے مجھے ذبح کر دیتے اور میرے کچھ حصہ کو بھون کر اور کچھ حصہ کی بوٹیاں بنا کر کھا جاتے اور پھر مجھے پاخانہ بنا کر نکال دیتے اور میں انسان نہ ہوتا۔ [2]

کاش میں تنکا ہوتا:

حضرت عامر بن ربیعہؓ فرماتے ہیں کہ: میں نے ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ کو دیکھا کہ انہوں نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور فرمایا، اے کاش! میں یہ تنکا ہوتا۔ کاش میں پیدا نہ ہوتا، کاش میں کچھ بھی نہ ہوتا۔ کاش میری ماں مجھے نہ جنتی اور کاش میں بالکل بھولا بسرا ہوتا۔ [3]

امید اور خوف:

حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ: اگر آسمان سے کوئی منادی یہ اعلان کرے کہ اے لوگو! ایک آدمی کے علاوہ باقی تم سب کے سب جنت میں جاؤ گے تو مجھے اپنے اعمال کی وجہ سے ڈر ہے کہ وہ ایک آدمی میں ہی ہوں گا اور اگر کوئی منادی یہ اعلان کرے کہ اے لوگو! ایک آدمی کے علاوہ باقی تم سب کے سب دوزخ میں جاؤ گے تو مجھے اللہ کے فضل سے امید ہے کہ وہ ایک آدمی میں ہی ہوں گا۔ (ایمان اسی خوف وامید کے درمیان کی حالت کا نام ہے) [4]

---

[1] (مسند امام شافعیؒ ۴۷، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۱۴۵) [2] (حلیۃ الاولیاء ۱/۵۲، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۱۴۹)

[3] (حیاۃ الصحابہؓ ۲/۱۴۹) [4] (حلیۃ الاولیاء ۱/۵۳)

Marfat.com

زمانہ خلافت پر پریشانی:

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ: ایک دفعہ حضرت عمرؓ کی حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے ملاقات ہوئی تو حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا، اے ابوموسیٰؓ! کیا تم کو یہ بات پسند ہے کہ تم نے حضورؐ کے ساتھ رہ کر جو عمل کیے ہیں، وہ عمل تو تمہارے لئے صحیح سالم اور ٹھیک رہیں کہ ان کا اچھا بدلہ تمہیں اللہ کی طرف سے ملے اور تم نے حضورؐ کے بعد خصوصاً اَمارت کے زمانہ میں جو عمل کئے ہیں، ان سے تم برابر سرابر پر چھوٹ جاؤ۔ اس زمانہ کا خیر شر کے بدلہ میں اور شر خیر کے بدلہ میں ہو جائے، نہ کسی نیکی پر تمہیں ثواب ملے اور نہ کسی گناہ پر تمہاری پکڑ ہو۔

حضرت ابوموسیٰؓ نے کہا، اے امیر المومنین! نہیں بعد والے زمانہ کے اعمال سے برابر سرابر پر چھوٹنے کے لئے میں تیار نہیں ہوں بلکہ مجھے تو اس زمانہ کے اچھے اعمال پر بڑے ثواب کی امید ہے کیونکہ اللہ کی قسم! جب میں بصرہ آیا تھا تو بصرہ والوں میں بدسلوکی اور اجڈپن عام تھا۔ پھر میں نے ان کو قرآن اور سنت سکھایا۔ ان کو ساتھ لے کر اللہ کے راستہ میں جہاد کیا۔ ان تمام اعمال کی وجہ سے مجھے اللہ کے فضل کی امید ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا لیکن میں تو چاہتا ہوں کہ حضورؐ کے بعد والے زمانہ خصوصاً خلافت کے زمانہ کے اعمال سے برابر سرابر پر چھوٹ جاؤں اور اس زمانہ کا خیر شر کے بدلہ میں اور شر خیر کے بدلہ میں ہو جائے۔ نہ کسی عمل پر مجھے ثواب ملے اور نہ کسی گناہ پر سزا اور حضورؐ کے ساتھ رہ کر میں نے جو عمل کئے ہیں وہ میرے لئے صحیح سالم رہیں، ان کا اچھا بدلہ ملے۔ [1]

صحبت نبیؐ...... امید کی چیز:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: جب حضرت عمرؓ پر نیزہ سے حملہ ہوا اور آپؓ زخمی ہو گئے تو میں ان کے پاس گیا اور میں نے ان سے کہا، اے امیر المومنین! آپؓ کو خوشخبری ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپؓ کے ذریعہ کئی شہروں کو آباد کیا، نفاق کو ختم کیا اور آپؓ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے عام انسانوں کے لئے روزی کی خوب فراوانی کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اے ابن عباس! کیا اَمارت کے بارے میں تم میری تعریف کر رہے ہو؟ میں نے کہا، میں تو

---

[1] (منتخب کنز العمال ۴/۴۰۱، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۱۵۰)

Marfat.com

دوسرے کاموں میں بھی آپؓ کی تعریف کرتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ اَمارت میں جیسا داخل ہوا تھا اس میں سے ویسا ہی نکل آؤں۔ نہ کسی اچھے عمل پر مجھے ثواب ملے اور نہ کسی برے عمل پر سزا۔

ابن سعد نے حضرت ابن عباسؓ سے یہی حدیث ایک اور سند سے نقل کی ہے۔ اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ سے کہا، آپ کو جنت کی بشارت ہو۔ آپؓ حضورؐ کی صحبت میں رہے اور بڑے لمبے عرصہ تک ان کی صحبت میں رہے اور پھر آپؓ مسلمانوں کے امیر بنائے گئے تو آپؓ نے مسلمانوں کو خوب قوت پہنچائی اور امانت صحیح طور سے ادا کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، تم نے مجھے جنت کی بشارت دی ہے تو اس اللہ کی قسم! جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ اگر ساری دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، وہ سب مجھے مل جائے تو اس وقت میرے سامنے آخرت کا جو دہشت ناک منظر ہے، اس سے بچنے کے لئے میں وہ سب کچھ یہ جاننے سے پہلے ہی فدیہ میں دے دوں کہ میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟ تم نے مسلمانوں کے امیر بننے کا بھی ذکر کیا ہے تو اللہ کی قسم! میں یہ چاہتا ہوں کہ اَمارت برابر سرابر رہے، نہ ثواب ملے اور نہ سزا اور تم نے حضورؐ کی صحبت کا بھی ذکر کیا ہے تو یہ ہے امید کی چیز۔ [1]

نفس کی اصلاح:

حضرت سائب بن یزیدؒ فرماتے ہیں کہ: ایک آدمی نے حضرت عمر بن خطابؓ سے پوچھا کہ میرے لئے اللہ کے راستہ میں کسی کی ملامت سے نہ ڈرنا بہتر ہے یا اپنے نفس کی اصلاح کی طرف متوجہ رہنا بہتر ہے؟ آپؓ نے فرمایا، جو مسلمانوں کے کسی کام کا ذمہ دار بنایا گیا ہو، اسے تو اللہ کے راستہ میں کسی کی ملامت سے نہیں ڈرنا چاہئے اور جو اجتماعی ذمہ داری سے فارغ ہو، اسے اپنے نفس کی اصلاح کی طرف متوجہ رہنا چاہئے۔ البتہ اپنے امیر کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ رکھے۔ [2]

---

[1] (حلیۃ الاولیاء ۱/۵۲، طبقات ابن سعد ۳/۲۵۴۔۲۵۶، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۱۵۹)

[2] (کنز العمال ۳/۱۶۴، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۱۵۲)

Marfat.com

خلیفہ بننے کے بعد حضرت ابوعبیدہؓ کو پہلا خط:

حضرت صالح بن کیسانؒ کہتے ہیں کہ: خلیفہ بننے کے بعد حضرت عمرؓ نے پہلا خط جو حضرت ابوعبیدہؓ کو لکھا، جس میں انہوں نے حضرت ابوعبیدہؓ کو حضرت خالدؓ کے لشکر کا امیر بنایا۔ اس میں یہ مضمون تھا:

"میں تمہیں اس اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جو کہ باقی رہے گا اور اس کے علاوہ باقی تمام چیزیں فنا ہو جائیں گی اور اسی نے ہمیں گمراہی سے نکال کر ہدایت دی اور وہی اندھیروں سے نکال کر ہمیں نور کی طرف لے آیا۔ میں نے تمہیں خالد بن ولید کے لشکر کا امیر بنا دیا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کے جو کام تمہارے ذمہ ہیں، ان کو تم پورا کرو اور مال غنیمت کی امید میں مسلمانوں کو ہلاکت کی جگہ نہ لے جاؤ۔ کسی جگہ پڑاؤ کرنے سے پہلے آدمی بھیج کر مسلمانوں کے لئے مناسب جگہ تلاش کرلو اور یہ بھی معلوم کرلو کہ اس جگہ پہنچنے کا راستہ کیسا ہے؟ اور جب بھی کوئی جماعت بھیجو تو بھرپور جماعت بنا کر بھیجو، تھوڑے آدمی نہ بھیجو اور مسلمانوں کو ہلاکت میں ڈالنے سے بچو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں میرے ذریعہ اور مجھے تمہارے ذریعہ سے آزما رہے ہیں۔ اپنی آنکھیں دنیا سے بند رکھو اور اپنا دل اس سے ہٹالو۔ اس کا خیال رکھو کہ کہیں دنیا کی محبت تمہیں ہلاک نہ کردے جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر چکی ہے اور تم ان لوگوں کی ہلاکت کی جگہیں دیکھ چکے ہو۔"[1]

حضرت سعدؓ کو نصیحت:

حضرت محمد اور حضرت طلحہؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے پیغام بھیج کر حضرت سعدؓ کو

---

1. (ابن جریر الطبری ۹۲/۴، حیاۃ الصحابہ ۱۶۲/۲)

بلایا۔ جب وہ آگئے تو حضرت عمرؓ نے ان کو عراق کی لڑائی کا امیر بنایا اور ان کو یہ وصیت فرمائی:

''اے سعد! اے قبیلہ بنو وہیب کے سعد! تم اللہ سے اس بات سے دھوکہ میں نہ پڑ جانا کہ لوگ تمہیں رسول اللہ ﷺ کا ماموں اور صحابی کہتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتے بلکہ برائی کو اچھائی سے مٹاتے ہیں۔ اللہ کی اطاعت کے علاوہ اللہ کا کسی سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔ اللہ کے ہاں بڑے خاندان کے لوگ اور چھوٹے خاندان کے لوگ سب برابر ہیں۔ اللہ ان سب کے ربّ ہیں اور وہ سب اس کے بندے ہیں۔ جو عافیت میں ایک دوسرے سے آگے بڑھتے نظر آتے ہیں لیکن یہ بندے اللہ کے انعامات اطاعت سے ہی حاصل کر سکتے ہیں۔ تم نے حضورؐ کی بعثت سے لے کر ہم سے جدا ہونے تک جس کام کو کرتے ہوئے دیکھا ہے، اس کام کو غور سے دیکھنا اور اس کی پابندی کرنا کیونکہ یہی اصل کام ہے۔ یہ میری تمہیں خاص نصیحت ہے، اگر تم نے اسے چھوڑ دیا اور اس کی طرف توجہ نہ دی تو تمہارے عمل ضائع ہو جائیں گے اور تم خسارے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔''

جب حضرت عمرؓ نے ان کو روانہ کرنے کا ارادہ فرمایا تو انہیں بلا کر فرمایا:

''میں نے تمہیں عراق کی لڑائی کا امیر بنایا ہے لہٰذا تم میری وصیت یاد رکھو۔ تم ایسے کام کے لئے آگے جا رہے ہو جو سخت دشوار بھی ہے اور طبیعت کے خلاف بھی ہے۔ حق پر چل کر ہی تم اس سے خلاصی پا سکتے ہو۔ اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو بھلائی کا عادی بناؤ اور بھلائی کے ذریعہ ہی مدد طلب کرو۔ تمہیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ہر اچھی عادت حاصل کرنے کے لئے کوئی چیز ذریعہ بنا کرتی ہے۔ بھلائی

Marfat.com

حاصل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ صبر ہے۔ ہر مصیبت اور ہر مشکل میں ضرور صبر کرنا۔ اس طرح تمہیں اللہ کا خوف حاصل ہوگا اور تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ کا خوف دو باتوں سے حاصل ہوتا ہے۔ ایک اللہ کی اطاعت سے، دوسرے اس کی نافرمانی سے بچنے سے۔ جس کو دنیا سے نفرت ہو اور آخرت سے محبت ہو، وہی آدمی اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور جسے دنیا سے محبت اور آخرت سے نفرت ہو، وہی اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اور دلوں میں اللہ تعالیٰ کچھ حقیقتیں پیدا کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض چھپی ہوئی ہوتی ہیں اور بعض ظاہر۔ ایک ظاہری حقیقت یہ ہے کہ حق بات کے بارے میں اس کی تعریف کرنے والا اور اسے برا کہنے والا دونوں اس کے نزدیک برابر ہوں (کہ حق بات پر چلنے سے مقصود اللہ کا راضی ہونا ہے، لوگ چاہے برا کہیں یا تعریف کریں اس سے کوئی اثر نہ لے) اور چھپی ہوئی حقیقتیں دو نشانیوں سے پہچانی جاتی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ حکمت و معرفت کی باتیں اس کے دل سے اس کی زبان پر جاری ہونے لگیں۔ دوسری یہ ہے کہ لوگ اس سے محبت کرنے لگیں۔ لہٰذا لوگوں کے محبوب بننے سے بے رغبتی اختیار نہ کرو بلکہ اسے اپنے لئے اچھی چیز سمجھو کیونکہ انبیاء علیہم السلام نے لوگوں کی محبت اللہ سے مانگی ہے اور اللہ تعالیٰ جب بندہ سے محبت کرتے ہیں تو لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دیتے ہیں اور جب کسی بندے سے نفرت کرتے ہیں تو لوگوں کے دلوں میں اس کی نفرت پیدا فرما دیتے ہیں۔ لہٰذا جو لوگ تمہارے ساتھ دن رات بیٹھتے ہیں، ان کے دلوں میں تمہارے بارے میں محبت یا نفرت کا جو جذبہ ہے، تم اللہ کے ہاں بھی اپنے لئے وہی سمجھ لو۔“ [1]

---

[1] (ابن جریر الطبری ۳/۹۲، حیاۃ الصحابہ ۲/۱۶۴)

حضرت عتبہ بن غزوانؓ کو نصیحت:

حضرت عمیر بن عبدالملکؒ کہتے ہیں جب حضرت عمرؓ نے حضرت عتبہ بن غزوانؓ کو بصرہ بھیجا تو ان سے فرمایا:

''اے عتبہ! میں نے تمہیں ہند کی زمین کا گورنر بنا دیا ہے (چونکہ بصرہ خلیج کے ساحل پر واقع ہے اور یہ خلیج ہند کی زمین تک پہنچ جاتی ہے، اس وجہ سے بصرہ کو ہند کی زمین کہہ دیا) اور یہ دشمن کی سخت جگہوں میں سے ایک سخت جگہ ہے اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ارد گرد کے علاقہ سے تمہاری کفایت فرمائے گا اور وہاں والوں کے خلاف تمہاری مدد فرمائے گا۔ میں نے حضرت علاء بن حضرمی کو خط لکھا ہے کہ وہ تمہاری مدد کے لئے حضرت عرفجہ بن ہرثمہ کو بھیج دیں۔ یہ دشمن سے سخت جنگ کرنے والے اور اس کے خلاف زبردست تدبیریں کرنے والے ہیں۔ جب وہ تمہارے پاس آ جائیں تو تم ان سے مشورہ کرنا اور ان کو اپنے قریب کرنا۔ پھر بصرہ والوں کو اللہ کی طرف دعوت دینا۔ جو تمہاری دعوت کو قبول کر لے، تم اس سے اس کے اسلام کو قبول کر لینا اور جو اسلام کی دعوت سے انکار کرے تو اسے ذلیل اور چھوٹا بن کر جزیہ ادا کرنے کی دعوت دینا۔ اگر وہ اسے بھی نہ مانے تو پھر تلوار لے کر اس سے لڑنا اور اس کے ساتھ نرمی نہ برتنا اور جس کام کی ذمہ داری تمہیں دی گئی، اس میں اللہ سے ڈرتے رہنا اور اس بات سے بچتے رہنا کہ کہیں تمہارا نفس تمہیں تکبر کی طرف نہ لے جائے کیونکہ تکبر تمہاری آخرت خراب کر دے گا۔ تم حضورؐ کی صحبت میں رہے ہو، تم ذلیل تھے، حضورؐ کی وجہ سے تمہیں عزت ملی ہے۔ تم کمزور تھے، حضورؐ کی وجہ سے تمہیں طاقت ملی ہے اور اب تم

لوگوں پر امیر اور ان کے بادشاہ بن گئے ہو۔ جو تم کہو گے اسے سنا جائے گا اور جو تم حکم دو گے اسے پورا کیا جائے گا۔ یہ اَمارت بہت بڑی نعمت ہے بشرطیکہ اَمارت کی وجہ سے تم اپنے آپ کو اپنے درجہ سے اونچا نہ سمجھنے لگ جاؤ اور نیچے والوں پر تم اکڑنے نہ لگ جاؤ۔ اس نعمت سے ایسے بچو جیسے تم گناہوں سے بچتے ہو اور مجھے نعمتِ اَمارت اور گناہ میں سے نعمتِ امارت کے نقصان کا تم پر زیادہ خطرہ ہے کہ یہ آہستہ آہستہ تمہیں دھوکہ دے گی اور تمہیں تکبر اور تحقیر مسلم میں مبتلا کر دے گی اور پھر تم ایسے کرو گے کہ سیدھے جہنم میں چلے جاؤ گے۔ میں تمہیں اور اپنے آپ کو امارت کے ان نقصانات سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں یعنی مجھے اور تمہیں اللہ اَمارت کے شر سے بچا کر رکھے۔ لوگ اللہ کی طرف تیزی سے چلے، خوب دین کا کام کیا۔ جب دین کا کام کرنے کے نتیجہ میں دنیا ان کے سامنے آئی تو انہوں نے اسے ہی اپنا مقصد بنا لیا۔ لہٰذا تم اللہ کو ہی مقصد بنانا۔ دنیا کو نہ بنانا اور ظالموں کے گرنے کی جگہ یعنی دوزخ سے ڈرتے رہنا۔" [1]

حضرت علاء بن حضرمیؓ کو نصیحت:

حضرت شعبیؒ کہتے ہیں کہ: حضرت علاء بن حضرمیؓ بحرین میں تھے، وہاں حضرت عمرؓ نے ان کو یہ خط لکھا:

"تم حضرت عتبہ بن غزوانؓ کے پاس چلے جاؤ۔ میں نے تم کو ان کے کام کا ذمہ دار بنایا ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ تم ایسے آدمی کے پاس جا رہے ہو جو ان مہاجرین اوّلین میں سے ہے جن کے لئے اللہ کی طرف سے پہلے ہی بھلائی مقدر ہو چکی ہے۔ میں نے ان

---

[1] (ابن جریر الطبری ۴/۱۵۰، البدایۃ ۷/۴۸، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۱۶۵)

Marfat.com

کو امارت سے اس لئے نہیں ہٹایا کہ وہ پاکدامن، قوی اور سخت لڑائی لڑنے والے نہیں تھے بلکہ یہ تمام خوبیاں ان میں ہیں بلکہ میں نے ان کو اس لئے ہٹایا ہے کہ میرے خیال میں تم اس علاقہ کے مسلمانوں کے لئے ان سے زیادہ مفید رہو گے لہٰذا تم ان کا حق پہچاننا۔ تم سے پہلے میں نے ایک آدمی کو امیر بنایا تھا لیکن وہ وہاں پہنچنے سے پہلے ہی انتقال کر گیا۔ اگر اللہ چاہیں گے تو تم وہاں کے امیر بن سکو گے اور اگر اللہ یہ چاہیں کہ عتبہ ہی امیر رہے اور تمہیں موت آجائے تو پھر ایسا ہی ہوگا کیونکہ پیدا کرنا اور حکم دینا اللہ ربّ العالمین ہی کے لئے ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ ہی آسمان سے کوئی فیصلہ اتارتے ہیں اور پھر اپنی صفت حفاظت سے اس کی حفاظت فرماتے ہیں، اسے ضائع نہیں ہونے دیتے بلکہ وہ فیصلہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ اور تم تو صرف اس کام کو دیکھو جس کے لئے تم پیدا کئے گئے ہو۔ اس کے لئے پوری محنت و کوشش کرو اور اس کے علاوہ اور تمام کاموں کو چھوڑ دو کیونکہ دنیا کے ختم ہونے کا وقت مقرر ہے اور آخرت ہمیشہ رہنے والی ہے۔ تم دنیا کی ان نعمتوں میں مشغول ہو کر جو کہ ختم ہونے والی ہیں آخرت کے اس عذاب سے غافل نہ ہو جانا جو باقی رہنے والا ہے۔ اللہ کے غصہ سے بھاگ کر اللہ کی طرف آجاؤ اور اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہیں اس کے حکم اور علم میں پوری فضیلت جمع فرما دیں۔ ہم اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے اس کی اطاعت کرنے پر مدد اور اس کے عذاب سے نجات مانگتے ہیں۔" [1]

---

[1] (طبقات ابن سعد ۴/ ۷۸، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۱۶۷)

امیر کے ٹیڑھا ہونے سے مامور بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے:

حضرت ضبہ بن محصنؓ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو یہ خط لکھا:

''امابعد! بعض دفعہ لوگوں کو اپنے بادشاہ سے نفرت ہو جایا کرتی ہے۔ میں اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میرے اور تمہارے بارے میں لوگوں کے دلوں میں نفرت کا جذبہ پیدا ہوا۔ اگر سارا دن حدودِ شرعیہ قائم نہ کر سکو تو دن میں ایک گھڑی ہی حدود قائم کرو لیکن روزانہ ضرور قائم کرو۔ جب دو کام ایسے پیش آ جائیں کہ ان میں سے ایک اللہ کے لئے ہو اور دوسرا دنیا کے لئے تو دنیا والے کام پر اللہ والے کو ترجیح دینا کیونکہ دنیا تو ختم ہو جائے گی اور آخرت باقی رہے گی اور بدکاروں کو ڈراتے رہو اور ان کو ایک جگہ نہ رہنے دو بلکہ انہیں بکھیر دو ورنہ اکٹھے ہو کر بدکاری کے منصوبے بناتے رہیں گے۔ بیمار مسلمان کی عیادت کرو اور ان کے جنازے میں شرکت کرو اور اپنا دروازہ کھلا رکھو اور مسلمانوں کے کام خود کرو کیونکہ تم بھی ان میں سے ایک ہو۔ بس اتنی سی بات ہے کہ اللہ نے تم پر ان سے زیادہ ذمہ داری کا بوجھ ڈال دیا ہے۔ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم نے اور تمہارے گھر والوں نے لباس، کھانے اور سواری میں ایک خاص طرز اختیار کر لیا ہے جو عام مسلمانوں میں نہیں ہے۔ اے عبداللہ! تم اپنے آپ کو اس سے بچاؤ کہ تم اس جانور کی طرح سے ہو جاؤ جس کا سرسبز وادی پر گزر ہوا اور اسے زیادہ سے زیادہ گھاس کھا کر موٹا ہو جانے کے علاوہ اور کوئی فکر نہ تھا۔ وہ زیادہ کھا کر موٹا تو ہو گیا لیکن اسی میں مر گیا اور تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ امیر جب ٹیڑھا ہو جائے گا تو اس کے مامور بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے اور لوگوں میں سب سے زیادہ بدبخت

Marfat.com

وہ ہے جس کی وجہ سے اس کی رعایا بدبخت ہو جائے۔''

حضرت ضحاکؒ کہتے ہیں، حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت ابو موسیٰؓ کو یہ خط لکھا:

''اما بعد! عمل میں قوت اور پختگی اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ تم آج کا کام کل پر نہ چھوڑو کیونکہ جب تم ایسا کرو گے تو تمہارے پاس بہت سارے کام جمع ہو جائیں گے، پھر تمہیں پتہ نہیں چلے گا کہ کون سا کام کرو اور کون سا نہ کرو اور یوں بہت سارے کام رہ جائیں گے۔ اگر تمہیں دو کاموں میں اختیار دیا جائے جن میں سے ایک کام دنیا کا ہو اور دوسرا آخرت کا تو آخرت والے کام کو دنیا والے کام پر ترجیح دو کیونکہ دنیا فانی ہے اور آخرت باقی رہنے والی ہے۔ اللہ سے ہمیشہ ڈرتے رہو اور اللہ کی کتاب سیکھتے رہو کیونکہ اس میں علوم کے چشمے اور دلوں کی بہار ہے۔ (یعنی قرآن سے دل کو راحت ملتی ہے)۔'' [1]

سعید بن عامرؓ کی فاروقِ اعظمؓ کو نصیحت:

حضرت مکحولؒ کہتے ہیں کہ: حضرت سعید بن عامر بن حذیم جمحیؓ جو نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ میں سے ہیں۔ انہوں نے حضرت عمر بن خطابؓ سے کہا، اے عمرؓ! میں آپؓ کو کچھ وصیت کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، ہاں ضرور وصیت کرو۔ امیر کو غلطی پر متنبہ نہ کرنا خیانت ہے اور بھرے مجمع میں متنبہ کرنا گستاخی ہے اور تنہائی میں متوجہ کرنا نصیحت ہے۔

''میں آپ کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ آپ لوگوں کے بارے میں اللہ سے ڈریں اور اللہ کے بارے میں لوگوں سے نہ ڈریں اور آپ کے قول اور فعل میں تضاد نہیں ہونا چاہئے کیونکہ بہترین قول وہ ہے جس کی تصدیق عمل کرے۔ ایک ہی معاملہ میں دو متضاد فیصلے نہ کرنا ورنہ آپ کے کام میں اختلاف پیدا ہو جائے گا اور آپ کو حق سے ہٹنا

---

[1] (کنز العمال ۳/۱۴۹، ۸/۲۰۹، ۸/۲۰۸، حیاۃ الصحابہ ۲/۱۶۸)

Marfat.com

پڑے گا۔ دلیل والے پہلو کو اختیار کریں، اس طرح آپ کو کامیابی حاصل ہوگی اور اللہ آپ کی مدد کرے گا اور آپ کے ہاتھوں آپ کی رعایا کی اصلاح کرے گا اور دور ونزدیک کے جن مسلمانوں کا اللہ نے آپ کو ذمہ دار بنایا ہے، ان کی طرف اپنی توجہ پوری رکھیں اور ان کے فیصلے خود کریں اور جو کچھ اپنے لئے اور اپنے گھر والوں کے لئے پسند کرتے ہیں، وہ تمام مسلمانوں کے لئے پسند کریں اور جو کچھ اپنے لئے اور اپنے گھر والوں کے لئے ناپسند سمجھتے ہیں، وہ ان کے لئے ناپسند سمجھیں۔ اور حق تک پہنچنے کے لئے مشکلات میں گھس جائیں اور ان سے نہ گھبرائیں اور اللہ کے بارے میں کسی کی ملامت سے نہ ڈریں۔"

حضرت عمرؓ نے کہا، یہ کام کون کرسکتا ہے؟ حضرت سعید نے کہا، آپؓ جیسے کرسکتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کی اُمت کا ذمہ دار بنایا ہے اور وہ ایسے بہادر ہیں کہ ان کے اور اللہ کے درمیان کوئی حائل نہ ہوسکا۔ [1]

فاروقِ اعظمؓ کو ایک شخص کی نصیحت:

حضرت عبداللہ بن بریدہؓ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک وفد کے آنے پر لوگوں کو جمع فرمانا چاہا تو اپنے اجازت دینے والے حضرت ابن ارقمؓ سے فرمایا، حضرت محمدؐ کے صحابہؓ کو خاص طور سے دیکھو اور انہیں دوسرے لوگوں سے پہلے اندر آنے کی اجازت دو۔ پھر ان کے بعد والے لوگوں کو یعنی حضرات تابعین کو اجازت دو۔ چنانچہ یہ حضرات اندر آئے اور انہوں نے حضرت عمرؓ کے سامنے صفیں بنالیں۔ حضرت عمرؓ نے ان حضرات کو دیکھا تو انہیں ایک صاحب بھاری بھرکم نظر آئے جنہوں نے منقش چادریں اوڑھی ہوئی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے ان کی طرف اشارہ کیا جس پر وہ حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے تین مرتبہ کہا، تم مجھے کچھ بات کہو۔ انہوں نے بھی تین مرتبہ یہ کہا، نہیں آپؓ کچھ فرمائیں۔ حضرت عمرؓ

---

[1] (منتخب کنز العمال ۴/۳۹۰، حیاۃ الصحابہ ۲/۱۷۶)

Marfat.com

نے کچھ نا گواری کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا، اوہو آپ کھڑے ہو جائیں۔ چنانچہ وہ کھڑے ہو کر چلے گئے۔ حضرت عمرؓ نے دوبارہ ان حاضرین پر نظر ڈالی تو انہیں ایک اشعری نظر آئے جن کا رنگ سفید، جسم ہلکا، قد چھوٹا اور حال کمزور تھا۔ حضرت عمرؓ نے ان کی طرف اشارہ کیا جس پر وہ حضرت عمرؓ کے پاس آ گئے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا، آپ مجھ سے کچھ بات کریں۔ اس اشعری نے کہا نہیں، آپؓ کچھ فرمائیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا، آپ کچھ بات کریں۔ انہوں نے کہا، امیر المومنین! آپؓ پہلے کچھ بات شروع کریں، بعد میں ہم بھی کچھ کہہ لیں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اوہو آپ بھی کھڑے ہو جائیں۔ میں تو بکریاں چرانے والا انسان ہوں' بکریاں چرانے والے کی بات سے آپ کو کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ وہ چلے گئے۔ حضرت عمرؓ نے پھر نظر ڈالی تو انہیں ایک سفید اور ہلکے جسم والا آدمی نظر آیا۔ حضرت عمرؓ نے اسے اشارہ سے بلایا۔ وہ آ گئے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا، آپ مجھے کچھ کہیں۔ انہوں نے فوراً کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اور خوب اللہ سے ڈرایا اور پھر کہا:

''آپؓ کو اس اُمت کا ذمہ دار بنایا گیا ہے۔ لہٰذا آپؓ کو اس اُمت کے جن اُمور کا ذمہ دار بنایا گیا ہے ان میں اور اپنی رعایا کے بارے میں خصوصاً اپنی ذات کے بارے میں اللہ سے ڈریں کیونکہ قیامت کے دن آپؓ سے ان سب کا حساب لیا جائے گا اور آپؓ سے پوچھا جائے گا اور آپؓ کو امین بنایا گیا ہے لہٰذا آپؓ پر لازم ہے کہ آپؓ امانت کی اس ذمہ داری کو پورے اہتمام سے ادا کریں اور آپؓ کو آپؓ کے اعمال کے مطابق اللہ کی طرف سے اجر دیا جائے گا۔''

حضرت عمرؓ نے کہا، جب سے میں خلیفہ بنا ہوں تمہارے علاوہ کسی نے بھی مجھے ایسی صاف اور صحیح بات نہیں کہی ہے، تم کون ہو؟ اس نے کہا، میں ربیع بن زیاد ہوں۔ حضرت عمرؓ نے کہا، حضرت مہاجر بن زیاد کے بھائی؟ انہوں نے کہا، جی ہاں۔ پھر حضرت عمرؓ نے ایک لشکر تیار کیا اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو اس کا امیر بنایا اور ان سے فرمایا کہ ربیع بن

Marfat.com

زیاد کو اہتمام سے دیکھنا، اگر یہ اپنی بات میں سچا نکلا اس پر خود بھی عمل کیا تو وہ اس اَمارت کی ذمہ داریوں میں تمہاری خوب مدد کرے گا اس لئے انہیں بوقتِ ضرورت کسی جماعت کا امیر بنا دینا۔ پھر ہر دس دن کے بعد ان کے کام کی دیکھ بھال کرتے رہنا اور ان کے کام کرنے کے طریقے کو مجھے اس تفصیل سے لکھنا کہ مجھے یوں لگے کہ جیسے میں نے خود ان کو امیر بنایا ہو۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا، حضورؐ نے ہمیں نصیحت کی تھی اور فرمایا تھا:

''مجھے اپنے بعد تم پر سب سے زیادہ خوف اس منافق کا ہے جو باتیں کرنے کا خوب ماہر ہو (یعنی دل تو کھوٹا ہو لیکن زبان سے بڑی اچھی باتیں خوب بناتا ہو)'' [1]

ابوعبیدہؓ اور معاذ بن جبلؓ کا خط اور اس کا جواب:

حضرت محمد بن سوقہؒ کہتے ہیں کہ: میں حضرت نعیم بن ابی ہندؒ کے پاس آیا۔ انہوں نے ایک پرچہ مجھے نکال کر دیا جس میں یہ لکھا ہوا تھا:

''ابوعبیدہ بن جراح اور معاذ بن جبل کی طرف سے عمر بن خطابؓ کے نام۔ سلام علیک! امابعد! ہم تو شروع سے ہی آپؓ کو دیکھ رہے ہیں کہ آپؓ کو اپنے نفس کی اصلاح کا بہت اہتمام ہے اور اب تو آپؓ پر کالے اور گورے یعنی عرب وعجم تمام افرادِ اُمت کی ذمہ داری ڈال دی گئی ہے۔ آپؓ کی مجلس میں بڑے مرتبہ والے اور کم مرتبہ والے، دوست دشمن ہر طرح کے لوگ آتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کو عدل میں سے اس کا حصہ ملنا چاہئے۔ اے عمرؓ! آپؓ دیکھ لیں کہ آپؓ ان کے ساتھ کیسے چل رہے ہیں؟ ہم آپؓ کو اس دن سے ڈراتے ہیں جس دن تمام چہرے جھکے ہوئے ہوں گے اور دل خوف کے مارے خشک ہو جائیں گے اور اس بادشاہ کی دلیل کے سامنے تمام

---

[1] (کنز العمال ۷/۳۶، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۱۷۷)

انسانوں کی دلیلیں فیل ہو جائیں گی جو اپنی کبریائی کی وجہ سے ان پر غالب اور زور آور ہو گا اور ساری مخلوق اس کے سامنے ذلیل ہو گی۔ سب اس کی رحمت کی اُمید کر رہے ہوں گے اور اس کی سزا سے ڈر رہے ہوں گے۔ ہم آپس میں یہ حدیث بیان کیا کرتے تھے کہ اس اُمت کا آخر زمانہ میں اتنا برا حال ہو جائے گا کہ لوگ اوپر سے دوست ہوں گے اور اندر سے دشمن۔ ہم اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں کہ ہم نے آپؓ کو یہ خط جس دلی ہمدردی کے ساتھ لکھا، آپؓ اس کے علاوہ کچھ اور سمجھیں کیونکہ ہم نے یہ خط صرف آپؓ کی خیر خواہی کے جذبہ سے لکھا ہے۔ والسلام علیک۔''

جواب میں حضرت عمرؓ نے ان دونوں حضرات کو یہ خط لکھا:

''عمر بن خطاب کی طرف سے ابو عبیدہؓ اور معاذؓ کے نام۔ سلام علیکما! اما بعد! مجھے آپ دونوں کا خط ملا جس میں آپ نے لکھا کہ آپ دونوں مجھے شروع سے دیکھ رہے ہیں کہ مجھے اپنے نفس کی اصلاح کا بہت اہتمام ہے اور اب مجھ پر کالے اور گورے یعنی عرب و عجم تمام افرادِ اُمت کی ذمہ داری ڈال دی گئی ہے۔ میری مجلس میں بڑے مرتبے والے اور کم مرتبے والے، دوست دشمن ہر طرح کے لوگ آتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کو عدل میں سے اس کا حصہ ملنا چاہئے۔ آپ دونوں نے یہ بھی لکھا کہ اے عمرؓ! آپؓ دیکھ لیں کہ آپ ان کے ساتھ کیسے چل رہے ہیں؟ اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی مدد سے ہی عمرؓ صحیح چل سکتا ہے اور غلط سے بچ سکتا ہے اور آپ دونوں نے لکھا کہ آپ دونوں مجھے اس دن سے ڈرا رہے ہیں جس دن سے ہم سے پہلے کی تمام اُمتیں ڈرائی گئی ہیں اور بہت پہلے سے یہ بات

Marfat.com

چلی آرہی ہے کہ دن رات کا بدلتے رہنا اور دن رات میں وقت مقرر کے آنے پر لوگوں کا دنیا سے جاتے رہنا ہر دور کو نزدیک کر رہا ہے اور ہر نئے کو پرانا کر رہا ہے اور ہر وعدہ کو لا رہا ہے اور یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہے گا یہاں تک کہ سارے لوگ جنت اور دوزخ میں اپنی اپنی جگہ پہنچ جائیں گے۔ آپ دونوں نے لکھا کہ آپ دونوں مجھے اس بات سے ڈرا رہے ہیں کہ اس اُمت کا آخر زمانہ میں اتنا برا حال ہو جائے گا کہ لوگ اوپر سے دوست ہوں گے اور اندر سے دشمن لیکن نہ تو آپ ان برے لوگوں میں سے ہیں اور نہ یہ وہ برا زمانہ ہے۔ اور یہ تو اس زمانہ میں ہوگا جس میں لوگوں میں شوق اور خوف تو خوب ہوگا لیکن ایک دوسرے سے ملنے کا شوق صرف دنیاوی اغراض کی وجہ سے ہوگا۔ آپ دونوں نے مجھے لکھا کہ آپ دونوں مجھے اس بات سے اللہ کی پناہ میں دیتے ہیں کہ آپ دونوں نے مجھے یہ خط جس دلی ہمدردی کے ساتھ لکھا ہے، میں اس کے علاوہ کچھ اور سمجھوں اور یہ کہ آپ دونوں نے یہ خط صرف میری خیر خواہی کے جذبہ سے لکھا ہے۔ آپ دونوں نے یہ بات ٹھیک لکھی ہے۔ لہٰذا مجھے خط لکھنا نہ چھوڑیں کیونکہ میں آپ دونوں کی نصیحتوں کا محتاج ہوں، آپ لوگوں سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔ والسلام علیکما۔'' [1]

میرے پاس عمیر بن سعدؓ جیسا آدمی ہو:

حضرت عنترہؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمیر بن سعد انصاریؓ کو حضرت عمر بن خطابؓ نے حمص کا گورنر بنا کر بھیجا۔ یہ وہاں ایک سال رہے لیکن اس عرصہ میں ان کی کوئی خبر نہ آئی۔ حضرت عمرؓ نے اپنے کاتب سے فرمایا، عمیرؓ کو خط لکھو۔ اللہ کی قسم! میرا تو یہی خیال

[1] (حلیۃ الاولیاء ۱/ ۲۳۸، کنز العمال، ۸/ ۲۰۹، مجمع الزوائد ۵/ ۲۱۴، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۱۷۸)

Marfat.com

ہے کہ عمیرؓ نے ہم سے خیانت کی ہے۔ خط کا مضمون یہ تھا:

''جونہی میرا یہ خط تمہیں ملے میرے پاس آجاؤ اور میرا خط پڑھتے ہی تم وہ سارا مال ساتھ لے کر آؤ جو تم نے مسلمانوں کے مال غنیمت میں سے جمع کر رکھا ہے۔''

خط پڑھتے ہی حضرت عمیرؓ چل پڑے اور حضرت عمیرؓ نے اپنا چمڑے کا تھیلا لیا اور اس میں اپنا توشہ اور پیالہ رکھا اور اپنا چمڑے کا لوٹا غالباً تھیلے سے باندھ کر لٹکا لیا اور اپنی لاٹھی لی اور حمص سے پیدل چل کر مدینہ منورہ پہنچے۔ جب وہاں پہنچے تو رنگ بدلا ہوا تھا، چہرہ غبار آلود تھا اور بال لمبے ہو چکے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں گئے اور کہا، السلام علیک یا امیر المومنین! ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ حضرت عمرؓ نے کہا، آپؓ کا کیا حال ہے؟ حضرت عمیرؓ نے کہا، آپؓ میرا کیا حال دیکھ رہے ہیں؟ کیا آپؓ دیکھ نہیں رہے ہیں کہ میں صحت مند پاک خون والا ہوں اور میرے ساتھ دنیا ہے جس کی باگ پکڑ کر میں اسے کھینچ کر لایا ہوں۔ حضرت عمرؓ سمجھے کہ یہ بہت سا مال لائے ہوں گے، اس لئے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کیا ہے؟ حضرت عمیرؓ نے کہا، میرے ساتھ میرا تھیلا ہے جس میں اپنا توشہ اور پیالہ رکھتا ہوں۔ پیالہ میں کھا بھی لیتا ہوں اور اسی میں اپنا سر اور اپنے کپڑے دھو لیتا ہوں اور ایک لوٹا ہے جس میں وضو اور پینے کا پانی رکھتا ہوں اور میری ایک لاٹھی ہے جس پر میں ٹیک لگاتا ہوں اور اگر کوئی دشمن سامنے آجائے تو اسی سے اس کا مقابلہ کرتا ہوں۔ اللہ کی قسم! دنیا میرے اس سامان کے پیچھے ہے (یعنی میری ساری ضروریات اسی سامان سے پوری ہو جاتی ہیں) پھر حضرت عمرؓ نے کہا، تم وہاں سے پیدل چل کر آئے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا، کیا تمہارا وہاں تعلق والا کوئی آدمی ایسا نہیں تھا جو تمہیں سواری کے لئے کوئی جانور دے دیتا؟ انہوں نے کہا، وہاں والوں نے مجھے سواری دی نہیں اور میں نے ان سے مانگی نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، وہ برے مسلمان ہیں جن کے پاس سے تم آئے ہو کہ انہوں نے اپنے گورنر کا ذرا خیال نہیں کیا؟ حضرت عمیرؓ نے کہا، اے عمرؓ! آپؓ اللہ سے ڈریں۔ اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو غیبت

Marfat.com

سے منع کیا ہے اور میں نے ان کو دیکھا ہے کہ وہ صبح کی نماز پڑھ رہے تھے اور جو صبح کی نماز پڑھ لے وہ اللہ کی ذمہ داری میں آجاتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، میں نے تمہیں کہاں بھیجا تھا؟ اور طبرانی کی روایت میں یوں ہے، میں نے تم کو جس چیز کی وصولی کے لئے بھیجا تھا، وہ کہاں ہے؟ اور وہاں تم نے کیا کیا؟ انہوں نے کہا، اے امیر المومنین! آپؓ کیا پوچھ رہے ہیں؟ میں سمجھ نہیں سکا۔ حضرت عمرؓ نے تعجب سے کہا، سبحان اللہ! سوال تو بالکل واضح ہے۔ حضرت عمیرؓ نے کہا، اگر یہ ڈر نہ ہوتا کہ نہ بتانے سے آپؓ غمگین ہو جائیں گے تو میں آپؓ کو نہ بتاتا۔

آپؓ نے مجھے وہاں بھیجا، وہاں پہنچ کر میں نے وہاں کے نیک لوگوں کو جمع کیا اور مسلمانوں سے مال غنیمت جمع کرنے کا ان کو ذمہ دار بنا دیا۔ جب وہ جمع کر کے لے آئے تو میں نے وہ سارا مال صحیح مصرف پر خرچ کر دیا۔ اگر اس میں شرعاً آپؓ کا حصہ بھی ہوتا تو میں وہ آپؓ کے پاس ضرور لے کر آتا۔ حضرت عمرؓ نے کہا، تو کیا تم ہمارے پاس کچھ نہیں لائے؟ حضرت عمیرؓ نے کہا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، یہ تو بہت اچھے گورنر ہیں کچھ لے کر نہیں آئے ہیں۔ عمیرؓ کے لئے گورنری حمص کا عہد نامہ پھر لکھ دو۔ حضرت عمیرؓ نے کہا، اب میں نہ آپؓ کی طرف سے گورنر بننے کے لئے تیار ہوں اور نہ آپؓ کے بعد کسی اور کی طرف سے۔ کیونکہ اللہ کی قسم! میں اس گورنری میں خرابی سے بچ نہ سکا۔ میں نے ایک نصرانی سے امارت کے زعم میں کہا تھا، اے فلانے! اللہ تجھے رسوا کرے اور ذمی کو تکلیف پہنچانا برا کام ہے۔ اے عمرؓ! آپؓ نے مجھے گورنر بنا کر ایسی خرابیوں میں مبتلا ہونے کے خطرہ میں ڈال دیا ہے۔ اے عمرؓ! میری زندگی کے سب سے برے دن وہ ہیں جن میں، میں آپؓ کے ساتھ پیچھے رہ گیا اور دنیا سے چلا نہیں گیا۔ پھر انہوں نے حضرت عمرؓ سے اجازت مانگی۔ حضرت عمرؓ نے ان کو اجازت دے دی۔ وہ اپنے گھر واپس آ گئے۔ ان کا گھر مدینہ سے چند میل کے فاصلہ پر تھا۔

جب حضرت عمیرؓ چلے گئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا، میرا تو یہی خیال ہے کہ عمیرؓ نے ہم سے خیانت کی ہے (یہ حمص سے ضرور مال لے کر آئے ہیں جسے اپنے ساتھ میرے پاس نہیں لائے بلکہ سیدھے اپنے گھر بھیج دیا ہے) حارث نامی ایک آدمی کو سو دینار دے کر

حضرت عمرؓ نے کہا، یہ دینار لے جاؤ۔ جا کر عمیرؓ کے ہاں اجنبی مہمان بن کر ٹھہرو۔ اگر ان کے گھر میں فراوانی دیکھو تو ایسے ہی میرے پاس واپس آجاؤ اور اگر تنگی کی سخت حالت دیکھو تو انہیں یہ سو دینار دے دینا۔ حضرت حارث گئے، وہاں جا کر دیکھا کہ حضرت عمیرؓ دیوار کے ساتھ ایک کونے میں بیٹھے اپنی قمیض سے جوئیں نکال رہے ہیں۔ انہوں نے جا کر حضرت عمیرؓ کو سلام کیا۔ حضرت عمیرؓ نے سلام کا جواب دیا اور کہا، اللہ آپ پر رحم فرمائے، آجاؤ ہمارے مہمان بن جاؤ۔ چنانچہ وہ سواری سے اتر کر ان کے ہاں ٹھہر گئے۔ پھر حضرت عمیرؓ نے ان سے پوچھا، آپؓ کہاں سے آئے ہیں؟ انہوں نے کہا، مدینہ سے۔ حضرت عمیرؓ نے پوچھا، آپؓ نے امیر المومنین کو کس حال میں چھوڑا؟ انہوں نے کہا، اچھے حال میں تھے۔ حضرت عمیرؓ نے پوچھا، مسلمانوں کو کس حال میں چھوڑا؟ انہوں نے کہا، وہ بھی ٹھیک تھے۔ حضرت عمیرؓ نے پوچھا، کیا امیر المومنین شرعی حدود قائم نہیں کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا، کرتے ہیں۔ ان کے بیٹے سے ایک گناہِ کبیرہ ہو گیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس پر حد شرعی قائم کی تھی اور اسے کوڑے لگائے تھے جس سے اس کا انتقال ہو گیا تھا (لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ اس واقعہ کے ایک ماہ بعد طبعی موت سے ان کا انتقال ہوا) حضرت عمیرؓ نے کہا، اے اللہ! عمرؓ کی مدد فرما جہاں تک میں جانتا ہوں وہ آپ سے بہت زیادہ محبت کرنے والے ہیں۔ چنانچہ وہ حضرت عمیرؓ کے ہاں تین دن مہمان رہے۔ ان کے ہاں صرف جو کی ایک روٹی ہوتی تھی جسے وہ حضرت حارث کو کھلا دیا کرتے اور خود بھوکے رہتے۔ آخر جب فاقہ زیادہ ہو گیا تو انہوں نے حضرت حارث سے کہا، تمہاری وجہ سے ہم لوگوں کو فاقہ پر فاقے آگئے، اگر تم مناسب سمجھو تو کہیں اور چلے جاؤ۔ اس پر حضرت حارث نے وہ دینار نکال کر ان کو دیئے اور کہا، امیر المومنین نے یہ دینار آپ کے لئے بھیجے ہیں، آپ انہیں اپنے کام میں لائیں۔ بس دینار دیکھتے ہی ان کی چیخ نکل گئی اور انہوں نے کہا، مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے انہیں واپس لے جاؤ۔ ان کی بیوی نے کہا، واپس نہ کرو لے لو، آپ کو ضرورت پڑ گئی تو اس میں خرچ کر لینا ورنہ مناسب جگہ خرچ کر دینا، ضرورت مندوں کو دے دینا۔

Marfat.com

حضرت عمیرؓ نے کہا، اللہ کی قسم! میرے پاس تو کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس میں، میں ان کو رکھ لوں۔ اس پر ان کی بیوی نے اپنی قمیض کے نیچے کا دامن پھاڑ کر انہیں ایک ٹکڑا دیا جس میں انہوں نے وہ دینار رکھ لئے اور فوراً گھر سے باہر گئے اور شہداء اور فقراء میں سب تقسیم کر دیئے اور گھر واپس آ گئے۔ حضرت عمرؓ کے قاصد یعنی حضرت حارث کا خیال تھا کہ حضرت عمیرؓ ان کو بھی ان دیناروں میں سے کچھ دیں لیکن اِن کو کچھ نہ دیا اور ان سے کہا، امیر المومنین کو میرا اسلام کہنا۔ چنانچہ حضرت حارث حضرت عمرؓ کے پاس واپس آئے۔

حضرت عمرؓ نے پوچھا، تم نے کیا دیکھا؟ حضرت حارث نے کہا، میں نے بڑا سخت حال دیکھا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا، انہوں نے ان دیناروں کا کیا کیا؟ حضرت حارث نے کہا، مجھے پتہ نہیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے حضرت عمیرؓ کو خط لکھا کہ جونہی تمہیں میرا یہ خط ملے، ملتے ہی خط رکھنے سے پہلے ہی میری طرف چلے آؤ۔ چنانچہ وہ حضرت عمرؓ کے پاس آئے تو حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا، آپؓ نے دیناروں کا کیا کیا؟ انہوں نے کہا، میں نے جو مرضی آئی کیا، آپؓ ان دیناروں کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے کہا، میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم مجھے ضرور بتاؤ کہ تم نے ان کا کیا کیا ہے؟ حضرت عمیرؓ نے کہا، میں نے ان کو اپنے لئے اگلے جہان میں بھیج دیا ہے یعنی ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا، اللہ آپؓ پر رحم فرمائے اور حکم دیا کہ حضرت عمیرؓ کو ایک وسق یعنی پانچ من دس سیر غلہ اور دو کپڑے دیئے جائیں۔ حضرت عمیرؓ نے کہا، غلہ کی مجھے ضرورت نہیں ہے کیونکہ میں گھر میں دو صاع یعنی سات سیر جو چھوڑ کر آیا ہوں اور ان دو صاع کے کھانے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ اور رزق پہنچا دیں گے۔ چنانچہ غلہ تو لیا نہیں البتہ دونوں کپڑے لے لئے اور یوں کہا، فلانی امّ فلاں کے پاس کپڑے نہیں ہیں، اسے دے دوں گا۔ اور اپنے گھر واپس آ گئے اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ اللہ ان پر رحمت نازل فرمائے۔

جب حضرت عمرؓ کو ان کے انتقال کی خبر ملی تو ان کو بہت رنج و صدمہ ہوا اور ان کے

Marfat.com

لئے خوب دُعائے رحمت و مغفرت کی۔ پھر ان کو دفن کرنے حضرت عمرؓ پیدل مدینہ کے قبرستان جنت البقیع گئے اور آپؓ کے ساتھ اور لوگ بھی پیدل چل رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا، تم میں سے ہر آدمی اپنی آرزو اور تمنا ظاہر کرے۔ چنانچہ ایک آدمی نے کہا، اے امیر المومنین! میرا دل چاہتا ہے کہ میرے پاس بہت سا مال ہو اور میں اس سے خرید خرید کر اتنے اتنے غلام اللہ کے لئے آزاد کروں۔ دوسرے نے کہا، میرا دل چاہتا ہے کہ میرے پاس بہت سا مال ہو جسے میں اللہ کے راستہ میں خرچ کروں۔ تیسرے نے کہا، میرا دل چاہتا ہے کہ مجھے اتنی جسمانی طاقت مل جائے کہ میں خود زمزم سے ڈول نکال نکال کر بیت اللہ کے حاجیوں کو زمزم پلاؤں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، میرا دل چاہتا ہے کہ میرے پاس عمیرؓ بن سعد جیسا آدمی ہو جسے میں مسلمانوں کے مختلف کاموں میں اطمینان سے لگا سکوں۔ [1]

سعید بن عامرؓ سے اہل حمص کی شکایتیں:

حضرت خالد بن معدانؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت سعید بن عامر بن حذیم جمحیؓ کو حمص پر ہمارا گورنر بنایا۔ جب حضرت عمر بن خطابؓ حمص تشریف لائے تو فرمایا، اے حمص والو! تم نے اپنے گورنر کو کیسا پایا؟ اس پر انہوں نے حضرت عمرؓ سے اپنے گورنر کی شکایتیں کیں۔ چونکہ حمص والے بھی اپنے گورنر کی ہمیشہ شکایت کیا کرتے تھے اس وجہ سے حمص کو چھوٹا کوفہ کہا جاتا تھا۔ انہوں نے کہا، ہمیں ان سے چار شکایتیں ہیں۔

پہلی تو یہ ہے کہ جب تک اچھی طرح دن نہیں چڑھ جاتا، اس وقت تک یہ ہمارے پاس گھر سے باہر نہیں آتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، واقعی یہ تو بہت بڑی شکایت ہے، اس کے علاوہ اور کیا؟

انہوں نے کہا، یہ رات کو کسی کی بات نہیں سنتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، یہ بھی بڑی شکایت ہے، اس کے علاوہ اور کیا؟

---

[1] (حلیۃ الاولیاء ۱/ ۲۴۷، کنز العمال ۷/ ۹۷، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۱۸۵)

Marfat.com

انہوں نے کہا، مہینے میں ایک دن گھر میں ہی رہتے ہیں، ہمارے پاس باہر نہیں آتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، یہ بھی بڑی شکایت ہے، اس کے علاوہ اور کیا؟

انہوں نے کہا، کبھی کبھی ان کو موت جیسی بے ہوشی کا دورہ پڑتا ہے۔

حضرت عمرؓ نے حمص والوں کو اور ان کے گورنر کو ایک جگہ جمع کیا اور یہ دُعا مانگی۔ اے اللہ! سعید بن عامر کے بارے میں اچھے ہونے کا میرا جو اندازہ تھا، آج اسے غلط نہ ہونے دے۔ اس کے بعد حمص والوں سے فرمایا، تمہیں ان سے کیا شکایت ہے؟ انہوں نے کہا، جب تک اچھی طرح دن نہیں چڑھ جاتا، اس وقت تک یہ گھر سے ہمارے پاس باہر نہیں آتے۔ حضرت سعیدؓ نے کہا، اللہ کی قسم! اس کی وجہ بتانا مجھے پسند نہیں تھی لیکن اب میں مجبوراً بتاتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ میرے گھر والوں کا کوئی خادم نہیں ہے، اس لئے میں خود آٹا گوندھتا ہوں، پھر اس انتظار میں بیٹھتا ہوں کہ آٹے میں خمیر پیدا ہو جائے، پھر میں روٹی پکاتا ہوں۔ پھر وضو کر کے گھر سے باہر ان لوگوں کے پاس آتا ہوں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا، تمہیں ان سے اور کیا شکایت ہے؟ انہوں نے کہا، یہ رات کو کسی کی بات نہیں سنتے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، اے سعید! آپؓ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟ حضرت سعیدؓ نے کہا، اس کی وجہ بتانا بھی مجھے پسند نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ میں نے دن اور رات کو تقسیم کیا ہے۔ دن ان لوگوں کو دیا ہے اور رات اللہ تعالیٰ کو۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا، تمہیں ان سے اور کیا شکایت ہے؟ انہوں نے کہا، مہینے میں ایک دن یہ ہمارے پاس باہر نہیں آتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، آپؓ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟ حضرت سعید نے کہا، نہ تو میرے پاس کوئی خادم ہے جو میرے کپڑے دھودے اور نہ میرے پاس اور کپڑے ہیں جنہیں پہن کر میں باہر آسکوں۔ اس لئے میں اپنے کپڑے دھوتا ہوں پھر ان کے سوکھنے کا انتظار کرتا ہوں۔ جب سوکھ جاتے ہیں تو وہ موٹے ہونے کی وجہ سے سخت ہو جاتے ہیں۔ اس لئے میں ان کو رگڑ رگڑ کر نرم کرتا ہوں، سارا دن اسی میں گزر جاتا ہے۔ پھر انہیں پہن کر شام کو ان لوگوں کے پاس باہر آتا ہوں۔

Marfat.com

حضرت عمرؓ نے پوچھا، تمہیں ان سے اور کیا شکایت ہے؟ انہوں نے کہا، انہیں کبھی کبھی بے ہوشی کا دورہ پڑ جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اس بارے میں آپؓ کیا کہتے ہیں؟ حضرت سعیدؓ نے کہا، حضرت حبیب انصاریؓ کی شہادت کے وقت میں مکہ میں موجود تھا۔ پہلے قریش نے ان کے گوشت کو جگہ جگہ سے کاٹا، پھر ان کو سولی پر لٹکایا اور کہا، کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری جگہ محمد (ﷺ) ہوں۔ (تمہاری جگہ ان کو سولی دے دی جائے) حضرت حبیبؓ نے کہا، اللہ کی قسم! مجھے تو یہ بھی پسند نہیں ہے کہ میں اپنے اہل و عیال میں ہوں اور اس کے بدلہ میں حضرت محمد ﷺ کو ایک کانٹا چبھے اور پھر حضورؐ کی محبت کے جوش میں آ کر زور سے پکارا یا محمدؐ! جب بھی مجھے وہ دن یاد آتا ہے اور یہ خیال آتا ہے کہ میں نے اس حالت میں ان کی مدد نہیں کی اور میں اس وقت مشرک تھا، اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لایا تھا تو میرے دل میں زور سے یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے اس گناہ کو کبھی معاف نہیں فرمائیں گے، بس اس خیال سے مجھے بے ہوشی کا وہ دورہ پڑ جاتا ہے۔

حضرت عمرؓ نے یہ جوابات سن کر فرمایا، تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے میری فراست کو غلط نہیں ہونے دیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے ان کے پاس ہزار دینار بھیجے اور فرمایا، انہیں اپنے کام میں لے آؤ۔ اس پر ان کی بیوی نے کہا، تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں آپ کی خدمت سے بے نیاز کر دیا۔ حضرت سعیدؓ نے کہا، کیا تم اس سے بہتر بات چاہتی ہو کہ ہم یہ دینار اسے دے دیتے ہیں جو ہمیں سخت ضرورت کے وقت دے دے۔ انہوں نے کہا، ٹھیک ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے گھر والوں میں سے ایک آدمی کو بلایا جس پر انہیں اعتماد تھا اور ان دیناروں کو بہت سی تھیلیوں میں ڈال کر اس سے کہا، جا کر یہ دینار فلاں خاندان کی بیواؤں، فلاں خاندان کے یتیموں، فلاں خاندان کے مسکینوں اور فلاں خاندان کے مصیبت زدہ لوگوں کو دے آؤ۔ تھوڑے سے دینار بچ گئے تو اپنی بیوی سے کہا، لو یہ خرچ کر لو۔ پھر اپنے گورنری کے کام میں مشغول ہو گئے۔ چند دن بعد ان کی بیوی نے کہا، کیا آپؓ ہمارے لئے کوئی خادم نہیں خرید لیتے؟ اس مال کا کیا ہوا؟ حضرت سعیدؓ نے

کہا، وہ مال تمہیں سخت ضرورت کے وقت ملے گا۔ [1]

تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں:

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ نے لوگوں سے کہا، ہمارے پاس اس مال میں سے کچھ بچ گیا ہے، میں اسے کہاں خرچ کروں؟ لوگوں نے کہا، اے امیر المومنین! آپؓ ہمارے اجتماعی کاموں میں ہر وقت مشغول رہتے ہیں جس کی وجہ سے آپؓ کو اپنے اہل وعیال کو دیکھنے اور اپنے پیشہ اور کاروبار میں لگنے کی فرصت نہیں ملتی، اس لئے یہ مال آپؓ لے لیں۔ حضرت عمرؓ نے مجھ سے کہا، آپؓ کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا، لوگوں نے آپؓ کو مشورہ دے ہی دیا ہے۔ انہوں نے کہا نہیں، آپؓ اپنے دل کی بات کہیں۔ اس پر میں نے کہا، آپؓ اپنے یقین کو گمان میں کیوں بدلتے ہیں؟ آپؓ کو یقین ہے کہ یہ مال آپؓ کا نہیں ہے تو پھر آپؓ کیوں لوگوں سے مشورہ لے کر مسلمانوں کا یہ مال خود لے کر اپنے یقین کو گمان میں بدل رہے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے کہا، آپؓ جو کہہ رہے ہیں، آپؓ کو اس کی دلیل دینی ہو گی۔ میں نے کہا، ہاں میں اس کی دلیل ضرور دوں گا۔ کیا آپؓ کو یاد ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے آپ کو لوگوں سے زکوٰۃ لینے کے لئے بھیجا تھا۔ جب آپؓ حضرت عباس بن عبد المطلبؓ کے پاس زکوٰۃ لینے گئے تھے تو انہوں نے آپ کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا جس پر آپ دونوں میں کچھ بات ہوئی تھی۔ پھر آپؓ نے مجھ سے کہا تھا، میرے ساتھ حضورؐ کے پاس چلو تاکہ ہم حضورؐ کو بتائیں کہ حضرت عباسؓ نے ایسے کیا ہے۔ چنانچہ ہم دونوں حضورؐ کی خدمت میں گئے تو ہم نے دیکھا کہ آپؐ کی طبیعت پر گرانی ہے تو ہم واپس آ گئے۔ اگلے دن ہم پھر آپؐ کی خدمت میں گئے تو آپؐ ہشاش بشاش تھے۔ آپ نے حضورؐ کو بتایا کہ حضرت عباسؓ نے اس طرح کیا ہے۔ اس پر حضورؐ نے آپؓ کو کہا تھا، کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ آدمی کا چچا اس کے باپ کی طرح ہوتا ہے اور ہم نے حضورؐ کو بتایا کہ ہم پہلے دن آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے تو آپؐ کی طبیعت پر گرانی تھی اور اگلے دن حاضر ہوئے تو آپؐ ہشاش

[1] (حلیۃ الاولیاء ۱/ ۲۴۵، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۱۸۹)

Marfat.com

بشاش تھے۔ حضورؐ نے فرمایا، تم پہلے دن جب میرے پاس آئے تھے تو میرے پاس صدقہ کے دو دینار بچے ہوئے تھے، اس وجہ سے تمہیں میری طبیعت پر گرانی نظر آئی اور اگلے دن جب تم میرے پاس آئے تو میں وہ دینار خرچ کر چکا تھا، اس وجہ سے تم نے مجھے ہشاش بشاش پایا۔ حضرت عمرؓ نے کہا، اے علیؓ! تم نے ٹھیک کہا۔ اللہ کی قسم! تم نے پہلے مجھے کہا، اپنے یقین کو گمان میں کیوں بدلتے ہو؟ اور پھر مجھے یہ سارا قصہ سنایا۔ میں ان دونوں باتوں پر تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ؎

مال کی تقسیم:

حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ کے پاس مال آیا۔ آپؓ نے اسے مسلمانوں میں تقسیم کیا لیکن اس میں سے کچھ مال بچ گیا۔ آپؓ نے اس کے بارے میں لوگوں سے مشورہ لیا۔ لوگوں نے کہا، اگر آپؓ اسے آئندہ پیش آنے والی ضرورت کے لئے رکھ لیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ حضرت علیؓ بالکل خاموش تھے، انہوں نے کچھ نہ کہا۔ حضرت عمرؓ نے کہا، اے ابوالحسنؓ! کیا ہوا، آپؓ اس بارے میں کچھ نہیں کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا، لوگوں نے اپنی رائے تو بتادی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، نہیں آپؓ کو بھی اپنا مشورہ دینا ہوگا۔ حضرت علیؓ نے کہا، اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں خرچ کرنے کی جگہیں بتا کر اس مال کی تقسیم بتانے سے فارغ ہو چکے ہیں، آپؓ کو یہ بچا ہوا مال بھی وہاں ہی خرچ کرنا چاہئے۔ پھر حضرت علیؓ نے یہ قصہ بیان کیا کہ حضور اقدسؐ کے پاس بحرین سے مال آیا تھا۔ حضورؐ نے اسے تقسیم کرنا شروع کیا لیکن ابھی آپؐ اس کی تقسیم سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ رات آگئی تو آپؐ نے وہ رات مسجد میں گزاری اور ساری نمازیں مسجد میں پڑھائیں۔ (یعنی سارا دن مسجد میں بیٹھ کر تقسیم کرتے رہے گھر نہ گئے) میں نے دیکھا کہ جب تک آپؐ نے یہ سارا مال تقسیم نہیں کر لیا، آپؐ کے چہرے پر پریشانی اور فکر کے آثار رہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اب تو یہ بقیہ مال آپؓ کو ہی تقسیم کرنا ہوگا چنانچہ حضرت علیؓ نے اسے تقسیم کیا۔ حضرت طلحہؓ

؎ (کنز العمال ۴/ ۳۹، حلیۃ الاولیاء ۴/ ۳۸۲، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۱۹۶)

Marfat.com

فرماتے ہیں، مجھے اس میں سے آٹھ سو درہم ملے۔ [1]

باندی کو آزاد کر دیا:

حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو خط لکھا کہ: وہ ان کے لئے جلولا (خراسان کے راستہ میں ایک شہر ہے، ۱۶ھ میں مسلمانوں نے اسے فتح کیا تھا) کے قیدیوں میں سے ایک باندی خرید لیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک باندی خرید کر حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دی، وہ حضرت عمرؓ کو بہت اچھی لگی۔ حضرت عمرؓ نے اس باندی کو بلایا اور فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لن تنالوا البر حتّٰی تنفقو مِمَّا تحِبُّون﴾ (آل عمران آیت ۹۲)

''تم خیر کامل کو کبھی حاصل نہ کر سکو گے یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز کو خرچ نہ کرو گے۔''

اور اس باندی کو آزاد کر دیا۔ [2]

آپؓ ہماری سفارش کر دیں:

حضرت عمیر بن سلمہ دؤلیؒ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضرت عمرؓ دوپہر کو ایک درخت کے سائے میں سو رہے تھے۔ ایک دیہاتی عورت مدینہ آئی اور لوگوں کو بڑے غور سے دیکھتی رہی کہ ان میں سے کون میرا کام کر سکتا ہے اور دیکھتے دیکھتے وہ حضرت عمرؓ تک پہنچ گئی۔ انہیں دیکھ کر اسے اطمینان ہوا کہ یہ آدمی میرا کام کر دے گا۔ اس نے حضرت عمرؓ سے کہا، میں ایک مسکین عورت ہوں اور میرے بہت سے بچے ہیں اور امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت محمد بن مسلمہؓ کو ہمارے علاقہ میں صدقات وصول کرنے بھیجا تھا، وہ صدقات وصول کر کے واپس آ گئے اور انہوں نے ہمیں کچھ نہیں دیا۔ اللہ آپؓ پر رحم فرمائے، آپؓ ہماری سفارش کر دیں شاید وہ آپؓ کی بات مان لیں۔ تو حضرت عمرؓ نے اپنے دربان یرفا کو پکار کر کہا، حضرت محمد بن مسلمہ کو بلا کر میرے پاس لاؤ۔ اس عورت نے کہا، میری

---

[1] (حیاۃ الصحابہؓ ۲/۱۹۸) [2] (کنز العمال ۳/۳۱۴، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۲۰۸)

Marfat.com

ضرورت کے پورا ہونے کی زیادہ بہتر صورت یہی ہے کہ آپؓ میرے ساتھ ان کے پاس جائیں۔ اس عورت کو معلوم نہیں تھا کہ ان کا مخاطب آدمی خود امیر المومنین ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، میرے بلانے پر انشاء اللہ وہ تمہارا کام کردے گا۔

حضرت یرفا نے جا کر حضرت محمد بن مسلمہؓ سے کہا، چلیں آپؓ کو امیر المومنین بلا رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہ آئے اور انہوں نے کہا، السلام علیک یا امیر المومنین! اب اس عورت کو پتہ چلا کہ یہ امیر المومنین ہیں تو وہ بہت شرمندہ ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت محمد بن مسلمہؓ سے فرمایا، اللہ کی قسم! میں تو تم میں سے بہترین آدمی منتخب کرنے میں کوئی کمی نہیں کرتا۔ جب اللہ تعالیٰ تم سے اس عورت کے بارے میں پوچھیں گے تو تم کیا کہو گے؟ یہ سن کر حضرت محمد بن مسلمہؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو ہمارے پاس بھیجا، ہم نے ان کی تصدیق کی اور ان کا اتباع کیا۔ اللہ تعالیٰ حضورؐ کو جو حکم دیتے، حضورؐ اس پر عمل کرتے۔ حضورؐ صدقات وصول کر کے اس کے حقدار مساکین کو دیا کرتے اور حضورؐ کا معمول یونہی رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے پاس بلا لیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو حضورؐ کا خلیفہ بنایا تو وہ بھی حضورؐ کے طریقہ پر ہی عمل کرتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی اپنے پاس بلا لیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کا خلیفہ بنا دیا اور میں نے تم میں سے بہترین آدمی منتخب کرنے میں کبھی کمی نہیں کی۔ اب اگر میں تمہیں بھیجوں تو اس عورت کو اس سال کا اور گزشتہ سال کا اس کا حصہ صدقات میں سے دے دینا اور مجھے معلوم نہیں، شاید اب میں تمہیں صدقات وصول کرنے نہ بھیجوں۔

پھر حضرت عمرؓ نے اس عورت کے لئے ایک اونٹ منگوایا اور اس عورت کو آٹا اور تیل دیا اور فرمایا، یہ لے لو، پھر ہمارے پاس خیبر آ جانا کیونکہ اب ہمارا خیبر جانے کا ارادہ ہے۔ چنانچہ وہ عورت خیبر حضرت عمرؓ کے پاس آئی اور حضرت عمرؓ نے دو اونٹ اور منگوائے اور اس عورت سے کہا، یہ لے لو۔ حضرت محمد کے تمہارے ہاں آنے تک یہ تمہارے لئے کافی

Marfat.com

ہو جائیں گے اور میں نے حضرت محمدؓ کو حکم کر دیا ہے کہ وہ تمہیں تمہارا اس سال کا اور گزشتہ سال کا حصہ دے دیں۔ ؎

ایک عورت کی فریاد رسی:

حضرت اسلمؒ کہتے ہیں کہ: میں ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ بازار گیا۔ حضرت عمرؓ کو ایک جوان عورت ملی اور اس نے کہا، اے امیر المومنین! میرا خاوند فوت ہو گیا ہے اور اس نے اپنے پیچھے چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے ہیں اور وہ اللہ کی قسم! فقر و فاقہ کی وجہ سے پائے بھی نہیں پکا سکتے۔ (ملک عرب میں پائے مفت ملتے تھے، بکا نہیں کرتے تھے) نہ ان کے پاس کوئی کھیتی ہے اور نہ کوئی دودھ کا جانور مجھے ڈر ہے کہ قحط سالی سے کہیں وہ مر نہ جائیں اور میں حضرت خُفاف بن ایماء غفاریؓ کی بیٹی ہوں۔ میرے والد حضورؐ کے ساتھ حدیبیہ میں شریک ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ اس عورت کے پاس کھڑے باتیں سنتے رہے اور آگے نہیں گئے۔ پھر فرمایا، خوش آمدید ہو، قریبی رشتہ داری نکل آئی (یعنی تمہارے قبیلہ غفار کا ہمارے قبیلہ قریش سے قریبی رشتہ ہے یا تم ایک مشہور صحابیؓ کے خاندان میں سے ہو) پھر حضرت عمرؓ وہاں سے گھر واپس آ گئے۔ ان کے گھر میں ایک خوب بوجھ اٹھانے والا اونٹ بندھا ہوا تھا۔ دو بورے غلہ سے بھر کر اس پر رکھ دیئے اور ان دونوں بوروں کے درمیان خرچ کے پیسے اور کپڑے رکھ دیئے اور پھر اس اونٹ کی نکیل اس عورت کو پکڑا کر کہا، یہ اونٹ لے جاؤ، ان شاء اللہ ان چیزوں کے ختم ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے بہتر انتظام فرما دیں گے۔ ایک آدمی نے کہا، اے امیر المومنین! آپؓ نے اس عورت کو بہت زیادہ دے دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، تیری ماں تجھے گم کرے۔ اس عورت کا باپ حضورؐ کے ساتھ حدیبیہ میں شریک ہوا تھا اور اللہ کی قسم! میں نے اس عورت کے باپ اور بھائی کو دیکھا ہے کہ ایک عرصہ تک انہوں نے ایک قلعہ کا محاصرہ کئے رکھا۔ پھر انہوں نے اس قلعہ کو فتح کر لیا اور ہم اس میں سے اپنے حصے وصول کر رہے ہیں۔ (چونکہ یہ بہت زیادہ دینی فضائل والے

؎ (کنز العمال ۳/ ۳۱۹، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۲۲۷)

Marfat.com

خاندان کی عورت ہے، اس وجہ سے میں نے اسے زیادہ دیا ہے) لے

سعید بن عامر کے پاس دینار بھیجنا:

حضرت حسان بن عطیہؒ کہتے ہیں کہ: جب حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت معاویہؓ کو ملک شام کی گورنری سے معزول کیا تو ان کی جگہ حضرت سعید بن عامر بن حذیم جمحیؓ کو بھیجا۔ وہ اپنی نوجوان بیوی کو بھی ساتھ لے گئے جس کا چہرہ بہت خوبصورت تھا اور وہ قریش قبیلہ کی تھی۔ تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ فاقہ اور سخت تنگی کا دور شروع ہو گیا۔ حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے ان کے پاس ایک ہزار دینار بھیجے۔ وہ ہزار دینار لے کر اپنی بیوی کے پاس گئے اور اس سے کہا، تم جو یہ دینار دیکھ رہی ہو، یہ حضرت عمرؓ نے بھیجے ہیں۔ اس نے کہا، میرا دل یہ چاہتا ہے کہ آپؓ ہمارے لئے سالن کا سامان اور غلہ خرید لیں اور باقی دینار سنبھال کر رکھ لیں، آئندہ کام آئیں گے۔ حضرت سعیدؓ نے کہا، میں تمہیں اس سے بہتر صورت نہ بتا دوں؟ کہ ہم یہ مال ایک تاجر کو دے دیتے ہیں جو اس سے ہمارے لئے تجارت کرتا رہے، ہم اس کا نفع کھاتے رہیں اور ہمارے اس سرمائے کی ذمہ داری بھی اس پر ہوگی۔ ان کی بیوی نے کہا، پھر تو یہ ٹھیک ہے۔ چنانچہ انہوں نے سالن کا سامان اور غلہ خریدا اور دو اونٹ اور دو غلام خریدے۔ غلاموں نے ان اونٹوں پر ضرورت کا سارا سامان اکٹھا کر لیا اور انہوں نے یہ سب کچھ مسکینوں اور ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد ان کی بیوی نے ان سے کہا، کھانے پینے کا سامان ختم ہو گیا ہے، آپؓ اس تاجر کے پاس جائیں اور جو نفع ہوا ہے، اس میں کچھ لے کر ہمارے لئے کھانے پینے کا سامان خرید لیں۔ حضرت سعیدؓ خاموش رہے۔ اس نے دوبارہ کہا، یہ پھر خاموش رہے۔ آخر اس نے تنگ آ کر ان کو ستانا شروع کیا۔ اس پر انہوں نے دن میں گھر آنا چھوڑ دیا، صرف رات کو گھر آتے۔ ان کے گھر والوں میں ایک آدمی تھا، جو ان کے ساتھ گھر آیا کرتا تھا۔ اس نے ان کی بیوی سے کہا، تم کیا کر رہی ہو؟ تم ان کو بہت تکلیف پہنچا چکی ہو، وہ تو سارا مال صدقہ

لے (کنز العمال ۳/ ۱۴۷، حیاۃ الصحابہؓ ۲/ ۲۲۸)

کر چکے ہیں۔ یہ سن کر حضرت سعیدؓ کی بیوی کو سارے مال کے صدقہ کرنے پر اتنا افسوس ہوا کہ وہ رونے لگی۔ ایک دن حضرت سعیدؓ اپنی بیوی کے پاس گھر آئے اور اس سے کہا، ایسے ہی آرام سے بیٹھی رہو۔ میرے کچھ ساتھی تھے جو تھوڑا عرصہ پہلے مجھ سے جدا ہو گئے ہیں (اس دنیا سے چلے گئے ہیں) اگر مجھے ساری دنیا بھی مل جائے تو بھی مجھے ان کا راستہ چھوڑنا پسند نہیں ہے۔ اگر جنت کی خوبصورت حوروں میں ایک حور آسمان دنیا سے جھانک لے تو ساری زمین اس کے نور سے روشن ہو جائے اور اس کے چہرے کا نور چاند و سورج کی روشنی پر غالب آ جائے اور جو دوپٹہ اسے پہنایا جاتا ہے، وہ دنیا اور مافیہا سے زیادہ قیمتی ہے۔ اب میرے لئے یہ تو آسان ہے کہ ان حوروں کی خاطر تجھے چھوڑ دوں لیکن تیری خاطر ان کو نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ سن کر وہ نرم پڑ گئی اور راضی ہو گئی۔ [1]

بہت اچھا:

حضرت دُکین بن سعیدؓ فرماتے ہیں کہ: ہم چار سو چالیس آدمی حضور ﷺ کے پاس سفر کے لئے کھانے کی کوئی چیز مانگنے گئے۔ حضورؐ نے حضرت عمرؓ کو فرمایا، جاؤ اور انہیں سفر کے لئے کچھ دو۔ حضرت عمرؓ نے کہا، میرے پاس تو صرف اتنا ہے جس سے میرے اور میرے بچوں کے گرمی کے چار مہینے گزر سکیں (اس سے ان کا کام نہیں چل سکے گا)۔ حضورؐ نے فرمایا، نہیں جاؤ اور جو ہے وہ انہیں دے دو۔ حضرت عمرؓ نے کہا، یارسول اللہؐ! بہت اچھا جیسے آپؐ فرمائیں، میں تو آپؐ کی ہر بات سنوں گا اور مانوں گا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ وہاں سے کھڑے ہوئے اور ہم بھی ان کے ساتھ کھڑے ہوئے۔ حضرت عمرؓ ہمیں اوپر اپنے ایک بالاخانے میں لے گئے اور اپنے نیفہ میں سے چابی نکال کر بالاخانے کا دروازہ کھولا تو بالاخانے میں بیٹھے ہوئے اونٹ کے بچے کے برابر کھجوروں کا ایک ڈھیر تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا، آپ لوگ اس میں سے جتنا چاہیں لے لیں۔ چنانچہ ہم میں سے ہر آدمی نے اپنی ضرورت کے لئے کھجوریں اپنی مرضی کے مطابق لیں۔ میں سب سے آخر میں لینے گیا تو میں

---

[1] (حلیۃ الاولیاء ۱/۲۴۴، حیاۃ الصحابہ ۲/۲۲۹)

Marfat.com

نے دیکھا تو ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے ہم نے اس ڈھیر میں سے ایک بھی کھجور نہ لی ہو۔ [1]

ازواج مطہرات کی خدمت:

حضرت اسلمؒ کہتے ہیں کہ: میں نے حضرت عمرؓ سے کہا، سواری اور مال برداری کے اونٹوں میں ایک اندھی اونٹنی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، وہ اونٹنی کسی کو دے دو، وہ اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔ میں نے کہا، وہ تو اندھی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، وہ اسے اونٹوں کی قطار میں باندھ لیں گے، ان کے ساتھ پھرتی رہے گی۔ میں نے کہا، وہ زمین سے گھاس وغیرہ کیسے کھائے گی؟ حضرت عمرؓ نے پوچھا، وہ جزیہ کے جانوروں میں سے ہے یا صدقہ کے؟ یہ اس وجہ سے پوچھا کہ جزیہ کا جانور مالدار اور فقیر دونوں کھا سکتے ہیں اور صدقہ کا جانور صرف فقیر ہی کھا سکتا ہے۔ میں نے کہا، نہیں وہ تو جزیہ کے جانوروں میں سے ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، اللہ کی قسم! آپ لوگوں نے تو اسے کھانے کا ارادہ کر رکھا ہے۔ میں نے کہا، میں ویسے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ اس پر جزیہ کے جانوروں کی نشانی لگی ہوئی ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے اسے ذبح کرنے کا حکم دیا، چنانچہ اسے ذبح کیا گیا۔ حضرت عمرؓ کے پس نو چوڑے پیالے تھے۔ حضورؐ کی ازواج مطہرات چونکہ نو تھیں، اس وجہ سے ان کی تعداد کے مطابق پیالے بھی نو بنا رکھے تھے تاکہ ان سب کو چیز ہدیہ میں بھیجی جا سکے۔ جب بھی حضرت عمرؓ کے پاس کوئی پھل یا کوئی نادر اور پسندیدہ میوہ آتا تو اسے ان پیالوں میں ڈال کر حضورؐ کی ازواج مطہرات کے پاس بھیج دیتے اور اپنی بیٹی حضرت حفصہؓ کے پاس سب سے آخر میں بھیجتے تاکہ اگر کوئی کمی آئے تو حضرت حفصہؓ کے حصہ میں آئے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس اونٹنی کا گوشت ان پیالوں میں ڈالا اور پھر حضورؐ کی ازواج مطہرات کے پاس بھیج دیا اور اونٹنی کا جو گوشت بچ گیا، اسے پکانے کا حکم دیا۔ جب وہ پک گیا تو حضرات مہاجرین وانصار کو بلا کر انہیں کھلا دیا۔ [2]

---

[1] (حلیۃ الاولیاء ۱/۳۶۵، حیاۃ الصحابہ ۲/۲۳۶) [2] (جمع الفوائد ۱/۲۹۶، حیاۃ الصحابہ ۲/۲۴۴)

قحط زدہ لوگوں کی خدمت:

حضرت اسلمؒ کہتے ہیں کہ: جب حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں سخت قحط پڑا جسے عام الرمادہ کہا جاتا ہے۔ (رَمادہ کے معنی ہلاکت ہیں یا راکھ یعنی ہلاکت کا سال یا وہ سال جس میں لوگوں کے رنگ قحط کی وجہ سے راکھ جیسے ہوگئے تھے) تو ہر طرف سے عرب کھچ کر مدینہ منورہ آگئے۔ حضرت عمرؓ نے کچھ لوگوں کو ان کے انتظام اور ان میں کھانا اور سالن تقسیم کرنے کے لئے مقرر کیا۔ ان لوگوں میں حضرت یزید بن اُخت نمر، حضرت مسور بن مخرمہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عبد قاری اور حضرت عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہم تھے۔ شام کو یہ حضرات حضرت عمرؓ کے پاس جمع ہوتے اور دن بھر کی کارگزاری سناتے۔ ان میں سے ہر ایک آدمی مدینہ کے ایک کنارے پر مقرر تھا اور یہ دیہاتی لوگ ثنیۃ الوداع کے شروع سے لے کر راتج قلعہ، بنو حارثہ، بنو عبدالاشہل بقیع اور بنو قریظہ تک ٹھہرے ہوئے تھے اور ان میں سے کچھ بنو سلمہ کے علاقہ میں بھی ٹھہرے ہوئے تھے۔ بہرحال یہ لوگ مدینہ منورہ کے باہر چاروں طرف ٹھہرے ہوئے تھے۔

ایک رات جب یہ دیہاتی لوگ حضرت عمرؓ کے ہاں کھانا کھا چکے تو میں نے حضرت عمر کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارے ہاں جو رات کا کھانا کھاتے ہیں ان کی گنتی کرو۔ چنانچہ اگلی رات گنتی کی تو ان کی تعداد سات ہزار تھی۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا، وہ گھرانے جو یہاں نہیں آتے ہیں، ان کی اور بیماروں اور بچوں کی بھی گنتی کرو۔ ان کو گنا تو ان کی تعداد چالیس ہزار تھی۔ پھر چند راتیں اور گزریں تو لوگ اور زیادہ ہوگئے تو حضرت عمرؓ کے فرمانے پر دوبارہ گنا تو جن لوگوں نے حضرت عمرؓ کے ہاں رات کا کھانا کھایا تھا، وہ دس ہزار تھے اور دوسرے لوگ پچاس ہزار تھے۔ یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بارش بھیج دی اور قحط دور فرمادیا۔ جب خوب بارش ہوگئی تو میں نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ نے ان انتظامی لوگوں میں سے ہر ایک کی قوم کے ذمہ یہ کام لگایا کہ ان آنے والے لوگوں میں سے جو ان کے علاقے میں ٹھہرے ہوئے ہیں، ان کو ان کے دیہات کی طرف واپس بھیج دیں اور انہیں زادِ

Marfat.com

راہ اور دیہات تک جانے کے لئے سواریاں بھی دیں اور میں نے دیکھا کہ خود حضرت عمرؓ بھی انہیں بھیجنے میں لگے ہوئے تھے۔ ان قحط زدہ لوگوں میں موتیں بھی بہت ہوئی تھیں۔ میرے خیال میں ان میں سے دو تہائی لوگ مر گئے ہوں گے اور ایک تہائی بچے ہوں گے۔ حضرت عمرؓ کی بہت ساری دیگیں تھیں۔ پکانے والے لوگ صبح تہجد میں اٹھ کر ان دیگوں میں کرکور (ایک قسم کا دلیا) پکاتے، پھر صبح یہ دلیا بیماروں کو کھلا دیتے۔ پھر آٹے میں گھی ملا کر ایک قسم کا کھانا پکاتے۔ حضرت عمرؓ کے کہنے پر بڑی بڑی دیگوں میں تیل ڈال کر آگ پر اتنا جوش دیا جاتا کہ تیل کی گرمی اور تیزی چلی جاتی۔ پھر روٹی کا ثرید بنا کر اس میں یہ تیل بطورِ سالن کے ڈال دیا جاتا۔ چونکہ عرب تیل استعمال کرنے کے عادی نہیں تھے اس لئے تیل استعمال کرنے سے ان کو بخار ہو جاتا تھا۔ قحط سالی کے اس تمام عرصے میں حضرت عمرؓ نے نہ اپنے کسی بیٹے کے ہاں کھانا کھایا اور نہ اپنی کسی بیوی کے ہاں بلکہ ان قحط زدہ لوگوں کے ساتھ ہی رات کا کھانا کھاتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بارش بھیج کر انسانوں کو زندگی عطا فرمائی۔ [1]

روزانہ بیس اونٹ ذبح ہوتے:

حضرت فراس دیلمیؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمرو بن عاصؓ نے مصر سے جو اونٹ بھیجے تھے، ان میں سے حضرت عمرؓ روزانہ بیس اونٹ ذبح کر کے اپنے دستر خوان پر لوگوں کو کھلاتے تھے۔ [2]

ان کو ہنستے ہوئے دیکھوں:

حضرت اسلمؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ ایک رات گشت کر رہے تھے تو وہ ایک عورت کے پاس سے گزرے جو اپنے گھر کے درمیان میں بیٹھی ہوئی تھی اور اس کے اردگرد بچے رو رہے تھے اور ایک دیگچی پانی سے بھر کر آگ پر رکھی ہوئی تھی۔ حضرت عمرؓ نے دروازے کے قریب آ کر کہا، اے اللہ کی بندی! یہ بچے کیوں رو رہے ہیں؟ اس عورت نے کہا، بھوک کی وجہ سے رو رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا، یہ دیگچی آگ پر کیسے رکھی ہوئی ہے؟

---

[1] (طبقات ابن سعد ۳/۳۱۲، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۲۶۳)

[2] (منتخب کنز العمال ۴/۳۸۷، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۲۶۵)

اس عورت نے کہا، بچوں کو بہلانے کے لئے پانی بھر کر رکھی ہوئی ہے تا کہ بچے سو جائیں اور میں نے بچوں کو کہہ رکھا ہے کہ اس میں کچھ ہے۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ رونے لگے۔ پھر جس گھر میں صدقے کا مال رکھا ہوا تھا، وہاں آئے اور ایک بورا لے کر اس میں کچھ آٹا، چربی، گھی، کھجوریں، کچھ کپڑے اور درہم ڈالے، یہاں تک کہ وہ بورا بھر گیا۔ پھر کہا، اے اسلم! یہ بورا اٹھا کر میرے اوپر رکھ دو۔ میں نے کہا، اے امیر المومنین! آپؓ کی جگہ میں اٹھا لیتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے مجھ سے کہا، اے اسلم! تیری ماں مرے۔ میں ہی اسے اٹھاؤں گا کیونکہ آخرت میں ان کے بارے میں مجھ سے ہی پوچھا جائے گا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ خود ہی اسے اٹھا کر اس عورت کے گھر لائے اور دیگچی لے کر اس میں آٹا اور چربی اور کھجوریں ڈالیں۔ پھر آگ پر اسے رکھ کر خود ہی اپنے ہاتھ سے ہلانے لگ گئے اور دیگچی کے نیچے آگ کو پھونک مارنے لگ گئے۔ میں کتنی دیر دیکھتا رہا کہ دھواں حضرت عمرؓ کی داڑھی کے درمیان سے نکل رہا ہے، یہاں تک کہ ان کے لئے کھانا پک گیا۔ پھر اپنے ہاتھ سے کھانا ڈال کر ان بچوں کو کھلانے لگے یہاں تک کہ بچوں کا پیٹ بھر گیا۔ پھر گھر سے باہر آ کر گھٹنوں کے بل تواضع سے بیٹھ گئے لیکن مجھ پر ایسا رُعب طاری ہوا کہ میں ڈر کے مارے ان سے بات نہ کر سکا۔ حضرت عمرؓ ایسے ہی بیٹھے رہے یہاں تک کہ بچے کھیل کود میں لگ کر ہنسنے لگے تو حضرت عمرؓ اٹھے اور کہنے لگے، اے اسلم! تم جانتے ہو میں بچوں کے سامنے کیوں بیٹھا؟ میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا، میں نے ان کو روتے ہوئے دیکھا تھا، مجھے یہ اچھا نہیں لگا کہ میں ان بچوں کو ہنستے ہوئے دیکھے بغیر ہی چھوڑ کر چلا جاؤں۔ جب وہ ہنسنے لگے تو میرا جی خوش ہو گیا۔ [1]

زمانہ قحط میں امیر مصر کو ارسال کردہ خط اور اس کی جوابی کاروائی:

حضرت لیث بن سعدؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ کے زمانہ خلافت میں رَمادہ والے سال میں مدینہ منورہ میں لوگوں کو شدید قحط سالی کی وجہ سے بڑی مشقت اٹھانی

---

[1] (منتخب کنز العمال ۴/ ۴۱۵، البدایۃ ۷/ ۱۳۶، ابن الجریر الطبری ۵/ ۲۰، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۲۶۵)

پڑی چنانچہ انہوں نے مصر حضرت عمرو بن عاصؓ کو یہ خط لکھا:

''اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کی طرف سے نافرمان کی طرف جو عاص کے بیٹے ہیں، سلام ہو۔ امابعد! اے عمرو! میری جان کی قسم! میں اور میرے ساتھی ہلاک ہو رہے ہیں۔ ہماری مدد کرو، ہماری مدد کرو۔''

(چونکہ حضرت عمرؓ کا لہجہ تنبیہ اور عتاب کا ہے۔ اس لئے حضرت عمرو کو نافرمان سے خطاب کیا اور اپنی جان کی قسم کھانے کا اہل عرب میں عام رواج تھا لیکن اس سے قسم مراد نہیں ہوتی تھی بلکہ تاکید مقصود ہوتی تھی) حضرت عمرؓ اپنے آخری جملے کو بار بار دہراتے رہے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے جواب میں یہ مضمون لکھا:

''اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کی خدمت میں عمرو بن عاص کی طرف سے۔ امابعد! میں مدد کے لئے حاضر ہوں، میں مدد کے لئے حاضر ہوں۔ میں آپؓ کی خدمت میں غلہ کا اتنا بڑا قافلہ بھیج رہا ہوں جس کا پہلا اونٹ آپؓ کے پاس مدینہ میں ہوگا اور اس کا آخری اونٹ میرے پاس مصر میں ہوگا۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔''

چنانچہ حضرت عمروؓ نے بہت بڑا قافلہ بھیجا جس کا پہلا اونٹ مدینہ میں تھا اور آخری مصر میں اور اونٹ کے پیچھے اونٹ چل رہا تھا۔ جب یہ قافلہ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا تو آپؓ نے خوب دل کھول کر لوگوں میں تقسیم کیا اور یہ طے کیا کہ مدینہ منورہ اور اس کے آس پاس کے ہر گھر میں ایک اونٹ مع اس پر لدے ہوئے سارے غلہ کے دیا جائے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو لوگوں میں سامان تقسیم کرنے کے لئے بھیجا۔ چنانچہ ان حضرات نے ہر گھر میں ایک اونٹ مع اس پر لدے ہوئے غلہ کے دیا تاکہ وہ غلہ بھی استعمال کریں اور اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت کھائیں اور اس کی چربی کا سالن بنالیں اور اسکی کھال سے جوتے بنالیں اور جس بوری میں غلہ ہے،

Marfat.com

اسے اپنی ضرورت میں لحاف وغیرہ بنا کر استعمال کر لیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو خوب وسعت عطا فرمائی۔ ؎۱

حسن وحسین رضی اللہ عنہم کو جوڑے نہ دینے پر پریشانی:

حضرت جعفر بن محمد اپنے والد حضرت محمدؒ سے نقل کرتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ کے پاس یمن سے جوڑے آئے جو انہوں نے لوگوں کو پہنا دیئے۔ شام کو لوگ وہ جوڑے پہن کر آئے۔ اس وقت حضرت عمرؓ قبر اطہر اور منبر شریف کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ لوگ ان کے پاس آ کر ان کو سلام کرتے اور ان کو دُعائیں دیتے۔ اتنے میں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما اپنی والدہ حضرت فاطمہؓ کے گھر سے نکلے اور لوگوں کو پھلاندتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے اور ان کے جسم پر ان جوڑوں میں سے کوئی جوڑا نہیں تھا۔ یہ دیکھ کر آپؓ غمگین اور پریشان ہو گئے اور آپؓ کی پیشانی پر بل پڑ گئے اور فرمایا، اللہ کی قسم! تم لوگوں کو جوڑے پہنا کر مجھے خوشی نہیں ہوئی کیونکہ حضورؐ کے نواسوں کو تو پہنا نہ سکا۔ لوگوں نے عرض کیا، اے امیر المومنین! آپؓ نے اپنی رعایا کو جوڑے پہنا کر اچھا کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، میں اس وجہ سے پریشان ہوں کہ یہ دولڑکے لوگوں کو پھلاندتے ہوئے آ رہے تھے اور ان کے جسم پر ان جوڑوں میں سے کوئی جوڑا نہیں ہے۔ یہ جوڑے ان دونوں سے بڑے ہیں اور یہ دونوں ان جوڑوں سے چھوٹے ہیں، اس وجہ سے ان کو جوڑے نہیں دیئے۔ پھر انہوں نے یمن کے گورنر کو خط لکھا کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کے لئے جلدی سے دو جوڑے بھیجو۔ چنانچہ انہوں نے دو جوڑے بھیجے جو حضرت عمرؓ نے ان دونوں حضرات کو پہنا دیئے۔ ؎۲

آنحضرتؐ کی رشتہ داری کا لحاظ:

حضرت محمد بن سلامؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت شفا بنت عبداللہ عدویہؓ کو پیغام بھیجا کہ صبح کے وقت میرے پاس آنا۔ وہ فرماتی ہیں، میں صبح کے

؎۱ (حیاۃ الصحابہ ۲/ ۲۶۷) ؎۲ (کنز العمال ۷/ ۱۰۶، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۲۶۹)

Marfat.com

وقت حضرت عمرؓ کے ہاں گئی تو مجھے ان کے دروازے پر حضرت عاتکہ بنت اسید بن ابی العیص ملیں۔ پھر ہم دونوں اندر گئیں، وہاں ہم نے کچھ دیر بات کی۔ پھر حضرت عمرؓ نے ایک چادر منگوا کر حضرت عاتکہ کو دی، پھر ایک اور چادر منگوائی جو پہلی سے کم درجہ کی تھی، وہ مجھے دی۔ میں نے کہا، اے عمرؓ! میں ان سے پہلے اسلام لائی ہوں اور میں آپؐ کی چچازاد بہن ہوں اور یہ نہیں ہیں اور آپؓ نے مجھے پیغام بھیج کر بلایا ہے اور یہ خود آئی ہیں۔ ان تمام باتوں کی وجہ سے بڑھیا چادر مجھے ملنی چاہئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، میں نے یہ چادر تمہارے لئے ہی اٹھا کر رکھی تھی لیکن جب تم دونوں اکٹھی ہوئیں تو مجھے یہ یاد آیا کہ ان کی حضورؐ سے رشتہ داری تم سے زیادہ قریب کی ہے اور حضورؐ کی رشتہ داری میری رشتہ داری سے زیادہ درجہ رکھتی ہے۔ اس لئے میں نے انہیں بڑھیا چادر دی۔ [1]

کہو کیا کہتے ہو؟:

حضرت قیس بن ابی حازمؒ کہتے ہیں کہ: جب حضرت عمرؓ ملک شام تشریف لے گئے تو ان کے پاس حضرت بلالؓ آئے۔ اس وقت حضرت عمرؓ کے پاس لشکروں کے امیر بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت بلالؓ نے کہا، اے عمرؓ! اے عمرؓ! حضرت عمرؓ نے فرمایا، یہ عمرؓ حاضر ہے، کہو کیا کہتے ہو؟ حضرت بلالؓ نے کہا، آپؓ ان لوگوں کے اور اللہ کے درمیان واسطہ ہیں لیکن آپؓ کے اور اللہ کے درمیان کوئی نہیں ہے۔ آپؓ کے سامنے اور دائیں بائیں جتنے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، آپؓ ان کو اچھی طرح دیکھیں کیونکہ اللہ کی قسم! یہ سب جتنے آپؓ کے پاس آئے ہوئے ہیں، یہ صرف پرندوں کا گوشت کھاتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا، تم نے ٹھیک کہا ہے اور جب تک یہ لوگ مجھے اس بات کی ضمانت نہیں دیں گے کہ وہ اپنے لشکر کے ہر مسلمان کو دو مُد (پونے دو سیر) گندم اور اس کے مناسب مقدار میں سرکہ اور تیل دیا کریں گے، اس وقت تک میں اس جگہ سے نہیں اٹھوں گا۔ سب نے کہا، اے امیر المومنین! ہم اس کی ضمانت دیتے ہیں، یہ ہمارے ذمے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مال میں بڑی کثرت

---

[1] (الاصابۃ فی معرفۃ الصحابہ ۳۵۶/۴، حیاۃ الصحابہ ۲۷۰/۲)

Marfat.com

اور وسعت عطا فرما رکھی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اچھا پھر ٹھیک ہے۔ اب میں مجلس سے اٹھتا ہوں اور آپ لوگ جا سکتے ہیں۔ ؎

فرق مراتب:

حضرت غفرہؒ کے آزاد کردہ غلام کہتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنایا گیا اور اللہ نے ان کے لئے فتوحات کے بڑے دروازے کھول دیئے اور ان کے پاس حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ سے بھی زیادہ مال آیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا، اس مال کی تقسیم میں حضرت ابو بکرؓ کی اور رائے تھی اور میری اور رائے ہے اور وہ یہ ہے کہ جس نے حالت کفر میں حضورؐ سے جنگ کی اور جس نے حضورؐ کا ساتھ دے کر کافروں سے جنگ کی، ان دونوں کو میں برابر نہیں کر سکتا۔ چنانچہ انہوں نے حضرات مہاجرین و انصار کو دوسروں سے زیادہ دینے کا فیصلہ کیا اور جو صحابہؓ جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے، ان کے لئے پانچ پانچ ہزار مقرر کئے اور جو بدری صحابہؓ سے پہلے اسلام لائے لیکن جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے، ان کے لئے چار چار ہزار مقرر کئے اور حضرت صفیہ اور حضرت جویریہ رضی اللہ عنہما کے علاوہ باقی تمام ازواج مطہرات کے لئے بارہ بارہ ہزار مقرر کئے اور ان دونوں کے لئے چھ چھ ہزار مقرر کئے۔ ان دونوں نے چھ چھ ہزار لینے سے انکار کر دیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا، میں نے باقی ازواج مطہرات کے لئے بارہ بارہ ہزار اس لئے مقرر کئے ہیں کہ ان سب نے ہجرت کی ہے اور آپ دونوں نے نہیں کی ہے۔ ان دونوں نے کہا، نہیں آپؓ نے ان کے لئے ہجرت کی وجہ سے مقرر نہیں کئے ہیں بلکہ ان کے حضورؐ سے تعلق کی وجہ سے اتنے مقرر کئے ہیں اور ہمارا بھی حضورؐ سے ان جیسا ہی تعلق ہے۔ حضرت عمرؓ نے ان دونوں کی بات کو منظور فرما لیا اور تمام ازواج مطہرات کو برابر کر دیا یعنی ان دونوں کے لئے بھی بارہ بارہ ہزار مقرر کر دیئے۔

اور حضرت عباس بن عبد المطلبؓ کی حضورؐ سے خاص رشتہ داری تھی اس وجہ سے

؎ (کنز العمال ۲/ ۳۱۸، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۲۷۳)

Marfat.com

ان کے لئے بارہ ہزار مقرر کئے۔ حضرت اُسامہ بن زیدؓ کے لئے چار ہزار اور حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے لئے پانچ پانچ ہزار مقرر کئے۔ حضورؐ کے نواسہ ہونے کی رشتہ داری کی وجہ سے حضرت عمرؓ نے ان دونوں کو ان کے والد حضرت علیؓ کے برابر کر دیا اور اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے لئے تین ہزار مقرر کئے۔ انہوں نے عرض کیا، ابا جان! آپؓ نے حضرت اُسامہ بن زیدؓ کے لے چار ہزار مقرر کئے ہیں اور میرے لئے تین ہزار۔ حالانکہ ان کے والد حضرت زید بن حارثہؓ کو ایسی کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے جو آپؓ کو حاصل نہ ہو اور خود ان کو بھی ایسی کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے جو مجھے حاصل نہ ہو لہٰذا مجھے بھی ان کے برابر کر دیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، نہیں اسے اور اس کے والد کو ایسی فضیلت حاصل ہے جو تجھے اور تیرے والد کو حاصل نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کے والد تمہارے والد سے زیادہ حضورؐ کے محبوب تھے اور وہ خود تم سے زیادہ حضورؐ کے محبوب تھے اور جو مہاجرین جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے، ان کے بیٹوں کے لئے دو دو ہزار مقرر کئے۔

حضرت عمرؓ کے پاس سے حضرت عمر بن ابی سلمہؓ گزرے تو فرمایا، انہیں ایک ہزار اور دے دو تو حضرت محمد بن عبداللہ بن جحشؓ نے عرض کیا، آپؓ انہیں ہم سے زیادہ کیوں دینے لگے ہیں؟ جو فضیلت ہمارے والدوں کو حاصل ہے، وہی ان کے والد کو حاصل ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، میں نے ان کے لئے دو ہزار تو ان کے والد حضرت ابوسلمہؓ کی وجہ سے مقرر کئے ہیں اور مزید ایک ہزار ان کو ان کی والدہ حضرت اُمّ سلمہؓ کی وجہ سے دینا چاہتا ہوں۔ (کیونکہ وہ بعد میں حضور کی زوجہ محترمہ بن گئی تھیں) اگر حضرت اُمّ سلمہؓ جیسی تیری بھی ماں ہے تو تمہیں بھی ایک ہزار اور دے دوں گا۔

حضرت عثمان بن عبیداللہ بن عثمانؓ کے لئے آٹھ سو مقرر کئے۔ یہ حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ کے بھائی ہیں اور حضرت نضر بن انسؓ کے لئے دو ہزار مقرر کئے۔ تو حضرت عمرؓ سے حضرت طلحہؓ نے کہا کہ آپؓ کے پاس اسی جیسے حضرت عثمان بن عبیداللہؓ بن عثمانؓ آئے تو اس کے لئے آپؓ نے آٹھ سو مقرر کئے اور آپؓ کے پاس انصار کا ایک لڑکا یعنی حضرت نضر بن

Marfat.com

انس آیا، اس کے لئے آپؓ نے دو ہزار مقرر کر دیئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اس لڑکے یعنی حضرت نضر کے والد سے میری ملاقات جنگ اُحد کے دن ہوئی۔ انہوں نے مجھ سے حضورؐ کے بارے میں پوچھا۔ میں نے کہا، میرا خیال یہی ہے کہ حضورؐ کو (نعوذ باللہ من ذٰلک) شہید کر دیا گیا ہے۔ یہ سنتے ہی انہوں نے اپنے بازو چڑھائے اور اپنی تلوار سونت لی اور کہا، اگر حضورؐ کو شہید کر دیا گیا ہے تو کیا بات ہے اللہ تعالیٰ تو زندہ ہیں، ان پر تو موت طاری نہیں ہو سکتی اور ہم جو کچھ کر رہے تھے، وہ اللہ کی وجہ سے کر رہے تھے۔ یہ کہہ کر انہوں نے جنگ شروع کر دی، یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے اور یہ حضرت عثمان بن عبید اللہؓ کے والد حضرت عبید اللہؓ اس وقت بکریاں چرا رہے تھے۔ تو تم چاہتے ہو کہ میں دونوں کو برابر کر دوں؟ حضرت عمرؓ نے زندگی بھر اسی اصول پر عمل کیا۔ [1]

ہم دونوں پانچ ہزار والوں میں اکٹھے نہیں ہو سکتے:

حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت ابن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے مہاجرین کو پانچ ہزار والوں میں اور انصار کو چار ہزار والوں میں لکھا اور مہاجرین کے جو بیٹے جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے، ان کو چار ہزار والوں میں لکھا۔ ان میں حضرت عمر بن ابی سلمۃ بن عبد الاسد مخزومی، حضرت اُسامہ بن زید، حضرت محمد بن عبد اللہ بن جحش اسدی اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ اس پر حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے کہا، حضرت ابن عمرؓ ان میں سے نہیں ہیں اور ان کے یہ یہ فضائل ہیں۔ یہ ان سب سے پہلے اسلام لائے ہیں اور یہ ان سے افضل ہیں لہٰذا ان کو ان سے زیادہ دیا جائے۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا، اگر میرا حق بنتا ہے تو مجھے دیں ورنہ نہ دیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابن عوفؓ سے کہا، ابن عمرؓ کو پانچ ہزار والوں میں لکھ دو اور مجھے چار ہزار والوں میں۔ اس پر حضرت عبد اللہؓ نے کہا، میرا مطلب یہ نہیں تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اللہ کی قسم! میں اور تم دونوں پانچ ہزار والوں میں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ [2]

---

[1] (مجمع الزوائد ۶/۴، حیاۃ الصحابہ ۲/۲۸۲) [2] (البیہقی ۶/۳۵۰، کنز العمال ۲/۳۱۵، حیاۃ الصحابہ ۲/۲۸۴)

Marfat.com

جہادی کارناموں کی وجہ سے مجاہدین کی اولاد کی خدمت:

حضرت زید بن اسلمؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن خطابؓ نے لوگوں کے لئے وظیفہ مقرر کیا تو حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ کے لئے دو ہزار وظیفہ مقرر کیا۔ پھر حضرت طلحہؓ اپنے بھتیجے کو حضرت عمرؓ کے پاس لائے تو حضرت عمرؓ نے اس کے لئے اس سے کم وظیفہ مقرر کیا۔ حضرت طلحہؓ نے کہا، اے امیر المومنین! آپؓ نے اس انصاری کے لئے میرے بھتیجے سے زیادہ وظیفہ مقرر کیا ہے اور یوں انصاری کو میرے بھتیجے پر فضیلت دے دی؟ حالانکہ میرا بھتیجا تو مہاجرین میں سے ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، ہاں کیونکہ میں نے اس انصاری کے والد حضرت حنظلہ کو دیکھا ہے کہ وہ جنگ اُحد کے دن اپنی تلوار سے ہی اپنا بچاؤ کر رہے تھے اور تلوار دائیں بائیں اوپر نیچے اتنی تیزی سے ہلا رہے تھے جیسے اونٹ اپنی دم ہلاتا ہے۔ ان کے پاس بچاؤ کے لئے ڈھال بھی نہ تھی، تلوار سے ہی ڈھال کا کام لے رہے تھے۔ [1]

بلکہ میں تو حضورؐ سے شروع کروں گا:

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ: میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے ہاں سے آٹھ لاکھ درہم لے کر حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت عمرؓ نے مجھ سے پوچھا، کیا لے کر آئے ہو؟ میں نے کہا، آٹھ لاکھ درہم۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا، تیرا بھلا ہو کیا یہ پاکیزہ مال ہے؟ میں نے کہا، جی ہاں۔ حضرت عمرؓ نے یہ ساری رات جاگ کر گزاری۔ جب فجر کی اذان ہوگئی تو ان سے ان کی بیوی نے کہا، آپؓ آج رات کیوں نہیں سوئے؟ حضرت عمرؓ نے کہا، عمر بن خطابؓ کیسے سو سکتا ہے جب کہ اس کے پاس لوگوں کے لئے اتنا زیادہ مال آیا ہے کہ ابتداءِ اسلام سے لے کر آج تک کبھی اتنا نہیں آیا۔ اگر عمرؓ کو اس حالت میں موت آجائے کہ یہ مال اس کے پاس رکھا ہوا ہو اور اس نے اسے صحیح مصرف میں خرچ نہ کیا ہو تو وہ کیسے اللہ کی گرفت سے بچ سکتا ہے۔ جب آپؓ صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کے پاس حضورؐ کے چند صحابہؓ جمع ہوئے۔ آپؓ نے ان سے فرمایا، آج رات

[1] (کنز العمال ۲/۳۱۹، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۲۸۴)

Marfat.com

لوگوں کے لئے اتنا زیادہ مال آیا ہے کہ ابتداءِ اسلام سے لے کر آج تک کبھی اتنا نہیں آیا۔ اس مال کے تقسیم کرنے کے بارے میں ایک بات میرے ذہن میں آئی ہے، آپ لوگ بھی مجھے اس بارے میں مشورہ دیں۔ میرا یہ خیال ہے کہ میں لوگوں میں ناپ کر تقسیم کروں۔ ان حضرات نے کہا، اے امیر المومنین! ایسا نہ کریں کیونکہ لوگ اسلام میں داخل ہوتے رہیں گے اور آنے والا مال بتدریج زیادہ ہوتا جائے گا۔ اس لئے یہ یاد رکھنا مشکل ہوگا کہ کس کو دیا ہے اور کس کو نہیں دیا ہے بلکہ آپؓ ایک رجسٹر میں لوگوں کے نام لکھ لیں اور اس کے مطابق لوگوں کو مال دیتے رہیں۔ پھر جب بھی لوگوں کی تعداد بڑھی اور مال کی مقدار بھی زیادہ ہوئی تو آپؓ اس رجسٹر کے مطابق لوگوں کو دیتے رہنا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اچھا چلو رجسٹر بنا لیتے ہیں لیکن اس کا مشورہ دو کہ کس سے دینا شروع کروں۔ ان حضرات نے کہا، اے امیر المومنین! آپؓ اپنے آپ سے شروع کریں کیونکہ آپؓ ہی خلیفہ اور متولی ہیں اور ان میں سے بعض حضرات نے کہا، امیر المومنین ہم سے بہتر جانتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا، نہیں بلکہ میں تو حضورؐ سے شروع کروں گا۔ پھر جو حضورؐ کے سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہیں، ان کو دوں گا۔ پھر ان کے بعد جو رشتہ دار ہیں ان کو دوں گا۔ چنانچہ انہوں نے اسی ترتیب پر رجسٹر بنوایا۔ پہلے بنو ہاشم اور بنو مطلب کے نام لکھوائے اور ان سب کو دیا۔ پھر بنو عبد شمس کو دیا، پھر بنو نوفل بن عبد مناف کو دیا۔ بنو عبد شمس کو پہلے اس لئے دیا کیونکہ عبد شمس ہاشم کے ماں جائے بھائی تھے اور نوفل نہیں تھا اس لئے عبد شمس زیادہ قریبی ہوا۔ [1]

جہاں عمر کا نام آئے اسے بھی لکھ دو:

حضرت جبیر بن حویرثؒ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے مسلمانوں سے رجسٹر بنانے کے بارے میں مشورہ کیا تو ان سے حضرت علی بن ابی طالبؓ نے کہا، آپؓ رجسٹر نہ بنائیں بلکہ ہر سال جتنا مال اکٹھا ہو جایا کرے، وہ سارا مسلمانوں میں تقسیم کر دیا کریں اور اس میں سے کچھ نہ بچایا کریں۔ حضرت عثمان بن عفانؓ نے کہا، میرا خیال یہ ہے کہ بہت زیادہ مال آ

---

[1] (طبقات ابن سعد ۳/۲۱۶، البیہقی ۶/۳۵۰، کنز العمال ۲/۳۱۵، حیاۃ الصحابہ ۲/۲۸۶)

Marfat.com

رہا ہے جو تمام لوگوں کو دیا جا سکتا ہے۔ اگر لینے والوں کی تعداد کو شمار نہیں کیا جائے گا تو آپؓ کو پتہ نہیں چلے گا کہ کس نے لیا اور کس نے نہیں لیا اور مجھے ڈر ہے کہ اس طرح تقسیم کا معاملہ بے قابو ہو جائے گا۔ حضرت ولید بن ہشام بن مغیرہؓ نے کہا، میں شام گیا ہوں۔ میں نے وہاں کے بادشاہوں کو دیکھا ہے۔ انہوں نے رجسٹر بھی بنائے ہوئے ہیں اور اپنی فوج بھی باقاعدہ مرتب و منظّم بنا رکھی ہے۔ آپؓ بھی رجسٹر بنالیں اور باقاعدہ فوج تیار کرلیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ولیدؓ کی اس رائے کو قبول فرمالیا اور حضرت عقیل بن ابی طالب، حضرت مخرمہ بن نوفل اور حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہم کو حضرت عمرؓ نے بلا کر ان سے فرمایا، رجسٹر میں لوگوں کے نام ان کے درجوں کے مطابق لکھ دو۔ یہ تینوں حضرات قریش کے نسب کو اچھی طرح جانتے تھے چنانچہ انہوں نے رجسٹر میں نام لکھنے شروع کیے۔ پہلے بنو ہاشم کا نام لکھا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ اور ان کی قوم کا نام لکھا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ اور ان کی قوم کا نام لکھا۔ انہوں نے خلافت کی ترتیب کا لحاظ کرتے ہوئے ایسا کیا۔ جب حضرت عمرؓ نے رجسٹر دیکھا تو فرمایا، اللہ کی قسم! دل تو میرا بھی یہی چاہتا ہے کہ ترتیب یہی ہوتی لیکن تم لوگ حضورؐ کے رشتہ داروں سے شروع کرو اور جو رشتہ میں حضورؐ سے جتنا زیادہ قریب ہو، اس کا نام اتنا پہلے لکھو۔ بس اس رشتہ داری کے لحاظ سے تم لوگ نام لکھتے جاؤ، اس میں جہاں عمرؓ کا نام آجائے، وہاں اس کا بھی نام لکھ دو۔[1]

سب کچھ آنحضرتؐ کی برکت ہے:

حضرت اسلمؒ کہتے ہیں جب تینوں حضرات نے بنو ہاشم کے بعد حضرت ابوبکرؓ اور ان کی قوم اور پھر حضرت عمرؓ اور ان کی قوم کے نام رجسٹر میں لکھے اور اس پر حضرت عمرؓ نے انکار فرمایا تو حضرت عمرؓ کی قوم، بنو عدی حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے، آپؓ حضورؐ کے خلیفہ ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، نہیں بلکہ یوں کہو کہ آپ ابوبکرؓ کے خلیفہ ہیں اور ابوبکر حضورؐ کے خلیفہ ہیں۔ بنو عدی نے کہا، اچھا یونہی سہی لیکن آپؓ اپنا نام وہاں ہی رہنے دیں جہاں ان تینوں حضرات نے لکھا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، واہ واہ اے بنو عدی! تم یہ چاہتے ہو کہ میری پیٹھ پر

---

[1] (طبقات ابن سعد ۳/۲۱۲، ابن جریر الطبری ۳/ ۲۷۸، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۲۸۷)

Marfat.com

سوار ہو کر دوسروں سے پہلے کھالو اوریوں میں اپنی نیکیاں تم لوگوں کی وجہ سے برباد کردوں۔ نہیں اللہ کی قسم! ایسے نہیں ہوگا بلکہ حضورؐ کی رشتہ داری کو بنیاد بنا کر مال تقسیم کیا جائے گا، چاہے تمہارے نام لکھنے کی باری رجسٹر میں سب سے اخیر میں آئے۔ میرے دوساتھی (یعنی حضورؐ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ) ایک راستہ پر چلے ہیں۔ اگر میں ان کا راستہ چھوڑ دوں گا تو میں ان دونوں کی منزل پر نہیں پہنچ سکوں گا، آخرت میں وہ دونوں کہیں اور ہوں گے اور میں کہیں اور۔ اللہ کی قسم! ہمیں دنیا میں جو عزت ملی ہے اور آخرت میں ہمیں اپنے اعمال پر اللہ سے ثواب ملنے کی جو امید ہے، یہ سب کچھ حضرت محمدؐ کی برکت سے ہے، وہی ہمارے لئے باعث شرف ہیں۔ آپؐ کی قوم تمام عرب میں سب سے زیادہ عزت والی ہے، پھر آپؐ کے بعد جو رشتہ میں آپؐ سے جتنا زیادہ قریب ہے، وہ اتنی ہی زیادہ عزت والا ہے اور حضورؐ ہی کی برکت سے آج تمام عربوں کو عزت ملی ہے۔ اب اگر ہم میں سے کسی کا رشتہ بہت سی پشتوں کے بعد آپؐ سے ملے اور اس ملنے میں حضرت آدمؑ تک چند پشتیں باقی رہ جائیں تو بھی اسی کی رعایت کی جائے گی لیکن اس خاندانی شرافت اور حضورؐ کے رشتہ کی وجہ سے اس دنیاوی اعزاز کے باوجود اللہ کی قسم! اگر عجمی لوگ قیامت کے دن نیک اعمال لے کر آئیں اور ہم نیک اعمال کے بغیر پہنچیں تو وہ عجمی لوگ ہم سے زیادہ حضورؐ کے قریب ہوں گے۔ لہٰذا کوئی بھی آدمی صرف رشتہ داری پر نگاہ نہ رکھے بلکہ اللہ کے ہاں جو اُجور و درجات ہیں، انہیں حاصل کرنے کے لئے نیک عمل کرے کیونکہ جو اپنے اعمال میں پیچھے رہ گیا، وہ اپنے نسب کی وجہ سے آگے نہیں بڑھ سکے گا۔ [1]

حضرت عباسؓ کا اکرام:

حضرت حسنؒ کہتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے لوگوں میں مال تقسیم کیا تو بیت المال میں تھوڑا سا مال بچ گیا۔ حضرت عباسؓ نے حضرت عمرؓ اور دوسرے لوگوں سے کہا، ذرا مجھے یہ بتاؤ کہ اگر تم لوگوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چچا ہوتے تو کیا تم ان کا اکرام کرتے؟ سب نے کہا، جی ہاں کرتے۔ حضرت عباسؓ نے کہا، میں اکرام کا ان سے

---

[1] (طبقات ابن سعد ۳/۲۱۲، ابن جریر الطبری ۳/۲۷۸، حیاۃ الصحابہ ۲/۲۸۸)

زیادہ مستحق ہوں کیونکہ میں تمہارے نبی کریم ﷺ کا چچا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں سے حضرت عباسؓ کو یہ بچا ہوا مال دینے کے بارے میں بات کی۔ سب نے راضی ہوکر وہ مال حضرت عباسؓ کو دے دیا۔ ؎۱

یہ عطردان حضرت عائشہؓ کو بھجوا دوں؟:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: ایک زنانہ عطردان حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس آیا۔ آپؓ کے ساتھی اسے دیکھنے لگے کہ یہ کسے دیا جائے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا، کیا آپ لوگ اجازت دیتے ہیں کہ میں یہ عطردان حضرت عائشہؓ کے پاس بھجوا دوں کیونکہ حضورؐ کو ان سے بہت محبت تھی؟ سب نے کہا، جی ہاں اجازت ہے۔ چنانچہ جب وہ عطردان حضرت عائشہؓ کے پاس پہنچا تو انہوں نے اسے کھولا اور انہیں بتایا گیا کہ یہ حضرت عمر بن خطابؓ نے آپؓ کے لئے بھیجا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا، حضورؐ کے بعد حضرت عمرؓ ابن خطاب پر کتنی زیادہ فتوحات ہو رہی ہیں۔ اے اللہ! مجھے حضرت عمرؓ کے عطایا کے لئے اگلے سال تک زندہ نہ رکھیو۔ ؎۲

جو مال لائے ہو وہ تمہارا ہے:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت ابوبکرؓ نے مجھے صدقات وصول کرنے کا عامل بنا کر ایک علاقہ میں بھیجا۔ جب میں واپس آیا تو حضرت ابوبکرؓ انتقال فرما چکے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اے انسؓ! کیا تم ہمارے پاس صدقات کے جانور لائے ہو؟ میں نے کہا، جی ہاں۔ آپؓ نے فرمایا، وہ جانور تو ہمارے پاس لے آؤ اور جو مال تم لائے ہو، وہ تمہارا ہے۔ میں نے کہا، وہ مال تو بہت زیادہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، چاہے بہت زیادہ ہو وہ تمہارا ہے اور وہ چار ہزار تھے۔ چنانچہ میں نے وہ مال لے لیا اور اس طرح میں مدینہ والوں میں سب سے زیادہ مالدار ہو گیا۔ ؎۳

؎۱ (طبقات ابن سعد ۴/۲۰، حیاۃ الصحابہ ج۲/۲۹۰)

؎۲ (حیاۃ الصحابہ ج۲/۲۹۰) ؎۳ (کنز العمال ۳/۱۴۸، حیاۃ الصحابہ ج۲/۲۹۱)

Marfat.com

ایک زخم خوردہ مجاہد کی قدردانی:

حضرت عبداللہ بن عبید بن عمیرؒ کہتے ہیں کہ: ایک مرتبہ لوگ حضرت عمرؓ کے سامنے عطایا لے رہے تھے۔ عطایا وہ مال ہے جس کی نہ مقدار مقرر ہو اور نہ اس کے دینے کا وقت۔ کہ اتنے میں حضرت عمرؓ نے اپنا سر اٹھایا تو ان کی نظر ایک آدمی پر پڑی جس کے چہرے پر تلوار کے زخم کا نشان تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس نشان کے بارے میں اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ ایک غزوہ میں گیا تھا، وہاں اسے دشمن کی تلوار سے یہ زخم لگا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اسے ایک ہزار گن کر دے دو چنانچہ اسے ایک ہزار درہم دے دیئے گئے۔ پھر حضرت عمرؓ اس مال کو تھوڑی دیر الٹتے پلٹتے رہے۔ اس کے بعد فرمایا، اسے ایک ہزار درہم اور گن کر دے دو چنانچہ اس آدمی کو ایک ہزار درہم اور دے دیئے گئے۔ یہ بات حضرت عمرؓ نے چار مرتبہ فرمائی اور ہر مرتبہ اسے ایک ہزار دیئے گئے۔ حضرت عمرؓ کی اس کثرتِ عطا سے اس آدمی کو ایسی شرم آئی کہ وہ باہر چلا گیا۔ حضرت عمرؓ نے اس کے بارے میں پوچھا کہ وہ کیوں چلا گیا؟ تو لوگوں نے بتایا کہ ہمارا خیال یہ ہے کہ وہ کثرتِ عطاء کی وجہ سے شرما کر چلا گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اللہ کی قسم! اگر وہ ٹھہرا رہتا تو جب تک ایک درہم باقی رہتا، میں اسے دیتا رہتا کیونکہ یہ ایک ایسا آدمی ہے جسے اللہ کے راستہ میں تلوار کا ایسا وار لگا ہے جس سے اس کے چہرے پر کالا نشان پڑ گیا ہے۔ [1]

تمہاری زبان پر شیطان بول رہا ہے:

حضرت سعیدؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے بیت المال کے خزانچی حضرت عبداللہ بن ارقمؓ کو فرمایا، ہر مہینہ ایک مرتبہ بیت المال کا سارا مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا کرو۔ اس کے کچھ عرصہ بعد فرمایا، نہیں ہر ہفتہ بیت المال کا سارا مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا کرو۔ اس کے کچھ عرصہ کے بعد فرمایا، روزانہ بیت المال کا سارا مال تقسیم کر دیا کرو۔ اس پر ایک آدمی نے کہا، اے امیر المومنین! اگر آپؓ بیت المال میں کچھ مال رہنے دیں تو اچھا ہے۔ مسلمانوں کو اچانک کوئی ضرورت پیش آ جاتی ہے، اس میں کام آ جائے گا یا بیرون

---

[1] (حلیۃ الاولیاء ۳/ ۳۵۵، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۲۹۲)

Marfat.com

والے کسی وقت مدد مانگ لیتے ہیں تو ان کو دیا جا سکتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس سے فرمایا، تمہاری زبان پر یہ شیطان بول رہا ہے اور اس کا جواب اللہ مجھے سکھلا رہا ہے اور اس کے شر سے مجھے بچا رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ میں نے ان تمام ضرورتوں کے لئے وہی سب کچھ تیار کیا ہوا ہے جو حضورؐ نے تیار کیا ہوا تھا اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسولؐ کی اطاعت۔ ہر مصیبت کا علاج اور ہر ضرورت کا انتظام اللہ و رسولؐ کو ماننا ہے۔ [1]

میں مال کو جمع کر کے نہیں رکھ سکتا:

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ کے پاس عراق سے مال آیا، حضرت عمرؓ اسے تقسیم فرمانے لگے۔ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا، اے امیر المومنین! ہو سکتا ہے کبھی دشمن حملہ آور ہو جائے یا مسلمانوں پر اچانک کوئی مصیبت آ پڑے تو ان ضرورتوں کے لئے اگر آپؓ اس مال میں سے کچھ بچا کر رکھ لیں تو اچھا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا، تمہیں کیا ہو گیا، اللہ تمہیں مارے۔ یہ بات تمہاری زبان سے شیطان نے کہلوائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب مجھے بتایا ہے۔ اللہ کی قسم! کل کو پیش آنے والی ضرورت کے لئے میں آج اللہ کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ نہیں میں مال جمع کر کے نہیں رکھ سکتا بلکہ میں تو مسلمانوں کی ضرورتوں کے لئے وہ کچھ تیار کر کے رکھوں گا جو حضورؐ نے تیار کیا تھا اور وہ ہے اللہ و رسولؐ کی اطاعت اور تقویٰ۔ اور تقویٰ مال جمع کرنا نہیں ہے بلکہ مال دوسروں پر خرچ کرنا ہے۔ [2]

اس مال میں ہر مسلمان کا حق ہے:

حضرت اسلمؒ کہتے ہیں کہ: میں نے حضرت عمرؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اس مال کے بارے میں مشورہ کرنے کے لئے جمع ہو جاؤ اور غور کرو کہ یہ مال کن لوگوں میں تقسیم کیا جائے۔ جب مطلوبہ حضرات جمع ہو گئے تو فرمایا، میں نے آپ لوگوں کو اس لئے جمع کیا ہے تا کہ اس مال کے بارے میں مشورہ کر لیا جائے اور غور کر لیا جائے کہ یہ مال کن لوگوں میں تقسیم

---

[1] (البیہقی ۶/ ۳۵۷، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۲۹۲)

[2] (حلیۃ الاولیاء ۱/ ۴۵، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۲۹۳)

Marfat.com

کیا جائے۔ میں نے اللہ کی کتاب قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھی ہیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

﴿ما افآءَ اللّٰہُ علیٰ رسولہٖ من اھل القریٰ فَلِلّٰہ وَلِلرَّسُولِ ولذا القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السَّبیل کی لا یکون دُولۃً بین الاغنیآءِ منکم وما اٰتاکُمُ الرَّسُولُ فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا وَاتقوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ شدید العقاب☆ للفقرآءِ المھاجرین الَّذین اُخرجوا من دیارھم واموالھم یبتغون فضلاً مِّنَ اللّٰہِ ورِضواناً وَّینصرونَ اللہ ورَسُولہٗ اُلٰئِک ھم الصَّادقون﴾

''جو کچھ اللہ تعالیٰ (اس طور پر) اپنے رسولؐ کو دوسری بستیوں کے (کافر) لوگوں سے دلوا دے (جیسے فدک اور ایک حصہ خیبر کا) سو وہ بھی اللہ کا حق ہے اور رسولؐ کا اور (آپ کے) قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور غریبوں کا اور مسافروں کا تا کہ وہ (مالِ فئے) تمہارے تونگروں کے قبضہ میں نہ آ جائے اور رسولؐ تم کو جو کچھ دے دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز (کے لینے) سے تم کو روک دیں (اور بعموم الفاظ یہی حکم ہے افعال اور احکام میں بھی) تم رُک جایا کرو اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ (مخالفت کرنے پر) سخت سزا دینے والا ہے اور ان حاجت مند مہاجرین کا (بالخصوص) حق ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے (جبراً وظلماً) جدا کر دیئے گئے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل (یعنی جنت) اور رضامندی کے طالب ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسولؐ (کے دین) کی مدد کرتے ہیں (اور) یہی لوگ (ایمان کے) سچے ہیں۔ اللہ کی قسم! یہ مال صرف انہی لوگوں کے لئے نہیں ہے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَالَّذین تبوَّؤ الدَّار والایمان من قبلھم یُحِبُّون من ھاجر الیھم ولا یجدون فی صدورھم حاجۃً مِمَّآ اوتوا ویؤثرون علیٰ انفسھم.﴾

''اور (نیز) ان لوگوں کا (بھی حق ہے) جو دارالاسلام (یعنی مدینہ) میں ان (مہاجرین) کے (آنے کے) قبل سے قرار پکڑے ہوئے ہیں جو ان کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے اس سے یہ لوگ محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اس سے یہ (انصار) اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو اور (واقع) جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جاوے ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

اللہ کی قسم! یہ مال صرف انہی لوگوں کے لئے نہیں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَالَّذین جآؤُ من بَعدھم......الآیۃ﴾

''اور ان لوگوں کا (بھی اس مال فئے میں حق ہے) جو ان کے بعد آئے (ان مذکورین کے حق میں) دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو (بھی) جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجئے۔ اے ہمارے رَبّ! آپ بڑے شفیق (اور) رحیم ہیں۔''

پھر فرمایا، اللہ کی قسم! اس مال میں ہر مسلمان کا حق معلوم ہوتا ہے چاہے وہ عدن میں بکریاں چرا رہا ہو۔ یہ الگ بات ہے کہ اسے مال دیا جائے یا نہ دیا جائے۔

حضرت مالک بن اوس بن حدثانؓ اسی قصہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

Marfat.com

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے یہ آیت آخر تک پڑھی:

﴿اِنّما الصَّدقات للفقر آءِ والمساکین﴾

''صدقات تو صرف حق ہے غریبوں کا اور محتاجوں کا اور جو کارکن ان صدقات پر متعین ہیں اور جن کی دلجوئی کرنا (منظو) ہے اور غلاموں کی گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے قرضہ میں اور جہاد میں اور مسافروں میں۔ یہ حکم اللہ کی طرف سے مقرر ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے، بڑی حکمت والے ہیں۔''

اور فرمایا، یہ زکوٰۃ وصدقات تو ان ہی لوگوں کے لئے ہیں جن کا اس آیت میں ذکر ہے۔ پھر یہ آیت آخر تک پڑھی:

﴿واعلموا انّما غنمتم من شیٔ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمسۃٗ وَلِلرَّسولِ﴾

''اور اس بات کو جان لو کہ جو شے (کفار سے) بطورِ غنیمت تم کو حاصل ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ کل کا پانچواں حصہ اللہ کا اور اس کے رسولؐ کا ہے اور (ایک حصہ) آپ کے قرابت والوں کا ہے اور (ایک حصہ) یتیموں کا ہے اور (ایک حصہ) غریبوں کا ہے اور (ایک حصہ) مسافروں کا ہے۔ اگر تم اللہ پر یقین رکھتے ہو اور اس چیز پر جس کو ہم نے اپنے بندہ (محمدؐ) پر فیصلہ کے دن یعنی جس دن کہ دونوں جماعتیں (مؤمنین وکفار کی) باہم مقابل ہوئی تھیں نازل فرمایا تھا اور اللہ (ہی) ہر شے پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔''

پھر فرمایا، یہ مال غنیمت ان ہی لوگوں کے لئے جن کا اس آیت میں ذکر ہے۔ پھر یہ آیت آخر تک پڑھی:

﴿للفقراءِ المهاجرین﴾

جس کا ترجمہ گزر چکا ہے اور فرمایا، یہ مہاجرین لوگ ہیں۔ پھر یہ آیت آخر تک

Marfat.com

پڑھی:

﴿وَالَّذین تبوَّؤ الدَّار والایمان من قبلھم﴾

(جس کا ترجمہ گزر چکا ہے) اور فرمایا، اس آیت میں جن لوگوں کا تذکرہ ہے، وہ انصار ہیں۔ پھر یہ آیت آخر تک پڑھی:

﴿وَالَّذین جآء من بعدھم یقولون رَبَّنَا غفرلنا والاخواننا الَّذین سبقونا بالایمان﴾

(جس کا ترجمہ گزر گیا ہے) اور فرمایا، اس آیت میں تو سب لوگ آ گئے لہٰذا ہر مسلمان کا اس مال میں حق ہے۔ البتہ تمہارے غلاموں کا اس مال میں کوئی حق نہیں۔ اگر میں زندہ رہا تو انشاء اللہ ہر مسلمان کو اس کا حق پہنچ جائے گا یہاں تک کہ حمیر وادی جو کہ یمن میں ہے کے بالائی حصہ کے چرواہے کو بھی اس کا حصہ پہنچ کر رہے گا اور اس مال کو حاصل کرنے میں اس کی پیشانی پر ذرہ برابر پسینہ نہیں آئے گا یعنی اس کے لئے اسے کچھ بھی نہیں کرنا پڑے گا۔ [1]

عمر کے لئے ہلاکت ہو:

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ: ایک تجارتی قافلہ مدینہ منورہ آیا اور انہوں نے عیدگاہ میں قیام کیا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے فرمایا، کیا تم اس بات کے لئے تیار ہو کہ ہم دونوں اس قافلہ کا چوروں سے پہرہ دیں؟ انہوں نے کہا، ٹھیک ہے۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات رات بھر قافلہ کا پہرہ بھی دیتے رہے اور باری باری نماز بھی پڑھتے رہے۔ حضرت عمرؓ نے ایک بچے کے رونے کی آواز سنی تو انہوں نے جا کر اس کی ماں سے کہا، اللہ سے ڈر اور اپنے بچے کا خیال کر اور پھر حضرت عمرؓ اپنی جگہ واپس آ گئے۔ پھر بچے کے رونے کی آواز سنی تو حضرت عمرؓ نے جا کر دوبارہ اس کی ماں کو وہی بات کہی اور اپنی جگہ واپس آ گئے۔ جب آخر رات ہوئی تو پھر انہوں نے اس بچے کے رونے کی آواز سنی تو جا کر اس کی ماں سے کہا، تیرا بھلا ہو، میرا خیال ہے کہ تو بچے کے حق میں بری ماں ہے۔ کیا بات ہے کہ

---

[1] (تفسیر ابن کثیر ۴/۳۴۰، البیہقی ۶/۳۵۱، حیاۃ الصحابہ ۲/۲۹۶)

Marfat.com

تیرا بیٹا آج ساری رات آرام نہ کر سکا۔ اس عورت نے کہا، اے اللہ کے بندے! آج رات تو بار بار آکر تم نے مجھے تنگ کر دیا۔ میں بہلا پھسلا کر اس کا دودھ چھڑانا چاہتی ہوں لیکن یہ مانتا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا، تم اس کا دودھ کیوں چھڑانا چاہتی ہو؟ اس عورت نے کہا، کیونکہ حضرت عمرؓ صرف اس بچے کا وظیفہ مقرر کرتے ہیں جو دودھ چھوڑ چکا ہو۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا، اس بچے کی عمر کیا ہے؟ اس عورت نے کہا، اتنے مہینے کا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، تیرا بھلا ہو اس کا دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کر۔ پھر آپؓ وہاں سے واپس آئے اور فجر کی نماز پڑھائی اور نماز میں بہت روئے۔ زیادہ رونے کی وجہ سے ان کا قرآن لوگوں کو سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ سلام پھیرنے کے بعد آپؓ نے لوگوں سے کہا، عمرؓ کے لئے ہلاکت ہو، اس نے مسلمانوں کے کتنے بچے مار ڈالے۔ (کہ عمرؓ نے اصول یہ بنایا کہ دودھ چھڑانے کے بعد بچے کو وظیفہ ملے گا، اس وجہ سے نہ معلوم کتنے بچوں کا دودھ قبل از وقت چھڑایا گیا ہوگا اور بچوں کو تکلیف ہوئی ہوگی) پھر اپنے منادی کو حکم دیا کہ وہ یہ اعلان کرے کہ خبردار! تم اپنے بچوں کا جلدی دودھ نہ چھڑاؤ کیونکہ ہم ہر دودھ پیتے مسلمان بچے کا بھی وظیفہ مقرر کریں گے اور تمام علاقوں میں اپنے گورنروں کو یہ لکھوا بھیجا کہ ہم ہر دودھ پیتے مسلمان بچے کا بھی وظیفہ مقرر کریں گے۔ [1]

اجتماعی مال کو یتیم کے مال کی طرح سمجھتا ہوں:

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ: میں اللہ کے مال کو یعنی مسلمانوں کے اجتماعی مال کو جو بیت المال میں ہوتا ہے اپنے لئے یتیم کے مال کی طرح سمجھتا ہوں۔ اگر مجھے ضرورت نہ ہو تو میں اس کے استعمال سے بچتا ہوں اور اگر مجھے ضرورت ہو تو ضرورت کے مطابق مناسب مقدار میں اس سے لیتا ہوں۔

دوسری روایت میں یہ ہے کہ میں اللہ کے مال کو اپنے لئے یتیم کے مال کی طرح سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے یتیم کے مال کے بارے میں قرآن مجید میں فرمایا ہے:

---

[1] (طبقات ابن سعد ۳/۲۱۷، کنز العمال ۲/۳۱۷)

﴿من کان غنیاً فلیستعفف و من کان فقیراً فلیاکل بالمعروف﴾

(سورۃ نساء آیت ۶)

اور جو شخص مستغنی ہو سو وہ تو اپنے کو بالکل بچائے اور جو شخص حاجت مند ہو تو وہ مناسب مقدار سے کھالے۔'' ۱

امیر المومنین کی تنگ دستی:

حضرت عمرانؒ کہتے ہیں کہ: جب حضرت عمرؓ کو ضرورت پیش آتی تو بیت المال کے نگران کے پاس آتے اور اس سے ادھار لے لیتے۔ بعض دفعہ آپؓ تنگ دست ہوتے اور قرض واپس کرنے کا وقت آ جاتا تو بیت المال کا نگران آ کر ان سے قرض ادا کرنے کا تقاضا کرتا اور ان کے پیچھے پڑ جاتا۔ آخر حضرت عمرؓ قرض کی ادائیگی کی کہیں سے کوئی صورت بناتے۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا کہ آپؓ کو وظیفہ ملتا تو اس سے قرض ادا کرتے۔ ۲

تم جیسے لالچی اور کنجوس آدمی سے ادھار لوں:

حضرت ابراہیمؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ زمانہ خلافت میں بھی تجارت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپؓ نے ایک تجارتی قافلہ ملک شام بھیجنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے چار ہزار قرض لینے کے لئے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے پاس آدمی بھیجا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے اس قاصد سے کہا، جا کر امیر المومنین سے کہہ دو کہ وہ اب بیت المال سے چار ہزار ادھار لے لیں، بعد میں بیت المال میں واپس کر دیں۔ جب قاصد نے واپس آ کر حضرت عمرؓ کو ان کا جواب بتایا تو حضرت عمر کو اس سے بڑی گرانی ہوئی۔ پھر جب حضرت عمرؓ کی حضرت عبدالرحمٰنؓ سے ملاقات ہوئی تو ان سے کہا، تم نے ہی کہا تھا کہ عمرؓ چار ہزار بیت المال سے ادھار لے لے۔ اگر میں بیت المال سے ادھار لے کر تجارتی قافلہ کے ساتھ بھیج دوں اور پھر تجارتی قافلہ کی واپسی سے پہلے مر جاؤں تو تم لوگ کہو گے کہ امیر المومنین نے چار ہزار لئے تھے، اب ان کا انتقال ہو گیا ہے، اس لئے یہ ان کے چار ہزار چھوڑ دو۔ تم لوگ

---

۱ (طبقات ابن سعد ۳/ ۱۹۸، حیاۃ الصحابہ ج۲/ ۳۱۱) ۲ (طبقات ابن سعد ۳/ ۱۹۸)

Marfat.com

تو چھوڑ دو گے اور میں ان کے بدلے قیامت کے دن پکڑا جاؤں گا۔نہیں میں بیت المال سے بالکل نہیں لوں گا بلکہ میں چاہتا ہوں کہ تم جیسے لالچی اور کنجوس آدمی سے ادھار لوں تا کہ اگر میں مر جاؤں تو وہ میرے مال میں سے اپنا ادھار وصول کر لے۔ ا

مجھے علاج کے لئے شہد کی ضرورت ہے:

حضرت براء بن معرورؓ کے ایک بیٹے کہتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ ایک مرتبہ بیمار ہوئے۔ان کے لئے علاج میں شہد تجویز کیا گیا اور اس وقت بیت المال میں شہد کی ایک کپی موجود تھی۔انہوں نے خود اس شہد کو نہ لیا بلکہ مسجد جا کر منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا، مجھے علاج کے لئے شہد کی ضرورت ہے اور شہد بیت المال میں موجود ہے۔اگر آپ لوگ اجازت دیں تو میں اس سے لے لوں ورنہ وہ میرے لئے حرام ہے۔چنانچہ لوگوں نے خوشی سے ان کو اجازت دے دی۔ ۲

باپ کو دھوکہ دینا چاہتی ہو:

حضرت حسنؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ کے پاس ایک مرتبہ کہیں سے مال آیا تو ان کی صاحبزادی اُمّ المومنین حضرت حفصہؓ کو اس کی اطلاع پہنچی۔انہوں نے آ کر حضرت عمرؓ سے کہا، اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے، اس لئے اس مال میں آپؓ کے رشتہ داروں کا بھی حق ہے۔حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا، اے میری بٹیا! میرے رشتہ داروں کا حق میرے مال میں ہے اور یہ تو مسلمانوں کا مال غنیمت ہے۔تم اپنے باپ کو دھوکہ دینا چاہتی ہو، جاؤ تشریف لے جاؤ۔ چنانچہ حضرت حفصہ کھڑی ہوئیں اور چادر کا دامن گھسیٹتی ہوئی واپس چلی گئیں۔ ۳

آپؓ دیکھ لیں:

حضرت اسلمؒ کہتے ہیں کہ: میں نے حضرت عبداللہ بن ارقمؓ کو دیکھا کہ وہ حضرت

ا (طبقات ابن سعد ۳/ ۱۹۹، حیاۃ الصحابہؓ ۲/ ۳۱۲)

۲ (منتخب کنز العمال ۴/ ۴۱۸، حیاۃ الصحابہؓ ۲/ ۳۱۳) ۳ (منتخب کنز العمال ۴/ ۴۱۲، حیاۃ الصحابہؓ ۲/ ۳۱۳)

Marfat.com

عمرؓ کے پاس آئے اور عرض کیا، اے امیر المومنین! ہمارے پاس جلولا شہر کے مال غنیمت کے کچھ زیورات اور کچھ چاندی کے برتن ہیں، آپؓ دیکھ لیں۔ جس دن آپؓ فارغ ہوں، اس دن آپؓ ان زیورات اور برتنوں کو دیکھ لیں اور پھر ان کے بارے میں آپؓ جو ارشاد فرمائیں، ہم ویسے کریں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، جس دن تم مجھے فارغ دیکھو، یاد کرا دینا۔ چنانچہ ایک دن حضرت عبداللہ بن ارقمؓ نے آ کر عرض کیا، آج آپؓ فارغ نظر آ رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، ہاں۔ میرے سامنے چمڑے کا دستر خوان بچھا کر اس پر وہ زیورات اور چاندی کے برتن ڈال دو۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن ارقمؓ نے دستر خوان کو بچھا کر وہ سارا مال اس پر ڈال دیا۔ پھر حضرت عمرؓ اس مال کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا، اے اللہ! آپ نے اس مال کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے اور یہ آیت آخر تک تلاوت فرمائی:

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ﴾ (سورۃ آل عمران ۱۴)

”خوش نما معلوم ہوتی (اکثر) لوگوں کو محبت مرغوب چیزوں کی (مثلاً) عورتیں ہوئیں، بیٹے ہوئے، لگے ہوئے ڈھیر سونے اور چاندی کے (یعنی نشان) لگے ہوئے گھوڑے ہوئے (یا دوسرے) مویشی ہوئے اور زراعت ہوئی (لیکن) یہ سب استعمالی چیزیں ہیں دنیوی زندگانی کی اور انجام کار کی خوبی تو اللہ ہی کے پاس ہے۔“

اور اے اللہ! آپ نے یہ بھی فرمایا ہے:

﴿لكيلا تأسوا علىٰ ما فاتكم ولا تفرحوا بما آتاكم﴾

(سورۃ حدید ۲۳)

”تا کہ جو چیز تم سے جاتی رہے تم اس پر رنج (اتنا) نہ کرو اور تا کہ جو چیز تم کو عطا فرمائی ہے اس پر اتراؤ نہیں۔“

اے اللہ! جن مرغوب چیزوں کی محبت ہمارے دلوں میں بھلی اور خوشنما کر دی گئی ہے، ان سے خوش ہونے کو چھوڑنا ہمارے بس میں نہیں ہے۔ اے اللہ! ہمیں ان چیزوں کو

Marfat.com

حق میں صحیح جگہ خرچ کرنے والا بنا اور میں ان کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اتنے میں ایک صاحب حضرت عمرؓ کے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن بن بہیّہ کو اٹھا کر لائے (بہیّہ حضرت عمرؓ کی باندی تھیں جن سے عبدالرحمٰن پیدا ہوئے تھے۔ بعض حضرات اس باندی کا نام لُہیّہ بتاتے ہیں) اس بچے نے کہا، ابا جان! مجھے ایک انگوٹھی دے دیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، جا اپنی ماں کے پاس جا، وہ تجھے ستو پلائے گی۔ راوی کہتے ہیں، اللہ کی قسم! حضرت عمرؓ نے اپنے اس بیٹے کو کچھ نہیں دیا۔ [1]

تم سے نہیں تلوانا:

حضرت اسماعیل بن محمد بن سعد بن ابی وقاصؒ کہتے ہیں کہ: ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے پاس بحرین سے مشک اور عنبر آیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اللہ کی قسم! میں چاہتا ہوں کہ مجھے کوئی ایسی عورت مل جائے جو تولنا اچھی طرح جانتی ہو اور وہ مجھے یہ خوشبو تول دے تاکہ میں اسے مسلمانوں میں تقسیم کرسکوں۔ ان کی بیوی حضرت عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیلؓ نے کہا، میں تولنے میں بڑی ماہر ہوں، لایئے میں تول دیتی ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں تم سے نہیں تلوانا۔ انہوں نے کہا، کیوں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا، مجھے ڈر ہے کہ تو اسے اپنے ہاتھوں سے ترازو میں رکھے گی یوں کچھ نہ کچھ خوشبو تیرے ہاتھوں کو لگ جائے گی اور کنپٹی اور گردن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اور یوں تو اپنی کنپٹی اور گردن پر اپنے ہاتھ پھیرے گی، اس طرح تجھے مسلمانوں سے کچھ زیادہ خوشبو مل جائے گی۔ [2]

خود کما کر اپنی اولاد پر خرچ کرو:

حضرت حسنؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک لڑکی کو دیکھا جو کمزوری کی وجہ سے لڑکھڑا کر چل رہی تھی۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا، یہ لڑکی کون ہے؟ تو ان کے بیٹے حضرت عبداللہؓ نے کہا، یہ آپؓ کی بیٹی ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا، یہ میری کون سی بیٹی ہے؟ حضرت عبداللہؓ نے کہا، یہ میری بیٹی ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا، یہ اتنی کمزور کیوں ہے؟

---

[1] (منتخب کنز العمال ۴/۴۱۲، حیاۃ الصحابہ ۲/۳۱۳) [2] (منتخب کنز العمال ۴/۴۱۳، حیاۃ الصحابہ ۲/۳۱۴)

Marfat.com

حضرت عبداللہؓ نے کہا، آپؓ کی وجہ سے کیونکہ آپؓ اسے کچھ دیتے نہیں ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اے آدمی! اللہ کی قسم! میں تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں دھوکہ میں نہیں رکھنا چاہتا۔ خود کما کر تم اپنی اولاد پر خوب خرچ کرو، میں بیت المال میں سے نہیں دوں گا۔ ۱

اب میں تمہیں اور نہیں دے سکتا:

حضرت عاصم بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ: جب حضرت عمرؓ نے میری شادی کی تو ایک مہینہ تک اللہ کے مال میں سے یعنی بیت المال میں سے مجھے خرچ دیتے رہے۔ پھر اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اپنے دربان یرفا کو مجھے بلانے بھیجا۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے فرمایا، میں خلیفہ بننے سے پہلے بھی یہی سمجھتا تھا کہ میرے لئے بیت المال سے اپنے حق سے زیادہ لینا جائز نہیں اور اب خلیفہ بننے کے بعد یہ مال میرے لئے اور زیادہ حرام ہو گیا ہے کیونکہ اب یہ میرے پاس بطورِ امانت ہے اور میں تمہیں اللہ کے مال میں سے ایک مہینہ خرچ دے چکا ہوں۔ اب تمہیں اس میں سے اور نہیں دے سکتا ہوں۔ ہاں میں تمہاری مدد کے لئے اس طرح کر سکتا ہوں کہ غابہ میں میری جائیداد ہے، تم اس کا پھل کاٹ کر بیچ دو۔ پھر اس کے پیسے لے کر اپنی قوم کے کسی تاجر کے پاس جا کر کھڑے ہو جاؤ اور دیکھو جب وہ کوئی چیز خریدنے لگے تو تم اس کے ساتھ شراکت کر لو۔ اس سے جو نفع ہو اس سے خرچہ لے کر اپنے گھر والوں پر خرچ کرتے رہو۔ ۲

جواہرات کی قیمت بیت المال میں جمع کر دی:

حضرت مالک بن اوس بن حدثانؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس روم کے بادشاہ کا قاصد آیا۔ حضرت عمرؓ کی بیوی نے ایک دینار ادھار لے کر عطر خریدا اور شیشیوں میں ڈال کر وہ عطر اس قاصد کے ہاتھ روم کے بادشاہ کی بیوی کو ہدیہ میں بھیج دیا۔ جب یہ قاصد بادشاہ کی بیوی کے پاس پہنچا اور اسے وہ عطر دیا تو اس نے وہ شیشیاں خالی کر

۱ (منتخب کنز العمال ۴/ ۴۱۸، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۳۱۵)

۲ (منتخب کنز العمال ۴/ ۴۱۸، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۳۱۵)

Marfat.com

کے جواہرات سے بھر دیں اور قاصد سے کہا، جاؤ یہ حضرت عمر بن خطابؓ کی بیوی کو دے آؤ۔ جب یہ شیشیاں حضرت عمرؓ کی بیوی کے پاس پہنچیں تو انہوں نے شیشیوں سے وہ جواہرات نکال کر ایک بچھونے پر رکھ دیئے۔ اتنے میں حضرت عمر بن خطابؓ گھر آ گئے اور انہوں نے پوچھا، یہ کیا ہے؟ ان کی بیوی نے ان کو سارا قصہ سنایا۔ حضرت عمرؓ نے وہ تمام جواہرات لے کر بیچ دیئے اور ان کی قیمت میں سے صرف ایک دینار اپنی بیوی کو دیا اور باقی ساری رقم مسلمانوں کے لئے بیت المال میں جمع کرا دی۔ ؎۱

زائد رقم بیت المال میں جمع کر دو:

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے کچھ اونٹ خریدے اور ان کو بیت المال کی چراگاہ میں چھوڑ آیا۔ جب وہ خوب موٹے ہو گئے تو میں انہیں بیچنے کے لئے بازار لے آیا۔ اتنے میں حضرت عمرؓ بھی بازار تشریف لے آئے اور انہیں موٹے موٹے اونٹ نظر آئے تو انہوں نے پوچھا، یہ اونٹ کس کے ہیں؟ لوگوں نے انہیں بتایا کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ہیں تو فرمانے لگے، اے عبداللہ بن عمر! واہ واہ! امیر المومنین کے بیٹے کے کیا کہنے؟ میں دوڑتا ہوا آیا اور میں نے عرض کیا، اے امیر المومنین! کیا بات ہے؟ آپؓ نے فرمایا، یہ اونٹ کیسے ہیں؟ میں نے عرض کیا، میں نے یہ اونٹ خریدے تھے اور بیت المال کی چراگاہ میں چرنے کے لئے بھیجے تھے۔ اب میں ان کو بازار لے آیا ہوں تا کہ میں دوسرے مسلمانوں کی طرح انہیں بیچ کر نفع حاصل کروں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، ہاں بیت المال کی چراگاہ میں لوگ ایک دوسرے کو کہتے ہوں گے، امیر المومنین کے بیٹے کے اونٹوں کو چراؤ اور امیر المومنین کے بیٹے کے اونٹوں کو پانی پلاؤ۔ میرے بیٹے ہونے کی وجہ سے تمہارے اونٹوں کی زیادہ رعایت کی ہوگی اس لئے اے عبداللہ بن عمرؓ! ان اونٹوں کو بیچو اور تم نے جتنی رقم میں خریدے تھے، وہ تو تم لے لو اور باقی زائد رقم مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کرا دو۔ ؎۲

؎۱ (منتخب کنز العمال ۴/۴۲۲، حیاۃ الصحابہ ۲/۳۱۶) ؎۲ (منتخب کنز العمال ۴/۴۱۹، حیاۃ الصحابہ ۲/۳۱۶)

تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے خائن بادشاہ بن کر پیش ہوں:

حضرت محمد بن سیرینؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ کے سسرال والوں میں سے ایک صاحب آئے اور انہوں نے حضرت عمرؓ سے اشارہ کنایہ میں یہ بات کہی کہ حضرت عمرؓ ان کو بیت المال میں سے کچھ دے دیں تو حضرت عمرؓ نے انہیں ڈانٹ دیا اور فرمایا، تم چاہتے ہو کہ میں اللہ کے سامنے خائن بادشاہ بن کر پیش ہوں اور اس کے بعد انہیں اپنے ذاتی مال میں سے دس ہزار درہم دیئے۔ [1]

میرے زمانہ خلافت میں نہیں ہوگا:

حضرت ابوبکر بن حفص بن عمرؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عائشہؓ حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں آئیں۔ اس وقت آپؓ کو نزاع کی تکلیف ہو رہی تھی اور آپؓ کا سانس سینے میں تھا۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت عائشہؓ نے یہ شعر پڑھا:

لعمرک ما یغنی الثراء عن الفتیٰ
اذا حشرجت یوماً وّضاق بھا الصدر

''تیری جان کی قسم! مال اور قوم کی کثرت نوجوان کو اس دن کوئی فائدہ نہیں دے سکتی جس دن سانس اکھڑنے لگے اور سینہ گھٹنے لگے۔''

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عائشہؓ کی طرف غصہ سے دیکھا اور فرمایا، اے اُمّ المومنین! یہ بات نہیں ہے۔ یہ تو وہ حالت ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا ہے:

﴿وجاء ت سکرۃ الموت بالحقِّ ذٰلک ما کنت منہُ تحید﴾

''اور موت کی سختی (قریب) آ پہنچی۔ یہ (موت) وہ چیز ہے جس سے تو بدکتا تھا۔'' (سورۃ ق ۱۹)

میں نے تمہیں ایک باغ دیا تھا لیکن میرا دل اس سے مطمئن نہیں، اس لئے تم اسے

---

[1] (طبقات ابن سعد ۳/۲۱۹، کنز العمال ۲/۳۱۷، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۳۱۷)

Marfat.com

میری میراث میں واپس کر دو۔ میں نے کہا، بہت اچھا اور پھر میں نے وہ باغ واپس کر دیا۔
پھر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا، ہم جب سے مسلمانوں کے خلیفہ بنے ہیں، ہم نے مسلمانوں کا نہ کوئی دینار کھایا ہے اور نہ کوئی درہم۔ البتہ ان کا موٹا جھوٹا کھانا ضرور کھایا ہے اور ایسے ہی ان کے موٹے اور کھردرے کپڑے ضرور پہنے ہیں اور اس وقت ہمارے پاس مسلمانوں کے مال غنیمت میں سے اور تو کچھ نہیں ہے البتہ یہ تین چیزیں ہیں۔ ایک حبشی غلام اور دوسرا پانی والا اونٹ اور تیسرے پرانی اونی چادر۔ جب میں مر جاؤں تو یہ تینوں چیزیں حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دینا اور ان کی ذمہ داری سے مجھے فارغ کر دینا۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ نے ایسا ہی کیا۔

جب قاصد وہ چیزیں لے کر حضرت عمرؓ کے پاس آیا تو وہ رونے لگے اور اتنے روئے کہ ان کے آنسو زمین پر گرنے لگے اور وہ فرما رہے تھے، اللہ تعالیٰ ابو بکرؓ پر رحم فرمائے۔ انہوں نے اپنے بعد والوں کو مشکل میں ڈال دیا ہے۔ اللہ ابو بکرؓ پر رحم فرمائے، انہوں نے اپنے بعد والوں کو مشکل میں ڈال دیا ہے۔ دنیا میں کچھ نہ لینے کا ایسا اونچا معیار قائم کیا ہے کہ بعد والوں کے لئے اسے اختیار کرنا بہت مشکل ہے۔ اے غلام! ان چیزوں کو اٹھا کر رکھ لو۔ اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا، سبحان اللہ! آپؓ حضرت ابو بکرؓ کے اہل وعیال سے حبشی غلام، پانی والا اونٹ اور پرانی اونی چادر جس کی قیمت پانچ درہم ہے چھین رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا، آپؓ کیا چاہتے ہیں؟ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا، آپؓ یہ چیزیں ابو بکرؓ کے اہل وعیال کو واپس کر دیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، نہیں اس ذات کی قسم ہے جس نے حضرت محمد ﷺ کو حق دے کر بھیجا۔ یہ میرے زمانہ خلافت میں نہیں ہوگا، نہیں ہوگا۔ حضرت ابو بکرؓ تو موت کے وقت ان چیزوں سے جان چھڑا کر گئے اور میں یہ چیزیں ان کے اہل وعیال کو واپس کر دوں اور موت اس سے بھی زیادہ قریب ہے۔ (یعنی میں واپس کروں گا تو یہ تو خوش ہو جائیں گے لیکن اللہ ناراض ہو جائیں گے، اس لئے میں یہ کام نہیں کرسکتا۔ مجھے بھی دنیا سے جانا ہے تو وہاں جا کر ابو بکرؓ کو کیا منہ دکھاؤں گا) [1]

---

[1] (طبقات ابن سعد ۳/۱۹۶، حیاۃ الصحابہ ۲/۳۲۳)

Marfat.com

تم نے یہ کیوں واپس کیا؟:

حضرت عطاء بن یسارؒ کہتے ہیں کہ: حضور اقدسؐ نے حضرت عمر بن خطابؓ کو ایک عطیہ بھیجا۔ حضرت عمرؓ نے اسے واپس کر دیا۔ حضورؐ نے ان سے پوچھا، تم نے یہ کیوں واپس کیا؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا، آپؐ نے ہی ہمیں بتایا ہے کہ ہمارے لئے بہتر یہ ہے کہ ہم کسی سے کچھ نہ لیں۔ حضورؐ نے فرمایا، میرا مقصد یہ تھا کہ مانگ کر نہ لیا جائے اور جو بغیر مانگے مل رہا ہو تو وہ اللہ کا دیا ہوا رزق ہے، اسے لے لینا چاہیے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا، اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ آج کے بعد میں کبھی کسی سے کچھ نہیں مانگوں گا اور جو بغیر مانگے آئے گا، اسے ضرور لوں گا۔ [1]

ہمیں اس کی ضرورت نہیں:

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمرؓ کی بیوی حضرت عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیلؓ کو ایک بچھونا ہدیہ میں بھیجا۔ میرا خیال یہ ہے کہ وہ ایک ہاتھ لمبا اور ایک بالشت چوڑا ہوگا۔ حضرت عمرؓ ان کے پاس آئے اور وہ بچھونا دیکھا تو پوچھا، یہ تمہیں کہاں سے ملا ہے؟ انہوں نے کہا، یہ مجھے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے ہدیہ کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اسے اٹھایا اور اس زور سے ان کے سر پر مارا کہ ان کے سر کے بال کھل گئے اور پھر فرمایا کہ ابو موسیٰ کو فوراً جلدی سے میرے پاس لاؤ۔ (یعنی دوڑاتے ہوئے اتنی جلدی لاؤ کہ وہ تھک جائیں) چنانچہ وہ بڑی تیزی سے چلتے ہوئے حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور آتے ہی انہوں نے کہا، اے امیر المومنین! آپؓ میرے بارے میں جلدی نہ کریں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، تم میری عورتوں کو ہدیہ کیوں دیتے ہو؟ پھر وہ بچھونا اٹھا کر ان کے سر پر مارا اور فرمایا، اسے لے جاؤ، ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ [2]

جنت کے درخت صرف مؤمنوں کو ملیں گے:

حضرت لیث بن سعدؒ کہتے ہیں کہ: اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس نے حضرت عمرو

---

[1] (الترغیب ۴/۱۱۸) [2] (منتخب کنز العمال ۴/۳۸۳، حیاۃ الصحابہ ۲/۳۲۵)

Marfat.com

بن عاصؓ سے کہا کہ وہ مقطم پہاڑ کا دامن ستر ہزار دینار میں اسے بیچ دیں۔ اتنی زیادہ قیمت سن کر حضرت عمروؓ بہت حیران ہوئے اور مقوقس سے کہا، میں اس بارے میں امیر المومنین کو خط لکھ کر پوچھوں گا۔ چنانچہ حضرت عمرو نے حضرت عمرؓ کو اس بارے میں خط لکھا۔ حضرت عمرؓ نے جواب میں یہ لکھا کہ اس سے پوچھو، وہ تمہیں اتنی زیادہ قیمت کیوں دے رہا ہے حالانکہ وہ زمین کاشت کے قابل ہے اور نہ اس سے پانی نکالا جا سکتا ہے اور نہ وہ کسی اور کام آسکتی ہے؟ حضرت عمروؓ نے مقوقس سے پوچھا تو اس نے کہا، ہمیں اپنی آسمانی کتابوں میں اس جگہ کی یہ فضیلت ملی ہے کہ اس میں جنت کے درخت ہیں۔ حضرت عمروؓ نے یہ بات حضرت عمر کو لکھی۔ حضرت عمرؓ نے انہیں جواب میں لکھا، ہم تو صرف یہی جانتے ہیں کہ جنت کے درخت صرف مؤمنوں کو ملیں گے لہٰذا تم اس زمین میں اپنے ہاں کے مسلمانوں کو دفنا دیا کرو اور اسے قبرستان بنالو اور کسی قیمت پر اسے مت بیچو۔ [1]

تم ایسا نہ کرو:

حضرت زید بن اسلمؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ نے حضرت سعید بن عامر بن حذیمؓ سے پوچھا، کیا بات ہے اہل شام تم سے بڑی محبت کرتے ہیں؟ (یہ حضرت سعیدؓ شام میں گورنر رہے تھے) حضرت سعیدؓ نے کہا، میں ان کے حقوق کا خیال رکھتا ہوں اور ان کے ساتھ غم خواری کرتا ہوں۔ یہ سنکر حضرت عمرؓ نے ان کو دس ہزار دیئے۔ انہوں نے وہ واپس کر دیئے اور یوں کہا، میرے پاس بہت سے غلام اور گھوڑے ہیں اور میری حالت اچھی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ میں گورنری کا جو کام کر رہا ہوں، یہ سب مسلمانوں پر صدقہ ہو۔ یعنی اس کام کو کرنے کے بعد مسلمانوں کے بیت المال میں سے کچھ نہ لوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، تم ایسا نہ کرو کیونکہ ایک مرتبہ حضورؐ نے مجھے دس ہزار سے کم مال دیا تھا تو میں نے بھی حضورؐ کو ویسی بات کہی تھی جیسی تم مجھے اب کہہ رہے ہو تو حضورؐ نے مجھ سے فرمایا، جب اللہ تعالیٰ تمہیں بغیر سوال اور طلب کے دے رہے ہیں تو اسے لے لو کیونکہ یہ اللہ کی طرف سے

---

[1] (کنز العمال ۳/۱۵۲، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۳۲۵)

Marfat.com

عطا ہے جو وہ تمہیں دے رہے ہیں۔ ۱؎

کیا یہ ٹھیک ہے:

حضرت عبداللہ بن سعدیؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطابؓ کے زمانہ خلافت میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مجھ سے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے لوگوں نے بتایا کہ تم پر مسلمانوں کے بہت سے اجتماعی کاموں کی ذمہ داریاں ڈالی جاتی ہیں۔ تم وہ کام کر دیتے ہو لیکن بعد میں جب ان کاموں پر تمہیں کچھ دیا جاتا ہے تو تم برا مناتے ہو اور نہیں لیتے ہو، کیا یہ ٹھیک ہے؟ میں نے کہا، ٹھیک ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، نہ لینے سے تمہارا مقصد کیا ہے؟ میں نے کہا، میرے پاس بہت سے گھوڑے اور غلام ہیں اور میری معاشی حالت اچھی ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں میری خدمات کا معاوضہ مسلمانوں پر صدقہ ہو اور میں ان کے مال میں سے کچھ نہ لوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، ایسا مت کرو کیونکہ شروع میں میری بھی یہی نیت تھی جو تم نے کر رکھی ہے اور حضورؐ مجھے کچھ عطا فرمایا کرتے تو میں کہہ دیا کرتا، مجھ سے زیادہ ضرورت مندوں کو دے دیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضورؐ نے مجھے کچھ دینا چاہا، میں نے اپنے معمول کے مطابق کہہ دیا، مجھ سے زیادہ ضرورت مند کو دے دیں تو آپؐ نے فرمایا، ارے میاں! یہ لے لو۔ پھر چاہے اپنے پاس رکھ لینا یا صدقہ کر دینا کیونکہ جو مال ازخود آئے، نہ تم نے اسے مانگا ہو اور نہ طبیعت میں اس کی طلب ہو تو اسے لیا کرو اور اگر ایسی صورت نہ ہو تو اپنے آپ کو اس کے پیچھے مت لگاؤ۔ (یعنی زبان سے مانگو مت اور دل میں اس کی طلب ہو اور وہ آئے تو اسے لو مت)۔ ۲؎

آپ کیوں رو رہے ہیں؟:

حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوفؓ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کے پاس کسریٰ کے خزانے آئے تو ان سے حضرت عبداللہ بن ارقم زہریؓ نے کہا، آپؓ اسے بیت

۱؎ (مستدرک حاکم ۳/ ۲۸۶، کنزالعمال ۳/ ۳۲۵، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۳۲۷)

۲؎ (مسلم شریف، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۳۲۸)

Marfat.com

المال میں کیوں نہیں رکھ دیتے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا، نہیں ہم اسے بیت المال میں نہیں رکھیں گے بلکہ تقسیم کریں گے۔ یہ کہہ کر حضرت عمرؓ رو پڑے تو ان سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا، اے امیرالمومنین! آپؓ کیوں رو رہے ہیں؟ اللہ کی قسم! یہ تو اللہ کا شکر ادا کرنے اور خوشی و سرور کا دن ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے جس قوم کو بھی یہ مال دیا ہے، اس مال نے ان کے درمیان بغض و عداوت ضرور پیدا کی ہے۔ [1]

الحمدللہ اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھو:

حضرت حسنؒ کہتے ہیں کہ: کسریٰ کا تاج حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں لایا گیا اور ان کے سامنے رکھا گیا، تاج کے ساتھ کسریٰ کی زیب و زینت کا سامان بھی تھا۔ اس وقت وہاں لوگوں میں حضرت سراقہ بن مالک بن جعشمؓ بھی تھے۔ حضرت عمرؓ نے کسریٰ بن ہرمز کے دونوں کنگن ان کے سامنے رکھ دیئے۔ حضرت سراقہ نے دونوں کنگن اپنے ہاتھوں میں ڈالے تو ان کے کندھوں تک پہنچ گئے۔ جب حضرت عمرؓ نے دونوں کنگن ان کے ہاتھوں میں دیکھے تو فرمایا، الحمدللہ! اللہ کی قدرت دیکھو کہ کسریٰ بن ہرمز کے دو کنگن اس وقت بنو مدلج کے ایک دیہاتی سراقہ بن مالک بن جعشمؓ کے دو ہاتھوں میں ہیں۔ پھر فرمایا، اے اللہ! مجھے معلوم ہے کہ تیرے رسول حضرت محمد ﷺ یہ چاہتے تھے کہ انہیں کہیں سے مال ملے اور وہ اسے تیرے راستے میں اور تیرے بندوں پر خرچ کریں لیکن تو نے ان پر شفقت فرماتے ہوئے اور ان کے لئے زیادہ خیر والی صورت اختیار کرتے ہوئے ان سے مال کو دور رکھا اور اے اللہ! مجھے معلوم ہے کہ حضرت ابوبکرؓ یہ چاہتے تھے کہ انہیں کہیں سے مال ملے اور وہ اسے تیرے راستے میں اور تیرے بندوں پر خرچ کردیں لیکن تو نے ان پر شفقت کرتے ہوئے اور ان کے لئے زیادہ بہتر صورت اختیار کرتے ہوئے ان سے مال کو دور رکھا اور اب میرے زمانہ میں یہ مال بہت زیادہ آرہا ہے۔ اے اللہ! میں اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ یہ مال کا زیادہ آنا کہیں تیری

---

[1] (البیہقی ۶/ ۳۵۸، کنز العمال ۲/ ۳۲۱، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۳۴۲)

Marfat.com

طرف سے عمر کے خلاف داؤ نہ ہو۔ (یعنی کہیں اس سے عمرؓ کے دین اور آخرت کا نقصان نہ ہو) پھر حضرت عمرؓ نے یہ آیت پڑھی:

﴿ایحسبون انّما نمدّهم به من مّالٍ وّبنين نسارع لهم فی الخيرات بل لّا يشعرون﴾ (سورۃ مؤمنون ۵۵/۵۶)

''کیا یہ لوگ یوں گمان کر رہے ہیں کہ ہم ان کو جو کچھ مال و اولاد دیتے چلے جاتے ہیں تو ہم ان کو جلدی جلدی فائدہ پہنچا رہے ہیں (یہ بات ہرگز نہیں) بلکہ یہ لوگ (اس کی وجہ) نہیں جانتے۔'' [1]

اس لئے رو رہا ہوں:

حضرت ابوسنان دولیؒ کہتے ہیں کہ: میں حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں گیا، ان کے پاس مہاجرین اوّلین کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی۔ آپؓ نے خوشبو وغیرہ رکھنے کا تھیلا یعنی جامہ دان لانے کے لئے ایک آدمی بھیجا، وہ تھیلا ٹوکری یا بوری جیسا تھا۔ یہ تھیلا عراق کے ایک قلعہ سے حضرت عمرؓ کے پاس لایا گیا تھا۔ اس میں ایک انگوٹھی بھی تھی جسے حضرت عمرؓ کے ایک بچے نے لے کر منہ میں ڈال لیا۔ حضرت عمرؓ نے اس سے وہ انگوٹھی لے لی اور پھر رو پڑے۔ پاس بیٹھے ہوئے لوگوں نے ان سے کہا، آپؓ کیوں رو رہے ہیں؟ جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو اتنی فتوحات عطا فرما رکھی ہیں اور آپؓ کو آپؓ کے دشمن پر غالب کر دیا ہے اور آپؓ کی آنکھوں کو خوشیاں عطا فرما کر ٹھنڈی کر دی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جن لوگوں پر دنیا کی فتوحات ہونے لگتی ہیں اور انہیں دنیا بہت مل جاتی ہے تو ان کے درمیان ایسی بغض و عداوت پیدا ہو جاتی ہے جو قیامت تک چلتی رہتی ہے۔ مجھے اس کا ڈر لگ رہا ہے اس لئے رو رہا ہوں۔ [2]

نہ انعام ملے...... نہ میری پکڑ ہو:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ کا معمول یہ تھا کہ وہ

---

[1] (البیہقی ۶/۳۵۸، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۳۴۳) [2] (الترغیب ۵/۱۴۴، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۳۴۳)

Marfat.com

جب نماز سے فارغ ہو جاتے تو لوگوں کی خاطر بیٹھ جاتے۔ جس کو کوئی ضرورت ہوتی تو وہ ان سے بات کر لیتا اور اگر کسی کو کوئی ضرورت نہ ہوتی تو کھڑے ہو جاتے۔ ایک مرتبہ انہوں نے لوگوں کو بہت سی نمازیں پڑھائیں لیکن کسی نماز کے بعد بیٹھے نہیں۔ میں نے ان کے دربان سے کہا، اے یرفا! کیا امیر المومنین کو کوئی تکلیف یا بیماری ہے؟ اس نے کہا، نہیں۔ امیر المومنین کو کوئی تکلیف یا بیماری نہیں ہے۔ میں وہیں بیٹھ گیا۔ اتنے میں حضرت عثمان بن عفانؓ بھی تشریف لے آئے، وہ بھی آ کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں یرفا باہر آیا اور اس نے کہا، اے ابن عفانؓ! اے ابن عباسؓ! آپ دونوں اندر تشریف لے چلیں چنانچہ ہم دونوں حضرت عمرؓ کے پاس اندر گئے۔ وہاں ہم نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ کے سامنے مال کے بہت سے ڈھیر رکھے ہوئے ہیں اور ہر ڈھیر پر کندھے کی ہڈی رکھی ہوئی تھی جس پر کچھ لکھا ہوا تھا۔ اس زمانے میں کاغذ کی کمی کی وجہ سے ہڈیوں پر بھی لکھا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، میں نے تمام اہل مدینہ پر نگاہ ڈالی تو تم دونوں ہی مجھے مدینہ میں سب سے بڑے خاندان والے نظر آئے ہو، یہ مال لے جاؤ اور آپس میں تقسیم کر لو اور جو بچ جائے، وہ واپس کر دینا۔ حضرت عثمانؓ نے تو لپ بھر کر لینا شروع کر دیا لیکن میں نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر عرض کیا کہ اگر کم پڑ گیا تو آپؓ ہمیں اور دیں گے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا، ہے نا پہاڑ کا ایک ٹکڑا۔ یعنی ہے نا اپنے باپ عباسؓ کا بیٹا کہ ان کی ہی طرح جری، سمجھدار اور ہوشیار ہے۔ کیا یہ مال اس وقت اللہ کے پاس نہیں تھا جب حضرت محمد ﷺ اور ان کے صحابہؓ فقر و فاقہ کی وجہ سے کھال کھایا کرتے تھے؟ میں نے کہا، تھا اللہ کی قسم! جب حضرت محمد ﷺ زندہ تھے تو یہ سب کچھ اللہ کے پاس تھا لیکن اگر اللہ ان کو یہ سب کچھ دیتے تو وہ کسی اور طرح تقسیم کرتے، جس طرح آپؓ کرتے ہیں اس طرح نہ کرتے۔ اس پر حضرت عمرؓ کو غصہ آ گیا اور فرمایا، اچھا کس طرح تقسیم کرتے؟ میں نے کہا، خود بھی کھاتے اور ہمیں بھی کھلاتے۔ یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ اونچی آواز سے رونے لگ پڑے جس سے ان کی پسلیاں زور زور سے ہلنے لگیں۔ پھر فرمایا، میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اس خلافت سے برابر سرابر چھوٹ جاؤں، نہ اس پر مجھے کچھ انعام ملے اور نہ میری پکڑ ہو۔ [1]

---

[1] (طبقات ابن سعد ۳/ ۲۰۷، البیہقی ۶/ ۳۵۸، کنز العمال ۲/ ۳۲۰، حیاۃ الصحابہؓ ۲/ ۳۴۴)

معاملہ برعکس معلوم ہوتا ہے:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ نے مجھے بلایا، میں ان کی خدمت میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ ان کے سامنے چمڑے کے دستر خوان پر سونا بکھرا ہوا پڑا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، آؤ اور یہ سونا اپنی قوم میں تقسیم کر دو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سونا اور مال اپنے نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ سے دور رکھا اور مجھے دے رہے ہیں۔ اب اللہ ہی زیادہ جانتے ہین کہ مجھے یہ مال خیر کی وجہ سے دیا جا رہا ہے یا شر کی وجہ سے۔ پھر فرمایا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ اور حضرت ابوبکرؓ سے یہ مال اس وجہ سے دور نہیں رکھا کہ ان دونوں کے ساتھ شر کا ارادہ تھا اور مجھے اس وجہ سے نہیں دے رہے ہیں کہ میرے ساتھ خیر کا ارادہ ہے بلکہ معاملہ برعکس معلوم ہوتا ہے۔ [1]

پریشان ہونے کی بہت بڑی بات ہے:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے بلانے کے لئے میرے پاس ایک آدمی بھیجا۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب میں دروازے کے قریب پہنچا تو میں نے اندر سے ان کے رونے کی آواز سنی۔ میں نے گھبرا کر کہا:

﴿اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا الیہ راجعون﴾

اللہ کی قسم! امیر المومنین کو کوئی زبردست حادثہ پیش آیا ہے جس کی وجہ سے اتنے زور سے رو رہے ہیں۔ میں نے اندر جا کر ان کا کندھا پکڑ کر کہا، اے امیر المومنین! پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں، پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں۔ انہوں نے کہا، نہیں پریشان ہونے کی بہت بڑی بات ہے اور میرا ہاتھ پکڑ کر دروازے کے اندر لے گئے۔ میں نے وہاں جا کر دیکھا کہ اوپر نیچے بہت سے تھیلے رکھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے فرمایا، اب خطاب کی اولاد کی اللہ کے ہاں کوئی قیمت نہیں رہی۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو میرے دونوں ساتھیوں یعنی نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کو بھی یہ مال دیتے اور وہ دونوں اسے خرچ

---

[1] (طبقات ابن سعد ۳/ ۳۱۸، کنز العمال ۲/ ۳۱۷)

Marfat.com

کرنے میں جو طریقہ اختیار کرتے، میں بھی اسے اختیار کرتا۔ میں نے کہا، آئیں بیٹھ کر سوچتے ہیں کہ اسے کیسے خرچ کیا جائے؟ چنانچہ ہم لوگوں نے اُمہات المومنین (حضورؐ کی ازواج مطہرات) کے لئے چار چار ہزار اور مہاجرین کے لئے چار چار ہزار اور باقی لوگوں کے لئے دو دو ہزار درہم تجویز کئے اور یوں وہ سارا مال تقسیم کر دیا۔ [1]

کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو؟:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: مجھے حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنا یہ قصہ سنایا اور فرمایا، میں ایک مرتبہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ چٹائی پر تشریف فرما تھے۔ میں اندر جا کر بیٹھ گیا تو میں نے دیکھا کہ آپؐ نے صرف لنگی باندھی ہوئی ہے اور اس کے علاوہ جسم پر اور کوئی کپڑا نہیں ہے۔ اس وجہ سے آپؐ کے جسم اطہر پر چٹائی کے نشانات پڑے ہوئے ہیں اور مٹھی بھر ایک صاع (ساڑھے تین سیر) جو اور کیکر کے پتے جو کھال رنگنے کے کام آتے ہیں، ایک کونے میں پڑے ہوئے ہیں اور ایک بغیر رنگی ہوئی کھال لٹکی ہوئی ہے۔ اتنا کم سامان دیکھ کر میری آنکھوں میں بے اختیار آنسو آ گئے۔ حضورؐ نے مجھ سے فرمایا، کیوں روتے ہو؟ اے ابن الخطابؓ! میں نے عرض کیا، اے اللہ کے نبیؐ! میں کیوں نہ رووٴں جب کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ چٹائی کے نشانات آپؐ کے جسم اطہر پر پڑے ہوئے ہیں اور گھر کی کل کائنات یہ ہے جو مجھے نظر آ رہی ہے۔ ادھر کسریٰ اور قیصر تو پھلوں اور نہروں (دنیا کی فراوانی) میں ہوں اور آپؐ اللہ کے نبی اور برگزیدہ بندے ہو کر آپؐ کی یہ حالت۔ آپؐ نے فرمایا، اے ابن الخطابؓ! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ ہمارے لئے آخرت ہو اور ان کے لئے دنیا۔ [2]

تمہیں یہ بات کن لوگوں نے کہی ہے:

حضرت سالم بن عبداللہؒ کہتے ہیں کہ: جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو انہوں نے حضرت ابوبکرؓ والے اسی وظیفہ پر اکتفاء کیا جو صحابہؓ نے ان کے لئے مقرر کیا تھا۔ چنانچہ وہ کچھ عرصہ اتنا ہی لیتے رہے لیکن وہ ان کی ضرورت سے کم تھا، اس لئے ان کے گزر میں تنگی

---

[1] (کنز العمال ۲/۳۱۸، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۳۴۵) [2] (ابن ماجہ، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۳۵۶)

Marfat.com

ہونے لگی تو مہاجرین کی ایک جماعت اکٹھی ہوئی جن میں حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ حضرت زبیرؓ نے کہا کہ اگر ہم حضرت عمرؓ سے کہیں کہ ہم آپؓ کے وظیفہ میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں تو یہ کیسا رہے گا۔ حضرت علیؓ نے کہا، ہم تو پہلے سے ان کا وظیفہ بڑھانا چاہتے ہیں، چلو چلتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے کہا، یہ حضرت عمرؓ ہیں، پہلے ہمیں ادھر ادھر سے ان کی رائے معلوم کرنی چاہئے پھر ان سے براہِ راست بات کرنی چاہئے۔ میرا خیال یہ ہے کہ ہم اُمّ المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس جاتے ہیں اور ان کے ذریعہ سے حضرت عمرؓ کی رائے معلوم کرتے ہیں اور ان سے کہہ دیں گے کہ وہ حضرت عمرؓ کو ہم لوگوں کے نام نہ بتائیں۔

چنانچہ یہ حضرات حضرت حفصہؓ کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ آپؓ یہ بات ایک جماعت کی طرف سے حضرت عمرؓ سے کریں اور انہیں کسی کا نام نہ بتائیں لیکن اگر وہ یہ بات مان لیں تو پھر نام بتانے میں حرج نہیں ہے۔ یہ بات کہہ کر وہ حضرات حضرت حفصہؓ کے پاس سے چلے آئے۔ پھر حضرت حفصہؓ حضرت عمرؓ کی خدمت میں گئیں اور نام لئے بغیر ان کی خدمت میں یہ بات پیش کی تو حضرت عمرؓ کے چہرہ پر غصہ کے آثار ظاہر ہو گئے اور انہوں نے پوچھا کہ تمہیں یہ بات کن لوگوں نے کہی ہے؟ حضرت حفصہؓ نے عرض کیا، پہلے آپؓ کی رائے معلوم ہو جائے پھر میں آپؓ کو ان کے نام بتلا سکتی ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اگر مجھے ان کے نام معلوم ہو جاتے تو میں انہیں ایسی سخت سزا دیتا جس سے ان کے چہروں پر نشان پڑ جاتے۔ تم ہی میرے اور ان کے درمیان واسطہ بنی ہو اس لئے میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تم یہ بتاؤ کہ تمہارے گھر میں حضورؐ کا سب سے عمدہ لباس کون سا تھا؟ انہوں نے کہا، گیروے رنگ کے دو کپڑے جنہیں کسی وفد کے آنے پر اور جمعہ کے خطبہ کے لئے پہنا کرتے تھے۔ پھر حضرت عمرؓ نے پوچھا، حضورؐ نے تمہارے ہاں سب سے عمدہ کھانا کون سا کھایا؟ انہوں نے کہا، ایک مرتبہ ہم نے جو کی ایک روٹی پکائی، پھر اس گرم گرم روٹی پر گھی کے ڈبے کی تلچھٹ الٹ کر اسے چپڑ دیا جس سے وہ روٹی خوب چکنی چپڑی اور نرم ہو

Marfat.com

گئی۔ پھر حضورؐ نے خوب مزے لے کر اسے نوش فرمایا اور وہ روٹی آپ کو بہت اچھی لگ رہی تھی۔ پھر حضرت عمرؓ نے پوچھا، حضورؐ کا تمہارے ہاں سب سے زیادہ نرم بستر کون سا تھا؟ انہوں نے کہا، ہمارا ایک موٹا سا کپڑا تھا، گرمی میں اسے چوہرا کر کے بچھا لیتے تھے اور سردی میں آدھے کو بچھاتے اور آدھے کو اوڑھ لیتے۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا، اے حفصہؓ! ان لوگوں تک یہ بات پہنچا دو کہ حضورؐ نے اپنے طرزِ عمل سے ہر چیز میں ایک اندازہ مقرر فرمایا ہے اور ضرورت سے زائد چیزوں کو اپنی اپنی جگہوں میں رکھا ہے اور ان میں نہیں لگے اور کم سے کم پر گزارہ کیا ہے۔ میں نے بھی ہر چیز کا اندازہ مقرر کیا ہے اور اللہ کی قسم! ضرورت سے زائد چیزوں کو ان کی جگہوں میں رکھوں گا اور میں بھی کم سے کم پر گزارہ کروں گا۔

میری اور میرے دو ساتھیوں کی مثال ان تین آدمیوں کی سی ہے جو ایک راستہ پر چلے۔ ان میں سے پہلا آدمی توشہ لے کر چلا اور منزل مقصود تک پہنچ گیا۔ پھر دوسرے نے بھی اسی کا اتباع کیا اور اسی کے راستہ پر چلا تو وہ بھی اسی منزل تک پہنچ گیا۔ پھر تیسرے آدمی نے بھی اسی پہلے کا اتباع کیا۔ اگر وہ ان دونوں کے راستہ کا خود کو پابند بنائے گا اور ان جیسا توشہ رکھے گا تو ان کے ساتھ جا ملے گا اور ان کے ساتھ رہا کرے گا اور اگر وہ ان دونوں کے راستے کو چھوڑ کر کسی اور کے راستے پر چلے گا تو کبھی بھی ان کے ساتھ نہیں مل سکے گا۔ [1]

عمر نہ کبھی عمدہ کھانا کھائے گا نہ نرم کپڑے پہنے گا:

حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ: بصرہ کی جامع مسجد میں ایک مجلس لگی ہوئی تھی۔ میں ان کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ حضورﷺ کے چند صحابہؓ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زُہد، حسن سیرت، اسلام اور ان دینی فضائل کا تذکرہ کر رہے ہیں جو اللہ نے انہیں عطا فرمائے تھے۔ میں ان لوگوں کے بالکل قریب چلا گیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت احنف بن قیس تمیمیؒ بھی ان لوگوں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے سنا وہ اپنا قصہ یوں بیان کر رہے تھے کہ ہمیں حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک جماعت کے ساتھ عراق بھیجا۔ اللہ نے ہمیں

[1] (ابن جریر الطبری ۴/۱۶۴، حیاۃ الصحابہ ۲/۳۶۲)

عراق اور فارس کے مختلف شہروں پر فتح نصیب فرمائی۔ ان علاقوں میں ہمیں فارس اور خراسان کے سفید کپڑے ملے۔ وہ کپڑے ہم نے ساتھ رکھ لئے اور ان کو پہننا شروع کر دیا۔ ہم لوگ واپس مدینہ منورہ پہنچے۔ جب ہم لوگ حضرت عمرؓ کی خدمت میں پہنچے تو حضرت عمرؓ نے ہم سے چہرہ پھیر لیا اور ہم سے کوئی بات نہ کی۔ حضور ﷺ کے جو صحابہؓ ہمارے تھے انہیں حضرت عمرؓ کے اس رویے سے سخت پریشانی ہوئی۔ پھر ہم لوگ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں گئے اور امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ کی بے رخی اور سخت رویے کی ان سے شکایت کی۔ انہوں نے کہا، امیر المومنین نے تم لوگوں سے بے رخی اس وجہ سے کی ہے کہ انہوں نے تم لوگوں پر ایسا لباس دیکھا ہے جو انہوں نے نہ حضورؐ کو پہنے ہوئے دیکھا اور نہ ان کے بعد ان کے خلیفہ حضرت ابوبکرؓ کو پہنے ہوئے دیکھا۔ یہ سنتے ہی ہم لوگ اپنے گھر گئے اور وہ کپڑے اتار دیئے اور وہ کپڑے پہنے جو پہلے سے ہم لوگ حضرت عمرؓ کے سامنے پہنا کرتے تھے اور ان کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوئے۔ اس دفعہ وہ ہمارے استقبال کے لئے کھڑے ہو گئے اور ایک ایک آدمی کو الگ سلام کیا اور ہر ایک سے معانقہ کیا اور ایسے گرمجوشی سے ملے کہ گویا اس سے پہلے انہوں نے ہمیں دیکھا ہی نہیں تھا۔ پھر ہم نے مالِ غنیمت آپؓ کی خدمت میں پیش کیا جسے آپؓ نے ہمارے درمیان برابر تقسیم کر دیا۔ پھر اس مال غنیمت میں کھجور اور گھی کے سرخ اور زرد رنگ کے حلوے کے ٹوکرے آپؓ کے سامنے پیش کئے گئے۔ اس حلوے کو حضرت عمرؓ نے چکھا تو وہ انہیں خوب مزیدار اور خوشبودار لگا۔ پھر ہم لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، اے جماعتِ مہاجرین و انصار! اللہ کی قسم! مجھے نظر آ رہا ہے کہ اس کھانے کی وجہ سے تم میں سے بیٹا اپنے باپ کو اور بھائی اپنے بھائی کو ضرور قتل کرے گا۔ پھر آپؓ نے اسے تقسیم کرنے کا حکم دیا اور اسے ان مہاجرین اور انصار کی اولاد میں تقسیم کر دیا گیا جو حضورؐ کے سامنے شہید ہوئے تھے۔ پھر حضرت عمرؓ کھڑے ہو کر واپس چل پڑے۔

حضورؐ کے صحابہؓ آپؓ کے پیچھے پیچھے چل پڑے اور کہنے لگے، اے جماعت

Marfat.com

مہاجرین وانصار! تم ان حضرت کے زُہد اور ان کی ظاہری حالت کو نہیں دیکھتے ہو؟ ہمیں تو ان کی وجہ سے بڑی شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں، کسریٰ وقیصر کے ملک اور مشرق ومغرب کے علاقے فتح کروائے ہیں اور عرب وعجم کے وفود ان کے پاس آتے ہیں تو وہ ان پر یہ جبہ دیکھتے ہیں جس میں انہوں نے بارہ پیوند لگا رکھے ہیں۔ لہٰذا اے محمد ﷺ کے صحابہؓ کی جماعت! آپ لوگ حضورؐ کے ساتھ بڑی بڑی جنگوں اور لڑائیوں میں شریک ہونے والوں میں سے بڑے درجے کے ہیں اور مہاجرین وانصار میں سے شروع زمانے کے ہیں۔ اگر آپ لوگ ان سے یہ مطالبہ کریں کہ وہ یہ جبہ پہننا چھوڑ دیں اور اس کے بجائے کسی نرم کپڑے کا عمدہ جبہ بنالیں جس کے دیکھنے سے لوگوں پر رعب پڑے اور صبح وشام ان کے سامنے کھانے کے بڑے بڑے پیالے لائے جائیں جن میں سے خود بھی کھائیں اور مہاجرین وانصار میں سے جو حاضر ہوں، ان کو بھی کھلائیں تو یہ بہت اچھا ہوگا۔ سب لوگوں نے کہا، حضرت عمرؓ سے یہ بات صرف دو آدمی کر سکتے ہیں۔ یا تو حضرت علی ابن ابی طالبؓ کر سکتے ہیں کیونکہ وہ حضرت عمرؓ کے سامنے سب سے زیادہ جرأت سے بات کرتے ہیں اور پھر وہ حضرت عمرؓ کے خسر بھی ہیں یا پھر ان کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ کر سکتی ہیں کیونکہ وہ حضورؐ کی زوجہ محترمہ ہیں اور اسی نبوی نسبت کی وجہ سے حضرت عمرؓ ان کا بہت احترام کرتے ہیں۔ چنانچہ ان حضرات نے حضرت علیؓ سے بات کی۔ حضرت علیؓ نے کہا، میں حضرت عمرؓ سے یہ بات نہیں کر سکتا۔ آپ لوگ حضورؐ کی ازواج مطہرات کے پاس جاؤ کیونکہ وہ تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں، وہ حضرت عمرؓ کے سامنے جرأت سے بات کر سکتی ہیں۔

چنانچہ ایک موقع پر حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ اکٹھی بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان حضرات نے جا کر ان دونوں کی خدمت میں اپنی درخواست پیش کی کہ حضرت عمرؓ سے یہ بات کریں۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے کہا، میں ان کی خدمت میں یہ مطالبہ پیش کرتی ہوں۔ حضرت حفصہؓ نے کہا، میرے خیال میں تو حضرت عمرؓ کبھی ایسا نہیں کریں گے، آپؓ ان سے بات کر کے دیکھ لیں، آپؓ کو پتہ چل جائے گا۔ چنانچہ دونوں امیر المومنین کی خدمت میں

Marfat.com

گئیں تو انہوں نے ان دونوں کو اپنے قریب بٹھایا۔ حضرت عائشہؓ نے کہا، اے امیر المومنین! اگر اجازت ہو تو میں آپؓ سے کچھ بات کروں؟ حضرت عمرؓ نے کہا، اے اُمّ المومنین! ضرور کرو۔ حضرت عائشہؓ نے کہا، حضورؐ اپنے راستے پر چلتے رہے اور آخر کار اللہ تعالیٰ کی جنت اور خوشنودی ان کو حاصل ہو گئی۔ نہ آپؐ دنیا حاصل کرنا چاہتے تھے اور نہ ہی دنیا آپؐ کے پاس آئی اور پھر اسی طرح ان کے بعد حضرت ابو بکرؓ ان کے راستہ پر چلے اور انہوں نے حضورؐ کی سنتوں کو زندہ کیا اور جھٹلانے والوں کو ختم کیا اور اہل باطل کے تمام دلائل کا منہ توڑ جواب دیا۔ انہوں نے تمام رعایا میں انصاف کیا اور مال سب میں برابر تقسیم کیا اور مخلوق کے رَبّ کو راضی کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت اور خوشنودی کی طرف اٹھالیا اور رفیق اعلیٰ میں اپنے نبیؐ کے پاس پہنچا دیا۔ (رفیق اعلیٰ سے مراد حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی جماعت ہے جو اعلیٰ علیّین میں رہتے ہیں) نہ وہ دنیا حاصل کرنا چاہتے تھے اور نہ ہی دنیا ان کے پاس آئی لیکن اب اللہ تعالیٰ نے آپؓ کے ہاتھوں کسریٰ اور قیصر کے خزانے اور ملک فتح کروائے ہیں اور ان دونوں کے خزانے وہاں سے آپؓ کی خدمت میں پہنچا دیئے گئے ہیں اور مشرق و مغرب کے آخری علاقے بھی آپؓ کے ماتحت ہو گئے ہیں بلکہ ہمیں تو اللہ سے امید ہے کہ وہ اس سلسلہ کو اور بڑھائیں گے اور اسلام کو اور زیادہ مضبوط فرمائیں گے۔ اب عجمی بادشاہوں کے قاصد اور عرب کے وفود آپؓ کے پاس آتے ہیں اور آپؓ نے یہ جبہ پہن رکھا ہے جس میں آپؓ نے بارہ پیوند لگا رکھے ہیں۔ اگر آپؓ مناسب سمجھیں تو اسے اتار دیں اور اس کی جگہ نرم کپڑے کا عمدہ جبہ پہن لیں جس کے دیکھنے سے لوگوں پر رعب پڑے اور صبح و شام آپؓ کے سامنے کھانے کے بڑے بڑے پیالے لائے جائیں جن میں سے آپؓ بھی کھائیں اور مہاجرین و انصار میں سے جو حاضر ہوں، ان کو بھی کھلائیں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ بہت روئے۔ پھر فرمایا، میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا تمہیں معلوم ہے کہ حضورؐ نے اپنی وفات تک مسلسل دس دن یا پانچ دن یا تین دن گندم کی روٹی پیٹ بھر کر کھائی ہو یا کسی دن دوپہر کا کھانا بھی کھایا ہو اور رات کا بھی؟

Marfat.com

حضرت عائشہؓ نے کہا، نہیں۔ پھر ان کی طرف متوجہ ہو کر حضرت عمرؓ نے فرمایا، کیا تمہیں معلوم ہے کہ کبھی حضورؐ کے سامنے زمین سے ایک بالشت اونچے دسترخوان پر کھانا رکھا گیا ہوں؟ بلکہ آپؐ کے فرمانے پر کھانا زمین پر رکھا جاتا تھا اور فارغ ہونے کے بعد دسترخوان اٹھالیا جاتا تھا۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ دونوں نے کہا، ہاں ایسے ہی ہوتا تھا۔ پھر حضرت عمرؓ نے ان دونوں سے فرمایا، تم دونوں حضورؐ کی بیویاں ہو اور تمام مسلمانوں کی مائیں ہو۔ تم دونوں کا تمام مسلمانوں پر عموماً اور مجھ پر خاص طور سے بڑا حق ہے۔ تم دونوں مجھے دنیا کی ترغیب دینے آئی ہو حالانکہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے اُون کا جبہ پہنا تھا، وہ بہت کھردرا اور سخت تھا جس کی رگڑ کی وجہ سے ان کے جسم میں خارش ہونے لگ گئی تھی۔ کیا تمہیں بھی یہ بات معلوم ہے؟ دونوں نے کہا، جی ہاں معلوم ہے۔ پھر فرمایا، کیا تمہیں معلوم ہے کہ حضورؐ کھرے چغے پر سویا کرتے تھے؟ اور اے عائشہؓ! تمہارے گھر میں ایک بوریا تھا جسے حضورؐ دن میں بچھونا اور رات کو بستر بنالیا کرتے تھے۔ جب ہم آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپؐ کے جسم پر اس بوریے کے نشان ہمیں نظر آیا کرتے تھے اور اے حفصہؓ! اب تم سنو۔ تم نے ہی مجھے ایک دفعہ بتایا تھا کہ تم نے حضورؐ کے لئے ایک رات بستر دوہرا کر کے بچھادیا تھا جو آپؐ کو نرم محسوس ہوا۔ آپؐ اس پر سو گئے اور ایسے سوئے کہ حضرت بلالؓ کی اذان پر آپؐ کی آنکھ کھلی تو آپؐ نے تم سے فرمایا تھا، اے حفصہؓ! یہ تم نے کیا کیا؟ آج رات تم نے میرا بستر دوہرا کر کے بچھایا تھا جس کی وجہ سے میں صبح صادق تک سوتا رہا۔ مجھے دنیا سے کیا واسطہ؟ تم نے نرم بستر میں مجھے لگادیا جس کی وجہ سے میں تہجد میں نہ اٹھ سکا۔ اے حفصہؓ! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضورؐ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف ہو چکے تھے لیکن پھر بھی آپؐ دن بھر بھوکے رہتے اور رات کا اکثر حصہ سجدہ میں گزار دیتے اور ساری عمر یونہی رکوع اور سجدے میں رونے دھونے اور گڑگڑانے میں گزار دی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت اور خوشنودی کی طرف اٹھالیا۔ عمرؓ کبھی عمدہ کھانا نہیں کھائے گا اور کبھی نرم کپڑا نہیں پہنے گا۔ وہ اپنے دونوں ساتھیوں کے نقش قدم پر چلے گا اور کبھی دو سالن ایک

Marfat.com

وقت میں نہیں کھائے گا۔ البتہ نمک اور تیل بھی دو سالن ہیں لیکن ان کو ایک وقت میں استعمال کر لے گا اور مہینہ میں صرف ایک دن گوشت کھائے گا تا کہ اس کا مہینہ بھی عام لوگوں کی طرح گزرے۔

پھر حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ دونوں حضرت عمرؓ کے گھر سے نکلیں اور ان کی ساری بات انہوں نے حضورؐ کے صحابہ کو بتائی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے لباس اور کھانے وغیرہ کا معیار نہ بدلا بلکہ اسی زاہدانہ طرز پر زندگی گزار دی یہاں تک کہ اللہ عزوجل سے جا ملے۔ ۱؎

اچھا کھانا کھانے سے انکار:

حضرت عکرمہ بن خالدؒ کہتے ہیں کہ: حضرت حفصہؓ، حضرت ابن مطیع اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے حضرت عمرؓ سے یہ بات کی کہ اگر آپؓ اچھا کھانا کھایا کریں تو اس سے آپؓ کو حق پر چلنے میں زیادہ قوت حاصل ہوگی۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا، مجھے معلوم ہے تم میں سے ہر آدمی میرا خیر خواہ ہے لیکن میں نے اپنے دونوں ساتھیوں حضور ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کو ایک راستہ پر چلتے ہوئے چھوڑا ہے۔ اگر میں ان دونوں کا راستہ چھوڑ دوں گا تو منزل مقصود میں ان سے نہیں مل سکوں گا یعنی ان کی والی منزل تک نہیں پہنچ سکوں گا۔ ۲؎

دو وقت کا کھانا لے لیا کریں:

حضرت ابواُمامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: ایک زمانے تک حضرت عمرؓ نے بیت المال سے کچھ نہ لیا اور مسلمانوں کے اجتماعی کاموں میں مشغولی کی وجہ سے تجارت میں لگنے کی فرصت نہ ملی تھی۔ اس وجہ سے ان پر تنگی اور فقر و فاقہ کی نوبت آ گئی تو انہوں نے حضورؐ کے صحابہؓ کو بلایا اور ان سے مشورہ لیا کہ میں امر خلافت میں بہت مشغول ہو گیا ہوں، کاروبار کی فرصت نہیں ملتی تو میرے لئے بیت المال میں سے کتنا لینا مناسب

۱؎ (منتخب کنز العمال ۴/ ۴۰۸، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۳۴۶)

۲؎ (منتخب کنز العمال ۴/ ۴۰۸، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۳۶۸)

ہے؟ حضرت عثمان بن عفانؓ نے کہا، آپؓ بیت المال میں سے خود بھی کھائیں اور دوسروں کو بھی کھلائیں۔ یہی بات حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیلؓ نے کہی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ حضرت علیؓ نے کہا، آپؓ دوپہر اور رات کا دو وقت کا کھانا لے لیا کریں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کے مشورے پر عمل کیا۔ ۱

اپنی نیکیوں کا بدلہ یہاں نہیں لینا چاہتا:

حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ: ہمیں یہ بتایا گیا کہ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے، اگر میں چاہتا تو تم سب سے زیادہ عمدہ کھانا کھاتا اور تم سب سے زیادہ نرم کپڑے پہنتا لیکن میں اپنی نیکیوں کا بدلہ یہاں نہیں لینا چاہتا بلکہ آخرت میں لینا چاہتا ہوں اور ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جب حضرت عمرؓ بن خطاب ملک شام آئے تو ان کے لئے ایسا عمدہ کھانا تیار کیا گیا کہ انہوں نے اس جیسا کھانا اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا تو اسے دیکھ کر فرمایا، ہمیں تو یہ کھانا مل گیا لیکن وہ مسلمان فقراء جن کا اس حال میں انتقال ہوا کہ ان کو پیٹ بھر کر جو کی روٹی بھی نہ ملتی تھی ان کو کیا ملے گا؟ اس پر حضرت عمر بن ولیدؓ نے کہا، انہیں جنت ملے گی۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور فرمایا، اگر ہمارے حصہ میں دنیا کا یہ مال ومتاع ہے اور وہ جنت لے جائیں تو وہ ہم سے بہت آگے نکل گئے اور بڑی فضیلت حاصل کرلی۔ ۲

میں یہ سالن نہیں کھا سکتا:

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ: میں گھر میں اپنے دسترخوان پر کھانا کھا رہا تھا کہ اتنے میں حضرت عمر تشریف لے آئے۔ میں نے ان کے لئے صدر مجلس میں جگہ خالی کردی، وہ وہاں بیٹھ گئے۔ پھر انہوں نے بسم اللہ پڑھ کر اپنا ہاتھ بڑھایا اور ایک لقمہ لیا اور پھر دوسرا لیا۔ پھر فرمایا، مجھے اس سالن میں چکنائی محسوس ہو رہی ہے جو کہ گوشت کی اپنی نہیں۔ ہے بلکہ

---

۱ (منتخب کنز العمال ۴/ ۴۱۱، حیاۃ الصحابہؓ ۲/ ۳۶۸)

۲ (منتخب کنز العمال ۴/ ۴۰۶، حیاۃ الصحابہؓ ۲/ ۳۶۸)

Marfat.com

الگ سے ڈالی گئی ہے۔ میں نے کہا، اے امیر المومنین! میں آج بازار دو درہم لے کر گیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ میں عمدہ اور چربی والا گوشت خریدوں گا لیکن وہ مہنگا تھا اس لئے میں نے ایک درہم کا کمزور جانور کا گھٹیا گوشت خرید لیا اور ایک درہم کا گھی خرید کر اس میں ڈال دیا۔ میں نے اپنا خرچہ نہیں بڑھایا۔ میں نے سوچا اس طرح میرے بیوی بچوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک ہڈی تو مل جائے گی۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا، جب بھی حضورؐ کے سامنے گوشت اور گھی دونوں آجاتے تو ایک کو نوش فرماتے اور دوسرے کو صدقہ کر دیتے، دونوں کو نوش نہ فرماتے۔ اس لئے میں بھی یہ سالن نہیں کھا سکتا اس میں گوشت بھی ہے اور گھی بھی۔ میں نے عرض کیا، اے امیر المومنین! اس وقت تو آپؓ یہ سالن کھالیں آئندہ جب بھی گوشت اور گھی مجھے ملے گا، میں یہی کروں گا کہ ایک کو کھالوں گا اور دوسرے کو صدقہ کر دوں گا، دونوں کو ملا کر ایک سالن نہیں بناؤں گا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں اس سالن کو کھانے کے لئے بالکل تیار نہیں ہوں۔ [1]

ایک برتن میں دو سالن:

حضرت ابو حازمؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ اپنی بیٹی حضرت حفصہؓ کے ہاں گئے۔ انہوں نے حضرت عمرؓ کے سامنے ٹھنڈا شوربا اور روٹی رکھی اور شوربے پر تیل ڈال دیا۔ تو حضرت عمرؓ نے کہا، ایک برتن میں دو سالن، ایک شوربا اور دوسرا تیل، میں مرتے دم تک ایسے سالن کو نہیں چکھ سکتا۔ [2]

ردی قسم کی کھجور بھی کھالیتے:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے زمانہ خلافت میں حضرت عمرؓ بن خطاب کا یہ معمول دیکھا کہ ان کے سامنے ایک صاع (ساڑھے تین سیر) کھجور رکھی جاتی تو اس میں سے کھاتے رہتے یہاں تک کہ اس میں جو ردی قسم کی ہوتی، اسے بھی کھالیتے۔ [3]

---

[1] (کنز العمال ۲/۱۴۶، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۳۶۹) [2] (طبقات ابن سعد ۳/۲۳۰، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۳۷۰)

[3] (طبقات ابن سعد ۳/۲۳۰، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۳۷۰)

Marfat.com

ہاتھ صاف کرنے کا تولیہ:

حضرت سائب بن یزیدؒ کہتے ہیں کہ: میں نے کئی دفعہ حضرت عمر بن خطابؓ کے ہاں رات کا کھانا کھایا۔ وہ گوشت روٹی کھاتے اور پھر اپنے ہاتھ کو اپنے پاؤں پر پھیر کر صاف کر لیتے اور فرماتے، یہ عمرؓ اور آل عمر کے ہاتھ صاف کرنے کا تولیہ ہے۔ [1]

تولیہ مانگنے پر حضرت جارودؓ کو ڈانٹنا:

حضرت ثابتؒ کہتے ہیں کہ: حضرت جارودؓ نے حضرت عمر بن خطابؓ کے ہاں ایک مرتبہ کھانا کھایا۔ جب حضرت جارودؓ کھانے سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے کہا، اے باندی! ذرا تولیہ لے آنا۔ وہ اس سے ہاتھ صاف کرنا چاہتے تھے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا، اپنے سرین سے اپنا ہاتھ صاف کر لو۔ [2]

فکرِ آخرت:

حضرت عبدالرحمٰن بن ابو لیلیٰؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ کے پاس عراق سے کچھ لوگ آئے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو کھانا کھلایا تو حضرت عمرؓ کو ایسے لگا کہ جیسے انہوں نے کم کھایا ہو۔ وہ لوگ عمدہ کھانا کھانے کے عادی تھے اور حضرت عمرؓ کا کھانا موٹا جھوٹا اور سادہ تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا، اے عراق والو! اگر میں چاہتا تو میرے لئے بھی عمدہ اور نرم کھانے تیار کئے جاتے جیسے تمہارے لئے کئے جاتے ہیں لیکن ہم دنیا کی چیزیں کم سے کم استعمال کرنا چاہتے ہیں تاکہ ہمیں زیادہ سے زیادہ نیکیوں کا بدلہ آخرت میں مل سکے۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک قوم کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ ان سے قیامت کے دن یہ کہہ دیا جائے گا:

﴿اَذھبتم طَیِّباتِکم فی حیاتکم الدُّنیا﴾ (سورۃ احقاف ۲۰)

''تم اپنی لذت کی چیزیں اپنی دنیوی زندگی میں حاصل کر چکے۔'' [3]

---

[1] (طبقات ابن سعد ۳/ ۲۳۰، حیاۃ الصحابہؓ ۲/ ۳۷۰)

[2] (حیاۃ الصحابہؓ ۲/ ۳۷۰) [3] (حلیۃ الاولیاء ۱/ ۴۹، حیاۃ الصحابہؓ ۲/ ۳۷۱)

ہاں میں جانتا ہوں:

حضرت حمید بن ہلالؒ کہتے ہیں کہ: حضرت حفص بن ابی العاصؓ کھانے کے وقت حضرت عمرؓ کے ہاں حاضر تھے لیکن ان کا کھانا نہ کھایا۔ حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا، تم ہمارا کھانا کیوں نہیں کھاتے؟ انہوں نے کہا، آپؓ کا کھانا سخت اور موٹا جھوٹا ہے، میں اسے کھا نہیں سکتا۔ میرے لئے عمدہ اور نرم کھانا پکایا گیا ہے، میں واپس جا کر وہ کھاؤں گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ یہ میرے بس میں نہیں ہے کہ میں اپنے آدمیوں کو حکم دوں تو وہ بکری کے بال صاف کر کے اسے بھون لیں اور وہ آٹے کو کپڑے میں چھان کر اس کی پتلی چپاتیاں پکا لیں اور وہ ایک صاع کشمش ڈول میں ڈال کر اس پر پانی ڈال دیں جس سے ہرن کے خون کی طرح سرخ مشروب تیار ہو جائے؟ حضرت حفصؓ نے کہا، آپؓ کی یہ بات سن کر تو پتہ چلا کہ آپؓ اچھی زندگی کے طریقوں اور کھانے پینے کی قسموں کو اچھی طرح سے جانتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، ہاں میں جانتا ہوں لیکن اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر میں قیامت کے دن اپنی نیکیوں کے بدلہ میں کمی کو برا نہ سمجھتا تو میں بھی تمہارے ساتھ اس زندگی کے مزوں میں ضرور شریک ہوتا۔ [1]

میں قصداً استعمال نہیں کرتا:

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں اہل بصرہ کے وفد کے ساتھ حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں آیا۔ ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ہم نے دیکھا کہ ان کے لئے روزانہ ایک روٹی توڑ کر لائی جاتی ہے اور وہ اسے کبھی گھی سے، کبھی تیل سے اور کبھی دودھ سے کھا لیتے ہیں۔ کبھی دھوپ میں خشک کئے ہوئے گوشت کے ٹکڑے بھی لائے جاتے جو پانی میں ابلے ہوئے ہوتے تھے۔ کبھی ہم نے تازہ گوشت بھی ان کے سامنے دیکھا لیکن بہت کم۔ وہ ہمیں یہی کھانا کھلایا کرتے تھے تو ایک دن حضرت عمرؓ نے ہم سے فرمایا، اللہ کی قسم! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ میرے کھانے کو گھٹیا سمجھتے ہو اور اچھا نہیں سمجھتے ہو۔ اللہ کی قسم! اگر

---

[1] (منتخب کنز العمال ۴/۴۳۰، حیاۃ الصحابہ ۲/۳۷۱)

میں چاہتا تو میں تم سب سے زیادہ عمدہ کھانے والا اور تم سب سے زیادہ ناز و نعمت کی زندگی والا ہوتا۔ غور سے سنو، اللہ کی قسم! میں اونٹ کے سینے اور کوہان کے گوشت (ان دو جگہوں کا گوشت سب سے عمدہ شمار ہوتا ہے) سے بھنے ہوئے گوشت سے چپاتیوں اور رائی کی چٹنی سے ناواقف نہیں ہوں لیکن میں انہیں قصداً استعمال نہیں کرتا کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد سنا ہے کہ وہ ایک قوم کو ان کے کئے ہوئے ایک غلط کام پر عار دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿اَذ هبتم طَيِّباتكم فى حياتكم الدُّنيا و استمتعتم بها﴾

"تم اپنی لذت کی چیزیں اپنی دنیوی زندگی میں حاصل کر چکے اور ان کو خوب برت چکے۔" ۱

روزانہ دو بکریاں اور دو بوریاں مقرر کرتا ہوں:

حضرت ابو موسیٰؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ: اگر تم لوگ امیر المومنین سے بات کر لو کہ وہ تمہارے لئے بیت المال سے کچھ کھانا مقرر کر دیں جسے تم کھا لیا کرو تو یہ بہتر ہو گا۔ چنانچہ ان لوگوں نے حضرت عمرؓ سے بات کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، کیا تم لوگ اپنے لئے وہ کھانا پسند نہیں کرتے جو میں اپنے لئے پسند کرتا ہوں؟ تو ان لوگوں نے کہا، اے امیر المومنین! مدینہ منورہ ایسا شہر ہے جہاں ہمارے لئے زندگی گزارنا بڑا مشکل کام ہے اور آپ کا کھانا ایسا عمدہ اور مزیدار نہیں ہے جسے کھانے کے لئے کوئی آئے۔ ہم لوگ سرسبز و شاداب علاقے کے رہنے والے ہیں۔ ہمارے امیر ایسے ہیں کہ لوگ شوق سے ان کے پاس آتے ہیں اور ان کا کھانا ایسا عمدہ ہوتا ہے کہ خوب کھایا جاتا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے تھوڑی دیر اپنا سر جھکایا۔ پھر سر اٹھا کر فرمایا، میں تم لوگوں کے لئے بیت المال سے روزانہ دو بکریاں اور دو بوریاں مقرر کر دیتا ہوں۔ صبح کو ایک بکری اور ایک بوری پکا لیا کرو۔ پھر خود بھی کھاؤ اور اپنے ساتھیوں کو بھی کھلاؤ اور پھر حلال مشروب منگا کر پہلے خود پیو، پھر اپنے دائیں طرف والے کو پلاؤ، پھر اس کے ساتھ والے کو۔ پھر اپنے کام کے لئے کھڑے ہو جاؤ

---

۱ (حلیۃ الاولیاء ۱/۴۹، حیاۃ الصحابہ ۲/۳۷۲)

اور ایسے ہی شام کو دوسری بکری اور دوسری بوری پکاؤ۔ خود بھی کھاؤ اور اپنے ساتھیوں کو بھی کھلاؤ۔ غور سے سنو، تم لوگ عام لوگوں کے گھروں میں اتنا بھیجو کہ ان کا پیٹ بھر جائے اور ان کے اہل و عیال کو کھلاؤ کیونکہ اگر تم لوگ لوگوں سے بد اخلاقی سے پیش آؤ گے تو اس سے ان لوگوں کے اخلاق اچھے نہیں ہو سکیں گے اور ان کے بھوکوں کے کھانے کا انتظام نہیں ہو سکے گا۔ اللہ کی قسم! اس سب کے باوجود میرا خیال یہ ہے کہ جس گاؤں سے روزانہ دو بکریاں اور دو بوریاں لی جائیں گی، وہ جلد اجڑ جائے گا۔ [1]

کیا تم نے ہر مسلمان کو ایسا ٹوکرا دے دیا ہے؟:

حضرت عتبہ بن فرقدؓ کہتے ہیں کہ: میں کھجور اور گھی کے حلوے کے ٹوکرے لے کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں آیا۔ انہوں نے پوچھا، یہ کیا ہے؟ میں نے کہا، یہ کچھ کھانے کی چیز ہے جسے میں اس وجہ سے آپؓ کی خدمت میں لایا ہوں کہ آپؓ دن کے شروع میں لوگوں کی ضرورتوں میں لگے رہتے ہیں تو میرا دل چاہا کہ جب آپؓ اس سے فارغ ہو کر گھر جایا کریں تو اس میں سے کچھ کھا لیا کریں۔ اس سے ان شاء اللہ آپؓ کو طاقت حاصل ہو جایا کرے گی۔ اس پر حضرت عمرؓ نے ایک ٹوکرے کو کھول کر دیکھا اور فرمایا، اے عتبہ! میں تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم نے ہر مسلمان کو ایسا ایک ٹوکرا حلوے کا دے دیا ہے؟ میں نے کہا، اے امیر المومنین! میں اگر قبیلہ قیس کا سارا مال بھی خرچ کر دوں تو بھی یہ نہیں ہو سکتا کہ ہر مسلمان کو حلوے کا ایک ٹوکرا دے دوں۔ حضرت عمرؓ نے کہا، پھر تو مجھے تمہارے اس حلوے کی ضرورت نہیں۔ پھر انہوں نے ایک بڑا پیالہ منگوایا جس میں سخت روٹی اور سخت گوشت کے ٹکڑوں سے بنا ہوا ثرید تھا، ہم دونوں اس میں سے کھانے لگے۔ حضرت عمرؓ میرے ساتھ اسے بڑی رغبت سے کھا رہے تھے۔ میں کوہان کی چربی سمجھ کر ایک سفید ٹکڑے کی طرف ہاتھ بڑھاتا تو اسے اٹھانے کے بعد پتہ چلتا کہ یہ تو پٹھے کا ٹکڑا ہے اور میں گوشت کے ٹکڑے کو چباتا رہتا لیکن وہ اتنا سخت ہوتا کہ میں اسے نگل نہ سکتا۔ آخر جب حضرت عمرؓ کی

---

[1] (منتخب کنز العمال ۴/۴۰۲، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۳۷۲)

Marfat.com

توجہ ادھر ادھر ہو جاتی تو میں گوشت کے اس ٹکڑے کو منہ سے نکال کر پیالے اور دستر خوان کے درمیان چھپا دیتا۔ پھر حضرت عمرؓ نے نبیذ (کھجور یا کشمش کا شربت) ایک بڑے پیالے میں منگایا جو سرکہ بننے والا تھا اور خوش ذائقہ نہیں تھا۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا پی لو۔ میں اسے لے کر پینے لگا لیکن حلق سے نیچے بڑی مشکل سے اتارا۔ پھر انہوں نے وہ پیالہ مجھ سے لیا اور اسے پی گئے۔ پھر فرمایا اے عتبہ! سنو ہم روزانہ ایک اونٹ ذبح کرتے ہیں اور اس کی چربی اور عمدہ گوشت باہر سے آنے والے مسلمانوں کو کھلا دیتے ہیں۔ اس کی گردن آل عمرؓ کو ملتی ہے، وہ یہ سخت گوشت کھاتے ہیں اور یہ باسی نبیذ اس لئے پیتے ہیں تا کہ یہ نبیذ پیٹ میں جا کر اس گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہضم کر دے اور یہ سخت گوشت ہمیں تکلیف نہ دے سکے۔ ۱

شہد تو مزے لینے کی چیز ہے:

حضرت حسنؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ ایک آدمی کے گھر تشریف لے گئے۔ آپؓ کو پیاس لگی ہوئی تھی۔ آپؓ نے اس آدمی سے پانی مانگا، وہ شہد لے آیا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا، یہ کیا ہے؟ اس نے کہا، شہد ہے۔ انہوں نے فرمایا، اللہ کی قسم! شہد پینا انسان کی بنیادی ضرورتوں میں سے نہیں ہے بلکہ یہ تو مزے لینے کی چیز ہے اس لئے شہد ان چیزوں میں سے نہیں ہوگا جن کا مجھ سے قیامت کے دن حساب لیا جائے گا۔ ۲

شہد ملا پانی پینے سے انکار:

حضرت زید بن اسلمؒ کہتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے پینے کا پانی مانگا۔ ایک صاحب پانی میں شہد ملا کر لے آئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا، یہ ہے تو بڑا مزیدار لیکن میں سن رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ایک قوم کی یہ برائی بتا رہے ہیں کہ وہ اپنی خواہشات کو پورا کرنے میں لگ گئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں:

﴿اذھبتم طیّباتکم فی حیاتکم الدُّنیا واستمتعتم بھا﴾

---

۱ (منتخب کنز العمال ۴/۴۰۴، حیاۃ الصحابہ ۲/۳۷۳)

۲ (طبقات ابن سعد ۳/۲۳۰، منتخب کنز العمال ۴/۴۰۴، حیاۃ الصحابہ ۲/۳۷۴)

Marfat.com

چنانچہ مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری نیکیوں کا بدلہ ہمیں دنیا ہی میں دے دیا جائے اور اس پانی کو نہ پیا۔ ۱

پرانا پیوند لگا کرتا ہی پہن لیا:

حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن خطابؓ ایلہ شہر تشریف لے گئے اور ان کے ساتھ مہاجرین و انصار بھی تھے۔ حضرت عمرؓ مدینہ سے کافی لمبا سفر کر کے آئے تھے اس لئے مسلسل بیٹھنے کی وجہ سے ان کا کھردرے کپڑے والا کپڑا پیچھے سے پھٹ گیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے وہ کرتا پادری کو دیا اور فرمایا، اسے دھو بھی دو اور اس میں پیوند بھی لگا دو۔ وہ پادری کرتہ لے گیا اور اسے دھو کر اس میں پیوند بھی لگا دیا اور اس جیسا ایک اور کرتہ سی کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں لے آیا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا، یہ کیا ہے؟ اس پادری نے کہا، یہ آپؓ کا کرتہ ہے جسے میں نے دھو کر پیوند لگا دیا ہے اور یہ دوسرا کرتہ میری طرف سے آپؓ کی خدمت میں ہدیہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس نئے کرتے کو دیکھا اور اس پر ہاتھ پھیرا، وہ نرم اور باریک تھا۔ پھر اپنا کرتہ پہن لیا اور اس کا واپس کر دیا اور فرمایا، یہ پرانا کرتہ اس سے زیادہ پسینہ جذب کرتا ہے کیونکہ یہ موٹا ہے۔ ۲

چمڑے کے پیوند:

حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ زمانہ خلافت میں ایسا اُونی جبہ پہنتے تھے جس میں چمڑے کے پیوند بھی لگے ہوتے تھے اور کندھے پر کوڑا رکھ کر لوگوں کو ادب اور سلیقہ سکھانے کے لئے بازاروں میں چکر لگایا کرتے تھے اور گرے پڑے ٹوٹے ہوئے دھاگے اور رسیاں اور گٹھلیاں زمین سے اٹھا کر لوگوں کے گھروں میں ڈال دیتے تاکہ لوگ انہیں اپنے کام میں لے آئیں۔ ۳

---

۱ (الترغیب ۵/ ۱۶۸)   ۲ (ابن جریر الطبری ۴/ ۲۰۳، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۳۷۵)

۳ (حیاۃ الصحابہ ۲/ ۳۷۵)

Marfat.com

بارہ پیوند:

حضرت حسنؒ کہتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ اپنے زمانہ خلافت میں لوگوں میں بیان کر رہے تھے اور انہوں نے ایک لنگی باندھ رکھی تھی جس میں بارہ پیوند تھے۔ [1]

تین پیوند:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ: میں نے ایک مرتبہ زمانہ خلافت میں حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے دونوں کندھوں کے درمیان اوپر نیچے تین پیوند لگا رکھے تھے۔ [2]

روزانہ دو درہم خرچ:

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے گزارہ کے قابل خوراک لیا کرتے تھے۔ گرمیوں میں ایک جوڑا پہنتے۔ بعض دفعہ ان کی لنگی پھٹ جاتی تو اسے پیوند لگا لیتے لیکن نیا جوڑا لینے کے وقت آنے سے پہلے اس کی جگہ بیت المال سے اور لنگی نہ لیتے، اسی سے کام چلاتے رہتے اور جس سال مال زیادہ آتا، اس سال ان کا جوڑا پچھلے سال سے اور گھٹیا ہو جاتا۔ حضرت حفصہؓ نے ان سے اس بارے میں بات کی تو فرمایا، میں مسلمانوں کے مال میں سے پہننے کے جوڑے لیتا ہوں اور یہ میری ضرورت کے لئے کافی ہیں۔

حضرت محمد بن ابراہیمؒ کہتے ہیں، حضرت عمرؓ روزانہ بیت المال سے اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے دو درہم خرچہ لیا کرتے تھے۔ [3]

آپؓ نے کیوں نہیں بنالئے:

حضرت عروہؒ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کے ہاں گئے تو وہ کاوے کی چادر پر لیٹے ہوئے تھے اور گھوڑے کو دانہ کھلانے والے تھیلے کو تکیہ بنایا ہوا تھا۔ ان سے حضرت عمرؓ نے فرمایا، آپؓ کے ساتھیوں نے جو مکان اور سامان بنا

---

[1] (منتخب کنز العمال ۴/۴۰۵، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۳۷۵) [2] (الترغیب ۳/۳۹۶، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۳۷۶)

[3] (منتخب کنز العمال ۴/۴۱۱، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۳۷۶)

Marfat.com

لئے، وہ آپؓ نے کیوں نہیں بنا لئے؟ انہوں نے کہا، اے امیر المومنین! قبر تک پہنچنے کے لئے یہ سامان بھی کافی ہے۔

حضرت معمر کی روایت میں یہ ہے کہ جب حضرت عمرؓ ملک شام تشریف لے گئے تو لوگوں نے اور وہاں کے سرداروں نے حضرت عمرؓ کا استقبال کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، میرا بھائی کہاں ہے؟ لوگوں نے پوچھا، وہ کون ہے؟ انہوں نے فرمایا، حضرت ابوعبیدہؓ۔ لوگوں نے کہا، وہ ابھی آپؓ کے پاس آ جائیں گے۔ چنانچہ جب حضرت ابوعبیدہؓ آئے تو سواری سے نیچے اتر کر حضرت عمرؓ نے انہیں گلے لگایا۔ پھر ان کے گھر تشریف لے گئے اور انہیں گھر میں صرف یہ چیزیں نظر آئیں۔ ایک تلوار، ایک ڈھال اور ایک کجاوہ۔ [1]

اہل بدر کے لئے قیمتی جوڑے:

حضرت ابوایوبؓ کے غلام حضرت افلحؒ بیان کرتے ہیں کہ: حضرت عمر حکم دے کر اہل بدر کے لئے خاص طور سے بڑے عمدہ جوڑوں کا کپڑا تیار کرواتے تھے، پھر اس سے جوڑے بنا کر اہل بدر کو بھیجا کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت معاذ بن عفراء کو ان میں سے ایک جوڑا بھیجا۔ حضرت معاذؓ نے مجھ سے فرمایا، اے افلح! یہ جوڑا بیچ دو۔ میں نے وہ جوڑا ڈیڑھ ہزار درہم میں بیچا تو انہوں نے فرمایا، جاؤ اس ڈیڑھ ہزار درہم کے میرے لئے غلام خرید لاؤ۔ میں پانچ غلام خرید لایا۔ انہیں دیکھ کر فرمایا، جو آدمی ڈیڑھ ہزار درہم کے پانچ غلام خرید کر انہیں آزاد کر سکتا ہے، وہ اس رقم کے دو چھلکے (لنگی اور چادر کے) پہن لے، واقعی وہ بہت بے وقوف ہے۔ اے غلامو! جاؤ تم سب آزاد ہو۔

حضرت عمرؓ کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عمرؓ حضرت معاذؓ کے پاس جو جوڑے بھیجتے ہیں، حضرت معاذؓ انہیں پہنتے نہیں ہیں تو حضرت عمرؓ نے ان کے لئے سو درہم کا ایک موٹا جوڑا بنوا کر ان کے پاس بھیج دیا۔ جب قاصد وہ جوڑا لے کر ان کے پاس آیا تو حضرت معاذؓ نے فرمایا، میرا خیال یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ جوڑا دے کر تمہیں میرے پاس نہیں بھیجا۔ اس

---

[1] (حلیۃ الاولیاء ۱/۱۰۱، صفۃ الصفوۃ ۱/۱۴۳، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۳۷۹)

قاصد نے کہا، نہیں آپؓ کے پاس ہی بھیجا ہے۔ انہوں نے وہ جوڑا لیا اور لے کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں آئے اور کہا، اے امیر المومنین! کیا آپؓ نے یہ جوڑا میرے پاس بھیجا ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا، ہاں میں نے بھیجا ہے۔ ہم پہلے تمہارے پاس ان قیمتی جوڑوں میں سے بھجوایا کرتے تھے جو تمہارے اور تمہارے بدری بھائیوں کے لئے بھجوایا کرتے تھے لیکن مجھے پتہ چلا کہ تم اسے پہنتے نہیں ہو، اس لئے اس دفعہ میں نے تمہارے پاس یہ معمولی جوڑا بھیج دیا۔ انہوں نے کہا، اے امیر المومنین! میں اگرچہ وہ جوڑا پہنتا نہیں لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ آپؓ کے پاس جو بہترین چیز ہے، مجھے اس میں سے ملے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان کو حسب سابق وہی عمدہ جوڑا دے دیا۔ [1]

ایک درہم کا گوشت خریدا ہے:

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک درہم کا گوشت خرید کر جا رہا تھا۔ راستہ میں مجھے حضرت عمر بن خطابؓ ملے۔ انہوں نے پوچھا، اے جابرؓ! یہ کیا ہے؟ میں نے کہا، میرے گھر والوں کا گوشت کھانے کو بہت دل چاہ رہا تھا، اس لئے میں نے ان کے لئے ایک درہم کا گوشت خریدا ہے۔ حضرت عمرؓ میرا یہ جملہ بار بار دہراتے رہے، میرے گھر والوں کا گوشت کھانے کو بہت دل چاہ رہا تھا۔ اتنی دفعہ دہرایا کہ مجھے یہ تمنا ہونے لگی کہ کاش یہ درہم میرے پاس سے کہیں گر جاتا اور حضرت عمرؓ سے میری ملاقات نہ ہوتی۔

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں، حضرت عمرؓ نے حضرت جابر بن عبداللہؓ کے ہاتھ میں ایک درہم دیکھا تو ان سے پوچھا، یہ درہم کیا ہے؟ حضرت جابرؓ نے کہا، میں اس کا اپنے گھر والوں کے لئے گوشت خریدنا چاہتا ہوں، ان کا گوشت کو بہت دل چاہ رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، کیا جس چیز کو تم لوگوں کا دل چاہے گا، اسے تم ضرور خرید لو گے...... اَذھبتم طیّباتکم...... والی آیت تم لوگوں سے کہاں چلی گئی؟ [2]

---

[1] (صفۃ الصفوۃ ۱/۱۸۸، حیاۃ الصحابہ ج۲/۳۸۸)

[2] (منتخب کنز العمال ۶/۴۰۶، حیاۃ الصحابہ ج۲/۳۹۴)

یہ گوشت کیسا ہے؟:

حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اپنے بیٹے حضرت عبداللہؓ کے ہاں گئے۔ اس وقت حضرت عبداللہ کے سامنے گوشت رکھا ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا، یہ گوشت کیسا ہے؟ حضرت عبداللہ نے کہا، میرا گوشت کھانے کو دل چاہ رہا تھا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا، تمہارا جس چیز کو دل چاہے گا، کیا تم اسے ضرور کھاؤ گے؟ آدمی کے فضول خرچ ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ اس کا جس چیز کو دل چاہے، وہ اسے ضرور کھائے۔ [1]

مجھے خبر کر دینا:

حضرت سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت یزید بن ابی سفیانؓ مختلف قسم کے کھانے کھاتے ہیں تو حضرت عمرؓ نے اپنے غلام یرفا سے فرمایا، جب تمہیں پتہ چل جائے کہ ان کا رات کا کھانا تیار ہو گیا ہے تو مجھے خبر کر دینا۔ چنانچہ جب حضرت یزید کا رات کا کھانا تیار ہو گیا تو حضرت یرفا نے حضرت عمرؓ کو خبر کی۔ حضرت عمرؓ تشریف لے گئے اور حضرت یزید کے ہاں پہنچ کر انہیں سلام کیا اور ان سے اندر آنے کی اجازت مانگی، انہوں نے اجازت دے دی۔ حضرت عمرؓ اندر تشریف لے گئے تو حضرت یزید کا رات کا کھانا لایا گیا اور وہ ثرید اور گوشت لے کر آئے۔ حضرت عمرؓ نے ان کے ساتھ کھانا کھایا، پھر بھنا ہوا گوشت دستر خوان پر لایا گیا۔ حضرت یزید نے تو اس گوشت کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن حضرت عمرؓ نے اپنا ہاتھ روک لیا اور فرمایا، اے یزید بن ابی سفیان! ہائے اللہ! کیا ایک کھانے کے بعد دوسرا کھانا؟ اس کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر تم حضورؐ اور ان کے صحابہؓ کے طریقہ زندگی سے ہٹ جاؤ گے تو تمہیں بھی ان کے راستہ سے ہٹا دیا جائے گا جو کہ جنت کے اعلیٰ درجات کو جاتا ہے۔ [2]

---

[1] (منتخب کنز العمال ۴/۴۰۱، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۳۹۴)

[2] (منتخب کنز العمال ۴/۴۰۱، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۳۹۴)

Marfat.com

دنیا کی حقیقت:

حضرت حسنؒ کہتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضرت عمرؓ ایک کوڑی کے پاس سے گزرے تو اس کے پاس رک گئے۔ جب آپؓ نے محسوس کیا کہ آپؓ کے ساتھیوں کو اس کی گندگی سے ناگواری ہو رہی ہے تو فرمایا، یہ ہے تمہاری وہ دنیا جس کا تم لالچ کرتے ہو یا فرمایا جس پر تم بھروسہ کرتے ہو۔ [1]

تم دنیا کے لئے نمونہ ہو:

حضرت سلمہ بن کلثومؒ کہتے ہیں کہ: حضرت ابوالدرداءؓ نے دمشق میں ایک اونچی عمارت بنائی۔ حضرت عمر بن خطابؓ کو مدینہ منورہ میں اس کی اطلاع ملی تو حضرت ابوالدرداءؓ کو یہ خط لکھا۔ اے عویمر بن امّ عویمر! کیا تمہیں روم و فارس کی عمارتیں کافی نہیں ہیں کہ تم اور نئی عمارتیں بنانے لگ گئے ہو؟ اور اے حضرت محمدؐ کے صحابہؓ! ہر کام سوچ سمجھ کر کیا کرو کیونکہ تم دوسروں کے لئے نمونہ ہو۔ لوگ تمہیں جیسا کرتے ہوئے دیکھیں گے، ویسا ہی کرنے لگ جائیں گے۔

حضرت راشد بن سعدؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کو خبر ملی کہ حضرت ابوالدرداءؓ نے حمص میں دروازے پر ایک چھجہ بنایا ہے تو حضرت عمرؓ نے انہیں یہ خط لکھا، اے عویمر! روم والوں نے جو تعمیرات کی ہیں، کیا وہ دنیا کی زیب و زینت کے لئے تمہیں کافی نہیں تھیں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو دنیا کو اجاڑنے یعنی سادگی کا حکم دے رکھا ہے۔ [2]

بالاخانے کو گرادو:

حضرت یزید بن ابی حبیبؒ کہتے ہیں کہ مصر میں سب سے پہلے حضرت خارجہ بن حذافہؓ نے بالاخانہ بنایا تھا۔ حضرت عمر بن خطابؓ کو جب اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو یہ خط لکھا:

"سلام ہو۔ اما بعد! مجھے یہ خبر ملی ہے کہ حضرت خارجہ بن حذافہ نے بالاخانہ بنایا ہے۔ حضرت خارجہ اپنے پڑوسیوں کے پردے کی

---

[1] (حلیۃ الاولیاء ۱/ ۴۸، حیاۃ الصحابہؓ ۲/ ۳۹۵) [2] (کنز العمال ۸/ ۶۲، حیاۃ الصحابہؓ ۲/ ۳۵۹)

Marfat.com

چیزوں پر جھانکنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا جوں ہی تمہیں میرا یہ خط ملے اس بالا خانے کو گرادو۔ فقط والسلام۔'' ۱

تمہارا سب سے برا دن:

حضرت عبداللہ رومیؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت امّ طلقؓ کے گھر ان کی خدمت میں گیا تو میں نے دیکھا کہ ان کے گھر کی چھت نیچی ہے۔ میں نے کہا، اے امّ طلقؓ! آپؓ کے گھر کی چھت بہت ہی نیچی ہے۔ انہوں نے کہا، اے میرے بیٹے! حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنے گورنروں کو یہ خط لکھا کہ تم اپنی عمارتیں اونچی نہ بناؤ کیونکہ تمہارا سب سے برا دن وہ ہوگا جس دن تم لوگ اونچی عمارتیں بناؤ گے۔ ۲

ایسا گھر بناؤ جس سے دھوپ اور بارش سے بچ جاؤ:

حضرت سفیان بن عینیہؒ کہتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کوفہ کے گورنر تھے۔ انہوں نے خط لکھ کر حضرت عمر بن خطابؓ سے رہنے کے لئے گھر بنانے کی اجازت مانگی۔ حضرت عمرؓ نے انہیں جواب میں لکھا کہ ایسا گھر بناؤ جس سے تمہاری دھوپ اور بارش سے بچنے کی ضرورت پوری ہو جائے کیونکہ دنیا تو گزارہ کرنے کی جگہ ہے۔ ۳

فرعون جیسے لوگ:

حضرت سفیانؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ کو خبر ملی کہ ایک آدمی نے پکی اینٹوں سے مکان بنایا ہے تو فرمایا، میرا خیال نہیں تھا کہ اس اُمت میں بھی فرعون جیسے لوگ ہوں گے۔ راوی کہتے ہیں، حضرت عمرؓ فرعون کے اس جملہ کی طرف اشارہ فرما رہے تھے:

﴿فاوقدلی یا ھامان علی الطِّین فاجعل لِّی صرحاً﴾

''تو اے ہامان! تم ہمارے لئے مٹی (کی اینٹیں بنوا کر ان) کو آگ

---

۱ (کنز العمال ۸/۶۳، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۳۹۶) ۲ (کنز العمال ۸/۶۳، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۳۹۶)

۳ (کنز العمال ۴/۴۰۶، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۳۹۶)

میں (پزادہ لگا کر) پکواؤ۔ پھر (ان پختہ اینٹوں سے) میرے واسطے
ایک بلند عمارت بنواؤ۔'' (سورۃ قصص ۳۸) ۱

میں نے تمہارے باپ کو قتل نہیں کیا:

حضرت ابو عبیدہ اور غزوات کے خوب جاننے والے دیگر حضرات بیان کرتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ بن خطاب حضرت سعید بن عاصؓ کے پاس سے گزرے تو ان سے حضرت عمرؓ نے کہا، میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے دل میں کچھ ہے۔ میرے خیال میں تم یہ سمجھتے ہو کہ میں نے تمہارے باپ (عاص) کو قتل کیا ہے۔ اگر میں نے اسے قتل کیا ہوتا تو میں اس پر تمہارے سامنے کوئی معذرت پیش نہ کرتا۔ میں نے تو اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو قتل کیا تھا۔ میں تمہارے والد کے پاس سے گزرا تھا، وہ زخمی ہو کر زمین پر پڑا ہوا تھا اور زمین پر ایسے سر مار رہا تھا جیسے غصہ میں آ کر بیل زمین پر سینگ مارتا ہے۔ بہر حال میں اس سے کترا کر آگے چلا گیا اور اسے اس کے چچا زاد بھائی حضرت علیؓ نے قتل کیا ہے۔ ۲

آلِ رسولﷺ کی محبت:

حضرت اسلمؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ حضورﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا، اے فاطمہؓ! اللہ کی قسم! میں نے ایسا کوئی نہیں دیکھا جس سے حضورﷺ کو آپ سے زیادہ محبت ہو۔ اللہ کی قسم! آپؓ کے والد کے بعد آپؓ سے زیادہ مجھے کسی سے محبت نہیں ہے۔ ۳

یہ پرنالہ وہاں ہی لگائیں جہاں حضورﷺ نے لگایا تھا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت عباسؓ کے گھر کا پرنالہ حضرت عمرؓ کے راستہ پر گرتا تھا۔ ایک دفعہ جمعہ کے دن حضرت عمرؓ نے نئے کپڑے پہنے۔ اس دن حضرت عباسؓ کے لئے دو چوزے ذبح کئے گئے تھے۔ جب حضرت عمرؓ پرنالے کے پاس

---

۱ (حلیۃ الاولیاء ۷/۳۰۴، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۳۹۷)

۲ (البدایہ ۳/۲۹۰، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۴۰۴) ۳ (کنز العمال ۷/۱۱۱، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۴۱۸)

Marfat.com

پہنچے تو ان چوزوں کا خون اس پرنالے سے پھینکا گیا جو حضرت عمرؓ پر گرا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اس پرنالے کو اکھیڑ دیا جائے اور گھر واپس جا کر وہ کپڑے اتار دیئے اور دوسرے پہنے، پھر مسجد میں آ کر لوگوں کو نماز پڑھائی۔ اس کے بعد حضرت عباسؓ حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا، اللہ کی قسم! یہی وہ جگہ ہے جہاں حضورؐ نے یہ پرنالہ لگایا تھا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ سے کہا، میں آپؓ کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپؓ میری کمر پر چڑھ کر یہ پرنالہ وہاں ہی لگائیں جہاں حضورؐ نے لگایا تھا چنانچہ حضرت عباسؓ نے ایسا ہی کیا۔[1]

حضرت عمرؓ بیٹھ کر رونے لگ گئے:

حضرت زید بن اسلمؒ کہتے ہیں کہ: ایک رات حضرت عمر بن خطابؓ دیکھ بھال کرنے نکلے تو انہوں نے ایک گھر میں چراغ جلتے ہوئے دیکھا۔ وہ اس گھر کے قریب گئے تو دیکھا کہ ایک بڑھیا کاتنے کے لئے اپنا اُون تیر سے دھن رہی ہے اور حضور علیہ السلام کو یاد کر کے یہ اشعار پڑھ رہی ہے جن کا ترجمہ یہ ہے:

''حضرت محمدؐ پر نیک لوگوں کا درود ہو (یا رسول اللہؐ!) آپؐ پر چنے ہوئے بہترین لوگ درود بھیجیں۔

آپؐ راتوں کو خوب عبادت کرنے والے اور صبح سحری کے وقت (اللہ کے سامنے) بہت زیادہ رونے والے تھے۔ موت کے آنے کے بہت سے راستے ہیں۔

اور کاش میں جان لیتی کہ کیا میں اور میرے حبیب حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کسی گھر میں کبھی اکٹھے ہو سکیں گے۔''

یہ محبت بھرے اشعار سن کر حضرت عمرؓ بیٹھ کر رونے لگے اور بڑی دیر تک روتے رہے۔ آخر انہوں نے اس عورت کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس بڑھیا نے کہا، کون ہے؟ انہوں نے کہا، عمر بن خطابؓ۔ اس بڑھیا نے کہا، مجھے عمرؓ سے کیا واسطہ اور عمرؓ اس وقت یہاں کس وجہ

---

[1] (طبقات ابن سعد ۴/۱۲، کنز العمال ۷/۶۶، حیاۃ الصحابہ ۲/۴۲۴)

Marfat.com

سے آئے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے کہا، اللہ تم پر رحم فرمائے، تم دروازہ کھولو تمہارے لئے کوئی ایسی خطرے کی بات نہیں ہے۔ چنانچہ اس بڑھیا نے دروازہ کھولا۔ حضرت عمرؓ اندر گئے اور فرمایا، ابھی تم جو اشعار پڑھ رہی تھیں، ذرا مجھے دوبارہ سنانا۔ چنانچہ اس نے وہ اشعار دوبارہ حضرت عمرؓ کے سامنے پڑھے۔ جب وہ آخری شعر پر پہنچی تو حضرت عمرؓ نے اس سے کہا، تم نے آخری شعر میں اپنا اور حضورؐ کا تذکرہ کیا ہے، کسی طرح تم مجھے بھی اپنے دونوں کے ساتھ شامل کرلو۔ اس نے یہ شعر پڑھا:

وعمر فاغفر لہٗ یا غفار

''یعنی اے غفار! عمرؓ کی بھی مغفرت فرما۔''

اس پر حضرت عمرؓ خوش ہو گئے اور واپس آ گئے۔ [1]

اے خالد! یہ کیا پہن رکھا ہے؟:

ابن عساکر اور ابن سیرین رحمتہ اللہ علیہما بیان کرتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضرت خالد بن ولیدؓ حضرت عمرؓ کے پاس گئے۔ حضرت خالدؓ نے ریشم کا کرتا پہنا ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا، اے خالدؓ! یہ کیا پہن رکھا ہے؟ حضرت خالدؓ نے کہا، اے امیر المومنین! اس میں کیا حرج ہے؟ کیا ابن عوفؓ ریشم نہیں پہنتے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا، کیا تم ابن عوفؓ کی طرح جوؤں کی کثرت میں مبتلا ہو اور تمہیں بھی وہ فضائل حاصل ہیں جو ابن عوفؓ کو حاصل ہیں۔ اس وقت اس گھر میں جتنے آدمی ہیں، میں ان سب کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ جس کے سامنے اس کرتے کا جونسا بھی حصہ ہے، وہ اسے پکڑ کر پھاڑ ڈالے۔ چنانچہ سب نے اس کرتے کو اس طرح پھاڑ ڈالا کہ حضرت خالدؓ کے جسم پر اس کا ایک ٹکڑا بھی نہ بچا۔ [2]

لو اپنا کپڑا لے لو:

حضرت عبدہ بن لبابہؒ کہتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ: ایک مرتبہ حضرت

---

[1] (منتخب کنز العمال ۴/ ۳۸۱، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۴۴۷)

[2] (منتخب کنز العمال ۴/ ۳۸۱، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۴۴۷)

عمر بن خطابؓ مسجد نبویؐ میں سے گزر رہے تھے۔ مسجد میں ایک صاحب کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے جنہوں نے سبز رنگ کی ایک چادر پہن رکھی تھی جس کی گھنڈیاں ریشم کی تھیں۔ آپؓ اس کے پہلو میں کھڑے ہو گئے اور اس سے فرمایا، ارے میاں! جتنی چاہو لمبی نماز پڑھ لو، جب تک تمہاری نماز ختم نہیں ہو جائے گی، میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ جب اس آدمی نے یہ دیکھا تو نماز سے فارغ ہو کر حضرت عمرؓ کے پاس آیا تو حضرت عمرؓ نے اس سے فرمایا، ذرا اپنا یہ کپڑا مجھے دکھائیو اور پھر وہ کپڑا پکڑ کر اس کی ریشم والی تمام گھنڈیاں کاٹ دیں۔ پھر فرمایا، لو اپنا کپڑا لے لو۔ [1]

حد جاری کرنے کی وجہ سے حضرت قدامہ کی ناراضگی:

حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہؓ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت قدامہ بن مظعونؓ کو بحرین کا گورنر بنایا۔ یہ حضرت عمرؓ کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ اور ان کے بیٹے حضرت عبداللہؓ کے ماموں تھے۔ بحرین سے قبیلہ عبدالقیس کے سردار حضرت جارودؓ حضرت عمرؓ کی خدمت میں آئے اور کہا، اے امیر المومنین! حضرت قدامہ نے کچھ پی لیا جس سے انہیں نشہ ہو گیا۔ میں نے ایسا کام دیکھا ہے جس پر اللہ کی حد لازمی آتی ہے، اسے آپؓ تک پہنچانا میں اپنے ذمہ سمجھتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، تمہارے ساتھ اور کون گواہ ہے؟ انہوں نے کہا، حضرت ابو ہریرۃؓ۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو ہریرۃؓ کو بلایا اور ان سے فرمایا، تم کیا گواہی دیتے ہو؟ انہوں نے کہا، میں نے ان کو پیتے ہوئے تو نہیں دیکھا البتہ نشہ میں دیکھا کہ قے کر رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، آپؓ نے گواہی دینے میں بہت باریکی سے کام لیا ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے خط لکھ کر حضرت قدامہؓ کو بحرین سے مدینہ بلایا۔ چنانچہ وہ مدینہ آ گئے تو حضرت جارودؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا، ان پر کتاب اللہ کا حکم جاری کریں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، آپؓ مدعی ہیں یا گواہ؟ حضرت جارودؓ نے کہا، گواہ ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، تو آپؓ گواہی دے چکے ہیں،، اس لئے سزا دینے کا مطالبہ آپؓ

---

[1] (کنز العمال ۸/ ۵۷، حیاۃ الصحابہؓ ۲/ ۴۶۲)

نہیں کر سکتے ہیں۔ اس پر حضرت جارودؓ خاموش ہو گئے لیکن اگلے دن صبح کو حضرت عمرؓ کے پاس آ کر پھر ان سے کہا، ان پر اللہ کی حد جاری کریں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، آپؓ بار بار سزا کا تقاضا کر رہے ہیں، میرے خیال میں آپؓ خود مدعی ہیں گواہ نہیں ہیں اور آپؓ کے ساتھ صرف ایک ہی گواہ ہے یعنی حضرت ابو ہریرۃؓ اور ایک گواہ سے آپؓ کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا۔ حضرت جارودؓ نے کہا، میں آپؓ کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ ان پر حد قائم کریں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، آپؓ اپنی زبان روک کر رکھیں، نہیں تو مار مار کر آپؓ کا برا حال کر دوں گا۔ حضرت جارودؓ نے کہا، اے عمرؓ! یہ تو ٹھیک نہیں ہے کہ شراب تو آپؓ کا چچازاد بھائی پیئے اور آپؓ سزا مجھے دیں۔ اس پر حضرت ابو ہریرۃؓ نے کہا، اے امیر المومنین! اگر آپؓ کو ہماری گواہی میں شک ہے تو آپؓ حضرت قدامہؓ کی بیوی حضرت بنت الولیدؓ کے پاس آدمی بھیج کر ان سے پوچھ لیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے حضرت ہند بنت الولیدؓ کے پاس آدمی بھیجا اور قسم دے کر انہیں کہا کہ وہ ٹھیک ٹھیک بتائیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے خاوند کے خلاف گواہی دی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت قدامہؓ سے کہا، اب تو میں آپ پر حد ضرور جاری کروں گا۔ حضرت قدامہ نے کہا، اگر میں نے پی بھی ہے تو بھی آپؓ مجھ پر حد جاری نہیں کر سکتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، کیوں؟ حضرت قدامہ نے کہا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ليس على الّذين آمنوا وعملوا الصّالحات جناح فيما طعموا﴾
(سورۃ مائدہ ۹۳)

"ایسے لوگوں پر جو ایمان رکھتے ہو اور نیک کام کرتے ہوں اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جس کو وہ کھاتے پیتے ہوں جب کہ وہ لوگ پرہیز رکھتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں پھر پرہیز کرنے لگتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں پھر پرہیز کرنے لگتے ہوں اور خوب نیک عمل کرتے ہوں اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکو کاروں سے

Marfat.com

محبت رکھتے ہیں۔''

حضرت عمرؓ نے فرمایا، آپؓ اس آیت کا مطلب غلط سمجھے ہیں۔ اس آیت کا مطلب تو یہ ہے کہ شراب حرام ہونے سے پہلے مسلمانوں نے جو شراب پی ہے، اس میں گناہ نہیں ہے کیونکہ اس زمانہ میں شراب حلال تھی لیکن اب تو شراب حرام ہو چکی ہے اس لئے اگر آپؓ اللہ سے ڈرتے تو اس کی حرام کردہ چیز یعنی شراب سے بچتے۔ پھر حضرت عمرؓ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا، قدامہ کو کوڑے لگانے کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ لوگوں نے کہا، ہماری رائے یہ ہے کہ جب تک یہ بیمار ہیں انہیں کوڑے نہ لگائے جائیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے چند دن سکوت فرمایا۔ پھر ایک دن حضرت عمرؓ نے ان کو کوڑے لگانے کا پختہ ارادہ کر لیا تو پھر لوگوں سے پوچھا کہ اب قدامہؓ کو کوڑے لگانے کے بارے میں آپ لوگوں کا کیا خیال ہے؟ لوگوں نے کہا، ہماری رائے اب بھی یہی ہے کہ جب تک یہ بیمار ہیں، انہیں کوڑے نہ لگائے جائیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، ان کوڑوں کے لگنے سے اگر یہ مر جائیں تو یہ مجھے اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ مجھے اس حال میں موت آئے کہ یہ حد میری گردن میں پڑی ہو، میرے پاس پورا اور مضبوط کوڑا لاؤ۔ چنانچہ کوڑا لایا گیا اور حضرت عمرؓ کے فرمان کے مطابق حضرت قدامہ کو کوڑے مارے گئے۔ اس پر حضرت قدامہؓ حضرت عمرؓ سے ناراض ہو گئے اور ان سے بات چیت چھوڑ دی۔ پھر حضرت عمرؓ حج کو گئے اور حضرت قدامہ بھی اس حج میں تھے اور وہ حضرت عمرؓ سے ناراض ہی تھے۔ یہ دونوں حضرات جب حج سے واپس ہوئے اور حضرت عمرؓ سقیا منزل پر اترے تو وہاں انہوں نے آرام فرمایا۔ جب نیند سے اٹھے تو فرمایا، قدامہ کو جلدی سے میرے پاس لاؤ۔ اللہ کی قسم! میں نے خواب میں ایک آدمی کو دیکھا جو مجھ سے کہہ رہا ہے، قدامہؓ سے صلح کر لو کیونکہ وہ آپ کے بھائی ہیں۔ اس لئے انہیں جلدی سے میرے پاس لاؤ۔ جب لوگ انہیں بلانے گئے تو انہوں نے آنے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا، وہ جیسے بھی آتے ہیں انہیں لے کر آؤ۔ چنانچہ وہ آئے تو حضرت عمرؓ نے ان سے گفتگو فرمائی، انہیں راضی کیا اور ان کے لئے استغفار کیا۔ [1]

---

[1] (الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ ج۳/۲۲۹، حیاۃ الصحابہ ج۲/۴۶۴)

Marfat.com

آپؓ سارا قرآن پاک ایک جگہ لکھوا کر محفوظ کر لیں:

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ: جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب مارا گیا اور اس کا فتنہ اور اس کا لشکر ختم ہو گیا لیکن اس جنگ میں صحابہ کرامؓ بڑی تعداد میں شہید ہو گئے، بالخصوص قرآن پاک کے حافظوں کی ایک بڑی جماعت شہید ہو گئی تو اس جنگ کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے مجھے بلایا۔ میں ان کی خدمت میں گیا تو وہاں ان کے پاس حضرت عمر بن خطابؓ بھی تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، یہ یعنی حضرت عمرؓ میرے پاس آئے اور یوں کہا، اس جنگ یمامہ میں قرآن کے حافظ بہت زیادہ تعداد میں شہید ہو گئے ہیں۔ (ایک روایت کے مطابق اس جنگ میں چودہ سو صحابہؓ شہید ہوئے جن میں سے سات سو صحابہؓ حافظ تھے) مجھے یہ ڈر ہو رہا ہے کہ اگر آئندہ لڑائیوں میں یوں ہی قرآن کے حافظ بڑی تعداد میں شہید ہوتے رہے تو پھر قرآن مجید کا اکثر حصہ جاتا رہے گا، اس لئے میرا خیال یہ ہے کہ آپؓ سارا قرآن ایک جگہ لکھوا کر محفوظ کر لیں۔ اس سے پہلے سارا قرآن حضورؐ کے زمانہ میں ایک جگہ لکھا ہوا نہیں تھا بلکہ متفرق صحابہؓ کے پاس تھوڑا تھوڑا کر کے لکھا ہوا تھا۔ میں نے حضرت عمرؓ سے کہا، ہم اس کام کی جرأت کیسے کریں جسے حضورؐ نے نہیں کیا ہے؟ حضرت عمرؓ نے مجھ سے کہا، یہ کام سراسر خیر ہی خیر ہے۔ حضرت عمرؓ مجھ پر اصرار کرتے رہے اور ضرورت کا اظہار کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا بھی اس کام کے لئے شرح صدر کر دیا جس کے لئے حضرت عمرؓ کا شرح صدر کیا تھا اور میری رائے بھی حضرت عمرؓ کے موافق ہو گئی۔

حضرت زیدؓ کہتے ہیں، اس وقت حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس خاموش بیٹھے ہوئے تھے، کچھ بات نہیں فرما رہے تھے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، تم جوان ہو، سمجھدار ہو، تم پر کسی قسم کی بدگمانی بھی ہمیں نہیں اور تم حضورؐ کے فرمانے پر وحی لکھا کرتے تھے، اسلئے تم ہی سارے قرآن کو ایک جگہ جمع کر دو۔ حضرت زیدؓ کہتے ہیں، اللہ کی قسم! اگر حضرت ابوبکرؓ مجھے کسی پہاڑ کے پتھر ادھر سے ادھر منتقل کرنے کا حکم دیتے تو یہ کام میرے لئے قرآن ایک جگہ جمع کرنے سے زیادہ بھاری اور مشکل نہ ہوتا۔ میں نے عرض کیا، آپ حضرات ایسا کام کس

Marfat.com

طرح کررہے ہیں جسے حضورؐ نے نہیں کیا؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، یہ کام سراسر خیر ہی خیر ہے اور حضرت ابوبکرؓ بار بار مجھے فرماتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا بھی اس بارے میں شرح صدر فرمادیا جس بارے میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا فرمایا تھا اور میری رائے بھی ان دونوں حضرات کے موافق ہوگئی۔ پھر میں نے قرآن کو تلاش کرنا شروع کیا اور کاغذوں پر، سفید پتھروں پر، چوڑی ہڈیوں پر اور کھجور کی ٹہنیوں پر جو قرآن لکھا ہوا تھا اور جو قرآن حضراتِ صحابہؓ کے سینوں میں محفوظ تھا، اس سب کو جمع کردیا یہاں تک کہ:

﴿لقد جاء کم رسول مِّن انفسکم عزیز علیه﴾

سے لے کر سورۃ برأت کے آخر تک کی آیات مجھے صرف حضرت خزیمہ بن ثابتؓ کے پاس سے لکھی ہوئی ملیں اور کسی کے پاس نہ مل سکیں۔ (یہ آیات زبانی تو بہت سے صحابہؓ کو یاد تھیں لیکن لکھی ہوئی کسی اور کے پاس نہیں تھیں۔ باقی قرآن کی ہر آیت کئی صحابہؓ کے پاس لکھی ہوئی ملی) پھر یہ صحیفے جن میں سارا قرآن ایک جگہ لکھا گیا تھا حضرت ابوبکرؓ کی زندگی میں ان کے پاس رہے۔ پھر ان کی وفات کے بعد یہ صحیفے حضرت عمرؓ کے پاس ان کی زندگی میں رہے۔ پھر ان کی وفات کے بعد حضرت حفصہ بنت عمرؓ کے پاس رہے۔ [1]

میں نے یہ دُعا کیوں پڑھی؟:

حضرت ابواُمامہ فرماتے ہیں کہ: ایک دن حضرت عمر بن خطابؓ اپنے ساتھیوں میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک کھردرا کرتا پہننے لگے۔ جوں ہی وہ کرتا ہنسلی کی ہڈی سے نیچے ہوا تو انہوں نے فوراً یہ دُعا پڑھی:

الحمدُ لِلّٰهِ الَّذی کسانی ما اُواری بہٖ عورتی و اتجمّل بہٖ فی حیاتی

پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ میں نے یہ دُعا کیوں پڑھی؟ ساتھیوں نے کہا نہیں۔ آپ بتائیں تو ہمیں پتہ چلے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، ایک دن میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپؐ کے پاس نئے کپڑے لائے گئے جنہیں

---

[1] (کنز العمال ۱/ ۲۷۹، حیاۃ الصحابہ ج ۴/ ۴۷)

Marfat.com

آپؓ نے پہنا۔ پھر یہ دُعا پڑھی:

الحمدُ لِلّٰہِ الّذی کسانی ما اُواری بہٖ عورتی واتجمّل بہٖ فی حیاتی

پھر فرمایا، اس ذات کی قسم! جس نے مجھے حق دے کر بھیجا۔ جس مسلمان بندے کو اللہ تعالیٰ نئے کپڑے پہنائیں اور وہ اپنے پرانے کپڑے کسی مسکین مسلمان بندے کو صرف اللہ کے لئے پہنا دے تو جب تک اس مسکین بندے پر ان کپڑوں کا ایک دھاگہ بھی باقی رہے گا، اس وقت تک یہ پہنانے والا اللہ کی حفاظت، پناہ اور ضمانت میں رہے گا چاہے زندہ ہو یا مر کر قبر میں پہنچ جائے۔ [1]

میں نے حضورؐ کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے:

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے نیا کرتا پہنا۔ پھر مجھ سے چھری منگوا کر فرمایا، اے میرے بیٹے! میرے کرتے کی آستین کو پھیلاؤ اور میری انگلیوں کے کنارے پر دونوں ہاتھ رکھ کر جو انگلیوں سے زائد کپڑا ہے، اسے کاٹ دو۔ چنانچہ میں نے چھری سے دونوں آستینوں کا زائد کپڑا کاٹ دیا۔ وہ چھری سے سیدھا نہ کٹ سکا اس لئے آستین کا کنارہ ناہموار اونچا نیچا ہو گیا۔ میں نے ان سے عرض کیا، اے ابا جان! اگر آپؓ اجازت دیں تو میں قینچی سے برابر کر دوں۔ انہوں نے فرمایا، اے میرے بیٹے! ایسے ہی رہنے دو۔ میں نے حضورؐ کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے۔ چنانچہ وہ کرتا حضرت عمرؓ کے بدن پر اسی طرح رہا یہاں تک کہ وہ پھٹ گیا اور میں نے کئی دفعہ دیکھا کہ اس کے دھاگے پاؤں پر گر رہے ہوتے تھے۔ [2]

اگر حضورؐ کو کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو نہ کرتا:

حضرت اسلمؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے حجر اسود کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، سن لے اللہ کی قسم! مجھے معلوم ہے کہ تو ایک پتھر ہے نہ نقصان دے سکتا ہے اور نہ نفع۔ اگر میں نے حضورؐ کو تمہارا استلام کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تمہارا استلام

---

[1] (کنز العمال ۸/۵۵، حیاۃ الصحابہ ۲/۴۷۶)   [2] (حلیۃ الاولیاء ۱/۴۵)

Marfat.com

نہ کرتا۔ (استلام یہ ہے کہ حجراسود کو آدمی چومے یا اسے ہاتھ یا لکڑی لگا کر اسے چومے) پھر حجراسود کا استلام کیا۔ اس کے بعد فرمایا، ہمیں رَمل سے کیا لینا۔ (رَمل طواف کے پہلے تین چکروں میں اکڑ کر چلنے کو کہتے ہیں) ہم نے تو رَمل مشرکوں کو اپنی قوت دکھانے کے لئے کیا تھا۔ اب اللہ نے ان کو ہلاک کر دیا لہٰذا اب بظاہر ضرورت نہیں ہے۔ پھر فرمایا، رَمل ایک ایسا کام ہے جسے حضورؐ نے کیا، اس لئے ہم اسے چھوڑنا نہیں چاہتے۔ ۱؎

ایک مسلمان کی جان ضائع ہونے سے بچانا:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے مجھ سے پوچھا، جب تم کسی شہر کا محاصرہ کرتے ہو تو کیا کرتے ہو؟ میں نے کہا، ہم شہر کی طرف کھال کی مضبوط ڈھال دے کر کسی آدمی کو بھیجتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، ذرا یہ بتاؤ اگر شہر والے اسے پتھر ماریں تو اس کا کیا بنے گا؟ میں نے کہا، وہ قتل ہو جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، ایسا نہ کیا کرو۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے، مجھے اس بات سے بالکل خوشی نہیں ہوگی کہ تم لوگ ایک مسلمان کی جان ضائع کر کے ایسا شہر فتح کر لو جس میں چار ہزار جنگجو جوان ہوں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا:

میں ایک مسلمان کو کافروں کے ہاتھ سے چھڑا لوں۔ یہ مجھے سارے جزیرۃ العرب کے مل جانے سے زیادہ محبوب ہے۔ ۲؎

مجھے اس کی زبان کاٹنے دو:

حضرت بہیؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت مقدادؓ کے درمیان ذرا بات بڑھ گئی اور حضرت عبداللہ نے حضرت مقدادؓ کو گالی دے دی۔ حضرت مقدادؓ نے حضرت عبداللہؓ کی ان کے والد حضرت عمرؓ سے شکایت لگا دی تو حضرت عمرؓ نے نذر مان لی کہ

۱؎ (بخاری، البدایہ ۱۵۳/۵) ۲؎ (کنز العمال ۳۱۲/۲، حیاۃ الصحابہ صفحہ ۵۲۲)

Marfat.com

وہ حضرت عبداللہؓ کی زبان ضرور کاٹیں گے۔ جب حضرت عبداللہ کو اپنے والد سے خطرہ ہوا تو انہوں نے کچھ لوگوں کو اپنے والد کے پاس سفارش کے لئے بھیجا۔ ان کی بات سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا، مجھے اس کی زبان کاٹنے دو تا کہ یہ مستقل قانون بن جائے جس پر میرے بعد بھی عمل ہوتا رہے کہ جو آدمی بھی حضورؐ کے کسی صحابیؓ کو گالی دیتا ہوا پایا جائے گا، اس کی زبان ضرور کاٹی جائے گی۔ [1]

ہم وہ کام کر بیٹھے جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے:

حضرت مسور بن مخرمہؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ایک رات حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ مدینہ منورہ کا پہرا دیا۔ یہ حضرات چلے جا رہے تھے کہ انہیں ایک گھر میں چراغ کی روشنی نظر آئی۔ یہ حضرات اس گھر کی طرف چل پڑے۔ جب اس گھر کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ دروازہ بھڑا ہوا ہے اور اندر کچھ لوگ اونچا اونچا بول رہے ہیں اور شور مچا رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا، کیا تم جانتے ہو یہ کس کا گھر ہے؟ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا، نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، یہ حضرت ربیعہ بن اُمیہ بن خلفؓ کا گھر ہے اور یہ سب لوگ اس وقت شراب پیئے ہوئے ہیں، آپؓ کا کیا خیال ہے ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ حضرت عبدالرحمٰن نے کہا، میرا خیال یہ ہے کہ ہم تو وہ کام کر بیٹھے جس سے اللہ نے ہمیں روکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ولا تَجَسَّسُوا﴾ (سورۃ حجرات ۱۲)

''اور سراغ مت لگاؤ۔''

اور ہم اس گھر والوں کے سراغ لگانے میں لگ گئے ہیں۔ حضرت عمرؓ انہیں اسی حال میں چھوڑ کر واپس چلے گئے۔ [2]

---

[1] (منتخب کنز العمال ۴/۴۲۴) [2] (حیاۃ الصحابہ ۲/۵۳۵)

کیا ہم تجسس کر رہے ہیں؟:

حضرت شعبیؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنے ایک ساتھی کو کئی دن تک نہ دیکھا تو حضرت ابن عوفؓ سے کہا، آؤ فلاں کے گھر جا کر دیکھتے ہیں کہ وہ کس کام میں لگا ہوا ہے۔ چنانچہ یہ حضرات اس کے گھر گئے تو دیکھا کہ اس کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور وہ بیٹھا ہوا ہے اور اس کی بیوی برتن میں ڈال ڈال کر اسے دے رہی ہے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ سے کہا، اس کام میں لگ کر اس نے ہمارے پاس آنا چھوڑا ہوا ہے۔ حضرت ابن عوفؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا، آپؓ کو کیسے پتہ چلا کہ اس برتن میں کیا ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا، کیا آپؓ کو یہ خطرہ ہے کہ ہم تجسس کر رہے ہیں جس سے اللہ نے روکا ہے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا، بالکل یہ یقیناً تجسس ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، اب اس گناہ سے توبہ کا کیا طریقہ ہے؟ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا، آپؓ کو اس کی جو بات معلوم ہوئی ہے، وہ اسے نہ بتائیں اور آپؓ اسے اپنے دل میں بہتر ہی سمجھیں۔ پھر وہ دونوں حضرات واپس چلے گئے۔ [1]

کیا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو رہی ہے؟:

حضرت طاؤسؒ کہتے ہیں کہ: کچھ مسافروں نے مدینہ کے ایک کونے میں آکر پڑاؤ ڈالا۔ حضرت عمر بن خطابؓ ایک رات ان کا پہرہ دینے تشریف لے گئے۔ جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو حضرت عمرؓ کا ایک گھر پر گزر ہوا جس میں بیٹھے ہوئے کچھ لوگ کچھ پی رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو پکار کر کہا، کیا اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہے؟ کیا اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہے؟ ان میں سے ایک آدمی نے کہا، جی ہاں۔ کیا اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہے؟ کیا اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہے؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو ایسا کرنے سے (گھروں کے اندرونی حالات معلوم کرنے سے) منع کیا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ ان کو اسی حال میں چھوڑ کر واپس چلے گئے۔

---

[1] (کنزالعمال ۲/ ۱۶۷، حیاۃ الصحابہؓ ۲/ ۵۳۶)

آپؓ نے تین نافرمانیاں کی ہیں:

حضرت ثور کندیؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ رات کو مدینہ میں پہرہ کے لئے گشت کرتے تھے۔ ایک رات انہوں نے ایک آدمی کی آواز سنی جو گھر میں گانا گا رہا تھا۔ حضرت عمرؓ دیوار پھاند کر اندر اس کے پاس چلے گئے اور یوں کہا، اے اللہ کے دشمن! کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ تم اللہ کی نافرمانی کرتے رہو گے اور اللہ تم پر پردہ ڈالے رکھیں گے؟ اس آدمی نے کہا، اے امیر المومنین! آپؓ میرے بارے میں جلدی نہ کریں۔ اگر میں نے اللہ کی ایک نافرمانی کی ہے تو آپؓ نے اللہ کی تین نافرمانیاں کی ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ اللہ نے فرمایا ہے:

﴿وَلَا تَجَسَّسُوا﴾

''تم تجسس نہ کرو۔''

اور آپ نے تجسس کیا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے:

﴿وأتوا البيوتَ من ابوابها﴾ (سورۃ بقرہ ۱۸۹)

''اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ۔''

اور آپؓ دیوار پھاند کر میرے پاس آئے ہیں اور آپؓ بغیر اجازت کے آئے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿لا تدخلوا بيوتاً غير بيوتكم حتّٰى تستاءنسوا وتُسَلِّمُوا علىٰ اهلِهَا﴾ (سورۃ نور ۲۷)

''تم اپنے خاص گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل مت ہو جب تک کہ (ان سے) اجازت حاصل نہ کرلو اور (اجازت لینے سے قبل) ان کے رہنے والوں کو سلام نہ کرلو۔''

حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر میں تمہیں معاف کردوں تو تمہارا خود کو خیر میں لگانے کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا، جی ہاں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے اسے معاف کر دیا اور اسے چھوڑ کر باہر آ گئے۔[1]

---

[1] (کنز العمال ۲/ ۱۶۷، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۵۳۷)

آپؓ نے جو کیا ہے وہ اس سے بھی زیادہ برا ہے:

حضرت سُدّیؒ کہتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ باہر تشریف لے گئے۔ ان کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی تھے۔ انہیں ایک جگہ آگ کی روشنی نظر آئی، یہ اس روشنی کی طرف چل پڑے یہاں تک کہ ایک گھر میں داخل ہو گئے۔ یہ آدھی رات کا وقت تھا۔ اندر جا کر دیکھا کہ گھر میں چراغ جل رہا ہے، وہاں ایک بوڑھے میاں بیوی بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے سامنے کوئی پینے کی چیز رکھی ہوئی ہے اور ایک باندی انہیں گانا سنا رہی ہے۔ ان بوڑھے میاں کو اس وقت پتہ چلا جب حضرت عمرؓ اس کے پاس پہنچ گئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، آج رات جیسا برا منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ ایک بوڑھا اپنی موت کا انتظار کر رہا ہے اور وہ یہ برا کام کر رہا ہے۔ اس بوڑھے نے سر اٹھا کر کہا، آپؓ کی بات ٹھیک ہے لیکن اے امیر المومنین! آپؓ نے جو کیا ہے، وہ اس سے بھی زیادہ برا ہے۔ آپؓ نے گھر میں گھس کر تجسس کیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجسس سے منع فرمایا ہے اور آپؓ اجازت کے بغیر گھر کے اندر آ گئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا، آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں اور پھر حضرت عمرؓ دانت سے کپڑا پکڑ کر روتے ہوئے اس گھر سے باہر نکلے اور فرمایا، اگر عمرؓ کو اس کے ربّ نے معاف نہ فرمایا تو اسے اس کی ماں گم کرے۔ یہ بوڑھا یہ سمجھتا تھا کہ وہ اپنے گھر والوں سے چھپ کر یہ کام کرتا ہے۔ اب تو عمرؓ نے مجھے یہ کام کرتے ہوئے دیکھ لیا ہے لہٰذا اب وہ بلا جھجک یہ کام کرتا رہے گا۔

اس بوڑھے نے ایک عرصہ تک حضرت عمرؓ کی مجلس میں آنا چھوڑ دیا۔ ایک دن حضرت عمرؓ بیٹھے ہوئے تھے، وہ بوڑھا ذرا چھپتا ہوا آیا اور لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا۔ حضرت عمرؓ نے اسے دیکھ لیا تو فرمایا، اس بوڑھے کو میرے پاس لاؤ۔ ایک آدمی نے جا کر اس بوڑھے کو کہا، جاؤ امیر المومنین بلا رہے ہیں۔ وہ بوڑھا کھڑا ہوا۔ اس کا خیال تھا کہ حضرت عمرؓ نے اس رات جو منظر دیکھا تھا، آج اس کی سزا دیں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، میرے قریب آ جاؤ۔ حضرت عمرؓ اسے اپنے قریب کرتے رہے یہاں تک کہ اسے اپنے پہلو میں بٹھا لیا، پھر

Marfat.com

فرمایا، ذرا اپنا کان میرے نزدیک کرو۔ حضرت عمرؓ نے اس کے کان کے ساتھ منہ لگا کر کہا، غور سے سنو۔ اس ذات کی قسم! جس نے حضرت محمد ﷺ کو حق دے کر اور رسولؐ بنا کر بھیجا ہے۔ میں نے اس رات تمہیں جو کچھ کرتے ہوئے دیکھا تھا، وہ میں نے کسی کو نہیں بتایا حتیٰ کہ حضرت ابن مسعودؓ اس رات میرے ساتھ تھے لیکن میں نے ان کو بھی نہیں بتایا۔ اس بوڑھے نے کہا، اے امیر المومنین! ذرا اپنا کان میرے قریب کریں۔ پھر اس بوڑھے نے حضرت عمرؓ کے کان کے ساتھ منہ لگا کر کہا، اس ذات کی قسم! جس نے حضرت محمد ﷺ کو حق دے کر رسولؐ بنا کر بھیجا ہے، میں نے بھی وہ کام اب تک دوبارہ نہیں کیا۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ زور زور سے اللہ اکبر کہنے لگے اور لوگوں کو پتہ نہیں تھا کہ حضرت عمرؓ کس وجہ سے اللہ اکبر کہہ رہے ہیں۔ [1]

انہیں چھوڑ کر واپس آ گئے:

حضرت ابو قلابہؒ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ کو کسی نے بتایا کہ حضرت ابو محجن ثقفیؓ اپنے گھر اپنے ساتھیوں کو ساتھ لے کر شراب پیتے ہیں۔ حضرت عمرؓ تشریف لے گئے یہاں تک کہ حضرت ابو محجنؓ کے پاس ان کے گھر میں چلے گئے تو وہاں ان کے پاس صرف ایک آدمی تھا۔ حضرت ابو محجنؓ نے کہا، اے امیر المومنین! یہ (گھر میں اجازت کے بغیر تجسس کے لئے داخل ہونا) آپؓ کے لئے جائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو تجسس سے منع فرمایا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، یہ آدمی کیا کہہ رہا ہے؟ حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبدالرحمٰن بن ارقمؓ نے کہا، اے امیر المومنین! یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ آپ کا اس طرح اندر جانا واقعی تجسس ہے۔ حضرت عمرؓ انہیں چھوڑ کر باہر آ گئے۔ [2]

اللہ تعالیٰ نے اس کا عیب چھپایا تم اسے ظاہر کرنا چاہتے ہو:

حضرت شعبیؒ کہتے ہیں کہ: ایک آدمی نے آ کر حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ میری ایک بیٹی تھی جسے میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک دفعہ تو زندہ قبر میں دفن کر دیا تھا لیکن پھر مرنے سے پہلے اسے باہر نکال لیا تھا۔ پھر اس نے ہمارے ساتھ اسلام کا

---

[1] (کنز العمال ۲/۱۴۱، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۵۳۷) [2] (کنز العمال ۲/۱۴۱، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۵۳۸)

زمانہ پایا اور مسلمان ہوگئی۔ پھر اس سے ایسا گناہ سرزد ہو گیا جس پر شرعی سزا لازم آتی ہے۔ اس پر اس نے بڑی چھری سے خود کو ذبح کرنے کی کوشش کی۔ ہم لوگ موقع پر پہنچ گئے اور اسے بچا لیا لیکن اس کے گلے کی کچھ رگیں کٹ گئی تھیں۔ پھر ہم نے اس کا علاج کیا اور وہ ٹھیک ہوگئی۔ اس کے بعد اس نے توبہ کی اور اس کی دینی حالت بہت اچھی ہوگئی۔ اب ایک قوم کے لوگ اس کی شادی کا پیغام دے رہے ہیں، انہیں اس کی ساری بات بتا دوں؟ حضرت عمرؓ نے کہا، اللہ نے تو اس کا عیب چھپایا تھا، تم اسے ظاہر کرنا چاہتے ہو؟ اللہ کی قسم! اگر تم نے کسی کو اس لڑکی کی کوئی بات بتائی تو میں تمہیں ایسی سزا دوں گا جس سے تمام شہروں کو عبرت ہوگی بلکہ اس کی شادی اس طرح کرو جس طرح ایک پاک دامن مسلمان عورت کی، کی جاتی ہے۔ [1]

آپؓ اس کی پردہ دری کرنا چاہتے ہیں:

حضرت شعبیؒ کہتے ہیں کہ: ایک عورت نے آکر حضرت عمرؓ کی خدمت میں کہا، اے امیر المومنین! مجھے ایک بچہ ملا اور اس کے ساتھ ایک مصری سفید کپڑا ملا جس میں سو دینار تھے۔ میں نے دونوں کو اٹھا لیا اور گھر لے آئی اور اس بچے کے لئے دودھ پلانے والی عورت کا اُجرت پر انتظام کیا۔ اب میرے پاس چار عورتیں آتی ہیں اور وہ چاروں اسے چومتی ہیں۔ مجھے پتہ نہیں چلتا کہ ان چاروں میں سے کون اس بچے کی ماں ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اب جب وہ عورتیں آئیں تو مجھے اطلاع کر دینا۔ وہ عورتیں آئیں تو اس عورت نے حضرت عمرؓ کو اطلاع کر دی۔ حضرت عمرؓ اس کے گھر گئے اور ان میں سے ایک عورت سے حضرت عمرؓ نے کہا، تم میں سے کون اس بچے کی ماں ہے؟ اس عورت نے کہا، اللہ کی قسم! آپؓ نے معلوم کرنے کا اچھا انداز اختیار نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک عورت کے عیب پر پردہ ڈالا ہے، آپؓ اس کی پردہ دری کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، تم نے ٹھیک کہا ہے۔ پھر اس پہلی عورت سے کہا، آئندہ جب یہ عورتیں تمہارے پاس آئیں تو ان سے کچھ نہ پوچھنا اور ان کے بچے کے ساتھ اچھا سلوک کرتی رہنا اور پھر حضرت عمرؓ واپس تشریف لے گئے۔ [2]

---

[1] (کنز العمال ۲/۱۵۰، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۵۳۹) [2] (کنز العمال ۷/۳۲۹، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۵۴۰)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ آپؓ پر رحم فرمائے:

حضرت شعبیؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ ایک گھر میں تھے، ان کے ساتھ حضرت جریر بن عبداللہ بھی تھے۔ اتنے میں کسی کی ہوا خارج ہوگئی جس کی بدبو حضرت عمرؓ نے محسوس کی تو فرمایا، میں تاکید کرتا ہوں کہ جس آدمی کی ہوا خارج ہوئی ہے، وہ کھڑا ہو اور جا کر وضو کرے۔ اس پر حضرت جریرؓ نے فرمایا، اے امیر المومنین! کیا تمام لوگ وضو نہ کرلیں؟ اس سے مقصد بھی حاصل ہو جائے گا اور جس کی ہوا خارج ہوئی اس کے عیب پر پردہ بھی پڑا رہے گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اللہ آپؓ پر رحم فرمائے۔ آپؓ جاہلیت میں بھی بہت اچھے سردار تھے اور اسلام میں بھی بہت اچھے سردار ہیں۔ (پردہ پوشی کی کیسی اچھی ترکیب آپؓ نے بتائی) [1]

شراب پینا زنا جیسا جرم نہیں:

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ: میں حج یا عمرہ میں حضرت عمرؓ کے ساتھ تھا، ہم نے ایک سوار آتے ہوئے دیکھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، میرا خیال یہ ہے کہ یہ ہمیں تلاش کر رہا ہے۔ اس آدمی نے آکر رونا شروع کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، کیا بات ہے؟ اگر تم مقروض ہو تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور تمہیں کسی کا ڈر ہے تو ہم تمہیں امن دیں گے لیکن اگر تم نے کسی کو ناحق قتل کیا ہے تو پھر تمہیں بھی اس کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا اور اگر تمہیں کسی قوم کے پڑوس میں رہنا پسند نہیں ہے تو ہم تمہیں وہاں سے کسی اور جگہ لے جائیں گے۔ اس نے کہا، میں قبیلہ بنو تمیم کا آدمی ہوں۔ میں نے شراب پی تھی جس پر حضرت ابو موسیٰؓ نے مجھے کوڑے بھی لگوائے اور میرے سر کے بال بھی منڈوائے اور میرا منہ کالا کر کے لوگوں میں میرا چکر بھی لگوایا اور لوگوں میں یہ اعلان کرایا کہ تم لوگ نہ اس کے پاس بیٹھو اور نہ اس کے ساتھ کھانا کھاؤ۔ اس پر میرے دل میں تین باتیں آئی ہیں۔ یا تو میں تلوار لے کر حضرت ابو موسیٰؓ کو قتل کر دوں یا میں آپؓ کے پاس آجاؤں اور آپؓ میری جگہ بدل دیں اور مجھے ملک

---

[1] (کنز العمال ۲/۱۵۱، حیاۃ الصحابہ ۲/۵۴۱)

Marfat.com

شام بھیج دیں کیونکہ ملک شام والے مجھے جانتے نہیں ہیں، اس لئے وہاں رہنا میرے لئے آسان ہوگا یا میں دشمن کے ساتھ جا ملوں اور ان کے ساتھ کھاؤں اور پیئوں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ رو پڑے اور فرمایا، تم دشمن سے جا ملو اور مجھے بے انتہا مال مل جائے تب بھی مجھے اس سے ذرہ برابر خوشی نہیں ہوگی اور میں تو زمانہ جاہلیت میں سب سے زیادہ شراب پینے والا تھا اور یہ شراب پینا زنا جیسا جرم نہیں ہے اور حضرت ابو موسیٰؓ کو یہ خط لکھوایا:

''سلام علیک۔ امابعد! بنو تمیم کے فلاں بن فلاں نے مجھ سے اس طرح بیان کیا ہے۔ اللہ کی قسم! اگر آئندہ تم اس طرح دوبارہ کروگے تو میں تمہارا منہ کالا کر کے لوگوں میں تم کو پھراؤں گا جو میں تم سے کہہ رہا ہوں اگر تم اس کے حق ہونے کو جاننا چاہتے ہو تو یہ حرکت دوبارہ کر کے دیکھو لہٰذا لوگوں میں یہ اعلان کراؤ کہ لوگ اس کے ساتھ بیٹھا کریں اور اس کے ساتھ کھایا کریں اور اگر وہ آئندہ شراب پینے سے توبہ کرلے تو تم اس کی گواہی قبول کرو۔''

پھر حضرت عمرؓ نے اسے سواری بھی دی اور دو سو درہم بھی دیئے۔ ؎1

اے اللہ! میری غلطی معاف فرما:

حضرت شعبیؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے کہا، مجھے فلاں آدمی سے نفرت ہے۔ کسی نے آکر اس آدمی سے کہا، کیا بات ہے حضرت عمرؓ تم سے کیوں نفرت کرتے ہیں؟ جب بہت سے لوگوں نے گھر آکر اس آدمی کو یہ بات کہی تو اس آدمی نے آکر حضرت عمرؓ سے کہا، اے عمرؓ! کیا میں نے مسلمانوں میں اختلاف پیدا کر کے اسلام میں کوئی شگاف ڈالا ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا، نہیں۔ پھر اس نے کہا، کیا میں نے کسی انسان پر زیادتی کی ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا، نہیں۔ پھر اس نے کہا، کیا میں نے اسلام میں کوئی نئی چیز چلا دی ہے جو سنت کے خلاف ہو؟ حضرت عمرؓ نے کہا، نہیں۔ پھر اس آدمی نے کہا، تو پھر آپؓ کس وجہ

؎1 (کنز العمال ۳/۱۰۷، حیاۃ الصحابہ ۲/۵۴۶)

Marfat.com

سے مجھ سے نفرت کرتے ہیں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَالَّذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتاناً وَّاثماً مُّبیناً﴾ (سورۃ احزاب ۵۸)

''اور جو لوگ ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو بدون اس کے کہ انہوں نے کچھ کیا ہو ایذا پہنچاتے ہیں تو وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا بار لیتے ہیں۔''

اور آپؓ نے یہ جملہ کہہ کر ایذاء پہنچائی ہے، اللہ تعالیٰ آپؓ کو بالکل معاف نہ کرے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، یہ آدمی ٹھیک کہہ رہا ہے۔ اللہ کی قسم! اس نے نہ تو شگاف ڈالا ہے اور نہ کچھ اور کیا ہے، واقعی مجھ سے غلطی ہوگئی ہے۔ اے اللہ! میری یہ غلطی معاف فرما اور حضرت عمرؓ اس سے معافی مانگتے رہے یہاں تک کہ اس نے معاف کر دیا۔ [1]

تو جانتا ہے یہ عورت کون ہے؟:

حضرت ابو یزیدؒ کہتے ہیں کہ حضرت خولہؓ لوگوں کے ساتھ چلی جا رہی تھیں کہ ان سے حضرت عمر بن خطابؓ کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے حضرت عمرؓ سے رکنے کو کہا۔ حضرت عمرؓ رک گئے اور ان کے قریب آ گئے اور ان کی طرف سر جھکا لیا اور اپنے دونوں ہاتھ ان کے کندھوں پر رکھ کر ان کی بات سننے لگے (چونکہ بہت بوڑھی تھیں اس لئے حضرت عمرؓ نے انہیں سنبھالنے کے لئے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھے) اور یوں ہی کھڑے رہے یہاں تک کہ حضرت خولہؓ نے اپنی بات پوری کر لی اور واپس چلی گئیں۔ اس پر ایک آدمی نے حضرت عمرؓ سے کہا، اے امیر المومنین! اس بڑھیا کی وجہ سے آپؓ نے قریش کے بڑے بڑے مردوں کو روکے رکھا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا، تیرا ناس ہو، تو جانتا ہے کہ یہ عورت کون ہے؟ اس نے کہا، نہیں میں نہیں جانتا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، یہ وہ عورت ہے جس کی شکایت اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے سنی تھی، یہ حضرت خولہ بنت ثعلبہ

---

[1] (کنز العمال ۱/۲۶۰، حیاۃ الصحابہ ۲/۵۵۴)

Marfat.com

ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر یہ رات تک میرے پاس سے نہ ہٹتیں تو میں بھی ان کی بات کے پورا ہونے تک یونہی کھڑا رہتا۔ [1]

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ؐ نے سچ فرمایا:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسیؓ حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس آئے۔ حضرت عمرؓ تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ حضرت سلمانؓ کو دیکھ کر انہوں نے وہ تکیہ حضرت سلمانؓ کے لئے رکھ دیا۔ حضرت سلمانؓ نے کہا، اللہ اور اس کے رسول ؐ نے سچ فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے کہا، اے ابوعبداللہ! اللہ و رسول ؐ کا وہ فرمان ذرا ہمیں بھی سنائیں۔ حضرت سلمانؓ نے کہا، ایک مرتبہ میں حضور ؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ؐ ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے، آپ ؐ نے وہ تکیہ میرے لئے رکھ دیا۔ پھر مجھ سے فرمایا، اے سلمانؓ! جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے پاس جاتا ہے اور وہ میزبان اس کے اکرام کے لئے تکیہ رکھ دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت ضرور فرمائیں گے۔ [2]

حضرت عباسؓ کی فاروقِ اعظمؓ کے ساتھ تلخ کلامی:

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ: حضور ﷺ نے حضرت عمر بن خطابؓ کو لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ ان کی سب سے پہلے حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ سے ملاقات ہوئی تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا، اے ابوالفضل! اپنے مال کی زکوٰۃ دے دیں۔ حضرت عباسؓ نے کہا، اگر تو ایسا ہوتا ایسا ہوتا اور انہوں نے حضرت عمرؓ کو سخت باتیں کہہ دیں۔ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا، اگر اللہ کا ڈر نہ ہوتا اور آپؓ کا حضور ؐ کے ہاں جو مرتبہ ہے، اگر اس کا خیال نہ ہوتا تو میں بھی آپؓ کی کچھ باتوں کا ویسا ہی جواب دیتا۔ پھر یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے اپنا راستہ لیا اور حضرت عباسؓ نے اپنا۔ حضرت عمرؓ چلتے چلتے حضرت علی بن ابی طالبؓ کے پاس پہنچ گئے اور انہیں جا کر ساری بات بتائی۔ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑا اور دونوں چل پڑے اور دونوں حضور کی خدمت

---

[1] (حیاۃ الصحابہ ۲/۵۵۸) [2] (مستدرک حاکم ۳/۵۹۹، حیاۃ الصحابہ ۲/۵۶۱)

Marfat.com

میں حاضر ہوئے۔ پھر حضرت عمرؓ نے عرض کیا، یارسول اللہﷺ! آپ نے مجھے لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرنے بھیجا۔ میری سب سے پہلے ملاقات آپ کے چچا حضرت عباسؓ سے ہوئی۔ میں نے ان سے کہا، اے ابوالفضل! اپنے مال کی زکوٰۃ دے دیں۔ اس پر انہوں نے مجھے ایسا اور ویسا کہا اور خوب ڈانٹا اور مجھے سخت باتیں کہیں۔ میں نے ان سے کہا، اگر اللہ کا ڈر نہ ہوتا اور حضورﷺ کے ہاں جو آپ کا مرتبہ ہے، اس کا خیال نہ ہوتا میں بھی آپؓ کی کچھ باتوں کا ویسا ہی جواب دیتا۔ حضورﷺ نے فرمایا، تم نے ان کا اکرام کیا ہے، اللہ تمہارا اکرام فرمائے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ آدمی کا چچا باپ کے مانند ہوتا ہے۔ عباسؓ سے زکوٰۃ کے بارے میں بات نہ کرو کیونکہ ہم ان سے دوسال کی زکوٰۃ پہلے ہی لے چکے ہیں۔ ؎۱

حضرت عباسؓ کا احترام:

حضرت ابن شہابؒ کہتے ہیں کہ: حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا اپنے اپنے زمانہ خلافت میں یہ دستور تھا کہ جب یہ حضرات سواری پر سوار ہو کر کہیں جا رہے ہوتے اور راستہ میں حضرت عباسؓ سے ملاقات ہو جاتی تو یہ حضرات ان کے اکرام میں سواری سے نیچے اتر جاتے اور سواری کی لگام پکڑ کر حضرت عباسؓ کے ساتھ پیدل چلتے رہتے اور انہیں ان کے گھر یا ان کی بیٹھک تک پہنچا کر ان سے جدا ہوتے۔ ؎۲

حضرت علیؓ کے ساتھ محبت:

حضرت عروہؒ فرماتے ہیں کہ: ایک آدمی نے حضرت عمرؓ کی موجودگی میں حضرت علیؓ کی برائی کا تذکرہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے حضورﷺ کی قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، تم اس قبر والے کو جانتے ہو؟ یہ حضرت محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں اور وہ علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب ہیں۔ (حضرت علیؓ حضورﷺ کے چچازاد بھائی ہیں) ہمیشہ حضرت علیؓ کا تذکرہ خیر کے ساتھ کیا کرو کیونکہ اگر تم ان کو تکلیف پہنچاؤ گے تو اس ذات اقدس کو قبر میں

؎۱ (کنز العمال ۵/۲۱۴، طبقات ابن سعد ۴/۲۷)

؎۲ (کنز العمال ۷/۶۹، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۵۷۱)

Marfat.com

تکلیف پہنچاؤ گے۔ [1]

آپؐ کے گھرانہ کی برکت ہے:

حضرت حسین بن علیؓ فرماتے ہیں کہ: میں منبر پر چڑھ کر حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس گیا اور میں نے ان سے کہا، میرے نانے ابا کے منبر سے آپؓ نیچے اتر جائیں اور اپنے والد کے منبر پر تشریف لے جائیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا، میرے باپ کا تو کوئی منبر نہیں۔ یہ کہہ کر حضرت عمرؓ نے مجھے اپنے پاس بٹھالیا۔ پھر وہ منبر سے اتر کر مجھے اپنے گھر لے گئے اور مجھ سے فرمایا، اے میرے بیٹے! تمہیں یہ کس نے سکھایا تھا؟ میں نے کہا، کسی نے نہیں۔ انہوں نے فرمایا، اگر تم ہمارے ہاں آیا جایا کرو تو بہت اچھا ہوگا۔ چنانچہ میں ایک دن ان کے ہاں گیا تو وہ حضرت معاویہؓ سے تنہائی میں بات کر رہے تھے اور میں نے دیکھا کہ حضرت ابن عمرؓ دروازے پر کھڑے ہیں، انہیں بھی اجازت نہیں ملی ہے۔ یہ دیکھ کر میں واپس آ گیا۔ اس کے بعد جب ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھ سے فرمایا، اے میرے بیٹے! تم ہمارے پاس آتے کیوں نہیں؟ میں نے کہا، میں ایک دن آیا تھا۔ آپؓ حضرت معاویہؓ سے تنہائی میں بات کر رہے تھے اور آپؓ کے بیٹے حضرت ابن عمرؓ کو بھی اجازت نہیں ملی تھی تو میں نے دیکھا کہ وہ واپس چلے گئے، اس لئے میں بھی واپس آ گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، نہیں تم عبداللہ بن عمرؓ سے زیادہ اجازت ملنے کے حقدار ہو کیونکہ ہمارے سروں پر جو یہ تاج شرافت آج نظر آ رہا ہے، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کے گھرانہ کی برکت سے دیا ہے اور پھر میرے سر پر حضرت عمرؓ نے شفقتاً ہاتھ رکھا۔ [2]

صحبتِ نبیؐ کا احترام:

حضرت خارجہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے لئے رات کا کھانا رکھا گیا تا کہ آپؓ لوگوں کے ساتھ کھا لیں۔ آپؓ باہر تشریف لائے اور حضرت

---

[1] (منتخب کنز العمال ۵/۴۶، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۵۷۳)

[2] (کنز العمال ۷/۱۰۵، الاصابہ فی معرفۃ الصحابہؓ ۱/۳۳۳)

Marfat.com

معیقیب بن ابی فاطمہ دوسیؓ کو حضورؐ کی صحبت حاصل تھی، وہ حبشہ ہجرت کر کے گئے تھے۔ان سے حضرت عمرؓ نے فرمایا، قریب آ کر یہاں بیٹھ جاؤ۔اللہ کی قسم! اگر تمہارے علاوہ کسی اور کو کوڑھ کی یہ بیماری ہوتی تو وہ مجھ سے ایک نیزے کی مقدار دور بیٹھتا اس سے قریب نہ بیٹھتا۔ [1]

تمہارے علاوہ کوئی نہیں جس کے جسم کا حصہ جنت میں ہو:

ایک مرتبہ حضرت عمروؓ بن طفیل حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں کھانا لایا گیا، حضرت عمروؓ ایک طرف ہو گئے۔حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا، کیا بات ہے؟ شاید تم اپنے کٹے ہوئے زخمی ہاتھ کی وجہ سے ایک طرف ہو گئے ہو۔انہوں نے کہا، جی ہاں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، نہیں اللہ کی قسم! میں اس وقت تک اس کھانے کو نہیں چکھوں گا جب تک تم اپنے ہاتھ سے کھانے کو آپس میں نہیں ملاؤ گے کیونکہ اللہ کی قسم! اس وقت یہاں جتنے لوگ ہیں، ان میں سے ایک بھی تمہارے علاوہ ایسا نہیں جس کے جسم کا کچھ حصہ جنت میں ہو، ایسے تو صرف تم ہی ہو۔پھر حضرت عمروؓ مسلمانوں کے ساتھ جنگ یرموک میں گئے اور وہاں شہید ہو گئے۔ [2]

عمرؓ نے جیسے پڑھایا ویسے ہی پڑھو:

حضرت زید بن وہبؒ کہتے ہیں کہ: میں حضرت ابن مسعودؓ کی خدمت میں کتاب اللہ (قرآن مجید) کی ایک آیت پڑھنے گیا، انہوں نے مجھے وہ آیت پڑھا دی۔میں نے عرض کیا کہ آپؓ نے یہ آیت مجھے جس طرح پڑھائی ہے، حضرت عمرؓ نے تو مجھے اس کے خلاف اور طرح سے پڑھائی تھی۔اس پر وہ رونے لگے اور اتنا روئے کہ مجھے ان کے آنسو کنکریوں میں گرے ہوئے نظر آ رہے تھے۔پھر فرمایا، حضرت عمرؓ نے تمہیں جیسے پڑھایا ہے، تم ویسے ہی پڑھو کیونکہ اللہ کی قسم! ان کی قرأت سیلحین شہر (یہ بغداد کے قریب مشہور شہر

---

[1] (طبقات ابن سعد ۴/ ۸۷، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۵۸۳)

[2] (کنز العمال ۷/ ۸۷، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۵۸۴)

Marfat.com

تھا) کے راستہ سے بھی زیادہ واضح ہے۔ حضرت عمرؓ اسلام کا ایک مضبوط قلعہ تھے جس میں اسلام داخل ہوتا تھا، اس میں سے نکلتا نہیں تھا۔ اور جب حضرت عمرؓ شہید ہو گئے تو اس قلعہ میں شگاف پڑ گیا ہے اور اسلام اب اس قلعہ سے باہر آ رہا ہے، اس کے اندر نہیں جا رہا۔ [1]

اے بدترین لوگو!:

حضرت حسنؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ نے لوگوں میں اپنے جاسوس چھوڑ رکھے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے آ کر حضرت عمرؓ کو بتایا کہ کچھ لوگ فلاں جگہ جمع ہیں اور وہ آپؓ کو حضرت ابوبکرؓ سے افضل بتا رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ کو بہت غصہ آیا اور آدمی بھیج کر ان سب کو بلایا۔ جب وہ آ گئے تو ان سے فرمایا، اے بدترین لوگو! اے قبیلے کے شریرو! اے پاکدامن عورت کو بگاڑنے والو! انہوں نے کہا، امیر المومنین آپؓ ہمیں ایسا کیوں کہہ رہے ہیں؟ ہم سے کیا غلطی ہو گئی ہے؟ حضرت عمرؓ نے تین مرتبہ یوں ہی یہ سخت کلمات کہے۔ پھر فرمایا، تم لوگوں نے مجھ میں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ میں کیوں فرق ڈالا؟ اور مجھے ان سے بہتر کیوں بتایا؟ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ میری دلی تمنا ہے کہ مجھے جنت میں ایسی جگہ ملے جہاں سے مجھے حضرت ابوبکرؓ تاحد نگاہ نظر آتے رہیں۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں، اس اُمت کے نبیؐ کے بعد ان میں سب سے افضل حضرت ابوبکرؓ ہیں لہٰذا جو بھی میری اس بات کے بعد کوئی اور بات کہے گا، وہ بہتان باندھنے والا شمار ہو گا اور اسے بہتان باندھنے والے کی سزا ملے گی۔ [2]

یہ منحوس غلط کہہ رہا ہے:

حضرت زیادہ بن علاقہؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ ایک آدمی کہہ رہا ہے۔ یہ یعنی حضرت عمرؓ ہمارے نبیؐ کے بعد اس اُمت میں سب سے بہترین ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ اسے کوڑے سے مارنے لگے اور فرمانے لگے، یہ منحوس غلط کہہ رہا ہے۔ حضرت

---

[1] (طبقات ابن سعد ۳/۳۷۱، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۵۸۹)

[2] (حیاۃ الصحابہؓ ۲/۵۹۰)

ابوبکرؓ مجھ سے، میرے باپ سے، تجھ سے اور تیرے باپ سے بہتر ہیں۔ [1]

تم مجھے عبداللہ سے متنفر کرنا چاہتے ہو:

حضرت علاءؒ اپنے اساتذہ سے یہ قصہ نقل کرتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضرت عمرؓ مدینہ میں حضرت ابن مسعودؓ کے گھر پر کھڑے ہوئے اس گھر کی عمارت کو دیکھ رہے تھے۔ ایک قریشی آدمی نے کہا، اے امیرالمومنین! یہ کام آپؓ کے علاوہ کوئی اور کر لے گا۔ حضرت عمرؓ نے ایک اینٹ لے کر اسے ماری اور فرمایا، کیا تم مجھے حضرت عبداللہ سے متنفر کرنا چاہتے ہو۔ [2]

حضرت اُمّ سلمہؓ کے مخالف کی سزا:

حضرت ابووائلؒ کہتے ہیں کہ: ایک آدمی کا حضرت اُمّ سلمہؓ پر کوئی حق تھا۔ اس نے حضرت اُمّ سلمہؓ کی مخالفت پر قسم کھالی تو حضرت عمرؓ نے اسے ایسے تیس کوڑے لگوائے کہ اس کی کھال پھٹ گئی اور سوج گئی۔ [3]

حضرت حفصہؓ کو نوحہ کرنے سے منع کرنا:

حضرت مقدام بن معد یکربؓ فرماتے ہیں کہ: جب حضرت عمرؓ زخمی ہو گئے تو حضرت حفصہ بنت عمرؓ ان کی خدمت میں آئیں اور انہوں نے کہا، اے رسول اللہؐ کے صحابیؓ! اے رسول اللہؐ کے سسر! اور اے امیرالمومنین! حضرت عمرؓ نے حضرت ابن عمرؓ سے فرمایا، اے عبداللہ! مجھے بٹھا دو، میں یہ سب کچھ سن کر اب مزید اور صبر نہیں کر سکتا۔ چنانچہ حضرت ابن عمرؓ نے انہیں اپنے سینہ سے لگا کر بٹھا لیا اور حضرت حفصہؓ سے کہا، تمہارے اوپر جو میرے حق ہیں، ان کا واسطہ دے کر میں تمہیں اس بات سے منع کرتا ہوں کہ تم آج کے بعد مجھ پر نوحہ کرو۔ تمہاری آنکھوں پر تو میں کوئی پابندی نہیں لگا سکتا (کیونکہ آنسو سے رونے

---

[1] (منتخب کنز العمال ۴/۳۵۰، حیاۃ الصحابہ ۲/۵۹۱)

[2] (کنز العمال ۷/۵۵، حیاۃ الصحابہ ۲/۵۹۲)

[3] (منتخب کنز العمال ۵/۱۲۰، حیاۃ الصحابہ ۲/۵۹۳)

Marfat.com

میں کوئی حرج نہیں ہے) لیکن یہ یاد رکھو کہ جس میت پر نوحہ کیا جائے گا اور جو اوصاف اس میں نہیں ہیں، وہ بیان کئے جائیں گے تو فرشتے اسے لکھ لیں گے۔ ۱

آنحضرتؐ کے زمانہ کو یاد کر کے رونا:

حضرت تمیم بن سلمہؒ فرماتے ہیں کہ: جب حضرت عمرؓ ملک شام پہنچے تو حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح نے ان کا استقبال کیا اور ان سے مصافحہ کیا اور ان کے ہاتھ کا بوسہ لیا۔ پھر دونوں حضورؐ کے زمانے کو یاد کر کے تنہائی میں بیٹھ کر رونے لگے۔ حضرت تمیمؒ فرمایا کرتے تھے کہ بڑوں کے ہاتھ چومنا سنت ہے۔ ۲

میں اس میں شریک نہ ہوتا تو اچھا تھا:

حضرت حمید بن نعیمؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت عثمان بن عفانؓ کو کسی نے کھانے کی دعوت دی جسے ان حضرات نے قبول کر لیا اور اس کے گھر کھانے کے لئے تشریف لے گئے۔ جب یہ دونوں حضرات کھانا کھا کر وہاں سے نکلے تو حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا، میں اس کھانے میں شریک تو ہو گیا ہوں لیکن اب میرا دل چاہ رہا ہے کہ میں اس میں شریک نہ ہوتا تو اچھا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے پوچھا، کیوں؟ فرمایا، مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ اس نے یہ کھانا اپنی شان دکھانے کے لئے کھلایا ہے۔ ۳

تین دفعہ اجازت نہ ملنے پر ابوموسیٰؓ کی واپسی:

حضرت ابوموسیٰؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے تین مرتبہ اجازت مانگی، مجھے اجازت نہ ملی۔ میں واپس چل پڑا۔ حضرت عمرؓ نے آدمی بھیج کر مجھے بلایا، میں آ گیا تو مجھ سے فرمایا، اے اللہ کے بندے! آپؓ کو میرے دروازے پر انتظار کرنا بڑا مشکل لگا، آپؓ کو معلوم ہونا چاہئے، لوگوں کو آپؓ کے دروازے پر انتظار کرنا ایسے ہی مشکل لگتا۔ میں نے کہا، نہیں میں اس وجہ سے واپس نہیں گیا بلکہ میں نے

---

۱ (طبقات ابن سعد ۳/۲/۲۷۳، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۶۰۰)

۲ (کنز العمال ۵/۵۴، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۶۳۳) ۳ (کنز العمال ۵/۶۶، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۶۴۱)

Marfat.com

آپؓ سے تین دفعہ اجازت مانگی تھی، جب نہ ملی تو میں واپس چلا گیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا، آپؓ نے یہ بات کس سے سنی ہے؟ کہ تین دفعہ میں اجازت نہ ملے تو آدمی واپس چلا جائے۔ میں نے کہا، میں نے یہ بات نبی کریم ﷺ سے سنی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جو بات ہم نے حضورؐ سے نہ سنی ہو، وہ آپؓ حضورؐ سے سن لیں؟ اگر آپؓ اس پر گواہ نہ لائے تو میں آپؓ کو عبرتناک سزا دوں گا۔ میں وہاں سے باہر آیا اور چند انصار مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، میں ان کے پاس آیا۔ میں نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا، کیا اس میں کسی کو شک ہے؟ میں نے انہیں حضرت عمرؓ کی بات بتائی تو انہوں نے کہا، آپؓ کے ساتھ ہمارا سب سے کم عمر آدمی ہی جائے گا۔ اس پر میرے ساتھ حضرت ابوسعید خدری یا حضرت ابو مسعودؓ رضی اللہ عنہما کھڑے ہو کر حضرت عمرؓ کے پاس گئے اور وہاں جا کر انہوں نے یہ واقعہ سنایا کہ حضورؐ ایک مرتبہ حضرت سعد بن عبادہؓ کو ملنے گئے، ہم بھی آپؐ کے ساتھ گئے۔ وہاں پہنچ کر حضورؐ نے سلام کیا لیکن حضور کو اندر آنے کی اجازت نہ ملی۔ پھر حضورؐ نے دوبارہ سلام کیا، پھر تیسری مرتبہ سلام کیا لیکن حضورؐ کو اجازت نہ ملی تو حضورؐ نے فرمایا، جو ہمارے ذمہ تھا، وہ ہم نے کر دیا۔ اس کے بعد حضورؐ واپس آ گئے۔ پیچھے سے حضرت سعدؓ حضورؐ کی خدمت میں پہنچے اور انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم! جس نے آپؐ کو حق دے کر بھیجا، آپؐ نے جتنی مرتبہ سلام کیا۔ میں نے ہر مرتبہ آپؐ کا سلام سنا اور میں نے ہر دفعہ جواب دیا لیکن میں چاہتا تھا کہ آپؐ مجھے اور میرے گھر والوں کو بار بار سلام کریں، اس لئے میں آہستہ جواب دیتا رہا۔ اس پر حضرت ابوموسیٰؓ نے کہا، اللہ کی قسم! میں حضورؐ کی حدیث کے بارے میں پوری امانت داری سے کام لینے والا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، ہاں میں آپؓ کو ایسا ہی سمجھتا ہوں لیکن میں نے چاہا کہ مزید اطمینان کے لئے اچھی طرح سے اس کی تحقیق ہو جائے۔ [1]

---

[1] (حیاۃ الصحابہ ۲/۶۵۵)

Marfat.com

میں زبیر کو دیکھ لوں گا:

حضرت اسلمؒ کہتے ہیں کہ: مجھ سے حضرت عمرؓ نے فرمایا، اے اسلم! میرے دروازے پر پہرہ دیا کرو اور کسی سے کوئی چیز ہرگز نہ لینا۔ ایک دن انہوں نے میرے جسم پر نئے کپڑے دیکھے تو پوچھا، یہ کپڑے تمہیں کہاں سے مل گئے؟ میں نے کہا، حضرت عبیداللہ بن عمرؓ نے مجھے دیئے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا، حضرت عبیداللہؓ سے تو لے لیا کرو اور کسی سے ہرگز نہ لینا۔ پھر میں ایک دن دروازہ پر کھڑا پہرہ دے رہا تھا کہ حضرت زبیرؓ آئے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ میں اندر چلا جاؤں۔ میں نے کہا، امیرالمومنین کچھ دیر کے لئے مشغول ہیں۔ حضرت زبیرؓ نے ہاتھ اٹھا کر اس زور سے میرے کانوں کے پیچھے مارا کہ میری چیخ نکل گئی۔ میں حضرت عمرؓ کے پاس اندر گیا۔ انہوں نے پوچھا، تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا، حضرت زبیرؓ نے مجھے مارا ہے اور ان کی ساری بات حضرت عمرؓ کو بتا دی۔ اس پر حضرت عمرؓ فرمانے لگے، اللہ کی قسم! میں زبیر کو دیکھ لوں گا۔ پھر فرمایا، انہیں اندر بھیج دو۔ میں نے انہیں حضرت عمرؓ کے پاس اندر بھیج دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، آپؓ نے اس غلام کو کیوں مارا؟ حضرت زبیرؓ نے کہا، یہ کہہ رہا تھا کہ میں تم لوگوں کو اندر نہیں جانے دوں گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، کیا اس سے پہلے اس نے کبھی میرے دروازے سے آپؓ کو واپس کیا ہے؟ حضرت زبیرؓ نے کہا، نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، تو اگر اس نے آپؓ سے کہا تھا کہ تھوڑی دیر انتظار کرلیں کیونکہ امیرالمومنین ذرا مشغول ہیں تو آپؓ انتظار کر لیتے اور مجھے معذور سمجھ لیتے۔ اللہ کی قسم! جب کسی درندہ کو زخمی کر دیا جاتا ہے تو باقی درندے اسے کھا جاتے ہیں۔ آپؓ نے اسے مارا ہے تو دوسرے بھی مارنے لگ جائیں گے۔ [1]

ضرورت مجھے ہے اس لئے مجھے ہی آنا چاہئے تھا:

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ: ایک دن حضرت عمر بن خطابؓ میرے پاس آئے اور انہوں نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ میں نے انہیں اجازت دے دی۔ میری باندی میرے سر میں کنگھی کر رہی تھی، میں نے اسے روک دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا،

[1] (کنزالعمال ۵/۵۱، حیاۃ الصحابہ ۲/۶۵۶)

Marfat.com

نہیں اسے کنگھی کرنے دو۔ میں نے کہا، اے امیر المومنین! اگر آپؓ میرے پاس پیغام بھیج دیتے تو خود ہی آپؓ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، نہیں ضرورت تو مجھے ہے اس لئے مجھے ہی آنا چاہئے تھا۔ ۱

تم نے اس آدمی کو ذبح کر ڈالا:

حضرت ابراہیم تیمی کے والد بیان کرتے ہیں کہ: ہم لوگ حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک آدمی نے ان کے پاس آ کر سلام کیا۔ لوگوں میں سے ایک آدمی نے اس کے منہ پر اس کی تعریف کرنی شروع کر دی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، تم نے تو اس آدمی کو ذبح کر ڈالا، اللہ تمہیں ذبح کرے۔ تم اس کے منہ پر اس کے دین کے بارے میں اس کی تعریف کر رہے ہو۔ ۲

حضرت حسنؒ کہتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضرت عمرؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے پاس کوڑا بھی رکھا ہوا تھا اور لوگ بھی حضرت عمرؓ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے کہ سامنے سے حضرت جارودؓ آئے تو ایک آدمی نے کہا کہ یہ قبیلہ ربیعہ کے سردار ہیں۔ اس کی اس بات کو حضرت عمرؓ اور ان کے پاس کے لوگوں نے اور خود حضرت جارودؓ نے بھی سن لیا۔ جب حضرت جارودؓ حضرت عمرؓ کے قریب آ گئے تو حضرت عمرؓ نے ان کو کوڑا مارا۔ حضرت جارودؓ نے کہا، اے امیر المومنین! میں نے آپؓ کا کیا قصور کیا ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا، تم نے میرا کیا قصور کیا ہے؟ کیا تم نے اس کی بات کو نہیں سنا ہے؟ حضرت جارودؓ نے کہا، سنا ہے تو پھر کیا ہو گیا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا، مجھے اس بات کا ڈر ہوا کہ اس کے تعریفی کلمات سن کر کہیں تمہارے دل میں عجب اور کبر بڑائی وغیرہ کا برا اثر نہ پیدا ہو جائے، اس لئے میں نے چاہا کہ یہ سارا اثر جھاڑ دوں۔ ۳

---

۱ (الادب المفرد ۱۸۹، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۶۵۶)

۲ (کنز العمال ۲/ ۸۲، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۶۶۹) ۳ (کنز العمال ۲/ ۶۷، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۶۶۹)

Marfat.com

وہ پیالہ میرے پاس لاؤ:

حضرت بحریہؒ کہتی ہیں کہ: میرے چچا حضرت خداشؓ نے حضورؐ کو ایک پیالہ میں کھاتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے حضورؐ سے وہ پیالہ بطورِ ہدیہ مانگ لیا۔ حضورؐ نے ان کو وہ پیالہ دے دیا۔ چنانچہ وہ پیالہ ہمارے ہاں رکھا رہتا تھا۔ حضرت عمرؓ ہم سے فرمایا کرتے تھے کہ وہ پیالہ میرے پاس نکال کر لاؤ۔ ہم زمزم کے پانی سے بھر کر وہ پیالہ حضرت عمرؓ کے پاس لاتے۔ حضرت عمرؓ اس میں سے کچھ پیتے اور کچھ برکت کے لئے اپنے سر اور چہرے پر ڈال لیتے۔ پھر ایک چور نے ہم پر بڑا ظلم کیا کہ وہ ہمارے سامان کے ساتھ اسے بھی چوری کر کے لے گیا۔ پیالہ کی چوری کے بعد حضرت عمرؓ ہمارے پاس آئے اور حسب دستور پیالہ کا مطالبہ کیا۔ ہم نے کہا، اے امیر المومنین! وہ پیالہ تو ہمارے سامان کے ساتھ چوری ہو گیا۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا، وہ چور تو بڑا سمجھدار ہے جو حضورؐ کا پیالہ چرا کر لے گیا۔

راوی کہتے ہیں، اللہ کی قسم! حضرت عمرؓ نے نہ تو چور کو برا بھلا کہا اور نہ اس پر لعنت بھیجی۔ [1]

ایک دم رک جاتے:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدرؓ مدینہ آئے اور وہ اپنے بھتیجے حضرت حر بن قیسؓ کے ہاں ٹھہرے۔ حضرت حر ان لوگوں میں سے تھے جنہیں حضرت عمرؓ اپنے قریب رکھتے تھے اور عبادت گزار علماء ہی حضرت عمرؓ کی مجلس شوریٰ میں ہوتے تھے، چاہے وہ جوان ہوتے یا عمر رسیدہ۔ حضرت عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا، اے میرے بھتیجے! تمہیں امیر المومنین کے ہاں بڑا درجہ حاصل ہے، تم ان سے میرے لئے آنے کی اجازت حاصل کرو۔ انہوں نے جا کر اپنے چچا کے لئے حضرت عمرؓ سے اجازت مانگی۔ حضرت عمرؓ نے اجازت دے دی۔ جب وہ حضرت عمرؓ کے پاس گئے تو ان سے یہ کہا، اے ابن خطاب! دیکھو اللہ کی قسم! آپؓ ہمیں زیادہ نہیں دیتے اور ہمارے درمیان عدل کا فیصلہ نہیں کرتے ہیں۔ اس پر حضرت عمرؓ کو غصہ آ گیا اور حضرت عیینہ کو سزا

---

[1] (منتخب کنز العمال ۴/۴۰۰، طبقات ابن سعد ۷/۵۷، حیاۃ الصحابہ ۲/۶۶۹)

Marfat.com

دینے کا ارادہ فرمالیا۔ حضرت حر نے کہا، اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ سے فرمایا:

﴿خذ العفوا وأمر بالعرف واعرض عن الجاهلين﴾

''سرسری برتاؤ کو قبول کرلیا کیجئے اور نیک کام کی تعلیم کر دیا کیجئے اور جاہلوں سے ایک کنارہ ہوجایا کیجئے۔'' (سورۃ اعراف ۱۹۹)

اور یہ بھی ان جاہلوں میں سے ہے، اس لئے آپؓ ان کی اس بات سے کنارہ کرلیں۔ جب حضرت حر نے یہ آیت پڑھی تو اللہ کی قسم! حضرت عمرؓ وہیں رک گئے اور سزا دینے کا ارادہ چھوڑ دیا اور حضرت عمرؓ کی یہ بہت بڑی صفت تھی کہ وہ کسی کام کا ارادہ کرلیتے، پھر انہیں بتایا جاتا کہ اللہ کی کتاب اس کام سے روک رہی ہے تو فوراً اس ارادہ کو چھوڑ دیتے اور ایکدم رک جاتے۔ [1]

اللہ تعالیٰ کی عظمت کا استحضار:

حضرت اسلمؒ کہتے ہیں کہ حضرت بلالؓ نے پوچھا، اے اسلم! تم لوگوں نے حضرت عمرؓ کو کیسا پایا؟ میں نے کہا، بہت اچھا پایا لیکن انہیں جب غصہ آجاتا ہے تو پھر مسئلہ بڑا مشکل ہوجاتا ہے۔ حضرت بلالؓ نے فرمایا، آئندہ اگر تمہاری موجودگی میں حضرت عمرؓ کو غصہ آجائے تو تم ان کے سامنے قرآن پڑھنے لگ جانا، ان شاء اللہ ان کا غصہ چلا جائے گا۔

حضرت مالک دارؒ (حضرت عمرؓ کے غلام) کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمرؓ نے مجھے ڈانٹا اور مارنے کے لئے کوڑا اٹھالیا۔ میں نے کہا، میں آپؓ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے وہ کوڑا اپنے نیچے رکھ دیا اور فرمایا، تم نے ایک بڑی ذات کا مجھے واسطہ دیا ہے۔ [2]

میں تو ان کے ساتھ ایسے ہی پیش آؤں گا:

حضرت اصمعیؒ کہتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے کہا کہ آپؓ حضرت عمر بن خطابؓ سے بات کریں کہ وہ لوگوں کے ساتھ نرمی اختیار کریں۔ اس وقت تو ان کے رُعب کا یہ حال ہے کہ کنواری لڑکیاں بھی اپنے پردے میں ان سے ڈرتی

---

[1] (منتخب کنز العمال ۴/۴۱۶، حیاۃ الصحابہ ۲/۶۸)

[2] (منتخب کنز العمال ۴/۴۱۳)

Marfat.com

ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے جا کر حضرت عمرؓ سے بات کی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا، میں تو ان کے ساتھ ایسے ہی پیش آؤں گا کیونکہ اگر ان کو پتہ چل جائے کہ میرے دل میں ان لوگوں کے لئے کتنی مہربانی، شفقت اور نرمی ہے تو یہ میرے کندھے سے کپڑے اتار لیں۔[1]

عصیدہ اس طرح نہیں گھونٹا جاتا:

حضرت ہشامؒ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک دفعہ حضرت عمر بن خطابؓ کا ایک عورت پر گزر ہوا جو عصیدہ گھونٹ رہی تھی۔ (عصیدہ وہ آٹا ہے جسے گھی ڈال کر پکایا جائے) حضرت عمرؓ نے اس سے کہا، عصیدہ کو اس طرح نہیں گھونٹا جاتا۔ یہ کہہ کر اس سے حضرت عمرؓ نے ڈوئی لے لی اور فرمایا، اس طرح گھونٹا جاتا ہے اور اسے گھونٹ کر دکھایا۔[2]

جب تک پانی گرم نہ ہو جائے کوئی عورت آٹا نہ ڈالے:

حضرت ہشام بن خالدؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو عورتوں سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب تک پانی گرم نہ ہو جائے، تم میں سے کوئی عورت آٹا نہ ڈالے اور جب پانی گرم ہو جائے تو تھوڑا تھوڑا کر کے ڈالتی جائے اور ڈوئی سے اس کو ہلاتی جائے۔ اس طرح اچھی طرح مل جائے گا اور ٹکڑے ٹکڑے نہیں بنے گا۔[3]

ننگے پاؤں عیدگاہ جانا:

حضرت زِرؒ کہتے ہیں کہ: میں نے دیکھا کہ حضرت عمر بن خطابؓ عیدگاہ ننگے پاؤں جا رہے ہیں۔[4]

میں نے چاہا کہ اپنے نفس کو اس کی حیثیت بتا دوں:

حضرت عمر مخزومیؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے اعلان کروایا...... الصلاۃ الجامعہ...... سب نماز میں جمع ہو جائیں، ضروری بات کرنی ہے۔ جب لوگ کثرت

---

[1] (البدایہ ۶/۳۶، شمائل الترمذی ۲۶، طبقات ابن سعد ۱/۹۲، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۶۹۷)

[2] (حیاۃ الصحابہؓ ۲/۷۰۸)

[3] (حیاۃ الصحابہؓ ۲/۷۰۸) [4] (منتخب کنز العمال ۴/۴۱۸، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۷۰۸)

Marfat.com

سے جمع ہو گئے تو حضرت عمرؓ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ کی حمد و ثناء اور درود و سلام کے بعد فرمایا، اے لوگو! میری چند خالائیں تھیں جو قبیلہ بنو مخزوم کی تھیں۔ میں ان کے جانور چرایا کرتا تھا۔ وہ مجھے مٹھی بھر کشمش اور کھجور دے دیا کرتی تھیں۔ میں اس پر سارا دن گزارا کرتا تھا اور وہ بہت ہی اچھا دن ہوتا تھا۔ پھر حضرت عمرؓ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ان سے کہا، اے امیر المؤمنین! آپؓ نے اور تو کوئی خاص بات کہی نہیں، بس اپنا عیب ہی بیان کیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا، اے ابن عوفؓ! تیرا بھلا ہو۔ میں تنہائی میں بیٹھا ہوا تھا، میرے نفس نے مجھ سے کہا، تو امیر المومنین ہے، تجھ سے افضل کون ہو سکتا ہے؟ تو میں نے چاہا کہ اپنے نفس کو اس کی حیثیت بتا دوں۔ [1]

ایک روایت میں یہ ہے کہ: حضرت عمرؓ نے فرمایا، اے لوگو! میں نے اپنا یہ حال دیکھا ہے کہ میرے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں ہوتی تھی۔ میں اپنے قبیلہ بنو مخزوم کی خالاؤں کو میٹھا پانی لا کر دیا کرتا تھا۔ وہ مجھے کشمش کی چند مٹھیاں دے دیا کرتی تھیں، بس یہ کشمش ہی کھانے کی چیز ہوتی تھی۔ آخر میں یہ بھی فرمایا، مجھے اپنے نفس میں کچھ بڑائی محسوس ہوئی تو میں نے چاہا کہ اسے کچھ نیچے جھکاؤں۔ [2]

اے جوان! مجھے اپنے ساتھ بٹھا لے:

حضرت حسنؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ ایک سخت گرم دن میں سر پر چادر رکھے ہوئے باہر نکلے۔ ان کے پاس سے ایک جوان گدھے پر گزرا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا، اے جوان! مجھے اپنے ساتھ بٹھا لے۔ وہ نوجوان کود کر گدھے سے نیچے اترا اور اس نے عرض کیا، اے امیر المومنین! آپؓ سوار ہو جائیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، نہیں پہلے تم سوار ہو جاؤ۔ میں تمہارے پیچھے بیٹھ جاؤں گا۔ تم مجھے نرم جگہ بٹھانا چاہتے ہو اور خود سخت جگہ بیٹھنا چاہتے ہو۔ چنانچہ وہ جوان گدھے پر آگے بیٹھا اور حضرت عمرؓ اس کے پیچھے۔ آپؓ جب مدینہ منورہ

---

[1] (منتخب کنز العمال ۴/ ۴۱۷) [2] (طبقات ابن سعد ۳/ ۲۹۳، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۷۰۹)

Marfat.com

داخل ہوئے تو آپؓ پیچھے بیٹھے ہوئے تھے اور سب لوگ آپؓ کو دیکھ رہے تھے۔ ۱

چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں:

حضرت سنان بن سلمہ ہذلیؒ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ میں چند لڑکوں کے ساتھ نکلا اور ہم مدینہ میں گری ہوئی اَدھ پکری کھجوریں چننے لگے کہ اتنے میں حضرت عمرؓ بن خطاب کوڑا لئے ہوئے آگئے۔ جب لڑکوں نے ان کو دیکھا تو وہ سب کھجوروں کے باغ میں ادھر ادھر بکھر گئے لیکن میں وہیں کھڑا رہا اور میری لنگی میں کچھ کھجوریں تھیں جو میں نے وہاں سے چنی تھیں۔ میں نے کہا، اے امیر المومنین! یہ کھجوریں وہ ہیں جو ہوا سے نیچے گری ہیں (یعنی میں نے درخت سے نہیں توڑی ہیں) حضرت عمرؓ نے میری لنگی میں رکھی ہوئی ان کھجوروں کو دیکھا اور مجھے نہ مارا۔ میں نے کہا، اے امیر المومنین! میں اب گھر جانا چاہتا ہوں راستہ میں آگے لڑکے کھڑے ہیں جو میری یہ تمام کھجوریں چھین لیں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، نہیں ہرگز نہیں۔ چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ میرے ساتھ میرے گھر تک آئے۔ ۲

تو میرا بھائی ہے میں تیرا بھائی ہوں:

حضرت محمد بن سیرینؒ کہتے ہیں کہ: جب حضرت عمر بن خطابؓ کسی کو گورنر بنا کر بھیجتے تو اس کے معاہدہ نامہ میں لوگوں کو یہ لکھتے کہ جب تک یہ تمہارے ساتھ عدل وانصاف کا معاملہ کرتے رہیں، تم ان کی بات سنتے رہو اور مانتے رہو۔ چنانچہ جب حضرت حذیفہؓ کو مدائن کا گورنر بنا کر بھیجا تو ان کے معاہدہ نامہ میں یہ لکھا کہ ان کی بات سنو اور اور مانو اور جو تم سے مانگیں، وہ ان کو دے دو۔ وہ جب حضرت عمرؓ کے پاس سے چلے تو وہ گدھے پر سوار تھے، گدھے پر پالان پڑا ہوا تھا اور اس پر ان کا زادِ سفر بھی تھا۔ جب یہ مدائن پہنچے تو وہاں کے مقامی ذمی لوگوں نے اور دیہات کے چودھریوں نے ان کا استقبال کیا۔ اس وقت ان کے

---

۱ (منتخب کنز العمال ۴/ ۴۱۷، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۷۰۹)

۲ (طبقات ابن سعد ۷/ ۹۰، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۷۱۰)

Marfat.com

ہاتھ میں روٹی اور گوشت والی ہڈی تھی اور گدھے پر پالان پر بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنا معاہدہ نامہ ان لوگوں کو پڑھ کر سنایا تو انہوں نے کہا، آپؓ جو چاہیں ہم سے فرمائش کریں۔ انہوں نے فرمایا، جب تک میں تم میں رہوں مجھے کھانا اور میرے اس گدھے کو چارہ دیتے رہو۔ پھر وہ کافی عرصہ تک رہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے انہیں لکھا کہ مدینہ آجاؤ۔ جب حضرت عمرؓ کو پتہ چلا کہ حضرت حذیفہؓ مدینہ پہنچنے والے ہیں تو وہ ان کے راستہ میں ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گئے جہاں سے حضرت حذیفہؓ انہیں نہ دیکھ سکیں۔ حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ وہ اسی حالت پر واپس آرہے ہیں جس حالت پر گئے تھے تو باہر نکل کر انہیں چمٹ گئے اور فرمایا، تو میرا بھائی ہے اور میں تیرا بھائی ہوں۔ [1]

بھائی کی شہادت کا صدمہ:

حضرت عمر بن عبدالرحمٰن بن زید بن خطابؒ کہتے ہیں کہ: جب بھی حضرت عمرؓ کو کوئی رنج وصدمہ پہنچتا تو اپنے کو تسلی دینے کے لئے فرماتے کہ مجھے میرے بھائی حضرت زید بن خطابؓ کی شہادت کا زبردست صدمہ پہنچا تھا لیکن میں نے اس پر صبر کرلیا تھا تو یہ تو اس سے چھوٹا ہے، اس پر تو صبر کرنا ہی چاہئے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے بھائی حضرت زیدؓ کے قاتل کو دیکھا تو فرمایا، تیرا بھلا ہو، تم نے میرے ایسے بھائی کو قتل کیا ہے کہ جب بھی پروا ہوا چلتی ہے تو مجھے وہ بھائی یاد آجاتا ہے۔ (یعنی مجھے اس سے بہت زیادہ محبت ہے) [2]

پھر تم چمٹے رہو:

حضرت عبداللہ بن ابی سلیطؓ فرماتے ہیں کہ: میں نے دیکھا کہ حضرت ابواحمد بن جحشؓ اپنی ہمشیرہ حضرت زینب بنت جحش کے جنازے کو اٹھائے ہوئے جارہے ہیں حالانکہ وہ نابینا تھے اور وہ رو رہے تھے۔ پھر میں نے سنا کہ حضرت عمرؓ فرمارہے ہیں، اے ابواحمد! جنازے سے ایک طرف ہو جاؤ، لوگوں کی وجہ سے تمہیں تکلیف ہوگی۔ ان کے جنازے کو

---

[1] (کنزالعمال ۷/۲۳، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۱۷)

[2] (مستدرک حاکم ۳/۲۲۷، البیہقی ۹/۹۸، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۲۴۲)

Marfat.com

اٹھانے کے لئے لوگوں کا بڑا ہجوم تھا۔ حضرت ابو احمد نے کہا، اے عمرؓ! ہمیں اسی بہن کی وجہ سے ہر خیر ملی ہے اور ان کے جانے پر جو رنج و صدمہ مجھے ہے، وہ جنازہ اٹھانے سے کم ہو رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، پھر تو تم چمٹے رہو چمٹے رہو۔ ۱؎

قریش لوگوں کے سردار ہیں:

حضرت احنف بن قیسؒ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قریش لوگوں کے سردار ہیں۔ ان میں سے جو بھی کسی دروازے میں داخل ہوگا، اس کے ساتھ لوگوں کی ایک بڑی جماعت بھی ضرور داخل ہوگی۔ مجھے ان کی اس بات کا مطلب سمجھ میں نہ آیا یہاں تک کہ انہیں نیزے سے زخمی کیا گیا۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضرت صہیبؓ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو تین دن نماز پڑھائیں اور انہوں نے اس بات کا بھی حکم دیا کہ نئے خلیفہ کے مقرر ہونے تک لوگوں کو کھانا پکا کر کھلایا جائے۔ جب لوگ حضرت عمرؓ کے جنازے سے واپس آئے تو دسترخوان بچھائے گئے اور کھانا لا کر رکھا گیا لیکن رنج و غم کی زیادتی کی وجہ سے لوگ کھانا نہیں کھا رہے تھے تو حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ نے فرمایا، اے لوگو! حضورؐ کا انتقال ہوا، ہم نے اس کے بعد کھایا اور پیا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ کا انتقال ہوا تو ہم نے ان کے بعد کھایا اور پیا۔ اس لئے کھانا کھانا تو ضروری ہے لہٰذا آپ سب یہ کھانا کھائیں۔ پھر حضرت عباسؓ نے ہاتھ بڑھا کر کھانا شروع کر دیا تو تمام لوگوں نے ہاتھ بڑھایا اور کھانا شروع کر دیا تو اس وقت مجھے حضرت عمرؓ کی بات سمجھ آئی کہ قریش لوگوں کے سردار ہیں۔ ۲؎

جس سے تمہیں تکلیف ہو وہ مصیبت ہے:

حضرت عبداللہ بن خلیفہؒ کہتے ہیں کہ: میں حضرت عمرؓ کے ساتھ ایک جنازے میں تھا کہ اتنے میں ان کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ گیا۔ اس پر انہوں نے ...... انا للہ ...... پڑھی

۱؎ (طبقات ابن سعد ۴/ ۹۴، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۷۴۷)

۲؎ (طبقات ابن سعد ۴/ ۱۹، کنز العمال ۷/ ۶۷، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۷۴۷)

Marfat.com

اور فرمایا، ہر وہ چیز جس سے تمہیں تکلیف ہو، وہ مصیبت ہے۔ اور مصیبت کے آنے پر...... اناللہ...... پڑھنے کا حکم ہے، اس لئے میں نے...... اناللہ...... پڑھی۔ [1]

سختی کے بعد کشادگی:

حضرت اسلمؒ کہتے ہیں کہ: حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت عمر بن خطابؓ کو خط لکھا کہ رومی لشکر جمع ہو رہے ہیں اور ان سے بڑا خطرہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں جواب میں یہ لکھا۔ اما بعد! جب بھی مؤمن بندے پر کوئی سختی آتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بعد کشادگی ضرور لاتے ہیں اور یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک تنگی دو آسانیوں پر غالب آ جائے۔ (یہ قرآن کی آیت...... اِنَّ مع العسرِ یسراً ...... کی طرف اشارہ ہے کہ ایک تنگی کے بعد دو آسانیاں ملتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں:

﴿یٰاَیُّھا الَّذین آمنوا صبِرُوا وصابِرُوا ورابطوا واتَّقوا اللّٰہ لعلَّکم تفلحون﴾ (سورۃ آل عمران ۲۰۰)

"اے ایمان والو! خود صبر کرو اور مقابلہ میں صبر کرو اور مقابلہ کے لئے مستعد رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پورے کامیاب ہو جاؤ۔" [2]

میں اس جگہ جانور چرایا کرتا تھا:

حضرت سلیمان بن یسارؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ مکہ اور مدینہ کے درمیان ضجنان مقام کے پاس سے گزرے تو فرمانے لگے، میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں بچپن میں اپنے والد خطاب کے جانور اس جگہ چرایا کرتا تھا لیکن اللہ کی قسم! میری معلومات کے مطابق وہ سخت مزاج اور درشت گو تھے۔ پھر میں حضرت محمد ﷺ کی اُمت کا والی بن گیا ہوں۔ پھر یہ شعر پڑھا:

---

[1] (حیاۃ الصحابہ ۲/۷۴۹) [2] (کنز العمال ۲/۵۴، حیاۃ الصحابہ ۲/۷۵۰)

Marfat.com

لا شيئ فيما ترىٰ اِلّا بشاشتهٗ
يبقىٰ الاِلٰهُ ويودى المال والولدُ

''جو کچھ تم دیکھ رہے ہو اس میں (ظاہری) بشاشت کے سوا اور کچھ نہیں ہے اللہ کی ذات باقی رہنے والی ہے باقی تمام مال اور اولاد فنا ہو جائے گی۔''

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اپنے اونٹ سے فرمایا، چل۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا، اگر میرے پاس دو سواریاں لائی جائیں۔ ایک شکر کی، دوسری صبر کی تو مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے کہ میں کس پر سوار ہوا۔ [1]

اللہ تعالیٰ کی نعمت:

حضرت عکرمہؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ ایک ایسے مصیبت زدہ آدمی کے پاس سے گزرے جو کوڑھی، نابینا، بہرا اور گونگا تھا۔ آپؓ نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا، کیا تمہیں اس میں اللہ کی کوئی نعمت نظر آ رہی ہے؟ ساتھیوں نے کہا، نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اس میں بھی اللہ کی نعمت ہے۔ کیا آپ لوگ دیکھ نہیں رہے کہ یہ پیشاب کر لیتا ہے۔ پیشاب قطرہ قطرہ کر کے نہیں آتا ہے اور نہ مشکل سے نکلتا ہے بلکہ آسانی سے نکل آتا ہے۔ یہ بھی اللہ کی زبردست نعمت ہے۔ [2]

تم لوگ خاموش کیوں نہیں رہتے:

حضرت ابراہیمؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ نے ایک آدمی کو سنا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ اے اللہ! میں اپنی ساری جان اور سارا مال تیرے راستہ میں خرچ کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، تم لوگ خاموش کیوں نہیں رہتے؟ اگر کوئی مصیبت آ جائے تو صبر کرو اور اگر عافیت ملے تو شکر کرو۔ [3]

---

[1] (منتخب کنز العمال ۴/۴۱۷، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۷۵۴)

[2] (کنز العمال ۲/۱۵۴، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۷۵۴)

[3] (کنز العمال ۲/۱۵۴، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۷۵۵)

Marfat.com

یہی جواب میں تم سے سننا چاہتا تھا:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں، یہ بات میں نے خود سنی ہے کہ: حضرت عمرؓ کو ایک آدمی نے سلام کیا۔ حضرت عمرؓ نے سلام کا جواب دیا اور اس سے پوچھا، تم کیسے ہو؟ اس نے کہا، میں آپؓ کے سامنے اللہ کی تعریف بیان کرتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، یہی جواب میں تم سے سننا چاہتا تھا۔ ۱

سارا دودھ قے کر لیا:

حضرت زید بن اسلمؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ دودھ نوش فرمایا جو انہیں بہت پسند آیا۔ جن صاحب نے پلایا تھا، ان سے دریافت فرمایا کہ تمہیں یہ دودھ کہاں سے ملا؟ انہوں نے بتایا کہ میں فلاں پانی پر گیا تھا، وہاں صدقہ کے جانور پانی پینے آئے ہوئے تھے۔ ان لوگوں نے ان جانوروں کا دودھ نکال کر ہمیں دیا، میں نے اپنے اس مشکیزہ میں وہ دودھ ڈال لیا۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے منہ میں انگلی ڈال کر وہ سارا دودھ قے کر دیا۔ ۲

آواز بند ہوگئی:

حضرت محمد حسن بن محمد بن علی بن ابی طالبؓ کہتے ہیں کہ:

حضرت عمر بن خطابؓ جمعہ کے خطبہ میں...... اذالشَّمسُ کوِّرَت ...... پڑھ رہے تھے۔ جب...... علمت نفس مَّا احضرت...... پر پہنچے تو رونے کے غلبہ کی وجہ سے ان کی آواز بند ہوگئی۔ ۳

بیس دن بیمار رہے:

حضرت حسنؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے یہ آیتیں پڑھیں:

﴿اِنّ عذاب رَبِّکَ لواقع مَّا لهٗ من دافعٍ﴾

---

۱ (کنز العمال ۲/۱۵۴، حیاۃ الصحابہ ۲/۷۵۵)

۲ (منتخب کنز العمال ۴/۴۱۸)

۳ (منتخب کنز العمال ۴/۳۸۷، حیاۃ الصحابہ ۲/۷۸۳)

Marfat.com

"بے شک آپ کے رَبّ کا عذاب ضرور ہو کر رہے گا کوئی اس کو ٹال نہیں سکتا۔"

تو ان کا سانس پھول گیا اور وہ بیمار ہو گئے اور بیس دن تک ایسے بیمار رہے کہ لوگ ان کی عیادت کرتے رہے۔ ۱

اتنا روئے کہ آگے نہ پڑھ سکے:

حضرت عبید بن عمیرؒ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی جس میں سورۃ یوسف شروع کر دی پڑھتے پڑھتے جب:

﴿وابيضّت عيناه من الحزن فهو كظيم﴾

پر پہنچے تو اتنا روئے کہ آگے نہ پڑھ سکے اور رکوع کر دیا۔ ۲

آخری صف میں رونے کی آواز:

حضرت عبداللہ بن شداد بن ہادرؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ فجر کی نماز میں سورۃ یوسف پڑھ رہے تھے۔ میں آخری صف میں تھا: جب پڑھتے پڑھتے:

﴿اِنّما اشكوا بثّى وحزنى الى اللّٰهِ﴾

پر پہنچے تو میں نے آخری صف سے حضرت عمرؓ کے بلک بلک کر رونے کی آواز سنی۔ ۳

قرآن پاک سے تاثر لینا:

حضرت ہشام بن حسنؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ قرآن پڑھتے ہوئے جب عذاب کی کسی آیت پر گزرتے تو ان کا گلا گھٹ جاتا اور اتنا روتے کہ نیچے گر جاتے اور پھر کمزور ہو جانے کی وجہ سے کئی دن گھر رہتے اور لوگ ان کو بیمار سمجھ کر عیادت کرتے رہتے۔ ۴

---

۱ (حیاۃ الصحابہؓ/۷۸۳)

۲ (منتخب کنز العمال ۴/۴۰۱، حیاۃ الصحابہؓ/۷۸۴) ۳ (حیاۃ الصحابہؓ/۷۸۴)

۴ (حلیۃ الاولیاء ۱/۵۱، حیاۃ الصحابہؓ/۷۸۴)

Marfat.com

متقی گمنام لوگ:

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ حضرت معاذ بن جبلؓ کے پاس سے گزرے، وہ رو رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا، آپؓ کیوں رو رہے ہیں؟ حضرت معاذؓ نے کہا، ایک حدیث کی وجہ سے رو رہا ہوں جو میں نے حضورؐ سے سنی ہے کہ ریا کا ادنیٰ درجہ بھی شرک ہے اور اللہ کو بندوں میں سے سب سے زیادہ محبوب وہ لوگ ہیں جو متقی ہوں اور ان کے حالات لوگوں سے چھپے ہوئے ہوں۔ یہ لوگ اگر نہ آئیں تو کوئی انہیں تلاش نہ کرے اور اگر آجائیں تو انہیں کوئی نہ پہچانے۔ یہی لوگ ہدایت کے امام اور علم کے چراغ ہیں۔ ۱

تجھے اللہ تعالیٰ سے ضرور ڈرنا ہوگا:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ: ایک دن میں حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ باہر نکلا۔ چلتے چلتے حضرت عمرؓ ایک باغ میں داخل ہوگئے، میں باہر رہ گیا۔ وہ باغ کے اندر تھے اور میرے اور ان کے درمیان ایک دیوار ہی تھی۔ میں نے سنا کہ وہ اپنے آپ کو خطاب کر کے کہہ رہے ہیں۔ اے امیر المومنین! اللہ کی قسم! تجھے اللہ سے ضرور ڈرنا ہوگا ورنہ اللہ تعالیٰ تجھے ضرور عذاب دیں گے۔ ۲

اپنے گھر والوں سے ابتدا کرتے:

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ: جب حضرت عمرؓ لوگوں کو کسی کام سے روکنے کا ارادہ فرماتے تو اپنے گھر والوں سے پہل فرماتے اور فرماتے، تم میں سے جس کے بارے میں مجھے پتہ چلا کہ اس نے وہ کام کیا ہے جس سے میں نے روکا ہے تو میں اس کو دگنی سزا دوں گا۔ ۳

---

۱ (مستدرک حاکم ۳/۲۷۰، حلیۃ الاولیاء ۱/۱۵، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۷۸۵)

۲ (منتخب کنز العمال ۴/۴۰۰، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۷۸۹)

۳ (کنز العمال ۴/۴۰۰، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۷۸۹)

Marfat.com

یہ برائی نہیں ہو سکے گی:

حضرت ابن شہابؒ کہتے ہیں کہ: حضرت ہشام بن حکیم بن حزامؓ اپنے ساتھ چند لوگوں کی جماعت بنا کر امر بالمعروف کیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ کو جب کسی برائی کی خبر ملتی تو فرماتے، جب تک میں اور ہشام زندہ ہیں یہ برائی نہیں ہو سکے گی۔ ۱؎

صرف شر کے موقع پر نظر آنے والے:

حضرت معافیٰ بن عمرانؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ کا گزر کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جو ایک ایسے آدمی کے پیچھے چل رہے تھے جسے اللہ کے کسی معاملہ میں سزا ہوئی تھی۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا، ان چہروں کے لئے کوئی خوش آمدید نہیں ہے جو صرف شر کے موقع پر نظر آتے ہیں۔ ۲؎

تمہارا بھلا ہو چھ درہم کی قمیص خریدتے:

حضرت عبداللہ بن عبیدؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت احنفؒ کو ایک قمیص پہنے ہوئے دیکھا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا، اے احنفؒ! تم نے یہ قمیص کتنے میں خریدی؟ حضرت احنفؒ نے کہا، بارہ درہم میں۔ حضرت عمرؓ نے کہا، تمہارا بھلا ہو، تم چھ درہم کی قمیص خریدتے اور باقی چھ درہم کسی خیر کے کام میں خرچ کر دیتے جیسے کہ تم جانتے ہو۔ ۳؎

آپؓ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندے ہیں:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت سلمانؓ ایک سفر سے واپس آئے تو ان سے حضرت عمرؓ کی ملاقات ہوئی تو حضرت عمرؓ نے کہا، آپ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندے ہیں۔ حضرت سلمانؓ نے کہا، تو پھر آپ اپنے خاندان میں میری شادی کرا دیں۔ حضرت عمرؓ اس پر خاموش رہے۔ حضرت سلمانؓ نے کہا، آپؓ مجھے اللہ کا پسندیدہ بندہ تو سمجھتے ہیں لیکن مجھے اپنا داماد بنانا آپؓ کو پسند نہیں ہے۔ صبح کو حضرت عمرؓ کی قوم کے لوگ حضرت سلمانؓ کے

۱؎ (کنز العمال ۲/۱۴۱، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۸۱۱)

۲؎ (کنز العمال ۲/۱۵۹، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۸۱۳) ۳؎ (کنز العمال ۲/۱۶۱، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۸۱۶)

Marfat.com

پاس گئے۔ حضرت سلمانؓ نے پوچھا، کیا کوئی کام ہے؟ ان لوگوں نے کہا، جی ہاں۔ حضرت سلمانؓ نے پوچھا، کیا ہے؟ ان شاء اللہ آپ لوگوں کا کام ہو جائے گا۔ ان لوگوں نے کہا کہ آپؓ نے حضرت عمرؓ کو جو شادی کا پیغام دیا ہے، وہ واپس لے لیں۔ حضرت سلمانؓ نے فرمایا، میں نے یہ پیغام حضرت عمرؓ کی اَمارت یا بادشاہت کی وجہ سے نہیں دیا تھا بلکہ میں نے تو اس وجہ سے دیا تھا کہ وہ نیک آدمی ہیں، شاید اللہ تعالیٰ میرے اور ان کے اس رشتے سے نیک اولاد پیدا فرمادیں چنانچہ پھر انہوں نے قبیلہ کندہ میں شادی کی۔ ۱؎

اپنی غلطی کا اعتراف:

حضرت مسروقؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا، میرے علم میں ایسا آدمی کوئی نہ آئے جس نے چار سو سے زیادہ مہر مقرر کیا ہو کیونکہ نبی کریم ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ کا مہر چار سو درہم یا اس سے کم تھا۔ اگر مہر زیادہ کرنا کوئی تقویٰ اور عزت کی بات ہوتی تو تم لوگ ان مبارک حضرات سے مہر میں آگے نہیں جاسکتے تھے۔ پھر منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔ پھر ایک قریشی عورت ان کے سامنے آئی اور اس نے کہا، کیا آپؓ نے لوگوں کو چار سو سے زیادہ مہر رکھنے سے منع کیا؟ حضرت عمرؓ نے کہا، ہاں۔ اس عورت نے کہا، کیا آپؓ نے اللہ تعالیٰ کو قرآن میں یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا:

﴿اٰتیتم احدٰھُنَّ قنطاراً﴾ (سورۃ نساء ۲۰)

''اور تم اس ایک (عورت) کو انبار کا انبار مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ بھی مت لو۔''

یعنی اس آیت میں مہر میں بہت زیادہ مال دینے کو اللہ نے ذکر فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ زیادہ مہر دینا بھی جائز ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا، اے اللہ! میں تجھ سے معافی مانگتا ہوں، تمام لوگ عمرؓ سے زیادہ دین کی سمجھ رکھتے ہیں۔ پھر واپس آ کر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا، اے لوگو! میں نے تمہیں چار سو سے زیادہ مہر دینے سے منع کیا تھا لیکن

۱؎ (حیاۃ الصحابہؓ ۲/۸۴۶)

اب تمہیں اجازت ہے کہ جتنا چاہو یا جتنا تمہارا دل کہے، تم اتنا مہر دے سکتے ہو۔ ا

میں ہمیشہ حضرت عمرؓ سے ڈرتی رہی:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: میں نے آٹا، دودھ یا گھی ملا کر حضورؐ کے لئے حریرہ پکایا اور آپؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضورؐ میرے اور حضرت سودہؓ کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے حضرت سودہؓ سے کہا، آپؓ بھی کھالیں۔ انہوں نے انکار کیا۔ میں نے کہا، یا تو آپؓ کھائیں ورنہ میں آپؓ کے منہ پر مل دوں گی۔ انہوں نے پھر بھی انکار کیا تو میں نے حریرہ میں ہاتھ ڈال کر ان کے چہرے پر لیپ دیا۔ اس پر حضورؐ ہنس پڑے۔ پھر حضورؐ نے ان کا ہاتھ حریرہ میں ڈال کر کہا، تم عائشہؓ کے چہرے پر مل دو چنانچہ انہوں نے میرے چہرے پر مل دیا تو حضورؐ اس پر بھی ہنسے۔ اتنے میں حضرت عمرؓ وہاں سے گزرے۔ وہ کسی کو پکارتے ہوئے اے عبداللہ! اے عبداللہ! کہہ رہے تھے۔ حضورؐ سمجھے کہ حضرت عمرؓ اندر آئیں گے، اس پر حضورؐ نے فرمایا، عمر اندر آ رہے ہیں، تم دونوں اٹھو اور اپنے منہ دھولو۔ چونکہ حضورؐ نے حضرت عمرؓ کا اتنا خیال فرمایا، اس وجہ سے میں ہمیشہ حضرت عمرؓ سے ڈرتی تھی۔ ۲

غلط شکایت پر ایک عورت کی پٹائی:

حضرت کہمس ہلالیؒ کہتے ہیں کہ: میں حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک عورت آکر حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھ گئی اور اس نے کہا، اے امیر المومنین! میرے خاوند کا شر بڑھ گیا ہے اور اس کی خیر کم ہوگئی ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا، تمہارا خاوند کون ہے؟ اس نے کہا، حضرت ابوسلمہؓ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، انہیں تو حضورؐ کی صحبت حاصل ہے اور وہ سچے آدمی ہیں۔ حضرت عمرؓ کے پاس ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس سے حضرت عمرؓ نے فرمایا، کیا وہ آدمی ایسے نہیں ہیں؟ اس آدمی نے کہا، اے امیر المومنین! آپؓ نے ان کے بارے میں جو کہا ہے، ہمیں بھی یہی معلوم ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے ایک

ا (کنز العمال ۸/ ۲۹۸، حیاۃ الصحابہ ۲/۸۵۲)

۲ (منتخب کنز العمال ۴/ ۳۹۳، حیاۃ الصحابہ ۲/۸۵۴)

Marfat.com

آدمی سے کہا، جاؤ ابوسلمہ کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ جب حضرت عمرؓ نے اس عورت کے خاوند کے پاس آدمی بھیجا تو وہ عورت اٹھ کر حضرت عمرؓ کے پیچھے آ کر بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر میں وہ آدمی اس عورت کے خاوند حضرت ابوسلمہؓ کو بلا کر لے آیا اور وہ آ کر حضرت عمرؓ کے سامنے بیٹھ گئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، یہ میرے پیچھے بیٹھی ہوئی عورت کیا کہہ رہی ہے؟ حضرت ابوسلمہؓ نے پوچھا، اے امیر المومنین! یہ عورت کون ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا، یہ آپؓ کی بیوی ہے۔ حضرت ابوسلمہؓ نے کہا، یہ کیا کہہ رہی ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا، یہ کہہ رہی ہے کہ آپؓ کی خیر کم ہوگئی ہے اور آپؓ کا شر زیادہ ہو گیا ہے۔ حضرت ابوسلمہؓ نے کہا، اے امیر المومنین! اس نے بہت بری بات کہی ہے۔ یہ اپنے قبیلہ کی نیک عورتوں میں سے ہے لیکن اس کے پاس کپڑے ان سب عورتوں سے زیادہ ہیں اور گھر میں سہولت اور راحت کا سامان بھی سب سے زیادہ ہے۔ بس اتنی بات ہے کہ اس کا خاوند بوڑھا ہو گیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس عورت سے کہا، اب تم کیا کہتی ہو؟ اس نے کہا، یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ کوڑا لے کر اس عورت کی طرف بڑھے اور کوڑے سے اس کی خبر لی۔ پھر فرمایا، اے اپنی جان کی دشمن! تو اس کا سارا مال کھا گئی اور اس کی جوانی فنا کر دی اور اب اس کی ایسی شکایت لگا رہی ہے جو اس میں نہیں ہے۔ اس عورت نے کہا، اے امیر المومنین! آپؓ جلدی نہ کریں۔ اللہ کی قسم! آئندہ میں کبھی شکایت کی اس مجلس میں نہیں بیٹھوں گی یعنی کبھی شکایت نہیں لگاؤں گی۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس عورت کو تین کپڑے دیئے جائیں اور اس عورت سے کہا، میں نے تجھے جو مارا ہے، یہ کپڑے اس کے بدلے میں ہیں۔ [1]

راوی کہتے ہیں کہ وہ قصہ مجھے ایسا یاد ہے کہ گویا کہ میں اب بھی اس عورت کو کپڑے لے کر اٹھتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ پھر حضرت عمرؓ نے اس عورت کے خاوند کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، تم نے جو مجھے اس کو سزا دیتے ہوئے دیکھا ہے اس کی وجہ سے تم اس کے ساتھ برا سلوک نہ شروع کر دینا۔ انہوں نے کہا، میں ایسا نہیں کروں گا۔ چنانچہ وہ میاں

---

[1] (کنز العمال ۸/۳۰۳، حیاۃ الصحابہ ۲/۷۷۵)

Marfat.com

بیوی واپس چلے گئے۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری اُمت کا بہترین زمانہ وہ ہے جس میں، میں ہوں۔ پھر دوسرا زمانہ، پھر تیسرا زمانہ۔ پھر ان کے بعد ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو گواہی دینے سے پہلے ہی قسمیں کھانے لگ جائیں گے اور ابھی ان سے گواہی مانگی نہ جائے گی کہ وہ پہلے گواہی دینے لگ جائیں گے اور بازاروں میں شور مچاتے پھریں گے۔

تم دونوں میں فیصلہ کردو:

حضرت شعبیؒ کہتے ہیں کہ: ایک عورت حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں آئی اور کہنے لگی کہ میں آپؓ کے پاس ایسے آدمی کی شکایت کرنے آئی ہوں جو تمام دنیا والوں سے زیادہ بہتر ہیں۔ ان سے بہتر وہی آدمی ہوسکتا ہے جو ان سے زیادہ عمل کرے یا ان کے برابر عمل کرے۔ وہ رات سے صبح تک عبادت کرتے ہیں اور صبح سے شام تک روزہ رکھتے ہیں۔ اتنا بتانے کے بعد اس عورت کو شرم آگئی اور اس نے کہا، اے امیر المومنین! آپؓ مجھے معاف فرمادیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اللہ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے، تم نے اس آدمی کی بہت اچھی تعریف کی ہے، میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔ جب وہ عورت چلی گئی تو حضرت کعب بن سُورؓ نے کہا، اے امیر المومنین! اس عورت نے آپؓ سے شکایت کرنے میں کمال کر دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، اس نے کیا شکایت کی ہے؟ حضرت کعبؓ نے کہا، اس نے اپنے خاوند کی شکایت کی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، اس عورت کو میرے پاس لاؤ اور اسی طرح آدمی بھیج کر اس کے خاوند کو بھی بلایا۔ جب وہ دونوں آ گئے تو حضرت عمرؓ نے حضرت کعبؓ سے کہا، تم ان دونوں میں فیصلہ کرو۔ حضرت کعبؓ نے کہا، آپؓ کے ہوتے ہوئے میں فیصلہ کروں، یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا، تم اس کی شکایت کو سمجھ گئے، میں نہ سمجھ سکا اس لئے تم ہی فیصلہ کرو۔ حضرت کعبؓ نے کہا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فانکحُوا ما طاب لکم من النِساءِ مثنیٰ و ثُلٰث و رُباع﴾

''اور عورتوں سے جو تم کو پسند ہوں نکاح کرلو اور دو دو عورتوں سے اور

تین تین عورتوں سے اور چار چار عورتوں سے۔'' (سورۃ نساء ۳)

اس کے خاوند سے کہا، تم تین دن روزہ رکھا کرو اور ایک دن افطار کیا کرو اور اس کے پاس رہا کرو اور تین رات نفل عبادت کیا کرو اور ایک رات اس کے ساتھ گزارا کرو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، تمہارا یہ فیصلہ تو مجھے تمہاری پہلی بات سے بھی زیادہ پسند آیا ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت کعبؓ کو بصرہ والوں کا قاضی بنا کر بھیج دیا۔ [1]

فاروقِ اعظمؓ کا فیصلہ:

بشر نامی ایک منافق کا یہودی سے جھگڑا ہو گیا۔ یہودی نے کہا کہ چلو محمد ﷺ کے پاس چل کر ان سے فیصلہ کروائیں مگر بشر منافق نے اس کو قبول نہ کیا بلکہ کعب بن اشرف یہودی کے پاس جانے اور اس سے فیصلہ کرانے کی تجویز پیش کی۔ کعب بن اشرف یہود کا سردار اور آنحضرت ﷺ کا سخت دشمن تھا۔ یہ عجیب بات تھی کہ یہودی تو اپنے سردار کو چھوڑ کر آنحضرت کا فیصلہ پسند کرے اور اپنے آپ کو مسلمان کہنے والا بشر آپؐ کے بجائے یہودی سردار کا فیصلہ اختیار کرے مگر راز اس میں یہ تھا کہ دونوں کو اس پر یقین تھا کہ رسول کریم ﷺ حق اور انصاف کا فیصلہ کریں گے۔ اس میں کسی قسم کی رو رعایت یا غلط فہمی کا اندیشہ نہیں اور چونکہ اس جھگڑے میں یہودی حق پر تھا، اس لئے اس کو اپنے سردار کعب بن اشرف سے زیادہ اعتماد آنحضرت ﷺ پر تھا اور بشر منافق غلطی اور ناحق پر تھا، اس لئے وہ جانتا تھا کہ آپؐ کا فیصلہ میرے خلاف ہوگا، اگرچہ میں مسلمان کہلاتا ہوں اور یہ یہودی ہے۔ ان دونوں میں باہمی گفتگو کے بعد طے ہوا کہ آنحضرتؐ کے پاس حاضر ہو کر آپؐ ہی سے اپنے مقدمہ کا فیصلہ کرائیں۔

مقدمہ آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچا۔ آپؐ نے معاملہ کی تحقیق فرمائی تو حق یہودی کا ثابت ہوا، اسی کے حق میں فیصلہ دے دیا اور بشر کو جو بظاہر مسلمان تھا، ناکام کر دیا۔ اس لئے وہ اس فیصلہ پر راضی نہ ہوا اور ایک نئی راہ نکالی کہ کسی طرح یہودی کو اس بات پر راضی کر لیا جائے کہ ہم حضرت عمرؓ کے پاس فیصلہ کرانے چلیں۔ یہودی نے اس کو قبول کر

---

[1] (حیاۃ الصحابہؓ ۲/۸۷۶)

Marfat.com

لیا۔ اس میں یہ راز تھا کہ حضرت عمرؓ کفار کے معاملہ میں سخت ہیں، وہ یہودی کے حق میں فیصلہ دینے کے بجائے میرے حق میں فیصلہ دیں گے۔

بہرکیف یہ دونوں حضرات فاروقِ اعظمؓ کے پاس پہنچے۔ یہودی نے فاروقِ اعظمؓ کے سامنے پورا واقعہ بیان کر دیا کہ اس مقدمہ کا فیصلہ جناب رسول اللہ ﷺ فرما چکے ہیں مگر یہ شخص مطمئن نہیں اور آپؓ کے پاس مقدمہ لایا ہے۔ حضرت عمرؓ نے بشر سے پوچھا، کیا یہی واقعہ ہے۔ اس نے اقرار کیا۔ حضرت فاروقِ اعظمؓ نے فرمایا، اچھا ذرا ٹھہرو میں آتا ہوں۔ گھر میں تشریف لے گئے اور ایک تلوار لے کر آئے اور اس منافق کا سر قلم کر دیا اور فرمایا، جو شخص رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ پر راضی نہ ہو اس کا یہی فیصلہ ہے۔ [1]

جھوٹ بولنا مجھے برا لگا:

حضرت ابوغرزہؓ حضرت ابن ارقمؓ کا ہاتھ پکڑ کر اپنی بیوی کے پاس لے گئے اور اس سے کہا، کیا تم مجھ سے بغض رکھتی ہو؟ اس نے کہا، ہاں۔ حضرت ابن ارقمؓ نے کہا، آپؓ نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت ابوغرزہؓ نے کہا، کیونکہ لوگ مجھے بہت زیادہ باتیں کرنے لگ گئے تھے۔ حضرت ابن ارقمؓ نے جا کر حضرت عمر بن خطابؓ کو یہ بات بتائی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت غرزہؓ کو بلا کر کہا، آپؓ نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت ابوغرزہؓ نے کہا، کیونکہ لوگ مجھے بہت زیادہ باتیں کرنے لگ گئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوغرزہؓ کی بیوی کو بلایا، وہ بھی آئی اور اس کے ساتھ ایک پھوپھی بھی آئی جسے کوئی نہیں جانتا تھا۔ پھوپھی نے اس سے کہا، اگر حضرت عمرؓ تم سے پوچھیں کہ تم نے ایسا صاف جواب کیوں دیا؟ تو تم کہہ دینا کہ انہوں نے قسم دے کر مجھ سے پوچھا تھا کہ کیا تم مجھ سے بغض رکھتی ہو، اس لئے جھوٹ بولنا مجھے برا لگا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا، تم نے یہ بات کیوں کہی؟ حضرت ابوغرزہؓ کی بیوی نے کہا کہ انہوں نے مجھے قسم دے کر پوچھا تھا اس لئے جھوٹ بولنا میں نے مناسب نہ سمجھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، نہیں تمہیں جھوٹ بول دینا چاہیئے تھا اور کوئی اچھی بات کہہ دینی چاہیئے

---

[1] (تفسیر روح المعانی، معارف القرآن ۲/۴۵۶)

Marfat.com

تھی۔ (میاں بیوی تعلقات اچھے رکھنے کے لئے ایک دوسرے سے جھوٹی محبت کا اظہار کر سکتے ہیں) کیونکہ تمام گھروں میں حسن معاشرت کی بنیاد میاں بیوی کی محبت ہی نہیں ہوتی بلکہ بعض گھروں میں میاں بیوی میں محبت نہیں ہوتی لیکن حسن معاشرت کی بنیاد خاندانی شرافت اور اسلام ہوتا ہے۔ [1]

میری بیوی کا ذہن خراب نہ کریں:

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوفؓ کہتے ہیں کہ: حضرت عاتکہ بنت زید بن عمرو بن طفیلؓ حضرت عبداللہ بن ابی بکر صدیقؓ کے نکاح میں تھیں۔ حضرت عبداللہؓ کو ان سے بہت محبت تھی۔ حضرت عبداللہؓ نے ان کو ایک باغ اس شرط پر دیا کہ وہ ان کے مرنے کے بعد کسی سے شادی نہیں کریں گی۔ غزوۂ طائف میں حضرت عبداللہؓ کو ایک تیر لگا تھا جس کا زخم اس وقت تو ٹھیک ہو گیا لیکن حضورؐ کی وفات کے چالیس دن بعد وہ زخم پھر ہرا ہو گیا جس سے حضرت عبداللہؓ کا انتقال ہو گیا۔ ان کی بیوی حضرت عاتکہؓ نے مرثیہ میں یہ اشعار کہے:

وآلیت لا تنفک عینی سخینةً
علیک ولا ینفک جلدی اغبرا
مدی الدّهر ما غنّت حمامة ایکة
وما طرد اللّیل الصّباح المنوّرا

''اور میں نے قسم کھائی ہے کہ زندگی بھر اس وقت تک میری آنکھیں آپ پر گرم آنسو بہاتی رہیں گی (غم کے آنسو گرم ہوتے ہیں) اور میرا جسم گرد آلود رہے گا (یعنی میں زیب و زینت نہیں کروں گی) جب تک گھنے جنگل کی کبوتری گاتی رہے گی اور رات کے بعد روشن صبح آتی رہے گی یعنی ہمیشہ روتی رہوں گی۔''

پھر حضرت عمر بن خطابؓ نے ان کو شادی کا پیغام دیا تو انہوں نے جواب میں کہا

---

[1] (کنز العمال ۸/۳۰۳ حیاۃ الصحابہ ۲/۱۷۷)

Marfat.com

کہ حضرت عبداللہؓ نے مجھے اس شرط پر ایک باغ دیا تھا کہ میں ان کے بعد شادی نہ کروں گی۔ حضرت عمرؓ نے کہلوایا کہ کسی عالم سے شادی کے بارے میں مسئلہ پوچھ لو تو انہوں نے حضرت علی بن ابی طالبؓ سے پوچھا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا، حضرت عبداللہ کے ورثاء کو باغ واپس کر دو اور شادی کر لو۔ چنانچہ انہوں نے وہ باغ واپس کر دیا اور حضرت عمرؓ نے ان سے شادی کر لی اور حضور ﷺ کے چند صحابہؓ کو آدمی بھیج کر ولیمہ کے لئے بلایا۔ ان صحابہؓ میں حضرت علی بن ابی طالبؓ بھی تھے اور حضورؐ کے صحابہؓ میں سے حضرت علیؓ کا حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ سے بھائی چارہ کا تعلق تھا۔ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا، آپؓ مجھے اجازت دیں تو میں حضرت عاتکہؓ سے کچھ بات کر لوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، کر لو۔ حضرت علیؓ نے کہا، اے عاتکہؓ! تم نے یہ شعر کہا تھا اب اس کے خلاف کر لیا:

وآلیت لا تنفک عینی سخینۃً
علیک ولا ینفک جلدی اغبرا

''میں نے قسم کھائی ہے کہ میری آنکھیں آپ پر گرم آنسو بہاتی رہیں گی اور میرا جسم گرد آلود رہے گا۔''

یہ سن کر حضرت عاتکہؓ زور سے رو پڑیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اللہ آپؓ کو معاف کرے، میری بیوی کا ذہن خراب نہ کریں۔ [1]

ابوعبیدہؓ کی اطاعت کرنی پڑے گی:

حضرت عبداللہ بن قیس یا ابن ابی قیسؒ کہتے ہیں کہ: جب حضرت عمرؓ ملک شام تشریف لائے تھے تو میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے حضرت ابوعبیدہؓ کے ساتھ ان کا استقبال کیا تھا۔ حضرت عمرؓ چل رہے تھے کہ انہیں اذرِعات شہر کے کرتب دکھانے والے لوگ تلواریں اور نیزے لئے ہوئے ملے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، ٹھہرو انہیں روکو اور واپس کر دو۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا، اے امیر المومنین! یہ ان عجمیوں کا رواج ہے کہ امیر

---

[1] (کنز العمال ۳۰۲/۸، الاصابہ فی معرفۃ الصحابہؓ ۳۵۶/۲، حیاۃ الصحابہؓ ۸۷۸/۲)

کے آنے پر اظہارِ خوشی کے لئے اپنے کرتب دکھاتے ہیں۔ اگر آپؓ ان کو روکیں گے تو یہ لوگ یہ سمجھیں گے کہ آپؓ ان کا امن کا معاہدہ توڑنا چاہتے ہیں، اس معاہدہ میں ان کو اپنے رواج پر چلنے کی اجازت حاصل ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، پھر ان کو چھوڑ دو کیونکہ اس وقت عمر اور آلِ عمر سب کو حضرت ابو عبیدہؓ کی اطاعت کرنی پڑے گی۔ ۱

دوڑ میں مقابلہ:

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے حضرت زبیرؓ سے دوڑ میں مقابلہ کیا تو حضرت زبیرؓ آگے نکل گئے اور انہوں نے کہا، رَبِّ کعبہ کی قسم! میں آپؓ سے آگے نکل گیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے ان سے دوبارہ مقابلہ کیا۔ اس مرتبہ حضرت عمرؓ آگے نکل گئے تو انہوں نے کہا، رَبِّ کعبہ کی قسم! میں آپؓ سے آگے نکل گیا۔ ۲

ابی بن کعبؓ کو تنبیہ:

حضرت سلیم بن حنظلہؒ کہتے ہیں کہ: ہم حدیثیں سننے کے لئے حضرت اُبی بن کعبؓ کے پاس گئے۔ جب حدیثیں سنا کر حضرت اُبیؓ کھڑے ہوئے تو ہم بھی آپؓ کے ساتھ کھڑے ہو کر چلنے لگے۔ حضرت عمرؓ ان سے ملے اور انہوں نے فرمایا، کیا تمہیں اس بات کا خیال نہیں ہے کہ یوں لوگوں کا تمہارے ساتھ چلنا خود تمہارے لئے فتنہ اور بگڑنے کا سبب ہے اور ان کے لئے ذلت کا ذریعہ ہے۔ ۳

اسے یہاں سے نکال دو:

حضرت عیاضؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو اس بات کا حکم دیا کہ وہ اپنا سارا لین دین کھال کے ایک ٹکڑے پر لکھ کر حضرت عمرؓ کو پیش کریں۔ حضرت ابو موسیٰؓ کا ایک نصرانی منشی تھا، اس نے سارا حساب لکھ کر حضرت عمرؓ کو پیش کیا جو

---

۱ (کنز العمال ۷/۳۳۴، حیاۃ الصحابہ ۲/۸۸۰)

۲ (کنز العمال ۷/۳۳۴، حیاۃ الصحابہ ۲/۸۸۱)

۳ (کنز العمال ۸/۶۱، حیاۃ الصحابہ ۲/۸۸۱)

Marfat.com

حضرت عمرؓ کو بہت پسند آیا اور حضرت عمرؓ نے فرمایا، اس کا حافظہ بڑا تیز ہے۔ پھر اس منشی سے کہا، ہمارے پاس ملک شام سے ایک خط آیا ہے، کیا تم چل کر مسجد میں ہمیں وہ خط پڑھ دو گے؟ حضرت ابوموسیٰؓ نے کہا، یہ تو یہ کام نہیں کر سکتا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، کیوں کیا یہ جنبی ہے؟ حضرت ابوموسیٰؓ نے کہا، نہیں یہ تو نصرانی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے مجھے ڈانٹا اور میری ران پر مار کر کہا، اسے یہاں سے نکال دو۔ پھر:

﴿یآیُّھا الَّذین امنوا لا تتّخذوا الیھود والنّصاریٰ اولیآ﴾ (سورۃ مائدہ ۵۱)

''اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست مت بنانا۔'' [1]

غلاموں کے ساتھ کھانا کھانا:

حضرت ابومحذورہؓ فرماتے ہیں کہ: میں حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں حضرت صفوان بن اُمیہؓ ایک پیالہ لے کر آئے اور حضرت عمرؓ کے سامنے رکھ دیا۔ حضرت عمرؓ نے مسکینوں کو اور آس پاس کے لوگوں کے غلاموں کو بلایا اور ان سب نے حضرت عمرؓ کے ساتھ یہ کھانا کھایا اور پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر لعنت کرے جو اس بات سے اعراض کرتے ہیں کہ ان کے غلام ان کے ساتھ کھانا کھائیں۔ حضرت صفوانؓ نے کہا، ہمیں ان کے ساتھ کھانے سے انکار نہیں لیکن ہمیں عمدہ کھانا اتنا نہیں ملتا جو ہم خود بھی کھالیں اور انہیں بھی کھلا دیں، اس لئے ہم کھانا الگ بیٹھ کر کھا لیتے ہیں۔ [2]

اس قمیص کی وجہ سے مجھے دیر ہو گئی:

حضرت بدیل بن میسرہؒ کہتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ جمعہ کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ انہوں نے سنبلان مقام کی بنی ہوئی لمبی قمیص پہنی ہوئی تھی اور اپنی تاخیر کی معذرت کرنے لگے اور فرمانے لگے، اس قمیص کی وجہ سے مجھے دیر ہو گئی۔ وہ اپنی آستین

---

[1] (کنزالعمال ۴/ ۳۷، حیاۃ الصحابہؓ ۲/ ۸۸۲)

[2] (کنزالعمال ۵/ ۴۸، حیاۃ الصحابہؓ ۲/ ۸۸۷)

Marfat.com

کو کھینچتے تھے، جب اسے چھوڑتے تو وہ انگلیوں کے کنارے تک پھر واپس آ جاتی۔ ۱

جو پرانا کپڑا نہ پہنے اسے نیا پہننے کا حق نہیں:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ: ایک عورت نے آ کر حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں عرض کیا، اے امیر المومنین! میرا کرتا پھٹ گیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، کیا میں تمہیں اس سے پہلے پہننے کا کپڑا نہیں دے چکا ہوں۔ اس عورت نے کہا، دیا تو تھا لیکن وہ اب پھٹ گیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس عورت کے لئے ایک عمدہ جوڑا اور دھاگہ منگوایا اور اس سے فرمایا، جب روٹی یا سالن پکاؤ پھر تو یہ پرانا جوڑا پہنا کرو۔ جب کھانا پکانے سے فارغ ہو جایا کرو تو پھر یہ نیا جوڑا پہنا کرو کیونکہ جو پرانا کپڑا نہ پہنے، اسے نیا پہننے کا حق نہیں ہے۔ ۲

کیا تمہیں حیض آتا ہے؟:

حضرت خرشہ بن حرؓ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس سے ایک نوجوان گزرا جس کی لنگی ٹخنے سے نیچے جا رہی تھی بلکہ وہ اسے زمین پر گھسیٹتے ہوئے چل رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اسے بلا کر فرمایا، کیا تمہیں حیض آتا ہے؟ اس نے کہا، کیا مرد کو بھی حیض آتا ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا، پھر تمہیں کیا ہوا کہ تم نے لنگی قدموں سے نیچے لٹکا رکھی ہے؟ پھر حضرت عمرؓ نے ایک چھری منگائی اور اس کی لنگی کا کنارہ پکڑ کر ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دیا۔ حضرت خرشہ کہتے ہیں، اب بھی وہ منظر میرے سامنے ہے اور مجھے اس کی ایڑیوں پر لنگی کے دھاگے نظر آ رہے ہیں۔ ۳

اپنے والد حضرت اسماعیلؑ کا لباس اختیار کرو:

حضرت ابو عثمان نہدیؒ کہتے ہیں کہ: ہم لوگ آذربائیجان میں تھے۔ وہاں ہمارے پاس حضرت عتبہ بن فرقدؓ کے ساتھ حضرت عمر بن خطابؓ کا خط آیا جس میں یہ

---

۱ (منتخب کنز العمال ۴/ ۴۱۹، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۸۹۴)

۲ (کنز العمال ۸/ ۵۵، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۸۹۹)

۳ (کنز العمال ۸/ ۵۹، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۸۹۹)

مضمون تھا۔ امابعد! لنگی باندھا کرو اور چادر اوڑھا کرو اور جوتے پہنا کرو اور موزے اتار پھینکو اور شلواریں اتار دو، ان کی جگہ لنگی باندھا کرو اور اپنے والد حضرت اسماعیل علیہ السلام کا لباس اختیار کرو اور ناز و نعمت کی زندگی اور عجمی لوگوں کا لباس اختیار نہ کرو اور دھوپ میں بیٹھا کرو کیونکہ یہی عربوں کا حمام ہے اور معد بن عدنان جیسی سادہ اور مشقت والی زندگی اختیار کرو اور سخت کھردرے اور پرانے کپڑے پہنو۔ تیروں سے نشانہ بازی کیا کرو، گھوڑوں کی رکابیں کاٹ دو اور کود کر گھوڑوں پر سوار ہوا کرو۔ حضورؐ نے ایک انگلی سے زیادہ ریشم پہننے سے منع کیا ہے اور حضرت عمرؓ نے درمیانی انگلی سے اشارہ کیا۔ [1]

دریائے نیل کے نام خط:

حضرت قیس بن حجاجؒ اپنے ایک استاد سے نقل کرتے ہیں کہ: جب مسلمانوں نے مصر فتح کرلیا اور مصری مہینوں میں سے بونہ نامی مہینہ شروع ہوگیا تو مسلمانوں کے امیر حضرت عمرو بن عاص کے پاس مصر والے آئے اور انہوں نے کہا، اے امیر صاحب! ہمارے اس دریائے نیل کے جاری رہنے کے لئے ایک پرانی رسم ہے۔ وہ رسم ہم ادا نہ کریں تو دریائے نیل کا پانی خشک ہو جاتا ہے۔ حضرت عمروؓ نے فرمایا، وہ رسم کیا ہے؟ مصر والوں نے کہا، وہ رسم یہ ہے کہ جب اس بونہ مہینے کی بارہ تاریخ ہو جاتی ہے تو ہم ایک کنواری لڑکی کو تلاش کرتے ہیں جو اپنے ماں باپ کے پاس رہتی ہو۔ اس کے ماں باپ کو بہت سا مال دے کر راضی کرتے ہیں۔ پھر اس لڑکی کو سب سے عمدہ زیور اور کپڑے پہناتے ہیں اور پھر اسے دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں۔ حضرت عمروؓ نے ان سے فرمایا، یہ کام اسلام میں نہیں ہوسکتا۔ اسلام اپنے سے پہلے کے تمام غلط کاموں کو ختم کر دیتا ہے۔

وہ مصری لوگ بونہ مہینے میں وہاں ہی رہے۔ دریائے نیل میں پانی بالکل نہیں تھا۔ بالآخر مصریوں نے مصر چھوڑ کر جانے کا ارادہ کرلیا۔ حضرت عمروؓ نے حضرت عمر بن خطابؓ کو خط میں یہ ساری تفصیل لکھ کر بھیجی۔ حضرت عمرؓ نے جواب میں یہ لکھا کہ تم نے جو کہا، وہ بالکل

---

[1] (کنز العمال ۸/۵۸، حیاۃ الصحابہؓ ۸۹۹)

Marfat.com

ٹھیک ہے اور میں اس خط کے ساتھ ایک پرچہ بھیج رہا ہوں، اسے دریائے نیل میں ڈال دو۔ حضرت عمرؓ نے وہ پرچہ دریائے نیل میں ڈال دیا۔ یہ جمعہ کا دن تھا۔ ہفتہ کے دن صبح کو لوگوں نے جا کر دیکھا تو وہ حیران رہ گئے کہ ایک ہی رات میں اللہ تعالیٰ نے دریائے نیل میں سولہ ہاتھ پانی چڑھا دیا تھا اور یوں اللہ تعالیٰ نے مصر والوں کی اس غلط رسم کو ختم کرا دیا اور آج تک وہ رسم ختم ہے۔ اس کے بغیر ہی دریائے نیل میں مسلسل پانی چل رہا ہے۔ [1]

اٹھو اور اس آگ کا انتظام کرو:

حضرت معاویہ بن حرملؒ کہتے ہیں کہ: ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے پتھریلے میدان حرّہ میں آگ نکلی تو حضرت عمرؓ حضرت تمیمؓ کے پاس گئے اور ان سے فرمایا کہ اٹھو اور اس آگ کا انتظام کرو۔ حضرت تمیمؓ نے کہا، اے امیرالمومنین! میں کون ہوں؟ میں کیا ہوں؟ تواضع کرنے لگے۔ حضرت عمرؓ ان پر اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت تمیمؓ کھڑے ہو گئے اور دونوں آگ کی طرف چل پڑے اور میں ان کے پیچھے چلنے لگا۔ وہاں پہنچ کر حضرت تمیمؓ آگ کو اپنے ہاتھ سے دھکا دیتے رہے کہ وہ آگ اس گھاٹی میں داخل ہو گئی جس میں سے نکل کر آئی تھی اور آگ کے پیچھے حضرت تمیمؓ بھی گھاٹی کے اندر چلے گئے۔ یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ فرمانے لگے کہ جس نے یہ منظر نہیں دیکھا، وہ دیکھنے والے کے برابر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اسے دیکھ کر ایمان تازہ ہو گیا ہے۔ [2]

یہودی کے سوال کا جواب:

حضرت طارق بن شہابؒ کہتے ہیں کہ ایک یہودی نے آ کر حضرت عمر بن خطابؓ سے پوچھا کہ ذرا یہ تو بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَجَنَّةٍ عرضها السمٰوٰتُ والارض﴾ (سورۃ آل عمران ۱۳۳)

''اور جنت جس کی وسعت ایسی ہے جیسے سب آسمان اور زمین۔''

جب سب جگہ جنت ہو گئی تو پھر جہنم کہاں ہے؟ حضرت عمرؓ نے حضرت محمدؐ کے

---

[1] (حیاۃ الصحابہ ج۳/ ۲۸) [2] (حیاۃ الصحابہ ج۳/ ۲۹)

Marfat.com

صحابہؓ سے فرمایا کہ اسے جواب دو لیکن ان میں سے کسی کے پاس اس کا جواب نہیں تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، ذرا تم یہ بتاؤ کہ جب رات آ کر ساری زمین پر چھا جاتی ہے تو دن کہاں چلا جاتا ہے؟ اس یہودی نے کہا، جہاں اللہ چاہتے ہیں، وہاں چلا جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، ایسے ہی جہنم بھی وہاں ہے جہاں اللہ چاہتا ہے۔ اس پر اس یہودی نے کہا کہ اے امیرالمومنین! اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب میں بھی اسی طرح ہے جیسے آپؓ نے فرمایا۔ [1]

وہ آپؓ کو امین نہیں سمجھتے:

حضرت سعید بن المسیبؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت معاذؓ کو قبیلہ بنو کلاب میں صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے وہاں جا کر صدقات وصول کر کے انہی میں تقسیم کر دیئے اور اپنے لئے کوئی چیز نہ چھوڑی۔ اور اپنا جو ٹاٹ لے کر گئے تھے، اسے ہی اپنی گردن پر رکھے ہوئے واپس آئے تو ان کی بیوی نے ان سے پوچھا کہ صدقات وصول کرنے والے اپنے گھر والوں کے لئے جو ہدیئے لایا کرتے ہیں اور آپؓ بھی وہ لائے ہیں۔ وہ کہاں ہیں؟ حضرت معاذؓ نے کہا، میرے ساتھ مجھے دبا کر رکھنے والا ایک نگران تھا، اس لئے ہدیئے نہیں لا سکا۔ ان کی بیوی نے کہا، حضورؐ اور حضرت ابوبکرؓ کے ہاں تو آپؓ امین تھے۔ حضرت عمرؓ نے آپؓ کے ساتھ دبا کر رکھنے والا ایک نگران بھیج دیا، وہ آپؓ کو امین نہیں سمجھتے۔ ان کی بیوی نے اپنے خاندان کی عورتوں میں اس کا بڑا شور مچایا اور حضرت عمرؓ کی شکایت کی۔ جب حضرت عمرؓ کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے حضرت معاذؓ کو بلا کر پوچھا، کیا میں نے تمہارے ساتھ کوئی نگران بھیجا تھا؟ حضرت معاذؓ نے کہا، مجھے اپنی بیوی سے معذرت کرنے کے لئے اور کوئی بہانہ نہ ملا۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ ہنسے اور انہیں کوئی چیز دی اور فرمایا، یہ دے کر اسے راضی کر لو۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ نگران سے حضرت معاذؓ کی مراد اللہ تعالیٰ ہیں۔ [2]

---

[1] (کنز العمال ۷/ ۲۷۷، حیاۃ الصحابہ ص۳/ ۴۰)

[2] (کنز العمال ۷/ ۸۷، حیاۃ الصحابہ ص۲/ ۴۲)

Marfat.com

ٹڈیوں کے ختم ہونے پر تشویش:

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ایک سال ٹڈیاں کم ہوگئیں۔ حضرت عمرؓ نے ٹڈیوں کے بارے میں بہت پوچھا لیکن کہیں سے کوئی خبر نہ ملی تو وہ اس سے بہت پریشان ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے ایک سوار ادھر یعنی یمن بھیجا اور دوسرا شام، تیسرا عراق بھیجا۔ تا کہ یہ سوار پوچھ کر آئیں کہ کہیں ٹڈی نظر آئی ہے یا نہیں۔ جو سوار یمن گیا تھا، وہ وہاں سے ٹڈیوں کی ایک مٹھی لایا اور لا کر حضرت عمرؓ کے سامنے ڈال دیں۔ حضرت عمرؓ نے جب انہیں دیکھا تو تین دفعہ...... اللہ اکبر...... کہا۔ پھر فرمایا، میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار قسم کی مخلوق پیدا کی ہے۔ چھ سو سمندر میں اور چار سو خشکی میں۔ اور ان میں سے سب سے پہلے ٹڈی ختم ہوگی۔ جب ٹڈیاں ختم ہوجائیں گی تو پھر اور مخلوقات بھی ایسے آگے پیچھے ہلاک ہونی شروع ہوجائیں گی جیسے موتیوں کی لڑی کا دھاگہ ٹوٹ گیا ہو۔ [1]

وہ کون سی آیت ہے؟:

حضرت محمد بن منتشرؒ کہتے ہیں کہ: ایک آدمی نے حضرت عمر بن خطابؓ سے کہا، مجھے اللہ کی کتاب میں ایک ایسی آیت معلوم ہے جو کہ بہت سخت ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ اس کی طرف بڑھے اور اسے کوڑا مارا۔ (ظاہری الفاظ قرآن کے ادب کے خلاف تھے) اور فرمایا، تمہیں کیا ہوا؟ کیا تم نے اس آیت کی گہری تحقیق کر لی ہے جس سے تمہیں اس کے بہت سخت ہونے کا پتہ چل گیا ہے؟ وہ آدمی چلا گیا۔ اگلے دن حضرت عمرؓ نے اس آدمی سے کہا، جس آیت کا تم نے کل ذکر کیا تھا، وہ کون سی ہے؟ اس آدمی نے کہا، وہ یہ ہے:

﴿وَمن یَّعمل سُوءً یُّجزبه﴾

لہٰذا ہم میں سے جو بھی کوئی برا کام کرے گا، اسے اس کا بدلہ ضرور ملے گا۔ حضرت عمرؓ نے کہا، جب یہ آیت نازل ہوئی تھی تو اس وقت ہمیں کچھ عرصہ تک پریشانی کی

---

[1] (تفسیر ابن کثیر ۲/۱۳۱، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۸۲)

Marfat.com

وجہ سے کھانا پینا بالکل اچھا نہیں لگتا تھا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے رعایت والی آیت نازل کردی، پھر ہماری پریشانی ختم ہوئی۔ وہ آیت یہ ہے:

﴿وَمَن يَعْمَلْ سُوءًا اَوْيَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوراً رَّحِيمًا﴾ (سورۃ نساء ۱۱۰)

''اور جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان کا ضرر کرے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا پائے گا۔'' [۱]

حضرت عثمانؓ کی تعریف:

حضرت ابو بحریہ کندیؒ فرماتے ہیں کہ: ایک دن حضرت عمر بن خطابؓ باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ ایک مجلس ہے جس میں حضرت عثمان بن عفانؓ بھی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، تمہارے ساتھ ایک ایسا آدمی بیٹھا ہوا ہے کہ اگر اس کا ایمان کسی بڑے لشکر میں تقسیم کیا جائے تو ان سب کو کافی ہو جائے گا۔ اس سے حضرت عمرؓ کی مراد حضرت عثمان بن عفانؓ تھے۔ [۲]

نماز کی اہمیت:

حضرت مسور بن مخرمہؓ فرماتے ہیں کہ: میں حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس گیا۔ وہ بے ہوش تھے اور ان کے اوپر کپڑا ڈالا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا، آپ لوگوں کی ان کے بارے میں کیا رائے ہے؟ ان لوگوں نے کہا، جیسے آپؓ مناسب سمجھیں۔ میں نے کہا، آپؓ لوگ انہیں نماز کا نام لے کر پکاریں، نماز کا سنتے ہی ہوش میں آجائیں گے۔ کیونکہ نماز ہی ایک ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے یہ سب سے زیادہ گھبرائیں گے۔ چنانچہ لوگوں نے کہا، امیر المومنین! نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے نماز پڑھی اور ان کے زخم میں سے خون بہہ رہا تھا۔ [۳]

---

۱ (کنز العمال ۱/۲۳۹، حیاۃ الصحابہ ص ۲/۹۱) ۲ (منتخب کنز العمال ۵/۸، حیاۃ الصحابہ ص ۲/۱۰۰)

۳ (حیاۃ الصحابہ ص ۲/۱۱۵)

Marfat.com

مسجد نبویؐ میں اضافہ:

حضرت نافعؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ نے ستون سے لے کر مقصورہ (امام کے لئے بنائے جانے والے کمرہ) تک مسجد میں اضافہ کیا اور فرمایا، اگر میں نے حضورؐ کا یہ ارشاد نہ سنا ہوتا کہ ہمیں اپنی مسجد کو بڑھانا چاہئے تو میں ہرگز نہ بڑھاتا۔ ۱

جمعہ کے دن سب جامع مسجد میں آ کر جمعہ پڑھیں:

حضرت عثمان بن عطاؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ نے بہت سے شہر فتح کر لئے تو ان شہروں کے گورنروں کو خط لکھے۔ چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بصرہ کے گورنر تھے۔ انہیں خط میں یہ لکھا کہ سارے شہر کے لئے جمعہ کی نماز کے لئے ایک جامع مسجد بنائیں اور ہر قبیلہ کے لئے الگ الگ مسجد بنائیں۔ ہر قبیلہ والے پانچوں نمازیں اپنی مسجد میں پڑھا کریں لیکن جمعہ کے دن سب جامع مسجد میں آ کر جمعہ پڑھا کریں۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کوفہ کے گورنر تھے، انہیں بھی حضرت عمرؓ نے یہی لکھا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ مصر کے گورنر تھے، انہیں بھی یہی لکھا اور لشکروں کے امیروں کو یہ لکھا کہ دیہات میں رہائش نہ رکھیں بلکہ شہروں میں رہیں اور ہر شہر میں ایک ہی مسجد بنائیں اور جیسے کوفہ، بصرہ اور مصر والوں نے مسجدیں بنائی ہیں، اس طرح ہر قبیلے والے اپنی اپنی مسجد نہ بنائیں۔ چنانچہ لوگ حضرت عمرؓ کے اس فرمان کے پابند ہو گئے۔ ۲

مسجد نبویؐ کو خوشبو کی دھونی:

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ہر جمعہ کے دن حضورؐ کی مسجد کو خوشبو کی دھونی دیا کرتے تھے۔ ۳

جب ایسے رہو گے خیر پر رہو گے:

حضرت ابن معاویہ کندیؒ کہتے ہیں کہ: ملک شام میں، میں حضرت عمرؓ کی خدمت

---

۱ (حیاۃ الصحابہؓ ۲/۱۲۱)

۲ (کنز العمال ۴/۲۵۹، حیاۃ الصحابہؓ ۳/۱۲۳) ۳ (حیاۃ الصحابہؓ ۳/۱۲۴)

Marfat.com

میں حاضر ہوا۔ انہوں نے مجھ سے لوگوں کے بارے میں پوچھا کہ شاید ایسے ہوتا ہوگا کہ آدمی بدکے ہوئے اونٹ کی طرح مسجد میں آتا ہوگا۔ اگر اسے اپنی قوم کی مجلس نظر آتی ہوگی اور جان پہچان والے لوگ نظر آتے ہوں گے تو ان کے پاس بیٹھ جاتا ہوگا ورنہ نہیں۔ میں نے کہا، ایسے نہیں ہے بلکہ مختلف مجلسیں مسجد میں ہوتی ہیں اور ہر مجلس میں مختلف قوموں کے لوگ ہوتے ہیں اور لوگ ان میں بیٹھ کر خیر کے اعمال سیکھتے ہیں اور ان کے بارے میں مذاکرے کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، جب تک تم ایسے رہو گے، خیر پر رہو گے۔ ۱

مسجد نبویؐ میں آواز بلند کرنے پر تنبیہ:

حضرت سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ میں مسجد میں سویا ہوا تھا۔ کسی نے مجھے کنکری ماری جس سے میری آنکھ کھل گئی۔ تو میں نے دیکھا کہ وہ حضرت عمر بن خطابؓ ہیں۔ انہوں نے فرمایا، جاؤ اور ان دونوں کو میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ میں ان دونوں کو حضرت عمرؓ کے پاس لے آیا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا، تم دونوں کون ہو؟ انہوں نے کہا، ہم طائف کے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اگر تم دونوں اِس شہر کے ہوتے تو میں تم کو دردناک سزا دیتا۔ تم رسول اللہؐ کی مسجد میں آواز بلند کر رہے ہو۔ ۲

تم جانتے ہو کہ کہاں ہو؟:

حضرت ابراہیمؒ کہتے ہیں کہ: جب حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک آدمی کی اونچی آواز مسجد میں سنی تو فرمایا، کیا تم جانتے ہو کہ تم کہاں ہو؟ کیا تم جانتے ہو کہ تم کہاں ہو؟ اونچی آواز کرنے پر حضرت عمرؓ نے یوں ناگواری کا اظہار فرمایا۔ ۳

مسجد میں شور کرنے سے بچو:

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ جب بھی مسجد تشریف لے جاتے تو اونچی آواز سے یہ اعلان فرماتے کہ مسجد میں شور کرنے سے بچو۔ دوسری روایت میں یہ ہے

---

۱ (کنز العمال ۵/ ۲۲۹، حیاۃ الصحابہ ۳/ ۱۲۹) ۲ (بخاری، حیاۃ الصحابہ ۳/ ۱۳۵)

۳ (کنز العمال ۴/ ۲۵۹، حیاۃ الصحابہ ۳/ ۱۳۵)

Marfat.com

کہ حضرت عمرؓ بلند آواز سے فرماتے، مسجد میں بیکار باتوں سے بچو۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مسجد میں شور کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا، ہماری اس مسجد میں آواز بلند نہ کی جائے۔ [1]

مسجد کے ساتھ حجرہ:

حضرت سالمؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے مسجد کے ساتھ ایک چبوترہ بنایا جس کا نام بطیحاء رکھا۔ اور فرماتے تھے کہ جو آدمی شور مچانا چاہے یا شعر پڑھنا چاہے یا آواز بلند کرنا چاہے، اسے چاہئے کہ وہ مسجد سے باہر اس چبوترے پر چلا جائے۔ [2]

مسجد کا احترام:

حضرت طارق بن شہابؒ کہتے ہیں کہ: کسی جرم میں پکڑ کر ایک آدمی کو حضرت عمرؓ کے پاس لایا گیا تو انہوں نے فرمایا، تم دونوں اسے مسجد سے باہر لے جاؤ اور وہاں اسے مارو۔ [3]

میں خلیفہ نہ بنتا بلکہ مؤذن بنتا:

حضرت ابو معشرؒ کہتے ہیں کہ: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا،، اگر میں مؤذن ہوتا تو میں فرض حج تو ضرور ادا کرتا۔ باقی نفلی حج اور عمرہ نہ کرنے کی کوئی پرواہ نہ کرتا اور اگر فرشتے آسمان سے انسانی شکل میں اترا کرتے تو اذان دینے میں کوئی ان سے آگے نہ نکل سکتا۔

حضرت قیس بن ابی حازمؒ کہتے ہیں۔ ہم لوگ حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس گئے تو انہوں نے فرمایا، تمہارے مؤذن کون لوگ ہیں؟ ہم نے کہا، ہمارے غلام اور آزاد کردہ غلام۔ تو فرمایا، یہ تو تمہارا بہت بڑا نقص ہے۔ اگر میرے بس میں ہوتا تو خلیفہ نہ بنتا بلکہ مؤذن بنتا۔ [4]

---

[1] (کنز العمال ۴/ ۲۵۹، حیاۃ الصحابہؓ ۳/ ۱۳۵) [2] (کنز العمال ۴/ ۲۶۰، حیاۃ الصحابہؓ ۳/ ۱۳۵)

[3] (کنز العمال ۴/ ۲۶۰، حیاۃ الصحابہؓ ۳/ ۱۳۶) [4] (کنز العمال ۴/ ۲۶۵، حیاۃ الصحابہؓ ۳/ ۱۳۹)

Marfat.com

باجماعت نمازِ فجر کی اہمیت:

حضرت ابوبکر بن سلیمان بن ابی حثمہؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک دن حضرت سلیمان بن ابی حثمہؒ کو فجر کی نماز میں نہ پایا۔ پھر حضرت عمرؓ بازار گئے۔ حضرت سلیمانؒ کا گھر مسجد اور بازار کے درمیان تھا۔ حضرت عمرؓ حضرت سلیمانؒ کی والدہ حضرت شفاءؓ کے پاس گزرے تو ان سے فرمایا، آج صبح کی نماز میں، میں نے سلیمان کو نہیں دیکھا۔ حضرت شفاءؓ نے کہا کہ وہ رات کو تہجد کی نماز پڑھتے رہے، اس لئے صبح ان کی آنکھ لگ گئی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، فجر کی جماعت میں شریک ہونا مجھے ساری رات عبادت کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

حضرت ابن ابی ملیکہؒ فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنوعدی بن کعب کی حضرت شفاءؓ رمضان میں حضرت عمرؓ کے پاس آئیں تو حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ آج میں نے صبح کی نماز میں تمہارے خاوند ابوحثمہؒ کو نہیں دیکھا؟ حضرت شفاءؓ نے کہا، آج رات انہوں نے اللہ کی عبادت میں بہت زور لگایا جس کی وجہ سے وہ تھک گئے اور سستی کی وجہ سے فجر کی نماز کے لئے مسجد نہ گئے، گھر میں نماز پڑھ کر سو گئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا مجھے ساری رات عبادت کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔[1]

نماز میں صفوں کی درستگی:

حضرت نافعؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ صفیں سیدھی کرنے کا حکم دیتے اور اس کے لئے کچھ آدمی بھیجتے جو صفیں سیدھی کراتے۔ جب وہ لوگ واپس آ کر بتاتے کہ صفیں سیدھی ہو گئی ہیں تو پھر حضرت عمرؓ تکبیر کہتے۔

حضرت ابوعثمان نہدیؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ صفیں سیدھی کرنے کا حکم دیتے اور فرماتے، اے فلانے! آگے بڑھ جا، اے فلانے! ذرا آگے ہو جا۔ اور غالباً یہ بھی فرماتے تھے کہ کچھ لوگ پیچھے ہٹتے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں پیچھے کر دیں گے۔

---

[1] (حیاۃ الصحابہ ۳/۱۴۴)

Marfat.com

حضرت ابوعثمان نہدیؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کو میں نے دیکھا کہ وہ جب نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھتے تو لوگوں کے کندھے اور پاؤں دیکھا کرتے۔

حضرت ابونضرہؒ کہتے ہیں کہ جب نماز کھڑی ہونے لگتی تو حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے، سیدھے ہو جاؤ اے فلانے! آگے ہو جا اے فلانے! پیچھے ہو جا۔ تم لوگ اپنی صفیں سیدھی کرو۔ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ تم لوگ صفیں بنانے میں فرشتوں والا طریقہ اختیار کرو۔ پھر یہ آیت پڑھتے:

﴿وَاِنَّا لنحنُ الصَّافُّونَ وانا لنحن المُسَبِّحُونَ﴾

''اور (اللہ کے حضور میں حکم سننے کے وقت یا عبادت کے وقت) ہم صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں اور ہم (اللہ کی) پاکی بیان کرنے میں بھی لگے رہتے ہیں۔'' (سورہ صافات ۱۶۵/۱۶۶) [۱]

آپؓ کس کو امیر بنا کر آئے ہیں؟:

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ فرماتے ہیں کہ: میں حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ مکہ مکرمہ گیا تو امیر مکہ حضرت نافع بن علقمہؓ نے باہر آ کر ہمارا استقبال کیا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ آپؓ اپنے پیچھے مکہ والوں کا امیر کس کو بنا کر آئے ہیں؟ حضرت نافعؓ نے کہا، حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰؓ کو۔ حضرت عمرؓ نے کہا، آپؓ نے تو مکہ میں ایک غلام کو ایسے لوگوں کا امیر بنا دیا ہے جو قریش میں سے ہیں اور حضورؐ کے صحابی ہیں۔ حضرت نافعؓ نے کہا، جی ہاں میں نے حضرت عبدالرحمٰنؓ کو سب سے زیادہ اور سب سے اچھا قرآن پڑھنے والا پایا اور مکہ ایسی سرزمین ہے جہاں ساری دنیا کے لوگ آتے ہیں۔ تو میں نے چاہا کہ لوگ نماز میں ایسے آدمی سے قرآن سنیں جو اچھا قرآن پڑھتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، تم نے بہت اچھا کیا۔ واقعی عبدالرحمٰن بن ابزیٰؓ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ قرآن کی وجہ سے بلند کرتے ہیں۔ [۲]

---

[۱] (کنز العمال ۴/ ۲۵۵، حیاۃ الصحابہؓ ۳/ ۱۴۷) [۲] (کنز العمال ۷/ ۲۸، حیاۃ الصحابہؓ ۳/ ۱۵۵)

پھر تم نے ٹھیک کیا:

حضرت عبید بن عمیرؒ فرماتے ہیں کہ: حج کے موسم میں مکہ کے پاس ایک چشمہ پر ایک جماعت جمع ہوگئی۔ جب نماز کا وقت آیا تو ابوالسائب کے خاندان کا ایک آدمی نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھا۔ اس کی زبان فصیح اور صاف نہیں تھی تو حضرت مسور بن مخرمہؓ نے اسے پیچھے کر دیا اور دوسرے آدمی کو آگے کر دیا۔ یہ بات حضرت عمر بن خطابؓ تک پہنچ گئی۔ وہاں تو حضرت عمرؓ نے انہیں کچھ نہ کہا۔ جب مدینہ منورہ پہنچے تو حضرت عمرؓ نے حضرت مسورؓ سے باز پرس کی۔ حضرت مسورؓ نے کہا، اے امیر المومنین! آپؓ ذرا مجھے مہلت دیں۔ بات یہ ہے کہ اس کی زبان فصیح اور صاف نہیں تھی اور موسم حج کا تھا۔ تو مجھے یہ خطرہ ہوا کہ حجاج کرام اس کی قرأت سنکر اسے ہی اختیار کرلیں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اچھا کیا تم نے اس وجہ سے اسے پیچھے کیا تھا؟ حضرت مسورؓ نے کہا، جی ہاں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، پھر تم نے ٹھیک کیا۔ [1]

نماز میں رونا:

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو میں نے تین صف پیچھے سے ان کے رونے کی آواز سنی۔ [2]

گھر والوں کو نماز کا حکم:

حضرت اسلمؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ جتنی دیر اللہ تعالیٰ چاہتے، رات کو نماز پڑھتے رہتے۔ جب آدھی رات ہو جاتی تو اپنے گھر والوں کو نماز کے لئے اٹھاتے اور فرماتے، نماز۔ اور یہ آیت پڑھتے:

﴿وَاْمُر اَھلکَ بالصَّلوٰۃِ﴾ سے لے کر ﴿والعاقبۃُ للتّقویٰ﴾ تک۔

"اور اپنے متعلقین کو (یعنی اہل خاندان کو یا مؤمنین کو) بھی نماز کا حکم

---

[1] (کنز العمال ۴/۲۴۶، حیاۃ الصحابہ ج۳/۱۵۵)

[2] (حلیۃ الاولیاء ۱/۵۲، حیاۃ الصحابہ ج۳/۱۵۸)

Marfat.com

کرتے رہیئے اور خود بھی اس کے پابند رہیئے ہم آپ سے (اور دوسروں سے) معاش (کموانا) نہیں چاہتے۔ معاش تو آپ کو ہم دیں گے اور بہتر انجام تو پرہیزگاری ہی کا ہے۔" (سورۃ طٰہٰ ۱۳۲) ؎۱

حضرت عمرؓ کے معمولات:

حضرت حسنؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عثمان بن ابی العاصؓ نے حضرت عمر بن خطابؓ کے انتقال کے بعد ان کی ایک بیوی سے شادی کی اور شادی کے موقع پر انہوں نے کہا۔ میں نے ان سے شادی مال اور اولاد کے شوق میں نہیں کی بلکہ اس وجہ سے کی ہے کہ وہ مجھے حضرت عمرؓ کے رات کے معمولات کے بارے میں بتائیں۔ چنانچہ شادی کے بعد ان سے پوچھا کہ حضرت عمرؓ کی رات کی نماز کس طرح ہوتی تھی؟ انہوں نے کہا، وہ عشاء کی نماز پڑھا کرتے اور ہمیں اس بات کا حکم دیتے کہ ان کے سر کے پاس پانی کا برتن رکھ کر ڈھک دیں۔ چنانچہ ہم ایسا کرتے۔ وہ رات کو اٹھتے اور پانی میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنے چہرے اور ہاتھوں پر پھیرتے، پھر اللہ کا ذکر کرتے، پھر سو جاتے۔ اس طرح بار بار اٹھتے اور اللہ کا کچھ ذکر کرتے، یہاں تک کہ ان کی تہجد کی نماز کا وقت ہو جاتا۔ ؎۲

تراویح میں لوگوں کو ایک امام کے پیچھے جمع کرنا:

حضرت عبدالرحمٰن بن عبد قاریؒ کہتے ہیں کہ: رمضان کی ایک رات میں، میں حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ مسجد میں گیا۔ لوگ مختلف ٹولیوں میں بٹے ہوئے تھے۔ کوئی اپنی نماز پڑھ رہا تھا اور ایک جماعت اس کے ساتھ پڑھ رہی تھی۔ حضرت عمرؓ نے کہا، میرا خیال یہ ہو رہا ہے کہ اگر میں ان سب کو ایک حافظِ قرآن کے پیچھے کھڑا کر دوں تو یہ زیادہ بہتر رہے گا۔ پھر حضرت عمرؓ نے اس کا پختہ ارادہ کر لیا اور ان سب کو حضرت اُبی بن کعبؓ کے پیچھے جمع کر دیا۔ پھر میں حضرت عمرؓ کے ساتھ دوسری رات پھر گیا۔ لوگ اپنے قاری حضرت اُبی بن کعبؓ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، یہ بہت اچھی بدعت ہے لیکن تم

؎۱ (منتخب کنز العمال ۴/۴۸۰، حیاۃ الصحابہ ۲/۱۶۶) ؎۲ (حیاۃ الصحابہ ۲/۱۶۷)

Marfat.com

شروع رات میں تو تراویح پڑھتے ہو اور آخر رات میں تہجد چھوڑ کر سو جاتے ہو۔ میرے نزدیک تہجد تراویح سے افضل ہے۔ [1]

جاؤان پر گرم پانی ڈال کر مٹا دو:

حضرت خالد بن عرفطہؓ کہتے ہیں کہ: ایک مرتبہ میں حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں قبیلہ عبدالقیس کا ایک آدمی ان کے پاس لایا گیا جس کی رہائش سوس شہر میں تھی۔ (یہ خوزستان کا ایک شہر ہے جس میں حضرت دانیال علیہ السلام کی قبر ہے) حضرت عمرؓ نے فرمایا، تم فلاں بن فلان عبدی ہو؟ اس نے کہا، جی ہاں۔ حضرت عمرؓ کے پاس ایک لاٹھی تھی، وہ انہوں نے اسے ماری۔ اس نے کہا، اے امیرالمومنین! میرا کیا قصور؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا، بیٹھ جاؤ۔ پھر حضرت عمرؓ نے یہ آیات تین دفعہ پڑھیں۔

> بِسمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيمِ ☆ الٓرٰ تلک اٰيٰتُ الكِتابِ المُبين ☆ اِنَّآ انزلناهُ قُراٰنًا عَرَبِيًّا لَّعلَّكم تعقِلون ☆ نحنُ نقُصُّ عليك احسنَ القَصَصِ بِمَآ او حينآ اليك هٰذا القُراٰنَ وان كنت من قبله لمنَ الغافِلِينَ
>
> ”الرٰ۔ یہ آیتیں ہیں ایک کتاب واضح کی ہم نے اس کو اتارا ہے قرآن عربی زبان کا تاکہ تم سمجھو۔ ہم نے جو یہ قرآن آپ کے پاس بھیجا ہے اس کے ذریعہ سے ہم آپ سے ایک بڑا عمدہ قصہ بیان کرتے ہیں اور اس کے قبل آپ محض بے خبر تھے۔“ (سورۃ یوسف ۱/۳)

اور اسے تین دفعہ لاٹھی ماری۔ اس آدمی نے کہا، اے امیرالمومنین! میرا قصور؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا، تم نے ہی حضرت دانیال علیہ السلام کی کتابیں لکھی ہیں۔ اس آدمی نے کہا، اس بارے میں آپؓ مجھے جو فرمائیں گے، میں وہی کروں گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، جاؤ اور جا کر ان پر گرم پانی ڈال کر سفید اون سے مل کر ان کو مٹا دو۔ نہ خود پڑھو اور نہ کسی کو پڑھاؤ۔ اگر مجھے پتہ چلا کہ تم نے خود پڑھی ہیں یا کسی کو پڑھائی ہیں تو میں تمہیں سخت سزا دوں

---

[1] (حیاۃ الصحابہ ص ۱۷۲/۲)

Marfat.com

گا۔ پھر اس سے فرمایا، یہاں بیٹھو۔ وہ حضرت عمرؓ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا، ایک دفعہ میں گیا اور اہل کتاب کی ایک کتاب نقل کی اور اسے ایک کھال پر لکھ کر حضورؐ کی خدمت میں لایا۔ حضورؐ نے فرمایا، اے عمر! یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ کتاب میں اس لئے لکھ کر لایا ہوں تاکہ ہمارے علم میں اضافہ ہو جائے۔ یہ سنتے ہی حضورؐ کو غصہ آ گیا اور اتنا غصہ آیا کہ آپؐ کے دونوں رخسار سرخ ہو گئے پھر حضورؐ کے ارشاد پر لوگوں کو جمع کرنے کے لئے......**الصلوٰۃ جامعۃ**...... کہہ کر اعلان کیا گیا۔ انصار نے کہا، تمہارے نبی ﷺ کو کسی وجہ سے سخت غصہ آیا ہوا ہے، اس لئے ہتھیار لگا کر چلو، ہتھیار لگا کر چلو۔ چنانچہ انصار تیار ہو کر آئے اور آ کر حضورؐ کے منبر کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ حضورؐ نے فرمایا، اے لوگو! مجھے ایسے کلمات دیئے گئے ہیں جن کے الفاظ کم اور معانی بہت زیادہ ہیں اور وہ مہر کی طرح آخری درجے کے اور فیصلہ کن نوعیت کے کلمات ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے بہت مختصر کر کے مجھے عطا فرمائے ہیں۔ اور میں تمہارے پاس ایسی ملت لے کر آیا ہوں جو بالکل واضح اور صاف ستھری ہے۔ لہٰذا تم حیرت اور پریشانی میں مت پڑو اور نہ حیرت میں پڑنے والوں یعنی اہل کتاب سے دھوکہ کھاؤ۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔ میں نے فوراً کھڑے ہو کر عرض کیا، میں اللہ کے رَبّ ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور آپؐ کے رسول ہونے پر بالکل راضی ہوں۔ پھر حضورؐ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔ [1]

لوگوں کے ظاہری اعمال کو دیکھو:

حضرت حسنؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا، اے امیر المومنین! میں دیہات کا رہنے والا ہوں اور مجھے بہت کام ہوتے ہیں۔ اس لئے مجھے ایسے عمل بتائیں جن پر پوری طرح اعتماد کر سکوں اور جن کے ذریعے میں منزل مقصود یعنی اللہ تک یا جنت تک پہنچ سکوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اچھی طرح سمجھ لو اور اپنا

---

[1] (کنز العمال ۱/۹۴، حیاۃ الصحابہؓ ۳/۱۹۰)

Marfat.com

ہاتھ مجھے دکھاؤ۔ اس نے اپنا ہاتھ حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں دے یا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو۔ نماز قائم کرو، فرض زکوٰۃ ادا کرو، حج اور عمرہ کرو اور امیر کی فرمانبرداری کرو۔ لوگوں کے ظاہری اعمال اور حالات دیکھو، ان کے پوشیدہ اور چھپے ہوئے اعمال اور حالات مت تلاش کرو۔ ہر وہ کام کرو جس کی خبر لوگوں میں پھیل جائے تو تمہیں نہ شرم اٹھانی پڑے اور نہ رسوائی برداشت کرنی پڑے۔ اور ہر اس کام سے بچو کہ جس کی خبر لوگوں میں پھیل جائے تو تمہیں شرم بھی اٹھانی پڑے اور رسوا بھی ہونا پڑے۔ اس آدمی نے کہا، اے امیر المومنین! میں ان تمام باتوں پر عمل کروں گا اور جب اپنے رَبّ سے ملوں گا تو کہہ دوں گا کہ عمرؓ بن خطاب نے مجھے یہ کام بتائے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، ان تمام کاموں کو لے جاؤ اور جب اپنے رَبّ سے ملو تو جو دل چاہے کہہ دینا۔ [1]

ابن عباسؓ کو التحیات سکھانا:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے التحیات سکھائی اور ارشاد فرمایا کہ حضورؐ نے بھی ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں التحیات سکھائی تھی۔

﴿التَّحيَّاتُ لِلّٰهِ والصَّلواتُ الطَّيِّبَاتُ المُبارَكٰتُ لِلّٰهِ﴾ [2]

حضرت زید بن ثابتؓ کو مدینہ میں روکے رکھنا:

حضرت قاسمؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ جس سفر میں تشریف لے جاتے تو اپنے پیچھے حضرت زید بن ثابتؓ کو اپنی جگہ ذمہ دار بنا جاتے۔ حضرت عمرؓ نے اور لوگوں کو تمام علاقوں میں تقسیم کر دیا تھا، حضرت زیدؓ کو اپنے پاس رکھا ہوا تھا۔ حضرت زیدؓ کو بہت ہی ضروری کام کی وجہ سے بھیجتے۔ حضرت عمرؓ سے نام لے کر آدمیوں کے بھیجنے کا مطالبہ ہوتا اور یوں کہا جاتا کہ حضرت زید بن ثابتؓ کو بھیج دیں۔ تو فرماتے، میں حضرت زیدؓ کے مرتبہ سے ناواقف نہیں ہوں لیکن اس شہر (مدینہ) والوں کو حضرت زیدؓ کی ضرورت ہے کیونکہ

---

[1] (کنز العمال ۸/ ۲۰۸، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۲۰۴)

[2] (کنز العمال ۴/ ۲۱۷، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۲۰۵)

Marfat.com

مدینہ والوں کو پیش آنے والے مسائل میں جیسا عمدہ جواب حضرت زیدؓ سے ملتا ہے، ایسا کسی اور سے نہیں ملتا۔ [1]

اگر آپ چاہیں تو قرعہ اندازی کر لیں:

حضرت محمد بن کعب قرظیؒ کہتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ کے زمانے میں انصار میں سے صرف پانچ آدمیوں نے سارے قرآن کو یاد کیا تھا۔ حضرت معاذ بن جبل، حضرت عبادہ بن صامت، حضرت اُبی بن کعب، حضرت ابوایوب اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہم۔ حضرت عمر بن خطابؓ کے زمانے میں حضرت یزید بن ابی سفیانؓ نے انہیں خط لکھا کہ شام والے بہت زیادہ مسلمان ہوگئے ہیں اور سارے شہران سے بھر گئے ہیں۔ اور انہیں ایسے آدمیوں کی شدید ضرورت ہے جو انہیں قرآن سکھائیں اور ان میں دین کی سمجھ پیدا کریں۔ اے امیر المومنین! سکھانے والے آدمی بھیج کر آپؓ میری مدد کریں۔

پھر حضرت عمرؓ نے ان پانچوں حضرات کو بلایا اور ان سے فرمایا، تمہارے شامی بھائیوں نے مجھ سے مدد مانگی ہے کہ ان میں ان کے پاس ایسے آدمی بھیجوں جو انہیں قرآن سکھائیں اور ان میں دین کی سمجھ پیدا کریں۔ اللہ آپ لوگوں پر رحم فرمائے۔ آپ لوگ اپنے میں سے تین آدمی اس کام کے لئے دے کر میری مدد کریں۔ اب اگر آپ لوگ چاہیں تو قرعہ اندازی کر لیں یا پھر جو اپنا نام از خود پیش کر دے، وہ چلا جائے۔ ان حضرات نے کہا، نہیں قرعہ اندازی کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ حضرت ابوایوبؓ بہت بوڑھے ہیں اور یہ حضرت اُبی بن کعبؓ بیمار ہیں۔ چنانچہ حضرت معاذ بن جبل، حضرت عبادہ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہم ملک شام گئے۔ ان سے حضرت عمرؓ نے فرمایا، حمص شہر سے شروع کرو کیونکہ تم لوگوں کو مختلف استعداد والا پاؤ گے۔ بعض ایسے بھی ہوں گے جو جلدی سیکھ جائیں گے۔ جب تمہیں کوئی ایسا آدمی نظر آئے تو دوسرے لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کر دو کہ وہ اس سے علم حاصل کریں۔ جب تم حمص والوں کے بارے میں مطمئن ہو جاؤ تو پھر تم میں سے ایک وہاں

---

[1] (طبقات ابن سعد ۴/۲۷۴، حیاۃ الصحابہ ۳/۲۱۹)

Marfat.com

ہی ٹھہر جائے اور ایک دمشق چلا جائے اور ایک فلسطین۔ چنانچہ یہ حضرات حمص تشریف لے گئے اور وہاں ٹھہر کر انہیں سکھاتے رہے۔

جب ان کے بارے میں اطمینان ہو گیا تو حضرت عبادہؓ وہاں ٹھہر گئے اور حضرت ابوالدرداءؓ دمشق اور حضرت معاذؓ فلسطین چلے گئے۔ حضرت معاذؓ کا تو طاعون عمواس میں انتقال ہو گیا۔ بعد میں حضرت عبادہؓ فلسطین چلے گئے، ان کا بھی وہاں ہی انتقال ہوا۔ البتہ حضرت ابوالدرداءؓ دمشق ہی رہے اور ان کا وہاں ہی انتقال ہوا۔ [1]

ہم تو نماز میں ہی تھے:

حضرت ابوبکر بن موسیٰؒ کہتے ہیں کہ: حضرت ابوموسیٰؓ عشاء کے بعد حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس آئے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا، کیسے آنا ہوا؟ حضرت ابوموسیٰؓ نے کہا، آپؓ سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اس وقت؟ حضرت ابوموسیٰؓ نے کہا، ہاں ایک ضروری دینی مسئلہ ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ ان کے پاس بیٹھ گئے اور دونوں بہت دیر تک باتیں کرتے رہے۔ جب باتوں سے فارغ ہوئے تو حضرت ابوموسیٰؓ نے کہا، اے امیر المومنین! تہجد کی نماز پڑھ لیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، ہم تو نماز میں ہی تھے۔ [2]

تین باتیں پوچھنا چاہتا ہوں:

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت علی بن ابی طالبؓ سے فرمایا، اے ابوالحسن! کئی مرتبہ آپؓ حضور ﷺ کی مجلس میں موجود ہوتے تھے اور ہم غائب ہوتے تھے اور کبھی ہم موجود ہوتے تھے اور آپؓ غیر حاضر۔ تین باتیں میں آپؓ سے پوچھنا چاہتا ہوں، کیا آپؓ کو وہ معلوم ہیں؟ حضرت علیؓ نے فرمایا، وہ تین باتیں کیا ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا، ایک آدمی کو ایک آدمی سے محبت ہوتی ہے حالانکہ اس نے اس میں کوئی خیر کی بات نہیں دیکھی ہوتی اور ایک آدمی کو ایک آدمی سے دوری ہوتی ہے حالانکہ

---

[1] (طبقات ابن سعد ۲/۱۷۴، کنز العمال ۱/۲۸۱، تاریخ الصغیر ۲۲، حیاۃ الصحابہؓ ۳/۲۲۳)

[2] (کنز العمال ۵/ ۲۲۸، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۲۳۲)

Marfat.com

اس نے اس میں کوئی بری بات نہیں دیکھی ہوتی۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا، ہاں اس کا جواب مجھے معلوم ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ انسانوں کی روحیں ازل میں ایک جگہ اکٹھی رکھی ہوئی ہیں۔ وہاں وہ ایک دوسرے کے قریب آ کر آپس میں ملتی ہیں۔ جن میں وہاں آپس میں تعارف ہو گیا، ان میں یہاں دنیا میں الفت ہو جاتی ہے اور جن میں وہاں اجنبیت رہی، وہ یہاں دنیا میں ایک دوسرے سے الگ رہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، یہ ایک بات کا جواب مل گیا۔

دوسری بات یہ ہے کہ آدمی حدیث بیان کرتا ہے۔ کبھی اسے بھول جاتا ہے، کبھی یاد آ جاتی ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا، میں نے حضورؐ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جیسے چاند کا بادل ہوتا ہے، ایسے دل کے لئے بھی بادل ہے۔ چاند خوب چمک رہا ہوتا ہے، بادل اس کے سامنے آ جاتا ہے تو اندھیرا ہو جاتا ہے اور جب بادل ہٹ جاتا ہے، چاند پھر چمکنے لگتا ہے۔ ایسے ہی ایک آدمی حدیث بیان کرتا ہے۔ وہ بادل اس پر چھا جاتا ہے تو وہ حدیث بھول جاتا ہے اور جب اس سے وہ بادل ہٹ جاتا ہے تو اسے وہ حدیث یاد آ جاتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، دو باتوں کا جواب مل گیا۔

تیسری بات یہ ہے کہ آدمی خواب دیکھتا ہے تو کوئی خواب سچا ہوتا ہے کوئی جھوٹا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا، جی ہاں اس کا جواب بھی مجھے معلوم ہے۔ میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو بندہ یا بندی گہری نیند سو جاتا ہے تو اس کی روح کو عرش تک چڑھایا جاتا ہے۔ جو روح عرش پر پہنچ کر جاگتی ہے، اس کا خواب تو سچا ہوتا ہے اور جو اس سے پہلے جاگ جاتی ہے، اس کا خواب جھوٹا ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، میں ان تین باتوں کی تلاش میں ایک عرصہ سے لگا ہوا تھا۔ اللہ کا شکر ہے کہ میں نے مرنے سے پہلے ان کو پا لیا۔ [1]

[1] (حیاۃ الصحابہ ج۳/ ۲۴۵)

Marfat.com

اُمت میں اختلافات کی وجہ:

حضرت ابراہیم تیمیؒ کہتے ہیں کہ: ایک دن حضرت عمر بن خطابؓ تنہائی میں بیٹھے ہوئے تھے اور اپنے دل میں کچھ سوچ رہے تھے۔ پھر آدمی بھیج کر حضرت ابن عباسؓ کو بلایا۔ جب وہ آ گئے تو ان سے فرمایا، اس اُمت میں کیسے اختلاف ہو سکتا ہے جب کہ ان کی کتاب ایک ہے اور ان کا نبی ایک ہے اور ان کا قبلہ ایک ہے؟ حضرت ابن عباسؓ نے کہا، اے امیر المومنین! ہم پر قرآن نازل ہوا۔ ہم نے اسے پڑھا اور ہمیں معلوم ہے کہ قرآن کی یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن ہمارے بعد کے لوگ قرآن تو پڑھیں گے لیکن انہیں یہ نہیں معلوم ہو گا کہ یہ آیت کس بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس طرح ہر جماعت کی اس بارے میں الگ الگ رائے ہو گی۔ جب ہر جماعت کی الگ الگ رائے ہو گی تو ان میں اختلاف ہو جائے گا اور جب ان میں آپس میں اختلاف ہو جائے گا تو پھر آپس میں لڑ پڑیں گے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ ان پر برسے اور انہیں خوب ڈانٹا۔ حضرت ابن عباسؓ واپس چلے گئے لیکن حضرت ابن عباسؓ نے جو بات کہی تھی، وہ بعد میں حضرت عمرؓ کو سمجھ آ گئی۔ تو انہیں بلایا اور ان سے فرمایا، وہ اپنی بات ذرا دوبارہ کہنا۔ [1]

اس مثال سے مراد عمل ہے:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا، آج رات میں نے ایک آیت پڑھی جس کی وجہ سے مجھے ساری رات نیند نہیں آئی۔ وہ آیت یہ ہے:

﴿اَیَوَدُّ احدُکم ان تکون لہٗ جَنَّۃ مِّنْ نَّخیلٍ وَّ اعنابٍ. الآیۃ﴾

''بھلا تم میں سے کسی کو یہ بات پسند ہے کہ اس کا ایک باغ ہو کھجوروں کا اور انگوروں کا۔ اس کے (درختوں کے) نیچے نہریں چلتی ہوں اس شخص کے یہاں اس باغ میں اور بھی ہر قسم کے (مناسب) میوے ہوں اور اس شخص کا بڑھاپا آ گیا ہو اور اس کے اہل و عیال بھی ہوں

[1] (کنز العمال ۱/ ۲۲۸، حیاۃ الصحابہؓ ۳/ ۲۴۶)

جن میں (کمانے کی) قوت نہیں۔سو اس باغ پر ایک بگولا آوے جس
میں آگ (کا مادہ) ہو پھر وہ باغ جل جاوے۔" (سورۃ بقرہ ۲۶۶)

میں ساری رات یہ سوچتا رہا کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں کیا کہنا چاہتے ہیں، اس سے مراد کیا ہے؟ ایک آدمی نے کہا، اللہ زیادہ جانتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ اللہ زیادہ جانتے ہیں لیکن میں اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ اگر آپ لوگوں میں سے کسی کو کچھ معلوم ہے یا اس نے اس بارے میں کچھ سن رکھا ہے تو وہ بتا دے۔ اور لوگ تو خاموش رہے لیکن میں نے دھیمی آواز سے کچھ کہا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے مجھ سے فرمایا، کہو اے میرے بھتیجے! کہو۔ اپنے آپ کو اتنا کم درجہ کا نہ سمجھو۔ میں نے کہا، اس مثال سے مراد عمل ہے۔ انہوں نے فرمایا، عمل مراد لینے کی کیا دلیل ہے؟ میں نے کہا، دلیل تو کوئی نہیں ہے لیکن میرے دل میں یہ بات آئی ہے جو میں نے کہہ دی ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ مجھے چھوڑ کر خود تفسیر کرنے لگے اور فرمایا، اے میرے بھتیجے! تم نے ٹھیک کہا۔ واقعی اس سے عمل ہی مراد ہے۔ ابن آدم جب بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس کے اہل وعیال زیادہ ہو جاتے ہیں تو اسے اپنے باغ کی بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ ایسے ہی قیامت کے دن اسے عمل کی سب سے زیادہ ضرورت ہوگی۔ اے میرے بھتیجے! تم نے بالکل ٹھیک کہا۔ [1]

اس نوجوان کو ہمارے ساتھ کیوں شریک کرتے ہیں؟:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ مجھے غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے بڑے بوڑھوں کے ساتھ اپنی مجلس میں شریک فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ان سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا، آپؓ اس نوجوان کو ہمارے ساتھ شریک کرتے ہیں حالانکہ اس جتنے تو ہمارے بیٹے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا، یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کو تم جانتے ہو۔ ایک دن حضرت عمرؓ نے انہیں بھی بلایا اور مجھے بھی بلایا۔ میں سمجھ گیا کہ مجھے صرف اس لئے بلایا ہے تاکہ وہ لوگ میری علمی حیثیت دیکھ لیں اور فرمایا، آپ لوگ اللہ تعالیٰ کے

---

[1] (کنز العمال ۱/۲۳۴، مستدرک حاکم ۳/۵۴۲، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۲۴۶)

اس فرمان کے بارے میں کیا کہتے ہیں اور پھر ﴿اذا جآء نصرُ اللّٰهِ و الفتح﴾ سے لے کر آخر تک ساری سورة پڑھی۔

''(اے محمد ﷺ) جب خدا کی مدد اور (مکہ کی) فتح (مع اپنے آثار کے) آپہنچے (یعنی واقع ہو جائے) اور (آثار جو اس پر متفرع ہونے والے ہیں یہ ہیں کہ) آپ لوگوں کو اللہ کے دین (یعنی اسلام) میں جوق در جوق داخل ہوتا ہوا دیکھ لیں تو اپنے رَبّ کی تسبیح وتحمید کیجئے اور اس سے استغفار کی درخواست کیجئے وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔''

ان میں سے کسی نے کہا، اللہ نے ہمیں اس بات کا حکم دیا ہے کہ جب اللہ کی مدد آجائے اور ہمیں فتح نصیب ہو جائے تو ہم اس کی تعریف کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں اور کسی نے کہا، ہمیں معلوم نہیں۔ بعضوں نے کچھ نہیں کہا بلکہ خاموش رہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے مجھ سے فرمایا، اے ابن عباسؓ! کیا تم بھی ایسے ہی کہتے ہو؟ میں نے کہا، نہیں۔ انہوں نے فرمایا، پھر تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا، اس میں حضورؐ کے دنیا سے تشریف لے جانے کی طرف اشارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو بتایا ہے کہ جب اللہ کی مدد آجائے اور مکہ فتح ہو جائے اور تم لوگوں کو دیکھ لو تو یہ آپؐ کے دنیا سے جانے کے قریب آنے کی نشانی ہے۔ لہٰذا آپ اپنے رَبّ کی تسبیح وتحمید کیجئے اور اس سے مغفرت طلب کیجئے وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا، مجھے بھی اس سورة کے بارے میں اتنا ہی معلوم ہے جتنا تمہیں معلوم ہے۔ [1]

ابن عباسؓ کے علمی دلائل:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت عمر بن خطابؓ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں پوچھا:

﴿یآ اَیُّها الَّذین اٰمنوا لا تسئَلُوا عن اشیآءَ ان تبدلکم تسؤ کم﴾

---

[1] (کنز العمال ۱/۲۷۶، حلیۃ الاولیاء ۱/۳۱۷، مستدرک حاکم ۳/۵۳۹، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۲۴۷)

Marfat.com

''اے ایمان والو! ایسی (فضول) باتیں مت پوچھو کہ اگر تم سے ظاہر کر دی جاویں تو تمہاری ناگواری کا سبب ہو۔'' (سورۃ مائدہ ۱۰۱)

حضرت عمرؓ نے فرمایا، کچھ مہاجرین کو اپنے نسب میں کچھ شبہ تھا۔ ایک دن یہ لوگ آپس میں کہنے لگے، اللہ کی قسم! ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہمارے نسب کے بارے میں اللہ تعالیٰ کچھ قرآن نازل فرما دیں تو کیا ہی اچھا ہو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جو تم نے ابھی پڑھی تھی۔ پھر حضرت عمرؓ نے مجھ سے فرمایا، تمہارے یہ ساتھی یعنی حضرت علی بن ابی طالبؓ اگر امیر بن گئے تو یہ زاہد تو ہوں گے لیکن مجھے خود بینی کا ڈر ہے کہ کہیں اس میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ میں نے کہا، اے امیر المومنین! ہمارے ساتھی کے فضائل اور درجے کو تو آپؓ جانتے ہیں۔ اللہ کی قسم! آپؓ کیا فرما رہے ہیں؟ حضورؐ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد ان میں کوئی تبدیلی نہیں آئی اور جتنے دن وہ حضورؐ کے ساتھ رہے کبھی حضورؐ کو ناراض نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، حضرت فاطمہؓ کے ہوتے ہوئے حضرت علیؓ نے ابوجہل کی بیٹی کو شادی کا پیغام دینا چاہا تھا جس پر حضورؐ کو گرانی ہوئی تھی۔ میں نے کہا، اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی نافرمانی کے قصے میں فرمایا ہے:

﴿ولم نَجِد لهُ عزمًا﴾ (سورۃ طٰہٰ ۱۱۵)

''ہم نے (اس حکم کے اہتمام میں) ان میں پختگی (اور ثابت قدمی) نہ پائی۔''

ایسے ہی ہمارے ساتھی نے حضورؐ کو ناراض کرنے میں پختگی نہ دکھائی۔ بلکہ جونہی پتہ چلا کہ یہ کام حضورؐ کو پسند نہیں ہے، انہوں نے فوراً اس ارادہ کو چھوڑ دیا اور یہ تو دل کے وہ خیالات ہیں جن کے آنے کو کوئی روک نہیں سکتا۔ اور اللہ کے دین کی سمجھ رکھنے والے فقیہ اور اللہ کے احکام کے جاننے والے عالم سے بھی کبھی لغزش ہو جاتی ہے لیکن جب اسے اس پر متنبہ کیا جائے تو فوراً اسے چھوڑ کر اللہ کی طرف رجوع کر لیتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اے ابن عباسؓ! جو یہ چاہتا ہے کہ تمہارے علوم کے سمندروں میں گھس کر تمہارے ساتھ غوطہ

Marfat.com

لگائے اور گہرائی تک جا پہنچے، وہ ایسا کام کرنا چاہتا ہے جو اس کے بس میں نہیں۔ (یعنی تم نے اپنے دلائل سے مجھے لاجواب کر دیا ہے) ۱

یہ بات انہیں نہ سنانا:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت اشعریؓ نے مجھے حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا۔ حضرت عمرؓ نے مجھ سے فرمایا، اشعری بھائی کو کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو؟ میں نے کہا، میں نے ان کو اس حال میں چھوڑا کہ وہ لوگوں کو قرآن سکھا رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، ذرا غور سے سنو۔ وہ بہت سمجھدار آدمی ہیں لیکن یہ بات انہیں نہ سنانا۔ پھر فرمایا، تم نے دیہاتیوں کو کس حال میں چھوڑا؟ میں نے کہا، اشعری قبیلہ والے؟ آپؓ نے فرمایا نہیں بلکہ بصرہ والے۔ میں نے کہا، اگر یہ بات بصرہ والے سن لیں تو انہیں بہت بری لگے گی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، یہ بات انہیں نہ بتانا لیکن ہیں وہ لوگ دیہاتی ہی۔ البتہ ان میں سے جسے اللہ جہاد فی سبیل اللہ کی توفیق دے دے تو وہ دیہاتی نہیں رہے گا۔ ۲

عمرؓ کے دروازے کی ضرورت نہیں رہی:

حضرت حسنؒ کہتے ہیں کہ: ایک شخص حضرت عمرؓ کے دروازے پر بہت زیادہ آیا کرتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس سے فرمایا، جا اللہ کی کتاب سیکھ۔ چنانچہ وہ چلا گیا اور کئی دن تک حضرت عمرؓ کو نظر نہ آیا۔ پھر اس سے حضرت عمرؓ کی ملاقات ہوئی تو حضرت عمرؓ نے نہ آنے پر اس پر کچھ خفگی کا اظہار کیا۔ تو اس نے کہا، مجھے اللہ کی کتاب میں وہ کچھ مل گیا ہے جس کے بعد عمرؓ کے دروازے کی ضرورت نہیں رہی۔ ۳

عمرؓ نے ہمیں اس کام سے روکا ہے:

حضرت قرظہ بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ: ہم عراق کے ارادے سے مدینہ سے نکلے

---

۱ (منتخب کنز العمال ۵/ ۲۲۹، حیاۃ الصحابہؓ ۳/ ۲۴۹)

۲ (طبقات ابن سعد ۴/ ۱۶۲، حلیۃ الاولیاء ۱/ ۲۵۶، حیاۃ الصحابہؓ ۳/ ۲۵۳)

۳ (کنز العمال ۱/ ۲۱۷، حیاۃ الصحابہؓ ۳/ ۲۵۵)

Marfat.com

تو حضرت عمر بن خطابؓ بھی ہمارے ساتھ حراء مقام تک چلے جو مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔ پھر آپؓ نے وضو کر کے فرمایا، کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ میں آپ لوگوں کے ساتھ کیوں چلا؟ ساتھیوں نے کہا، جی ہاں۔ ہم لوگ حضورؐ کے صحابہؓ ہیں، اس لئے آپؓ ہمارے ساتھ چلے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، یہ وجہ تو خیر ہے ہی لیکن اصل میں، میں آپ لوگوں کو ایک خاص بات کہنا چاہتا تھا اور وہ یہ ہے کہ تم لوگ ایسے علاقہ میں جا رہے ہو کہ وہاں کے لوگ شہد کی مکھی جیسی دھیمی آواز سے قرآن پڑھتے ہیں۔ ان کے سامنے احادیث بیان نہ کرنا ورنہ وہ قرآن کو چھوڑ کر تمہارے ساتھ احادیث میں مشغول ہو جائیں گے۔ بلکہ قرآن کو احادیث سے الگ تھلگ رکھو اور حضورؐ کی طرف سے روایت کم کرو اور اب جاؤ۔ میں تمہارے ساتھ اجر میں شریک ہوں۔ جب حضرت قرظہؓ عراق پہنچے تو لوگوں نے کہا، آپ ہمیں حدیثیں سنائیں۔ فرمایا، حضرت ابن خطابؓ نے ہمیں اس کام سے روکا ہے۔ [1]

متشابہ آیات پوچھنے پر ایک شخص کی پٹائی:

حضرت ابن عمرؓ کے ایک آزاد کردہ غلام کہتے ہیں کہ: صبیغ عراقی ملک شام کے مسلمان لشکروں میں قرآن کی ان چیزوں کے بارے میں پوچھنے لگا جن کی مراد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہ چلتے چلتے مصر پہنچ گیا تو حضرت عمرو بن عاصؓ نے اسے حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس بھیج دیا۔ جب ان کا قاصد خط لے کر حضرت عمرؓ کے پاس آیا تو حضرت عمرؓ نے خط پڑھ کر فرمایا، وہ آدمی کہاں ہے؟ قاصد نے کہا، قیام گاہ میں ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اس پر نگاہ رکھنا۔ وہ کہیں چلا نہ جائے ورنہ تمہیں سخت سزا دوں گا۔ قاصد اسے حضرت عمرؓ کے پاس لے آیا۔ حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا، تم کیا پوچھتے ہو؟ اس نے اپنے سوالات بتائے۔

حضرت عمرؓ نے میرے پاس پیغام بھیجا کہ کھجور کی ٹہنی لاؤ۔ میں نے جا کر ان کو ٹہنی لا دی۔ انہوں نے صبیغ کو اس ٹہنی سے اتنا مارا کہ اس کی پیٹھ زخمی ہو گئی۔ پھر حضرت عمرؓ

[1] (مستدرک حاکم ۱/۱۰۲، حیاۃ الصحابہؓ ۳/۲۵۶)

Marfat.com

نے اسے چھوڑ دیا۔ جب اس کی پیٹھ ٹھیک ہوگئی تو اسے پھر ٹہنی سے اتنا مارا کہ اس کی پیٹھ زخمی ہوگئی اور اسے چھوڑ دیا۔ جب اس کی پیٹھ ٹھیک ہوگئی اور اسے مارنے کے لئے تیسری مرتبہ بلایا تو صبیغ نے کہا، اے امیر المومنین! اگر آپؓ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں تو اچھی طرح قتل کریں اور اگر آپؓ میرا علاج کرنا چاہتے ہیں تو اب میں ٹھیک ہو گیا ہوں۔ قرآن کی متشابہ آیات کے بارے میں پوچھنے اور گفتگو کرنے سے میں نے توبہ کرلی ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے اسے اپنے علاقہ میں جانے کی اجازت دے دی۔ اور وہاں کے گورنر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ صبیغ کے ساتھ کوئی مسلمان نہ بیٹھا کرے۔ اس سے صبیغ بہت پریشان ہوا۔ پھر حضرت ابو موسیٰؓ نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ اب صبیغ کی حالت ٹھیک ہوگئی ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے انہیں لکھا کہ اب لوگوں کو اس کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی اجازت دے دو۔ [1]

ہم سے خطائیں سرزد ہوں گی:

حضرت حسنؓ کہتے ہیں کہ: کچھ لوگ مصر میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے ملے اور ان سے کہا، ہمیں اللہ کی کتاب میں ایسی چیزیں نظر آرہی ہیں جن پر عمل کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے لیکن ان پر عمل نہیں ہو رہا۔ اس لئے ہم اس بارے میں امیر المومنین سے ملنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ابن عمروؓ مدینہ آئے اور یہ لوگ بھی ان کے ساتھ مدینہ آئے۔ حضرت ابن عمروؓ نے حضرت عمرؓ سے ملاقات کی اور عرض کیا، اے امیر المومنین! کچھ لوگ مجھ سے مصر میں ملے تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ ہمیں اللہ کی کتاب میں ایسی چیزیں نظر آرہی ہیں جن پر عمل کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے لیکن ان پر عمل نہیں ہو رہا۔ اس لئے اس بارے میں وہ آپؓ سے ملنا چاہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، انہیں اکٹھا کر کے میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ حضرت ابن عمروؓ انہیں اکٹھا کر کے حضرت عمرؓ کے پاس لے آئے۔

ان میں سے جو حضرت عمرؓ کے سب سے زیادہ قریب تھا، اسے حضرت عمرؓ نے بلایا۔ اور فرمایا، میں تمہیں اللہ اور اسلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں، کیا تم نے سارا قرآن پڑھا ہے؟

---

[1] (حیاۃ الصحابہ ج۲/۲۵۶)

Marfat.com

اس نے کہا، جی ہاں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، کیا تم نے سارا دل میں جما لیا ہے؟ اس نے کہا، نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، کیا تم نے سارا نگاہ میں بٹھا لیا ہے؟ اس نے کہا، نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، کیا تم نے سارا قرآن یاد کر لیا ہے؟ کیا تم نے سارے پر عمل کر لیا ہے؟ پھر ان میں سے ایک ایک کو بلا کر ہر ایک سے یہی سوالات کیے۔ پھر فرمایا، عمر کو اس کی ماں گم کرے۔ کیا تم عمر کو اس بات کا مکلّف بناتے ہو کہ وہ تمام لوگوں کو قرآن پر عمل کرنے کے لئے کھڑا کر دے۔ ہمارے ربّ کو پہلے سے معلوم ہے کہ ہم سے خطائیں سرزد ہوں گی۔ پھر یہ آیت پڑھی:

﴿ان تجتنبوا کبآئر ما تنهون عنه نکفر عنکم سیئاتکم و ندخلکم مدخلاً کریماً﴾ (سورۃ نساء ۳۱)

''جن کاموں سے تم کو منع کیا جاتا ہے ان میں سے جو بھاری کام ہیں اگر تم ان سے بچتے رہے تو ہم تمہاری خفیف برائیاں تم سے دور فرما دیں گے اور ہم تم کو ایک معزز جگہ میں داخل کر دیں گے۔''

پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا، کیا مدینہ والوں کو معلوم ہے کہ تم لوگ کس وجہ سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا، نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اگر انہیں معلوم ہوتا تو میں تمہارے اوپر رکھ کر ان کو بھی یہی نصیحت کرتا۔ ۱

حضورؐ کی صحبت اور دوستی کی بنیاد پر وظیفہ دو:

حضرت سعد بن ابراہیمؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنے ایک گورنر کو خط لکھا کہ لوگوں کو قرآن سیکھنے پر کچھ وظیفہ دو۔ تو اس گورنر نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ آپؓ نے مجھے لکھا کہ لوگوں کو قرآن سیکھنے پر کچھ وظیفہ دو۔ اس طرح تو وہ بھی قرآن سیکھنے لگے گا جو صرف وظیفہ کے رجسٹر میں اندراج کروانا چاہتا ہوگا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے انہیں لکھا کہ اچھا لوگوں کو حضورؐ کی صحبت اور حضورؐ کی دوستی کی بنیاد پر دو۔ ۲

---

۱ (کنز العمال ۱/ ۲۲۸، حیاۃ الصحابہؓ ۳/ ۲۵۸)

۲ (کنز العمال ۱/ ۲۲۹، حیاۃ الصحابہؓ ۳/ ۲۶۰)

ان میں اختلاف ہو جائے گا:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: میں حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ان کے پاس ایک خط آیا جس میں لکھا ہوا تھا کہ کوفہ والوں میں سے بہت سے لوگوں نے اتنا اتنا قرآن پڑھ لیا۔ یہ پڑھ کر خوشی کی وجہ سے حضرت عمرؓ نے ...... اللہ اکبر ...... کہا۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔ میں نے کہا، ان میں اختلاف ہو جائے گا۔ انہوں نے فرمایا، اوہو! تمہیں یہ کہاں سے پتہ چل گیا؟ اور حضرت عمرؓ کو غصہ آ گیا۔ تو میں اپنے گھر چلا گیا۔ اس کے بعد انہوں نے میرے پاس بلانے کے لئے آدمی بھیجا۔ میں نے انہیں کوئی عذر کر دیا۔ پھر انہوں نے یہ کہلا کر بھیجا کہ میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ تمہیں ضرور آنا ہو گا۔ چنانچہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے فرمایا، تم نے کوئی بات کہی تھی؟ میں نے کہا، استغفر اللہ۔ اب وہ بات دوبارہ نہیں کہوں گا۔ فرمایا، میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم نے جو بات کہی تھی، وہ دوبارہ کہنی ہو گی۔ میں نے کہا، آپؓ نے فرمایا تھا کہ میرے پاس خط میں یہ لکھا ہوا آیا ہے کہ کوفہ والوں میں سے بہت سے لوگوں نے اتنا اتنا قرآن پڑھ لیا ہے۔ اس پر میں نے کہا تھا کہ ان میں اختلاف ہو جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، تمہیں یہ کہاں سے پتہ چلا؟ میں نے کہا، میں نے یہ آیت:

وَمِنَ النَّاس من يُّعجبُكَ قولهٗ فى الحيٰوةِ الدُّنيا ويُشهِدُ اللّٰهَ علىٰ ما فى قلبهٖ ...... سے لے کر ...... وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الفَسَادَ (سورۃ بقرہ ۲۰۴/۲۰۵)

تک پڑھی۔

''اور بعضا آدمی ایسا بھی ہے کہ آپ کو اس کی گفتگو جو محض دنیوی غرض سے ہوتی ہے مزہ دار معلوم ہوتی ہے اور وہ اللہ کو حاضر و ناظر بتاتا ہے اپنے مافی الضمیر پر حالانکہ وہ (آپ کی مخالفت میں) نہایت شدید ہے اور جب پیٹھ پھیرتا ہے تو اس دوڑ دھوپ میں پھرتا رہتا ہے کہ شہر میں فساد کر دے اور (کسی کے) کھیت یا مواشی کو تلف

Marfat.com

کر دے اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتے۔''

جب لوگ اس طرح کریں گے تو قرآن والا صبر نہیں کر سکے گا۔ پھر میں نے یہ آیت پڑھی:

﴿وَاِذَا قِیلَ لَہُ اتَّقِ اللّٰہَ اَخَذَتْہُ الْعِزَّۃُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُہٗ جَھَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِھَادُ☆ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَہُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ رَؤُوْفٌ بِالْعِبَادِ﴾ (سورۃ بقرہ ۲۰۶/۲۰۷)

''اور جب اس سے کوئی کہتا ہے کہ خدا کا خوف کر تو نخوت اس کو اس گناہ پر (دُونا) آمادہ کر دیتی ہے سو ایسے شخص کی کافی سزا جہنم ہے اور وہ بری ہی آرام گاہ ہے اور بعضا آدمی ایسا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی میں اپنی جان تک صرف کر ڈالتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کے حال پر نہایت مہربان ہیں۔''

حضرت عمرؓ نے فرمایا، اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ تم نے ٹھیک کہا۔ [1]

میں یہ بات لوگوں سے چھپاتا تھا:

حضرت عبداللہ بن عبیدؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا، ایک دفعہ میں حضرت عمرؓ کے ساتھ تھا اور میں نے ان کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، میرا خیال یہ ہے کہ قرآن لوگوں میں بہت زیادہ پھیل گیا ہے۔ میں نے کہا، اے امیر المومنین! مجھے تو یہ بات بالکل پسند نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے میرے ہاتھ میں سے اپنا ہاتھ کھینچ کر فرمایا، کیوں؟ میں نے کہا، اس لئے کہ جب سب لوگ قرآن پڑھیں گے اور صحیح مطلب سمجھنے کی استعداد نہیں ہوگی تو اپنے طور سے معنی اور مطلب تلاش کرنے لگیں گے۔ اور جب معنی و مطلب تلاش کرنے لگیں گے تو ان میں اختلاف ہو جائے گا۔ اور جب ان میں اختلاف ہو جائے گا

[1] (مستدرک حاکم ۳/۵۴۰، حیاۃ الصحابہ ۳/۲۶۱)

Marfat.com

تو ایک دوسرے کو قتل کرنے لگیں گے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے مجھے چھوڑ دیا اور الگ بیٹھ گئے۔ بس وہ دن میں نے جس پریشانی میں گزارا، یہ اللہ ہی جانتا ہے۔ پھر ظہر کے وقت ان کا قاصد میرے پاس آیا اور اس نے کہا، امیر المومنین بلا رہے ہیں چلو۔ میں ان کے پاس گیا تو انہوں نے فرمایا، تم نے کیا بات کہی تھی؟ میں نے اپنی ساری بات دہرادی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، سمجھتا تو میں بھی اسے تھا لیکن میں لوگوں سے یہ بات چھپاتا تھا۔ [1]

قرآن پاک کے پیچھے چلو:

حضرت کنانہ عدویؒ کہتے ہیں کہ ملک شام میں مسلمانوں کے جو لشکر تھے۔ ان کے امراء کو حضرت عمر بن خطابؓ نے خط میں یہ لکھا کہ قرآن کے تمام حافظوں کی فہرست میرے پاس بھیج دو تا کہ میں ان کا وظیفہ بڑھاؤں اور انہیں اطرافِ عالم میں لوگوں کو قرآن سکھانے کے لئے بھیج دوں۔ اس پر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے لکھا کہ ہمارے ہاں حافظوں کی تعداد تین سو سے زیادہ ہو گئی ہے۔ جواب میں حضرت عمرؓ نے ان حافظوں کو یہ نصیحتیں لکھیں:

> "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط اللہ کے بندے عمر کی طرف سے حضرت عبداللہ بن قیس (ابوموسیٰ اشعریؓ) اور ان کے ساتھ جتنے حافظِ قرآن ہیں، ان سب کے نام ہے۔ سلام علیکم! امابعد!
>
> یہ قرآن تمہارے لئے باعثِ اجر، سببِ شرف وعزت اور آخرت میں کام آنے والا ذخیرہ ہے۔ اس لئے تم اس کے پیچھے چلو، اپنی خواہشات کو قربان کر کے اس پر عمل کرو۔ قرآن تمہارے پیچھے نہ چلے یعنی قرآن کو اپنی خواہشات کے تابع نہ بناؤ۔ کیونکہ قرآن جس کے پیچھے چلے گا تو قرآن اسے گدی کے بل گرا دے گا۔ پھر اسے آگ میں پھینک دے گا اور جو قرآن کے پیچھے چلے گا، قرآن اسے جنت

---

[1] (مستدرک حاکم ۳/۵۴۹، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۲۶۲)

الفردوس میں لے جائے گا۔ تم اس بات کی پوری کوشش کرو کہ قرآن تمہارا سفارشی بنے اور تم سے جھگڑا نہ کرے کیونکہ قرآن جس کی سفارش کرے گا، وہ جنت میں داخل ہو گا اور جس سے قرآن جھگڑا کرے گا، وہ آگ میں داخل ہو گا۔ اور یہ جان لو کہ قرآن ہدایت کا چشمہ اور علم کی رونق ہے۔ اور یہ رحمٰن کے پاس سے آنے والی سب سے آخری کتاب ہے۔

اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اندھی آنکھوں کو، بہرے کانوں کو اور پردہ پڑے ہوئے دلوں کو کھولتے ہیں۔ اور جان لو کہ بندہ جب رات کو کھڑا ہوتا ہے اور مسواک کر کے وضو کرتا ہے۔ پھر تکبیر کہہ کر نماز میں قرآن پڑھتا ہے تو فرشتہ اس کے منہ پر اپنا منہ رکھ کر کہتا ہے اور پڑھ، اور پڑھ۔ تم خود پاکیزہ ہو اور قرآن تمہارے لئے پاکیزہ ہے۔ اور اگر وہ وضو کرے لیکن مسواک نہ کرے تو فرشتہ اس کی حفاظت کرتا ہے اور اسی تک محدود رہتا ہے، اسے آگے کچھ نہیں کرتا۔ غور سے سنو۔ نماز کے ساتھ قرآن کا پڑھنا محفوظ خزانہ اور اللہ کا مقرر کردہ بہترین عمل ہے۔ لہٰذا جتنا ہو سکے، زیادہ سے زیاہ قرآن پڑھو۔ نماز نور ہے اور زکوٰۃ دلیل ہے اور صبر روشن اور چمکدار عمل ہے اور روزہ ڈھال ہے اور قرآن تمہارے لئے حجت ہو گا یا تمہارے خلاف۔ لہٰذا قرآن کا اکرام کرو اور اس کی توہین نہ کرو کیونکہ جو قرآن کا اکرام کرے گا، اللہ اس کا اکرام کرے گا اور جو اس کی توہین کرے گا، اللہ اس کی توہین کرے گا۔ اور جان لو کہ جو قرآن پڑھے گا اور اسے یاد کرے گا اور اس پر عمل کرے گا اور جو اس میں ہے، اس کا اتباع کرے گا۔ تو اس کی دُعا اللہ کے ہاں قبول ہو گی۔ اگر اللہ چاہے

Marfat.com

گا تو اس کی دُعا دنیا میں پوری کر دے گا ورنہ وہ دُعا آخرت میں اس کے لئے ذخیرہ ہوگی۔ اور جان لو کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے۔ وہ ان لوگوں کے لئے بہتر اور ہمیشہ رہنے والا ہے جو ایمان والے اور اپنے رَبّ پر توکل کرنے والے ہیں۔" ؎۱

احادیث کے متعلق احتیاط:

حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوفؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے انتقال سے پہلے حضورؐ کے جن صحابہؓ کے پاس آدمی بھیج کر انہیں اطراف عالم سے مدینہ منورہ میں جمع کیا۔ وہ یہ ہیں۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ، حضرت ابوالدرداء، حضرت ابوذر اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم۔ جب یہ حضرات آگئے تو ان سے حضرت عمرؓ نے فرمایا، آپؓ لوگوں نے اطراف عالم میں حضورؐ کی طرف یہ کیا حدیثیں پھیلا دی ہیں؟ انہوں نے کہا، کیا آپ ہمیں حدیثیں بیان کرنے سے روکنا چاہتے ہیں؟ آپؓ نے فرمایا، نہیں بلکہ آپ لوگ میرے پاس رہیں۔ اللہ کی قسم! جب تک میں زندہ ہوں، آپ لوگ مجھ سے جدا نہیں ہوسکتے۔ یہاں رہ کر حدیثیں بیان کریں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم بھی حدیثیں خوب جانتے ہیں۔ اس لئے آپ لوگوں کی حدیثوں کو دیکھیں گے کہ کون سی لینی چاہئے اور کون سی چھوڑنی چاہئے۔ چنانچہ یہ حضرات حضرت عمرؓ کے انتقال تک ان کے پاس ہی مدینہ منورہ میں رہے، ان سے جدا نہ ہوئے۔ ؎۲

ہماری رائے تو صرف گمان ہے:

حضرت ابن شہابؒ کہتے ہیں کہ: ایک دفعہ حضرت عمر بن خطابؓ نے منبر پر فرمایا، اے لوگو! حتمی اور درست رائے تو حضورؐ کی ہی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی انہیں یہ رائے سمجھاتے تھے اور ہماری رائے تو بس گمان اور تکلف ہی ہے، اس کا صحیح ہونا ضروری نہیں۔ ؎۳

؎۱ (کنز العمال ۱/۲۱۷، حیاۃ الصحابہؓ ۳/۲۶۳)

؎۲ (کنز العمال ۵/۲۳۹، حیاۃ الصحابہؓ ۳/۲۷۰) ؎۳ (حیاۃ الصحابہؓ ۳/۲۷۹)

Marfat.com

یہ حضورؐ کی خصوصیت تھی:

حضرت عمرو بن دینارؒ کہتے ہیں کہ: ایک آدمی نے حضرت عمرؓ سے کہا، اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو جو کچھ سمجھایا ہے، آپؓ اس کے مطابق فیصلہ کریں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، ایسی بات نہ کہو کیونکہ یہ تو حضورؐ کی خصوصیت تھی کہ ان کی ہر بات اللہ کی طرف سے ہوتی تھی۔ ہمارے دل میں جو بات آتی ہے، وہ شیطان کی طرف سے بھی ہو سکتی ہے۔ یہ حضرت عمرؓ کی تواضع ہے۔ [1]

قاضی شریح کو ہدایات:

حضرت شریح کہتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ نے انہیں یہ خط لکھا کہ جب تمہارے پاس کوئی مقدمہ آئے تو اس میں اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کرو اور اگر تمہارے پاس ایسا مقدمہ آئے جو کتاب اللہ میں نہیں ہے تو پھر اس میں سنت رسولؐ کے مطابق فیصلہ کرو۔ اور اگر ایسا مقدمہ آئے جو نہ کتاب اللہ میں ہے اور نہ سنت رسولؐ میں۔ تو پھر وہ فیصلہ کرو جس پر علماء کا اجماع و اتفاق ہو۔ اور اگر ایسا مقدمہ آئے جو نہ کتاب اللہ میں ہے اور نہ سنت رسولؐ میں اور نہ اس میں کسی عالم نے کوئی بات کی ہے تو پھر دو باتوں میں سے ایک بات اختیار کر لو۔ چاہو تو آگے بڑھ کر اپنی رائے سے اجتہاد کر کے فیصلہ کر لو اور چاہو تو پیچھے ہٹ جاؤ اور کوئی فیصلہ نہ کرو۔ اور میرے خیال میں پیچھے ہٹنا تمہارے لئے بہتر ہی ہے۔ [2]

قاضی شریح کا تقرر:

قاضی شریح کی تقرری کا یہ واقعہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص سے پسند کی شرط پر ایک گھوڑا خریدا اور امتحان کے لئے ایک سوار کو دیا۔ گھوڑا سواری میں چوٹ کھا کر داغی ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے اس کو واپس کرنا چاہا۔ گھوڑے کے مالک نے انکار کیا۔ اس پر نزاع ہوئی اور شریح ثالث مقرر کئے گئے۔ انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ گھوڑے کے مالک سے اجازت لے کر سواری کی گئی تھی تو گھوڑا واپس کیا جا سکتا ہے ورنہ نہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ

---

[1] (کنز العمال ۵/۲۴۱، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۲۸۰) [2] (حیاۃ الصحابہؓ ۲/۲۸۱)

Marfat.com

حق یہی ہے۔ کوفہ کا قاضی مقرر کرا دیا۔ [1]

تم لوگوں کو فتویٰ دیتے ہو:

حضرت ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ نے حضرت ابو مسعودؓ سے فرمایا، کیا مجھے یہ خبر نہیں ملی کہ تم امیر نہیں ہو، پھر بھی تم لوگوں کو فتویٰ دیتے ہو؟ جسے امارت کی راحت ملی ہے، اسے ہی امارت کی مشقت بھی اٹھانے دو۔ یعنی جو امیر ہے اسے ہی فتویٰ کی ذمہ داری اٹھانے دو، تم فتویٰ نہ دو۔ [2]

علم کا سمندر:

حضرت ابو وائلؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ اگر حضرت عمرؓ کے علم کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور تمام زمین والوں کے علم کو دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو حضرت عمرؓ کے علم والا پلڑا جھک جائے گا۔

حضرت اعمشؒ کہتے ہیں، میرے دل نے اس بات کو قبول نہ کیا۔ میں نے جا کر حضرت ابراہیمؒ سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا، تم اسے نہیں مان رہے ہو اور اللہ کی قسم! حضرت عبداللہؓ نے تو اس سے آگے کی بھی بات کہہ رکھی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ جس دن حضرت عمرؓ دنیا سے گئے، اس دن علم کے دس حصوں میں سے نو حصے چلے گئے۔ [3]

حضرت عمرؓ کے سامنے فقہاء بچوں کی طرح نظر آتے تھے:

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ کا علم اتنا زیادہ تھا کہ اس کے سامنے تمام لوگوں کا علم اتنا کم لگتا تھا کہ جیسے وہ کسی سوراخ میں چھپا کر رکھا ہوا ہو۔

مدینہ کے ایک صاحب کہتے ہیں۔ میں حضرت عمرؓ کے پاس گیا تو مجھے ان کے سامنے فقہاء بچوں کی طرح نظر آئے۔ وہ دینی سمجھ اور علم کی وجہ سے تمام فقہاء پر حاوی تھے۔ [4]

---

[1] (الفاروق ۲۳۱) [2] (حیاۃ الصحابہؓ ۳/۲۸۳)

[3] (طبقات ابن سعد ۳/۱۵۳، حیاۃ الصحابہؓ ۳/۲۸۶)

[4] (طبقات ابن سعد ۴/۱۵۳، حیاۃ الصحابہؓ ۳/۲۸۷)

Marfat.com

مشکل مسئلہ سے پناہ مانگتے تھے:

حضرت سعید بن میتبؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ اس مشکل مسئلہ سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے جس کے حل کے لئے حضرت ابوحسن یعنی حضرت علیؓ موجود نہ ہوں۔ [1]

عبداللہ بن مسعودؓ کے متعلق آپؓ کی رائے:

حضرت زید بن وہبؒ کہتے ہیں کہ: ایک دن حضرت عمرؓ بیٹھے ہوئے تھے کہ سامنے سے حضرت عبداللہؓ آئے۔ جب حضرت عمرؓ نے انہیں آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا، یہ دین کی سمجھ اور علم سے بھری ہوئی کوٹھی ہیں۔

حضرت اسد بن وداعہؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابن مسعودؓ کا ذکر فرمایا اور فرمایا، یہ تو علم سے بھری ہوئی کوٹھی ہیں اور انہیں قادسیہ بھیج کر میں نے قادسیہ والوں کو اپنے پر ترجیح دی ہے۔ [2]

اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کرتا ہوں:

حضرت ابوزنادؒ کہتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضرت ابن عباسؓ کو بخار ہو گیا تو حضرت عمر بن خطابؓ ان کے پاس عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور فرمایا، تمہاری بیماری کی وجہ سے ہمارا بڑا نقصان ہو رہا ہے۔ اللہ ہی سے مدد طلب کرتا ہوں۔ [3]

حضرت عمرؓ کے ہاں ابن عباسؓ کا مقام:

حضرت طلحہ بن عبیدؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت ابن عباسؓ کو اللہ کی طرف سے بڑی سمجھ، عقل اور بہت علم دیا گیا تھا۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے کسی کی رائے کو ان کی رائے پر ترجیح دی ہو۔ [4]

---

[1] (طبقات ابن سعد ۴/ ۱۴۵، حیاۃ الصحابہ ج۲/ ۲۸۷)

[2] (طبقات ابن سعد ۴/ ۱۶۱، حیاۃ الصحابہ ج۲/ ۲۸۸)

[3] (طبقات ابن سعد ۴/ ۱۸۵، حیاۃ الصحابہ ج۲/ ۲۹۰)

[4] (طبقات ابن سعد ۴/ ۱۵۸، حیاۃ الصحابہ ج۲/ ۲۹۰)

Marfat.com

تم نبوت کے گھرانے سے بولتے ہو:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: ایک دن میں حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے مجھ سے ایک مسئلہ پوچھا جو انہیں یمن سے حضرت یعلیٰ بن امیہؓ نے لکھا تھا۔ میں نے انہیں اس کا جواب دیا تو فرمایا، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تم نبوت کے گھرانے سے بولتے ہو۔ ۱

علم کو ضائع کرنے والی چیز:

حضرت عمرؓ نے حضرت کعبؓ جو کہ تورات کے بھی بڑے عالم تھے، سے پوچھا۔ جب علماء علم کو یاد کرلیں گے اور اچھی طرح سمجھ لیں گے تو پھر کون سی چیز ان کے دلوں سے علم کو لے جائے گی۔ حضرت کعبؓ نے کہا، دو چیزیں۔ ایک تو دنیا کی لالچ، دوسرے لوگوں کے سامنے اپنی حاجتیں لے جانا۔ ۲

تم ان میں سے نہیں ہو:

حضرت حسنؒ کہتے ہیں کہ: بصرہ کا ایک وفد حضرت عمرؓ کے پاس آیا۔ ان میں احنف بن قیس بھی تھے۔ اور سب کو تو حضرت عمرؓ نے جانے دیا اور انہیں ایک سال روکے رکھا۔ اس کے بعد فرمایا، تمہیں معلوم ہے، میں نے تمہیں کیوں روکا تھا؟ میں نے اس وجہ سے روکا تھا کہ ہمیں حضورؐ نے ہر اس منافق سے ڈرایا جو عالمانہ زبان والا ہو۔ مجھے ڈر ہوا کہ شاید تم بھی ان میں سے ہو لیکن میں نے ایک سال رکھ کر دیکھ لیا کہ ان شاء اللہ تم ان میں سے نہیں ہو۔ ۳

ہمیں ہمارے رَبّ کی یاد دلاؤ:

حضرت حبیب بن ابی مرزوقؒ کہتے ہیں، ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ بعض دفعہ حضرت عمر بن خطابؓ حضرت ابوموسیٰؓ سے فرمایا کرتے، ہمیں ہمارے رَبّ کی یاد دلاؤ تو

---

۱ (طبقات ابن سعد ۴/۱۸۳، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۲۹۱)

۲ (حیاۃ الصحابہؓ ۲/۲۹۷)   ۳ (کنز العمال ۵/۲۳۲، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۲۹۸)

Marfat.com

حضرت ابوموسیٰؓ قرآن پڑھا کرتے۔ وہ بہت اچھی آواز سے قرآن پڑھا کرتے تھے۔

حضرت ابونضرہؒ کہتے ہیں، حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰؓ سے فرمایا، ہمیں ہمارے رَبّ کا شوق دلاؤ۔ وہ قرآن پڑھنے لگے۔ لوگوں نے کہا، نماز۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، کیا ہم نماز میں نہیں ہیں۔ ۱؎

قرآن پاک کی تلاوت:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ جب گھر تشریف لے جاتے تو قرآن کھول کر اسے پڑھا کرتے۔ ۲؎

بسم اللہ اور سبحان اللہ:

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے دو آدمیوں کو مارنے کا حکم دیا تو ان میں سے ایک...... بسم اللہ...... اور دوسرا...... سبحان اللہ...... کہنے لگا۔ حضرت عمرؓ نے مارنے والے سے کہا ...... سبحان اللہ...... کہنے والے کی پٹائی ذرا ہلکی کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ہر عیب سے پاک ہونا صرف مؤمن ہی کے دل میں پختہ ہوتا ہے۔ ۳؎

یہ کلمات کہنا کافی ہے:

حضرت سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ ایک آدمی کے پاس تسبیح ہے جس پر وہ اللہ کا ذکر کر رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، تسبیح پر لمبے چوڑے ذکر کرنے کے بجائے اسے یہ کلمات کہنا کافی ہیں کہ ان میں الفاظ کم ہیں لیکن معنی بہت زیادہ ہیں:

﴿سُبحَانَ اللّٰهِ مِلأَ السَّمٰوَاتِ وَمِلأَ مَاشاءَ من شئُ بَعدُ﴾

''میں اللہ کی پاکی اتنی بیان کرتا ہوں جو آسمانوں کو بھر دے اور

۱؎ (کنز العمال ۱/۲۲۴، حیاۃ الصحابہ ۳/۲۱۳)

۲؎ (کنز العمال ۱/۲۲۴، حیاۃ الصحابہ ۳/۳۱۳)

۳؎ (کنز العمال ۱/۲۱۰، حیاۃ الصحابہ ۳/۳۲۵)

Marfat.com

آسمانوں کے بعد جس چیز کو چاہے، بھر دے۔"

﴿وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مِلَأَ السَّمٰوَاتِ وَالارضِ وَمِلأَ مَا شَاءَ مِن شيئٍ بَعدُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ مِلَأَ السَّمٰوَاتِ والارضِ وَمِلأَ مَاشَاءَ من شيئٍ بَعدُ﴾[1]

تیرا بھلا ہو:

حضرت عمرؓ نے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا:

﴿اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوبُ اِلَيهِ﴾

"میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اس کے سامنے توبہ کرتا ہوں۔"

فرمایا، تیرا بھلا ہو۔اس کے پیچھے اس کی بہن کو بھی لے آ اور وہ یہ ہے:

﴿فَاغْفِرْلِى وَتُبْ عَلَيَّ﴾

"تو تو میری مغفرت کر دے اور میری توبہ قبول فرما۔" [2]

عاجز و مسکین بن کر جا رہے تھے:

حضرت سائب بن یزیدؓ کہتے ہیں کہ: میں نے رَمادہ قحط سالی کے زمانے میں حضرت عمر بن خطابؓ کو دیکھا کہ وہ صبح کے وقت عام سادہ سے کپڑے پہنے ہوئے عاجز اور مسکین بن کر جا رہے ہیں۔اوران کے جسم پر ایک چھوٹی سی چادر پڑی ہوئی ہے جو گھٹنوں تک مشکل سے پہنچ رہی ہے۔اونچی آواز سے اللہ سے معافی مانگ رہے ہیں اور ان کی آنکھوں سے رخسار پر آنسو بہہ رہے ہیں اور ان کے دائیں طرف حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ ہیں۔اس دن انہوں نے قبلہ کی طرف منہ کر کے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر بہت گڑگڑا کر دُعا مانگی، لوگ بھی ان کے ساتھ دُعا مانگ رہے تھے۔پھر حضرت عباسؓ کے ہاتھ کو پکڑ کر کہا، اے اللہ! ہم تیرے رسولؐ کے چچا کو تیرے سامنے سفارشی بناتے ہیں۔پھر

---

[1] (کنز العمال ۱/۲۱۰، حیاۃ الصحابہؓ ۳/۳۲۹)

[2] (کنز العمال ۱/۲۱۱، حیاۃ الصحابہؓ ۳/۳۴۱)

Marfat.com

حضرت عباسؓ بہت دیر تک حضرت عمرؓ کے پہلو میں کھڑے ہو کر دُعا مانگتے رہے۔ ان کی آنکھوں سے بھی آنسو بہہ رہے تھے۔ [1]

تم میرے لئے دُعائے مغفرت کرو:

حضرت اُسیر بن جابر کہتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ نے حضرت اویس سے فرمایا، تم میرے لئے دُعائے مغفرت کرو۔ حضرت اویس نے کہا، میں آپؓ کے لئے دُعائے مغفرت کیسے کروں؟ آپ تو حضورؐ کے صحابی ہیں؟ فرمایا، میں نے حضورؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تمام تابعین میں سب سے بہترین آدمی وہ ہے جسے اویس کہا جائے گا۔ [2]

فلاں بن فلاں کا کیا ہوا؟:

حضرت یزید بن اصمؒ کہتے ہیں کہ: شام کا ایک آدمی بہت طاقتور اور خوب لڑائی کرنے والا تھا۔ وہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں آیا کرتا تھا۔ وہ چند دن حضرت عمرؓ کو نظر نہ آیا تو فرمایا، فلاں ابن فلاں کا کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا، اے امیر المومنین! اس نے تو شراب پینی شروع کر دی ہے اور مسلسل پی رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنی منشی کو بلا کر فرمایا، خط لکھو۔

"یہ خط عمر بن خطابؓ کی طرف سے فلاں بن فلاں کے نام۔ سلام علیک! میں تمہارے سامنے اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو گناہوں کو معاف کرنے والا، توبہ کو قبول کرنے والا، سخت سزا دینے والا اور بڑا انعام واحسان کرنے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔"

پھر حضرت عمرؓ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا، تم لوگ اپنے بھائی کے لئے دُعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو اپنی طرف متوجہ فرمادے اور اسے توبہ کی توفیق عطا فرمادے۔ جب اس کے پاس حضرت عمرؓ کا خط پہنچا تو وہ اسے بار بار پڑھنے لگا اور کہنے لگا۔ وہ گناہوں کو معاف کرنے والا، توبہ کو قبول کرنے والا اور سخت سزا دینے والا ہے۔ اس آیت میں اللہ نے

---

[1] (طبقات ابن سعد ۳/۳۲۱) [2] (طبقات ابن سعد ۶/۱۶۳، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۳۵۶)

Marfat.com

مجھے اپنی سزا سے ڈرایا ہے اور معاف کرنے کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔

ابونعیم کی روایت میں مزید یہ بھی ہے کہ وہ اسے بار بار پڑھتا رہا، پھر رونے لگ گیا۔ پھر اس نے شراب پینی چھوڑ دی اور مکمل طور سے چھوڑ دی۔ جب حضرت عمرؓ کو اس کی یہ خبر پہنچی تو فرمایا، ایسے کیا کرو۔ جب تم دیکھو کہ تمہارا بھائی پھسل گیا ہے، اسے راہِ راست پر لاؤ اور اسے اللہ کی معافی کا یقین دلاؤ اور اللہ سے دُعا کرو کہ اسے توبہ کی توفیق عطا فرمائے اور تم اس کے خلاف شیطان کے مددگار نہ بنو اور اسے اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ کرو۔[1]

حضرت عمرؓ کی دُعائیں:

حضرت عمرؓ فرماتے تھے:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنّی اَعوذُ بِک ان تاخُذَنِی علیٰ عِزَّۃٍ او تَذَرَنِی فِی غفلَۃٍ اَو تَجعلنِی مِنَ الغَافِلِینَ﴾

"اے اللہ! میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ تو اچانک بے خبری میں میری پکڑ کرے یا مجھے غفلت میں پڑا رہنے دے یا مجھے غافل لوگوں میں سے بنادے۔"[2]

حضرت حسنؒ کہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے:

﴿اَللّٰھُمَّ اجعَلُ عَمَلِی صالحًا وَاجعَلُ لکَ خالصِاً وَلا تجعلُ لاَحَدٍ فیہِ شیئاً﴾

"اے اللہ! میرے عمل نیک بنادے اور میرے عمل کو خالص اپنے لئے بنادے اور میرے عمل میں اور کسی کا ذرہ بھر بھی حصہ نہ ہونے دے۔"[3]

حضرت عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ اپنی دُعا میں یہ بھی کہا کرتے تھے:

---

[1] (تفسیر ابن کثیر ۴/۷۰، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۳۵۷) [2] (حیاۃ الصحابہؓ ۳/۲۰۷)

[3] (حیاۃ الصحابہؓ ۳/۴۰۷)

Marfat.com

﴿اَللّٰھُمَّ توَفَّنی مَعَ الاَبْرارِ وَلا تَجعلنِی فی الاشْرارِ وقِنِی عذَابَ النَّارِ والحِقنِی بالاَخیارِ﴾

''اے اللہ! تو مجھے نیک لوگوں کے ساتھ موت دے اور مجھے برے لوگوں میں سے نہ بنا اور مجھے جہنم کے عذاب سے بچا اور مجھے نیک اور بھلے لوگوں کے ساتھ شامل فرما۔'' ۱

حضرت ابوالعالیہؒ کہتے ہیں میں اکثر حضرت عمر بن خطابؓ کو یہ کہتے ہوئے سنتا:

﴿اَللّٰھُمَّ عافِنَا وعفُ عَنَّا﴾

''اے اللہ! ہمیں عافیت نصیب فرما اور ہمیں معاف فرما۔'' ۲

حضرت حفصہؓ فرماتی ہیں۔ میں نے اپنے والد (حضرت عمرؓ) کو یہ کہتے ہوئے سنا:

﴿اَللّٰھُمَّ ارزُقنِی قتلاً فِی سبِیلِکَ وَوَفاۃً فی بَلَدَ نَبِیِّکَ﴾

''اے اللہ! مجھے اپنے راستہ کی شہادت اور اپنے نبیؐ کے شہر کی موت نصیب فرما۔''

میں نے کہا، آپؓ کو یہ دونوں باتیں کیسے حاصل ہو سکتی ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اللہ جہاں چاہے، اپنے فیصلہ کو وجود دے سکتا ہے۔ ۳

کفر کا کیا مطلب:

حضرت عمرؓ نے یوں دُعا کی: ﴿اَللّٰھُمَّ اغفرلی ظُلمِی وَکُفرِی﴾

''اے اللہ! میرے ظلم اور میرے کفر کو معاف فرما۔''

ایک آدمی نے کہا، یہ ظلم کا لفظ تو ٹھیک ہے لیکن کفر کا کیا مطلب؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ قرآن میں ہے:

﴿اِنَّ الانسَان لَظَلُوم کَفَّار﴾

---

۱ (حیاۃ الصحابہؓ ۲/ ۴۰۷)

۲ (کنز العمال ۱/ ۳۰۳، حیاۃ الصحابہؓ ۲/ ۴۰۷) ۳ (حیاۃ الصحابہؓ ۲/ ۴۰۸)

Marfat.com

''سچ یہ ہے کہ آدمی بہت ہی بے انصاف اور بڑا ہی ناشکرا ہے۔''
یعنی کفر سے ناشکری مراد ہے۔ [1]

دورانِ طواف کی دُعا:

حضرت ابوعثمان نہدیؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ میں نے یہ کہتے ہوئے سنا:

﴿اَللّٰهُمَّ ان كَتَبْتَنِي في السَّعادَةِ فاشْبِتْنِي فيها وان كنتَ كتبتَنِي في الشَّقَاوتِ فامحُنِي منها واثبِتنِي فِي السَّعادةِ فانَّك تمحو ما تشآءُ وتثبت وعندك اُمُّ الكِتابِ﴾

''اے اللہ! اگر تو نے میرا نام خوش قسمت انسانوں میں لکھا ہے تو میرا ان میں لکھا رہنے دے اور اگر میرا نام بدقسمت لوگوں میں لکھا ہوا ہے تو اس میں سے مٹا کر خوش قسمت لوگوں میں لکھ دے کیونکہ تو جو چاہے مٹا سکتا ہے اور جو چاہے باقی رکھ سکتا ہے اور تیرے پاس لوحِ محفوظ ہے۔'' [2]

زمانہ قحط کی دُعا:

حضرت یزیدؒ کہتے ہیں کہ: میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو آدھی رات کے وقت رَمادہ قحط کے زمانہ میں حضورؐ کی مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ وہ یہ دُعا کر رہے تھے:

﴿اَللّٰهُمَّ لا تُهلِكنا بالسِّنِينَ وارفع عَنَّا هٰذا البَلاءَ﴾

''اے اللہ! ہمیں قحط سے ہلاک نہ فرما اور ہم سے یہ مصیبت دور فرما۔''
اور وہ یہ دُعا بار بار کر رہے تھے۔ [3]

حضرت یزیدؒ کہتے ہیں۔ میں نے رَمادہ قحط کے زمانہ میں حضرت عمر بن خطابؓ

---

[1] (حیاۃ الصحابہؓ ۳/۴۰۸) [2] (کنز العمال ۱/۳۰۳، حیاۃ الصحابہؓ ۳/۴۰۸)
[3] (طبقات ابن سعد ۳/۳۱۹، حیاۃ الصحابہؓ ۳/۴۰۸)

Marfat.com

پر چادر دیکھی جس پر سولہ پیوند لگے ہوئے تھے اور آپؓ کی چادر پانچ ہاتھ اور ایک بالشت لمبی تھی اور یہ دُعا کر رہے تھے:

﴿اَللّٰھُمَّ لا تجعل ھَلَکَۃَ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ علیٰ رِجلَیَّ﴾

"اے اللہ! حضرت محمد ﷺ کی اُمت کی ہلاکت میرے زمانہ میں نہ کر۔" [1]

ایک اہم دُعا:

حضرت اسلمؒ کہتے ہیں۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا:

﴿اَللّٰھُمَّ لا تجعل قتلِی بیدِ رَجُلٍ صَلّٰی رَکعَۃً او سجدَۃً یُحاجُنی بِھا عِندَک یومَ القِیٰمۃِ﴾

"اے اللہ! میرا قتل ایسے شخص کے ہاتھوں نہ کر جس نے ایک رکعت ہی پڑھی ہو یا ایک سجدہ ہی کیا ہو اور وہ اس کی وجہ سے قیامت کے دن مجھ سے جھگڑا کرے۔"

یعنی میری شہادت مسلمان کے ہاتھوں نہ ہو۔ [2]

یا اللہ! مجھے اپنی طرف اٹھا لے:

حضرت سعید بن المسیبؒ کہتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ نے کنکریوں کی ایک ڈھیری بنائی۔ پھر اس پر اپنے کپڑے کا کنارہ ڈال کر اس پر سر رکھ کر لیٹ گئے۔ پھر آسمان کی طرف اپنے ہاتھ اٹھا کر یہ دُعا کی:

﴿اَللّٰھُمَّ کَبِرَت سِنِّی وضعفت قُوَّتِی وانتشَرَت رَعِیَّتِی فاقبِضنِی الیک غیر مُضَیِّعٍ ولا مُفرِّطٍ﴾

"اے اللہ! میری عمر زیادہ ہو گئی اور میرے قویٰ کمزور ہو گئے اور میری رعایا پھیل گئی۔ لہٰذا اب تو مجھے اپنی طرف اس طرح اٹھا لے کہ نہ تو میں کسی کا حق ضائع کرنے والا ہوں اور نہ کسی کے حق

---

[1] (طبقات ابن سعد ۳/۳۲۰) [2] (منتخب کنز العمال ۴/۴۱۳)

Marfat.com

میں کمی کرنے والا ہوں۔" ۱

میں دُعا کروں گا تم آمین کہو:

حضرت اسود بن ہلال محاربیؒ کہتے ہیں کہ: جب حضرت عمر بن خطابؓ خلیفہ بنے تو انہوں نے منبر پر کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر فرمایا، اے لوگو! غور سے سنو۔ میں دُعا کروں گا، تم سب اس پر آمین کہنا:

﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّی غلیظ فلَیِّنِی وشحِیح فسَخِّنِی وضَعیف فقَوِّنِی﴾

"اے اللہ! میں سخت ہوں مجھے نرم کر دے، کنجوس ہوں مجھے سخی بنا دے، کمزور ہوں مجھے قوی کر دے۔" ۲

نمازِ جنازہ میں دُعا:

حضرت سعید بن میتبؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ کسی کی نمازِ جنازہ پڑھاتے تو فرماتے:

"تیرا یہ بندہ دنیا سے رہائی پا گیا اور دنیا، دنیا والوں کے لئے چھوڑ کر چلا گیا اور اب وہ تیرا محتاج ہے تجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ اس بات کی گواہی دیا کرتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ تیرے بندے اور رسول ہیں۔ اے اللہ! اس کی مغفرت فرما، اس سے درگزر فرما اور اسے اس کے نبیؐ کے پاس پہنچا دے۔" ۳

قبر پر مٹی ڈالنے کے بعد یہ دُعا پڑھتے تھے:

حضرت کثیر بن مدرکؒ کہتے ہیں۔ جب قبر پر مٹی ڈال دی جاتی تو حضرت عمرؓ فرماتے:

---

۱ (حلیۃ الاولیاء ۱/۵۴، حیاۃ الصحابہ ج۲/۴۰۹)

۲ (حلیۃ الاولیاء ۱/۵۴، حیاۃ الصحابہ ج۲/۴۰۹)

۳ (کنز العمال ۸/۱۱۳، حیاۃ الصحابہ ج۲/۴۰۹)

Marfat.com

﴿اَللّٰھُمَّ اَسلَمَہُ الیک الاھلُ والمالُ والعشِیرۃُ وذنبُہٗ عظیم فاغفر لہٗ﴾

''اے اللہ! اہل وعیال، مال اور خاندان والوں نے اسے تیرے سپرد کر دیا ہے اور اس کے گناہ بھی بڑے بڑے ہیں، اس کی مغفرت فرما۔'' ؏

اے اللہ! ان کے ذریعہ سے اسلام کو بلند فرما:

حضرت محمد، حضرت طلحہ، حضرت مہلب، حضرت عمرو اور حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہم کہتے ہیں کہ: حضرت سماک بن مخرمہ، حضرت سماک بن عبید اور حضرت سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہم حضرت عمرؓ کے پاس وفد بن کر آئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اللہ! آپؐ لوگوں میں برکت عطا فرمائے۔ اے اللہ! ان کے ذریعہ سے اسلام کو بلند فرما اور ان کے ذریعہ سے اسلام کو مضبوط فرما۔ ؏

حضرت عمرؓ ہمیشہ اپنے اصول پر قائم رہے:

حضرت حمید بن ہلالؒ کہتے ہیں کہ: ایک صاحب حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے موقع پر موجود تھے۔ انہوں نے ہمیں بتایا کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے دفن سے فارغ ہو کر قبر کی مٹی ہاتھوں سے جھاڑی۔ پھر اسی جگہ کھڑے ہو کر بیان کیا اور اس میں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ سے مجھے اور میرے ذریعہ سے تمہیں آزمائیں گے۔ اور اللہ نے مجھے میرے دو حضرات (رسول پاکؐ اور حضرت ابوبکرؓ) کے بعد آپ لوگوں میں باقی رکھا ہے۔ اللہ کی قسم! ایسے نہیں ہو سکے گا کہ میرے پاس تمہارا کوئی کام پیش ہو اور میرے علاوہ کوئی اور اس کام کو کرے۔ اور نہ ہی ایسے ہو سکے گا کہ تمہارا کوئی کام میری غیر موجودگی سے تعلق رکھتا ہو اور میں اس کی کفایت کرنے اور اس کے بارے میں امانتداری اختیار کرنے میں کوتاہی

؏ (کنز العمال ۸/۱۱۹، حیاۃ الصحابہ ج۲/۴۰۹)

؏ (منتخب کنز العمال ۵/۱۳۱، حیاۃ الصحابہ ج۲/۴۱۹)

Marfat.com

کروں۔ اگر لوگ اچھے عمل کریں گے تو میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کروں گا اور اگر برے عمل کریں گے تو میں انہیں عبرتناک سزا دوں گا۔

وہ بتانے والے صاحب کہتے ہیں۔ اللہ کی قسم! حضرت عمرؓ نے دنیا سے جانے تک پہلے دن کے بیان کردہ اپنے اس اصول کے خلاف نہ کیا، ہمیشہ اسی پر قائم رہے۔ [1]

قرآن پاک پڑھو اس کے ذریعہ سے تم پہچانے جاؤ گے:

حضرت شعبیؒ کہتے ہیں کہ: جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو وہ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا، اللہ تعالیٰ مجھے ایسا نہیں دیکھنا چاہتے کہ میں اپنے آپ کو منبر کی اس جگہ بیٹھنے کا اہل سمجھوں جہاں ابوبکرؓ بیٹھا کرتے تھے۔ یہ کہہ کر حضرت عمرؓ ایک سیڑھی نیچے ہو گئے۔ پھر اللہ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر فرمایا، قرآن پڑھو، اس کے ذریعہ سے تم پہچانے جاؤ گے اور قرآن پر عمل کرو، اس سے تم قرآن والوں میں سے ہو جاؤ گے۔ اور اعمالنامے کے تولے جانے سے پہلے پہلے تم خود اپنا موازنہ کر لو اور اس دن کی بڑی پیشی کے لئے اپنے آپ کو نیک اعمال سے آراستہ کر لو۔ جس دن تم اللہ کے سامنے پیش کئے جاؤ گے اور تمہاری کوئی پوشیدہ سے پوشیدہ بات چھپی نہیں رہ سکے گی۔ اور کسی حق والے کا حق اتنا نہیں بنتا کہ اس کی بات مان کر اللہ کی نافرمانی کی جائے۔ غور سے سنو، میں اللہ کے مال یعنی بیت المال میں سے اتنا لوں گا جتنا یتیم کے والی کو یتیم کے مال میں سے ملتا ہے۔ اگر مجھے اس کی بھی ضرورت نہ ہوئی تو میں یہ بھی نہیں لوں گا اور اگر ضرورت ہوئی تو کام کرنے والے کو عام طور سے جتنا ملتا ہے، اس کے مطابق لوں گا۔ [2]

او اللہ کے دشمن!:

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے جابیہ شہر میں بیان فرمایا۔ پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر فرمایا، جسے اللہ ہدایت دے، اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے گمراہ کر دے، اسے کوئی ہدایت

---

[1] (طبقات ابن سعد ۳/ ۲۷۵، حیاۃ الصحابہ ؓ ۲/ ۴۷۲)

[2] (کنز العمال ۸/ ۲۱۰، حیاۃ الصحابہ ؓ ۲/ ۴۷۳)

Marfat.com

دینے والا نہیں۔ حضرت عمرؓ کے سامنے ایک پادری بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے فارسی میں کچھ کہا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے ترجمان سے پوچھا، یہ کیا کہہ رہا ہے؟ ترجمان نے بتایا، یہ کہہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو گمراہ نہیں کرتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، او اللہ کے دشمن! تم غلط کہتے ہو بلکہ اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور اسی نے تمہیں گمراہ کیا اور ان شاء اللہ وہ تمہیں دوزخ کی آگ میں داخل کرے گا۔ اگر تمہارے ذمی ہونے کے عہد کا پاس نہ ہوتا تو میں تمہاری گردن اڑا دیتا۔

پھر فرمایا، اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی ساری اولاد ان کے سامنے بکھیر دی۔ اور جنت والوں کے نام اور ان کے اعمال لوحِ محفوظ میں اسی وقت لکھ دیئے۔ اور اسی طرح دوزخ والوں کے نام اور ان کے اعمال بھی اسی وقت لکھ دیئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا، یہ لوگ اس (جنت) کے لئے ہیں اور یہ لوگ اس (دوزخ) کے لئے ہیں۔ راوی کہتے ہیں۔ پھر لوگ بکھر گئے اور تقدیر کے بارے میں اختلاف کرنے لگے۔ [1]

دونوں کی گردن اڑا دوں گا:

حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰؓ کہتے ہیں کہ: کسی آدمی نے آ کر حضرت عمرؓ کو بتایا کہ کچھ لوگ تقدیر کے بارے میں غلط باتیں کرتے ہیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر بیان فرمایا۔ ارشاد فرمایا، اے لوگو! تم سے پہلی اُمتیں تقدیر کے بارے میں غلط باتیں کر کے ہی ہلاک ہوئی ہیں۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں عمر کی جان ہے۔ آئندہ جن دو آدمیوں کے بارے میں، میں نے یہ سنا کہ یہ تقدیر کے بارے میں اپنی عقل سے باتیں کر رہے ہیں تو میں دونوں کی گردن اڑا دوں گا۔

راوی کہتے ہیں، حضرت عمرؓ کا یہ اعلان سن کر تمام لوگوں نے تقدیر کے بارے میں بات کرنی چھوڑ دی۔ پھر حجاج کے زمانے میں شام میں ایک جماعت ظاہر ہوئی جس نے سب سے پہلے تقدیر کے بارے میں بات کرنی شروع کی۔ [2]

---

[1] (حیاۃ الصحابہ ج۳/۴۷۵) [2] (کنز العمال ۱/۸۶، حیاۃ الصحابہ ج۳/۴۷۶)

Marfat.com

میں اپنی امانت کا ذمہ دار ہوں:

حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ بیان فرمایا۔ اس میں ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارا امیر بنا دیا ہے۔ جتنی چیزیں تمہارے سامنے ہیں، ان میں سے جو چیز تمہیں سب سے زیادہ نفع دینے والی ہے۔ میں اسے خوب اچھی طرح جانتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ اس سب سے زیادہ نفع دینے والی چیز میں میری مدد کرے۔ اور جیسے اور چیزوں میں میری حفاظت کر رہا ہے، ایسے ہی اس میں میری حفاظت فرمائے۔ اور جیسے کہ اللہ نے عدل کرنے کا حکم دیا ہے، وہ مجھے تمام لوگوں کی تقسیم میں عدل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ میں ایک مسلمان آدمی ہوں اور کمزور بندہ ہوں لیکن اگر اللہ میری مدد فرمائے تو پھر کوئی کمزوری نہیں ہے۔

یہ امارت وخلافت جو مجھے دی گئی ہے۔ یہ ان شاء اللہ میرے اچھے اخلاق کو نہیں بدل سکے گی اور عظمت اور بڑائی تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور بندوں کے لئے اس میں سے کچھ بھی نہیں۔ لہٰذا تم میں سے کوئی آدمی ہرگز یہ نہ کہے کہ جب سے عمر امیر بنا ہے، بدل گیا ہے۔ میں اپنے نفس کے حق کو خوب سمجھتا ہوں یا میں اپنے بارے میں حق بات کو خوب سمجھتا ہوں۔ میں خود آگے بڑھ کر اپنی بات بیان کرتا ہوں۔ لہٰذا جس آدمی کو کوئی ضرورت ہے یا اس پر کسی نے ظلم کیا ہے اور یا ہماری بدخلقی کی وجہ سے اسے ہم پر غصہ آیا ہوا ہے، تو وہ مجھے بتا دے۔ کیونکہ میں بھی تم میں سے ایک آدمی ہوں۔ اور تم لوگ اپنے ظاہر و باطن میں اور اپنی قابل احترام چیزوں اور آبرو میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ اور جو حقوق تمہارے اوپر ہیں، تم انہیں ادا کرو۔ اور تم ایک دوسرے کو اپنے مقدمات میرے پاس لے کر آنے پر آمادہ نہ کرو۔ کیونکہ میرے اور لوگوں میں سے کسی کے درمیان نرمی یا طرفداری کا کوئی معاہدہ نہیں۔ تم لوگوں کی درستگی مجھے محبوب ہے اور تمہاری ناراضگی مجھ پر بہت گراں ہے۔ تم میں سے اکثر لوگ شہروں میں مقیم ہیں اور تمہارے علاقہ میں نہ کوئی خاص کھیتی باڑی ہے اور نہ دودھ والے جانور زیادہ ہیں۔ بس وہی غلے اور جانور یہاں ملتے ہیں جو اللہ تعالیٰ باہر سے

Marfat.com

لے آتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت زیادہ اکرام کا وعدہ کیا ہوا ہے اور میں اپنی امانت کا ذمہ دار ہوں۔ امانت کے بارے میں مجھ سے پوچھا جائے گا لیکن امانت کا جو حصہ میرے سامنے ہے، اس کی دیکھ بھال تو میں خود کروں گا۔ یہ کسی کے سپرد نہیں کروں گا۔ لیکن امانت کا جو حصہ مجھ سے دور ہے، میں اس کی دیکھ بھال خود نہیں کرسکتا۔ اسے سنبھالنے کے لئے میں تم میں سے ایسے لوگ استعمال کروں گا جو امانتدار ہیں۔ اور عام لوگوں کے لئے خیر خواہی کا جذبہ رکھنے والے ہیں اور ان شاء اللہ اپنی امانت ایسے لوگوں کے علاوہ اور کسی کے سپرد نہیں کروں گا۔ ؎۱

مجھے ایک جگہ حضورؐ نظر آئے:

حضرت کلیبؒ کہتے ہیں کہ: ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا اور منبر پر سورۃ ال عمران پڑھی۔ پھر فرمایا، اس سورۃ کا جنگِ اُحد سے بہت تعلق ہے۔ ہم جنگ اُحد کے دن حضورؐ کو چھوڑ کر ادھر ادھر بکھر گئے تھے۔ میں ایک پہاڑ پر چڑھ گیا۔ میں نے ایک یہودی کو سنا۔ وہ کہہ رہا تھا، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل کر دیئے گئے (نعوذ باللہ) میں نے کہا، میں جسے بھی یہ کہتے ہوئے سنوں گا کہ حضرت محمدؐ قتل کر دیئے گئے، میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ پھر میں نے دیکھا تو مجھے ایک جگہ حضورؐ نظر آئے اور لوگ آپؐ کے پاس سے لوٹ کر آ رہے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ﴾ (سورۃ ال عمران ۱۴۴)

''اور محمدؐ نرے رسول ہی تو ہیں۔ آپؐ سے پہلے اور بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ سو اگر آپؐ کا انتقال ہو جائے یا آپؐ شہید ہی ہو جاویں تو کیا تم لوگ الٹے پھر جاؤ گے۔'' ؎۲

رجم کے بارے میں دھوکہ نہ کھالینا:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے بیان فرمایا اور اس

؎۱ (حیاۃ الصحابہ ج۲/۴۸۱) ؎۲ (حیاۃ الصحابہ ج۲/۴۸۶)

Marfat.com

میں رجم کا یعنی زنا کرنے والے کو سنگسار کرنے کی سزا کا ذکر کیا۔ اور فرمایا، رجم کے بارے میں دھوکہ نہ کھا لینا کیونکہ اگرچہ اسکا قرآن میں ذکر نہیں ہے لیکن یہ بھی اللہ کی مقرر کردہ سزاؤں میں سے ایک سزا ہے۔ غور سے سنو! حضورؐ نے خود رجم کیا ہے اور آپؐ کے بعد ہم نے رجم کیا ہے۔ اگر مجھے اس بات کا ڈر نہ ہوتا کہ لوگ یوں کہیں گے کہ عمرؓ نے اللہ کی کتاب میں وہ چیز بڑھا دی جو اس میں نہیں تھی۔ تو میں قرآن کے کنارے پر یہ لکھ دیتا کہ عمر بن خطاب، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، فلاں اور فلاں صحابی اس بات کے گواہ ہیں کہ حضورؐ نے رجم کیا ہے اور آپؐ کے بعد ہم نے رجم کیا ہے۔ غور سے سنو! تمہارے بعد عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو رجم کو، دجال کو، شفاعت کو، عذابِ قبر کو اور ان لوگوں کو جو جل جانے کے بعد جہنم سے نکلیں گے۔ ان سب چیزوں کو جھٹلائیں گے۔ [1]

میرے دنیا سے جانے کا وقت قریب آ گیا ہے:

حضرت معدان بن ابی طلحہؒ کہتے ہیں کہ: ایک دفعہ جمعہ کے دن حضرت عمر بن خطابؓ منبر پر کھڑے ہوئے۔ پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی، پھر حضورؐ اور حضرت ابو بکرؓ کا ذکر کیا۔ پھر فرمایا، میں نے ایک خواب دیکھا ہے جس سے میں یہی سمجھا ہوں کہ میرے دنیا سے جانے کا وقت قریب آ گیا ہے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک سرخ مرغے نے مجھے دو دفعہ چونچ ماری ہے۔ میں نے اس خواب کا ذکر اپنی بیوی اسماء بنت عمیسؓ سے کیا۔ اس نے کہا، اس کی تعبیر یہ ہے کہ عجم کا ایک آدمی آپؓ کو قتل کرے گا۔ لوگ مجھے کہہ رہے ہیں کہ میں کسی کو اپنا خلیفہ مقرر کر دوں۔ خلیفہ مقرر کرنا ٹھیک تو ہے لیکن ضروری نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنا دین اور خلافت دے کر اپنے نبی کریمؐ کو بھیجا ہے، اسے ہرگز ضائع نہیں ہونے دیں گے۔ اگر دنیا سے جانے کا میرا معاملہ جلدی ہو گیا تو یہ چھ آدمی جن سے دنیا سے جاتے وقت حضورؐ راضی تھے۔ آپس کے مشورے سے اپنے میں سے کسی ایک کو خلیفہ بنا لیں۔ حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت عبدالرحمٰن

---

[1] (حیاۃ الصحابہؓ ۳/ ۴۸۷)

Marfat.com

بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم۔

تم ان میں سے جس سے بھی بیعت کرو، اس کی بات سنو اور مانو۔ اور مجھے معلوم ہے کہ کچھ لوگ اس امر خلافت میں اعتراض کریں گے۔ حالانکہ یہ وہ لوگ ہیں جن سے میں نے اپنے اس ہاتھ سے اسلام پر جنگ کی ہے۔ اگر وہ لوگ ایسا کریں گے تو وہ اللہ کے دشمن کافر اور گمراہ ہوں گے۔ (اگر وہ اس اعتراض کو جائز سمجھتے ہیں پھر تو وہ واقعی وہ کافر ہو جائیں گے ورنہ ان کا یہ عمل کافروں کے عمل کے مشابہ ہو جائے گا) میں کوئی ایسی چیز چھوڑ کر نہیں جا رہا ہوں جو میرے نزدیک کلالہ کے معاملہ سے زیادہ اہم ہو۔ (کلالہ وہ آدمی ہے جس کے نہ اولاد ہو اور نہ ماں باپ ہوں)۔ اللہ کی قسم! جب سے میں حضورؐ کے ساتھ رہا ہوں۔ حضورؐ نے کسی بھی چیز کے بارے میں میرے ساتھ اتنی سختی نہیں کی جتنی سختی میرے ساتھ اس کلالہ کے بارے میں کی ہے۔ یہاں تک کہ آپؐ نے اپنی انگلی میرے سینہ پر مار کر فرمایا۔ سورۃ نساء کے آخر میں گرمیوں میں جو آیت

﴿یَستفتُونک قلِ اللّٰہُ یُفتِیکم فی الکلالۃِ﴾

نازل ہوئی ہے۔ وہ تمہارے لئے کافی ہے۔ اگر میں زندہ رہا تو کلالہ کے بارے میں ایسا فیصلہ کروں گا کہ ہر پڑھے لکھے اور ان پڑھ کو اس کے بارے میں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ اور میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں شہروں کے گورنروں کو اس لئے بھیجتا ہوں تا کہ وہ لوگوں کو دین اور ان کے نبی کریمؐ کی سنت سکھائیں۔ اور جو کوئی نیا یا پیچیدہ معاملہ ایسا پیش آ جائے جس کا انہیں حل سمجھ میں نہ آئے تو وہ اسے میرے پاس بھیج دیں۔ پھر اے لوگو! تم یہ دو سبزیاں کھاتے ہو۔ میں تو انہیں برا ہی سمجھتا ہوں، وہ لہسن اور پیاز ہیں۔ اللہ کی قسم! میں نے اللہ کے نبیؐ کو دیکھا ہے کہ انہیں مسجد میں جس آدمی سے لہسن یا پیاز کی بو آ جاتی تھی تو اسے حضورؐ کے فرمانے پر ہاتھ سے پکڑ کر مسجد سے باہر نکال کر جنت البقیع پہنچا دیا جاتا تھا۔ لہٰذا جو شخص لہسن یا پیاز ضرور ہی کھانا چاہتا ہے، وہ انہیں پکا کر ان کی بو مار دے۔

حضرت عمرؓ نے یہ بیان جمعہ کے دن فرمایا اور اس کے بعد بدھ کے دن انہیں حملہ

Marfat.com

کر کے زخمی کر دیا گیا۔ جب کہ ذی الحجہ کے ختم ہونے میں چار دن باقی تھے۔ [1]

مسجد میں نماز پڑھو:

حضرت یسار بن معرورؓ کہتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا۔ جس میں ارشاد فرمایا، اے لوگو! حضورؐ نے یہ مسجد بنائی اور مسجد بنانے میں ہم مہاجرین اور انصار بھی آپؐ کے ساتھ تھے۔ جب مسجد میں مجمع زیادہ ہو جائے تو تم میں سے ہر آدمی کو چاہئے کہ وہ اپنے آگے والے بھائی کی پشت پر سجدہ کر لے۔ اور حضرت عمرؓ نے کچھ لوگوں کو راستہ میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا، مسجد میں نماز پڑھو۔ [2]

متعہ کے متعلق وضاحت:

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ: جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو انہوں نے لوگوں میں بیان فرمایا۔ جس میں ارشاد فرمایا، حضورؐ نے ہمیں متعہ کی تین دن کے لئے اجازت دی تھی۔ پھر اس کے بعد آپؐ نے ہمیشہ کے کے لئے متعہ کو حرام فرما دیا تھا۔ (متعہ یہ ہے کہ آدمی ایک مقرر وقت تک کے لئے شادی کرے۔ خیبر سے پہلے متعہ والا نکاح حلال تھا۔ خیبر کے بعد حضورؐ نے حرام قرار دے دیا تھا۔ پھر فتح مکہ کے موقع پر حضورؐ نے متعہ کی صحابہؓ کو اجازت دی تھی۔ پھر تین دن کے بعد اسے ہمیشہ کے لئے حرام قرار دے دیا تھا) اللہ کی قسم! اب مجھے جس کے بارے میں پتہ چلا کہ وہ شادی شدہ ہے اور اس نے متعہ والا نکاح کیا ہے تو میں اسے سنگسار کر دوں گا۔ یا وہ میرے پاس چار ایسے گواہ لے کر آئے جو اس بات کی گواہی دیں کہ حضورؐ نے متعہ کو حرام کرنے کے بعد پھر حلال کر دیا تھا۔ اور جو غیر شادی شدہ آدمی مجھے ایسا ملا جو متعہ والا نکاح کرے تو میں اسے سو کوڑے ماروں گا۔ یا وہ میرے پاس چار ایسے گواہ لے کر آئے جو اس بات کی گواہی دیں کہ حضورؐ نے متعہ حرام کرنے کے بعد پھر حلال کر دیا تھا۔ [3]

---

[1] (کنز العمال ۳/۱۵۳، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۴۹۰) [2] (کنز العمال ۴/۲۵۹، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۴۹۰)

[3] (کنز العمال ۸/۲۹۳، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۴۹۰)

Marfat.com

باندیوں کے متعلق حکم:

حضرت عبداللہ بن سعید کے دادا کہتے ہیں کہ: میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا۔اے مسلمانوں کی جماعت! اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو عجمی ملکوں میں سے ان کی عورتیں اور بچے مال غنیمت میں باندی اور غلام بنا کر اتنے دے دیئے ہیں کہ نہ تو اتنے حضورؐ کو دیئے تھے اور نہ حضرت ابوبکرؓ کو۔اور مجھے پتہ چلا ہے کہ بہت سے مردان عورتوں سے صحبت کرتے ہیں کیونکہ یہ باندیاں ہیں اور باندیوں سے صحبت کرنا مالک کے لئے جائز ہے۔ اب جس عجمی باندی سے تمہارا بچہ پیدا ہو جائے تو تم اسے نہ بیچنا کیونکہ اگر تم ایسا کرو گے تو ہوسکتا ہے کہ آدمی کو پتہ بھی نہ چلے اور وہ اپنی کسی محرم عورت سے صحبت کر لے۔ ہوسکتا ہے کہ آدمی باندی کو بیچ دے اور باندی سے جو لڑکا پیدا ہوا تھا، وہ اسی آدمی کا بیٹا تھا، وہ اسی کے پاس رہ گیا۔ بعد میں اس لڑکے نے اسی باندی کو خرید لیا اور اسے پتہ نہیں ہے کہ یہ اس کی ماں ہے۔ ا

نمازِ عید:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے غلام حضرت ابوعبیدؒ کہتے ہیں کہ: میں نے ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ عید کی نماز پڑھی۔انہوں نے اذان اور قامت کے بغیر خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی، پھر خطبہ دیا۔اور فرمایا، اے لوگو! حضورؐ نے ان دو دنوں کے روزے سے منع فرمایا ہے۔ایک تو عید الفطر کا دن، جس دن تم رمضان کے روزوں سے افطار کرتے ہو اور عید مناتے ہو۔اور دوسرا وہ دن جس دن تم لوگ اپنی قربانی کا گوشت کھاتے ہو۔ ۲

پتہ نہیں وہ کس سے ناراض ہے؟:

حضرت سلیمان بن یسارؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے رمادہ کی قحط سالی کے زمانے میں بیان فرمایا۔جس میں ارشاد فرمایا، اے لوگو! اپنے بارے میں اللہ سے ڈرو اور تمہارے جو کام لوگوں سے چھپے ہوئے ہیں۔ان میں بھی اللہ سے ڈرو۔ مجھے تمہارے ذریعہ

ا (کنز العمال ۲۹۲/۸، حیاۃ الصحابہؓ ۴۹۱/۲) ۲ (مسند احمد ۳۴/۱، حیاۃ الصحابہؓ ۴۹۲/۲)

سے آزمایا جارہا ہےاور تمہیں میرے ذریعہ سے۔اب مجھے معلوم نہیں کہ اللہ نے ناراض ہوکر جو یہ قحط سالی بھیجی ہے، وہ کس سے ناراض ہے؟ وہ مجھ سے ناراض ہےاور تم سے نہیں یا تم سے ناراض ہے مجھ سے نہیں۔ یا مجھ سے اور تم سے دونوں سے ناراض ہے۔ آؤ ہم اللہ سے دُعا کریں کہ وہ ہمارے دلوں کو ٹھیک کردے اور ہم پر رحم فرمائے اور یہ قحط ہم سے دور کردے۔

راوی کہتے ہیں، اس دن دیکھا گیا کہ حضرت عمرؓ دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ سے دُعا کررہے ہیں۔ اور لوگ بھی دُعا کررہے ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ اور لوگ تھوڑی دیر روتے رہے۔ پھر حضرت عمرؓ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔ [1]

حکمت و دانائی کی اٹھارہ باتیں:

حضرت سعید بن المسیبؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے لوگوں کے لئے اٹھارہ باتیں مقرر کیں۔ جو سب کی سب حکمت و دانائی کی باتیں تھیں۔ انہوں نے فرمایا:

۱: جو تمہارے بارے میں اللہ کی نافرمانی کرے، تم اسے اس جیسی اور کوئی سزا نہیں دے سکتے کہ تم اس کے بارے میں اللہ کی اطاعت کرو۔

۲: اور اپنے بھائی کی بات کو کسی اچھے رخ کی طرف لے جانے کی پوری کوشش کرو۔ ہاں اگر وہ بات ہی ایسی ہو کہ اسے اچھے رخ کی طرف لے جانے کی تم کوئی صورت نہ بنا سکو تو اور بات ہے۔

۳: اور مسلمان کی زبان سے جو بول بھی نکلا ہے اور تم اس کا کوئی بھی خیر کا مطلب نکال سکتے ہو تو اس سے برے مطلب کا گمان مت کرو۔

۴: جو آدمی خود ایسے کام کرتا ہے جس سے دوسروں کو بدگمانی کا موقع ملے تو وہ اپنے سے بدگمانی کرنے والے کو ہرگز ملامت نہ کرے۔

۵: جو اپنے راز کو چھپائے گا، اختیار اس کے ہاتھ میں رہے گا۔

۶: اور سچے بھائیوں کے ساتھ رہنے کو لازم پکڑو۔ ان کے سایہ خیر میں زندگی گزارو کیونکہ

[1] (طبقات ابن سعد ۳/۲۲۲، حیاۃ الصحابہ ۲/۴۹۲)

Marfat.com

وسعت اور اچھے حالات میں وہ لوگ تمہارے لئے زینت کا ذریعہ اور مصیبت میں حفاظت کا سامان ہوں گے۔

۷: اور ہمیشہ سچ بولو چاہے سچ بولنے سے جان ہی چلی جائے۔

۸: بے فائدہ اور بیکار کاموں میں نہ لگو۔

۹: جو بات ابھی پیش نہیں آئی ہے اس کے بارے میں مت پوچھو کیونکہ جو پیش آ چکا ہے، اس کے تقاضوں سے ہی کہاں فرصت مل سکتی ہے۔

۱۰: اپنی حاجت اس کے پاس نہ لے جاؤ جو یہ نہیں چاہتا کہ تم اس میں کامیاب ہو جاؤ۔

۱۱: جھوٹی قسم کو ہلکا نہ سمجھو ورنہ اللہ تمہیں ہلاک کر دیں گے۔

۱۲: بدکاروں کے ساتھ نہ رہو ورنہ تم ان سے بدکاری سیکھ لوگے۔

۱۳: اپنے دشمن سے الگ رہو۔

۱۴: اپنے دوست سے بھی چوکنے رہو لیکن اگر وہ امانتدار ہے تو پھر اس کی ضرورت نہیں اور امانتدار صرف وہی ہو سکتا ہے جو اللہ سے ڈرنے والا ہو۔

۱۵: اور قبرستان میں جا کر خشوع اختیار کرو۔

۱۶: اور جب اللہ کی فرمانبرداری کا کام کرو تو عاجزی اور تواضع اختیار کرو۔

۱۷: اور جب اللہ کی نافرمانی ہو جائے تو اللہ کی پناہ چاہو۔

۱۸: اور اپنے تمام اُمور میں ان لوگوں سے مشورہ کیا کرو جو اللہ سے ڈرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اِنَّما یخشی اللّٰہَ مِنْ عبادہِ العلماءُ (سورۃ فاطر ۲۸)

''خدا سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو (اس کی عظمت کا) علم رکھتے ہیں۔'' [۱]

تین قسم کے مرد اور تین قسم کی عورتیں:

حضرت سمرہ بن جندبؓ کہتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ نے فرمایا، مرد بھی تین قسم کے

---

۱ (کنز العمال ۸/ ۲۳۵)

Marfat.com

ہوتے ہیں اور عورتیں بھی تین قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک عورت تو وہ ہے جو پاکدامن، مسلمان، نرم طبیعت، محبت کرنے والی، زیادہ بچے دینے والی ہو اور زمانہ کے فیشن کے خلاف اپنے گھر والوں کی مدد کرتی ہو (سادہ رہتی ہو) اور گھر والوں کو چھوڑ کر زمانہ کے فیشن پر نہ چلتی ہو۔ لیکن تمہیں ایسی عورتیں بہت کم ملیں گی۔

دوسری عورت وہ ہے جو خاوند سے بہت زیادہ مطالبے کرتی ہو اور بچے جننے کے علاوہ اس کا اور کوئی کام نہ ہو۔

تیسری عورت وہ ہے جو خاوند کے گلے کا طوق ہو اور جوں کی طرح چمٹی ہوئی ہو۔ (یعنی بد اخلاق بھی ہو اور اس کا مہر بھی زیادہ ہو جس کی وجہ سے اس کا خاوند اسے چھوڑ نہ سکتا ہو) ایسی عورت کو اللہ تعالیٰ جس کی گردن میں چاہتے ہیں ڈال دیتے ہیں اور جب چاہتے ہیں اس کی گردن سے اتار لیتے ہیں۔

اور مرد بھی تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک پاکدامن، منکسر المزاج، نرم طبیعت، درست رائے والا، اچھے مشورے دینے والا۔ جب اسے کوئی کام پیش آتا ہے تو خود سوچ کر فیصلہ کرتا ہے اور ہر کام کو اس کی جگہ رکھتا ہے۔

دوسرا وہ مرد ہے جو سمجھدار نہیں۔ اس کی اپنی کوئی رائے نہیں ہے لیکن جب اسے کوئی کام پیش آتا ہے تو وہ سمجھدار درست رائے والے لوگوں سے جا کر مشورہ کرتا ہے اور ان کے مشورے پر عمل کرتا ہے۔

تیسرا وہ مرد جو حیران و پریشان ہو۔ اسے صحیح اور غلط کا پتہ نہیں چلتا، یوں ہی ہلاک ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اپنی سمجھ پوری نہیں اور سمجھدار اور صحیح مشورہ دینے والوں کی مانتا نہیں۔ [1]

جس کی زبان پر فرشتے بات کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ: حضورؐ نے فرمایا، جس نے عمر (رضی اللہ عنہ) سے بغض کیا، اس نے مجھ سے بغض کیا۔ اور جس نے عمرؓ سے محبت کی، اس نے مجھ سے

[1] (کنز العمال ۸/۲۳۵، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۵۴۵)

محبت کی۔ اور عرفات کی شام کو اللہ نے مسلمانوں پر عام طور سے فخر کیا لیکن عمرؓ پر خاص طور سے فخر کیا اور اللہ نے جو نبی بھی بھیجا، اسکی اُمت میں ایک محدث ضرور پیدا کیا۔ اور اگر میری اُمت میں کوئی محدث ہوگا تو وہ عمرؓ ہوں گے۔ صحابہؓ نے پوچھا، یارسول اللہؐ! محدث کون ہوتا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا، جس کی زبان پر فرشتے بات کرتے ہیں۔ [1]

یَا سَارِیَةَ الْجَبَلُ:

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ نے ایک لشکر روانہ کیا اور ان کا امیر ایک آدمی کو بنایا جنہیں ساریہؓ کہا جاتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ ایک دم انہوں نے تین مرتبہ پکار کر کہا، اے ساریہؓ! لشکر کو لے کر پہاڑ کی طرف ہو جاؤ۔ پھر اس لشکر کا قاصد آیا۔ حضرت عمرؓ نے اس سے حالات پوچھے۔ اس نے کہا، اے امیر المومنین! ہمیں شکست ہو رہی تھی کہ اتنے میں ہم نے ایک بلند آواز تین مرتبہ سنی۔ اے ساریہ! پہاڑ کی طرف ہو جاؤ۔ چنانچہ ہم نے اپنی پشتیں پہاڑ کی طرف کر دیں۔ جس پر اللہ نے کفار کو شکست دے دی۔ پھر لوگوں نے حضرت عمرؓ سے کہا، آپؓ ہی نے تو بلند آواز سے یہ کہا تھا۔ [2]

اسے میرے پاس لاؤ:

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں میں نے جب بھی سنا کہ حضرت عمرؓ نے کسی چیز کے بارے میں کہا ہو کہ میرا گمان یہ ہے کہ یہ اس طرح ہے تو وہ اسی طرح ہوتی جس طرح ان کا گمان ہوتا۔ چنانچہ ایک مرتبہ وہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس سے ایک خوبصورت آدمی گزرا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، یا تو میرا اندازہ غلط ہے یا یہ آدمی ابھی تک اپنے جاہلیت والے دین پر ہے، یا پھر یہ جاہلیت میں کاہن تھا، اسے میرے پاس لاؤ۔ لوگ اس آدمی کو بلا کر لائے تو حضرت عمرؓ نے اس سے اپنی بات کہی۔ اس نے کہا میں نے آج جیسا دن کبھی نہیں دیکھا کہ کسی مسلمان آدمی کے منہ پر ایسی بات صاف کہہ دی گئی ہو۔ حضرت عمرؓ نے کہا، میں تمہیں پرزور تاکید کرتا ہوں کہ تم مجھے ساری بات بتاؤ۔ اس آدمی نے کہا، میں جاہلیت میں کاہن تھا۔ حضرت

---

[1] (حیاۃ الصحابہؓ ۳/۵۹۱) [2] (حیاۃ الصحابہؓ ۳/۶۱۳)

Marfat.com

عمرؓ نے کہا، جو جن تمہارے پاس آتا تھا، اس کا سب سے عجیب وغریب قصہ کیا ہے؟ اس نے کہا، ایک دن میں بازار میں تھا۔ وہ جن میرے پاس گھبرایا ہوا آیا اور اس نے یہ شعر پڑھے:

اَلم تـر الـجِـنّ وابـلاسهـا
ویـأسَهـا مـن بـعـد انـکـاسهـا
ولُـحُـوقها بـالقلاص وأحـلاسها

''کیا تم نے دیکھا نہیں کہ تمام جنات حیران و پریشان ہیں اور (پہلے تو آسمان پر چڑھ جاتے تھے اور) اب آسمان سے ناامید ہو کر واپس آ رہے ہیں بلکہ اسلام میں داخل ہو کر جوان اونٹنیوں اور ان پر کجاوے کے نیچے بچھائی جانے والی چادروں والے عربوں کے ساتھ مل رہے ہیں۔''

حضرت عمرؓ نے کہا، اس نے سچ کہا۔ میں بھی ایک دن کفار کے معبودوں کے پاس سویا ہوا تھا کہ ایک آدمی ایک بچھڑا لایا اور اس نے اسے ذبح کیا۔ پھر کسی چیخنے والے نے زور سے چیخ کر کہا۔ میں نے اس سے زیادہ سخت چیخ کبھی نہیں سنی تھی۔ اس نے کہا، اے جلیح! (یہ کسی آدمی کا نام ہے) یہ کامیابی والا کام ہے۔ ایک فصیح آدمی ...... لا الٰہ الا اللہ...... کہہ رہا ہے۔ سب لوگ گھبرا کر اٹھ گئے۔ میں نے کہا، میں تو یہاں ہی رہوں گا۔ جب پتہ چل جائے گا کہ اس آواز کے پس پردہ کیا ہے، تب یہاں سے جاؤں گا۔ اس نے پھر پکار کر کہا، اے جلیح! یہ کامیابی والا کام ہے۔ ایک فصیح آدمی ...... لا الٰہ الا اللہ ...... کہہ رہا ہے۔ پھر میں وہاں سے اٹھا۔ کچھ عرصہ بعد ہی ہمیں بتایا گیا کہ یہ نبی ہیں۔ یہ روایت صرف بخاری میں ہے اور یہ کاہن آدمی حضرت سواد بن قاربؓ ہیں۔[1]

میرے رَبّ نے مجھے دو باغ دے دیئے ہیں:

حضرت یحییٰ ابن ابی ایوب خزاعیؒ کہتے ہیں۔ میں نے ایک صاحب کو یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ: حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک عبادت گزار نوجوان تھا جو ہر

[1] (حیاۃ الصحابہ ج۲/۶۱۹)

Marfat.com

وقت مسجد میں رہتا تھا اور حضرت عمرؓ کو بہت پسند تھا۔ اس کا ایک بوڑھا باپ تھا۔ وہ نوجوان عشاء کی نماز پڑھ کر اپنے باپ کے پاس چلا جاتا تھا۔ اس کے گھر کا راستہ ایک عورت کے دروازے پر پڑتا تھا۔ وہ عورت اس پر فریفتہ ہوگئی اور اس نوجوان کی وجہ سے وہ اس کے راستہ پر کھڑی رہتی۔ ایک رات وہ نوجوان ان کے پاس سے گزرا تو وہ عورت اسے بہلانے پھسلانے لگی۔ آخر نوجوان اس کے پیچھے چل پڑا۔ جب اس عورت کے گھر کا دروازہ آیا تو وہ اندر چلی گئی لیکن جب یہ نوجوان اندر جانے لگا تو اسے ایک دم اللہ کا دھیان آ گیا اور وہ غلط خیال دل سے سب جاتا رہا اور یہ آیت اس کی زبان پر جاری ہوگئی۔

﴿اِنَّ الَّذین اتَّقَوا اذا مَسَّھُم طآئف مِّنَ الشَّیطانِ تذَکَّرُوا فاذاھم مُّبصرون﴾ (سورۃ اعراف ۲۰۱)

''یقیناً جو لوگ خدا ترس ہیں جب ان کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آ جاتا ہے تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں سو یکا یک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔''

یہ آیت پڑھتے ہی وہ نوجوان بے ہوش ہو کر گر گیا۔ تو اس عورت نے اپنی ایک باندی کو بلایا اور دونوں نے مل کر اسے اٹھایا۔ اور اس کے گھر کے دروازے پر جا کر بٹھا دیا اور دروازہ کھٹکھٹا کر واپس آ گئیں۔ اس کا باپ اس کی تلاش میں باہر نکلا تو دیکھا کہ وہ بے ہوش پڑا ہوا ہے۔ باپ نے اپنے گھر والوں کو بلایا اور اسے اٹھا کر اندر پہنچایا۔ کافی رات گزرنے کے بعد اسے ہوش آیا تو اس کے باپ نے اس سے پوچھا، اے بیٹے! تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا، خیر ہے۔ باپ نے کہا، تجھے اللہ کا واسطہ دیتا ہوں، ضرور بتا۔ اس نے سارا واقعہ بتایا۔ باپ نے کہا، تم نے کون سی آیت پڑھی تھی؟ اس نے وہی آیت پڑھی۔ پڑھتے ہی بے ہوش ہو کر پھر گر گیا۔ اب اسے ہلا کر دیکھا تو اس کی روح پرواز کر چکی تھی۔ اسے غسل دے کر باہر لائے اور رات کو ہی اسے دفن کر دیا۔

صبح کو ان لوگوں نے حضرت عمرؓ کو سارا قصہ سنایا۔ حضرت عمرؓ نے اس کے والد

کے پاس جا کر تعزیت کی اور فرمایا، مجھے کیوں خبر نہ کی؟ باپ نے کہا، اے امیر المومنین! رات تھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، ہمیں اس کی قبر پر لے جاؤ۔ چنانچہ حضرت عمرؓ اور ان کے ساتھی قبر پر گئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اے فلانے!

﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ﴾ (سورۃ رحمٰن ۴۶)

''اور جو شخص اپنے رَبّ کے سامنے کھڑے ہونے سے (ہر وقت)
ڈرتا رہتا ہے اس کے لئے (جنت میں) دو باغ ہوں گے۔''

تو اس نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا اور دو دفعہ کہا، اے عمرؓ! میرے رَبّ نے مجھے جنت میں دو باغ دے دیئے ہیں۔

بیہقی کی روایت میں ہے کہ اس نوجوان نے کہا، اے چچا جان! حضرت عمرؓ کو جا کر میرا اسلام کہو اور ان سے پوچھو کہ جو اپنے رَبّ کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے، اس کو کیا بدلہ ملے گا؟ اس روایت کے آخر میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس کی قبر پر کھڑے ہو کر کہا، تمہارے لئے دو باغ ہیں، تمہارے لئے دو باغ ہیں۔ [1]

اے قبرستان والو!:

حضرت محمد بن حمیرؒ کہتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ کا بقیع الغرقد قبرستان پر گزر ہوا تو انہوں نے فرمایا، السلام علیکم! اے قبرستان والو! ہمارے ہاں کی خبریں تو یہ ہیں کہ تمہاری عورتوں نے اور شادی کر لی۔ تمہارے گھروں میں دوسرے لوگ رہنے لگ گئے۔ تمہارا سارا مال تقسیم کر دیا گیا۔ جواب میں غیب سے یہ آواز آئی کہ ہمارے ہاں کی خبریں یہ ہیں کہ ہم نے جو نیک اعمال آگے بھیجے تھے، ان کا اجر و ثواب ہم نے پا لیا۔ اور جو مال ہم نے اللہ کے لئے دوسروں پر خرچ کیا، اس کا ہمیں یہاں نفع مل گیا۔ اور جو مال ہم پیچھے چھوڑ آئے، اتنا ہمیں نقصان ہوا۔ [2]

---

[1] (کنز العمال ۳/۲۶۷، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۶۴۱)

[2] (کنز العمال ۸/۱۲۳، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۶۴۲)

Marfat.com

بارش شروع ہوگئی:

حضرت خوات بن جبیرؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ کے زمانے میں بڑا سخت قحط پڑا تو حضرت عمرؓ لوگوں کو لے کر شہر سے باہر گئے اور انہیں دو رکعت نمازِ استسقاء پڑھائی اور اپنی چادر کے دونوں کناروں کو بدلا۔ دائیں کو بائیں اور بائیں کو دائیں کیا۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر یہ دُعا کی:

''اے اللہ! ہم تجھ سے معافی مانگتے ہیں اور تجھ سے بارش مانگتے ہیں۔''

حضرت عمرؓ کے اس جگہ سے ہٹنے سے پہلے ہی بارش شروع ہوگئی اور خوب بارش ہوئی۔ کچھ دنوں کے بعد دیہاتی لوگوں نے آکر حضرت عمرؓ کی خدمت میں عرض کیا، اے امیرالمومنین! فلاں دن فلاں وقت ہم اپنے کھیت اور جنگلوں میں تھے کہ اچانک بادل ہمارے سروں پر آگئے۔ ہم نے ان میں سے یہ آواز سنی۔ اے ابوحفص! (یہ حضرت عمرؓ کی کنیت ہے) آپ کے پاس مدد آگئی۔ اے ابوحفص! آپؓ کے پاس مدد آگئی۔ [1]

سمجھداری سے کام لے:

حضرت مالک الدارؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ کے زمانہ میں زبردست قحط پڑا۔ ایک آدمی نے حضورؐ کی قبر اطہر پر حاضر ہوکر عرض کیا۔ یارسول اللہؐ! اپنی اُمت کے لئے اللہ تعالیٰ سے بارش مانگ دیجئے کیونکہ ساری اُمت ہلاک ہوگئی ہے۔ اس آدمی کو خواب میں حضورؐ کی زیارت ہوئی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا، جاکر عمرؓ کو میرا سلام کہو اور اسے بتا دو کہ بارش ہوگی اور اسے کہہ دو کہ سمجھداری سے کام لے اور عقلمندی اختیار کرے۔ اس آدمی نے آکر حضرت عمرؓ کو سارا واقعہ سنایا۔ حضرت عمرؓ رونے لگے اور کہنے لگے، اے میرے ربّ! محنت کرنے اور سمجھداری سے کام لینے میں کس طرح کمی نہیں کرتا ہوں البتہ کوئی کام ہی میرے بس سے باہر ہو تو اور بات ہے۔ [2]

---

[1] (کنز العمال ۴/۲۹۰، حیاۃ الصحابہؓ ۳/۶۷۱) [2] (کنز العمال ۴/۲۸۹، حیاۃ الصحابہؓ ۳/۶۷۱)

Marfat.com

اب تمہیں کیا ہو گیا ہے؟:

حضرت عبدالرحمٰن بن کعب بن مالکؒ کہتے ہیں کہ: مدینہ منورہ اور اس کے آس پاس کی بستیوں میں ایک عرصہ تک بارش بند رہی جس سے کھانے کی تمام چیزیں ختم ہو گئیں اور سارے علاقے میں زبردست قحط پھیل گیا۔ لوگ بھوکوں مرنے لگے۔ اس قحط کا نام ''قحط الرمادہ'' پڑ گیا۔ (رَمادہ کے معنی راکھ کے ہیں یعنی اس قحط سے لوگوں کے رنگ راکھ جیسے ہو گئے تھے) یہاں تک کہ جنگلی جانور بھوک کے مارے بستیوں کا رخ کرنے لگے تھے اور پالتو جانوروں کو بھی گھاس اور پانی نہیں ملتا تھا۔ جس کی وجہ سے ان کے جسم میں گوشت ختم ہو گیا تھا، بالکل سوکھے اور دبلے پتلے ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ آدمی کو سخت بھوک لگی ہوتی تھی اور وہ بکری ذبح کرنا چاہتا لیکن بکری کی بری حالت دیکھ کر اس کا ذبح کرنے کو دل نہ کرتا اور اسے چھوڑ دیتا۔ لوگ اسی حال میں تھے اور مصر، شام اور عراق جیسے ملکوں کے مسلمانوں سے غذائی امداد منگوانے کی طرف حضرت عمرؓ کی توجہ نہیں تھی۔

ایک دن حضرت بلال بن حارث مزنیؓ آئے اور ان الفاظ سے حضرت عمرؓ سے اندر آنے کی اجازت مانگی کہ میں آپؓ کے پاس اللہ کے رسولﷺ کا قاصد بن کر آیا ہوں۔ اللہ کے رسولﷺ آپ سے فرما رہے ہیں، ''میں تو تم کو بڑا سمجھدار سمجھتا تھا اور اب تک تم بالکل ٹھیک چلتے رہے، اب تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ حضرت عمرؓ نے پوچھا، تم نے یہ خواب کب دیکھا؟ حضرت بلالؓ نے کہا، آج رات۔ حضرت عمرؓ نے باہر جا کر لوگوں میں اعلان کیا...... الصَّلٰوۃ جامعۃ...... آج سب مسجد نبویﷺ میں اکٹھے نماز پڑھیں، اپنی مسجدوں میں نہ پڑھیں۔ لوگ جمع ہو گئے تو انہیں دو رکعت نماز پڑھائی۔ پھر کھڑے ہو کر فرمایا۔ اے لوگو! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ میں تو اپنی سمجھ کے مطابق ہر کام کی سب سے بہتر صورت اختیار کرتا ہوں تو کیا آپ لوگوں کے خیال میں، میں نے کوئی ایسا کام کیا ہے جو بہتر نہ ہو، بلکہ دوسرا کام اس سے بہتر ہو؟ لوگوں نے کہا، نہیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا، لیکن بلالؓ بن حارث تو یہ اور یہ کہہ رہے ہیں۔ (حضرت عمرؓ حضورﷺ کے فرمان کا مطلب نہ سمجھ سکے لیکن لوگ سمجھ گئے)

Marfat.com

لوگوں نے کہا، حضرت بلالؓ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ آپ اللہ سے بھی مدد مانگیں اور مصر، شام، عراق کے مسلمانوں سے بھی مدد مانگیں۔ چنانچہ مسلمانوں سے غلہ منگوانے کی طرف حضرت عمرؓ کی توجہ نہ تھی۔ اب ہوگئی اور انہیں اس سلسلہ میں خط بھیجے۔ بہرحال لوگوں کی بات سن کر حضرت عمرؓ نے خوش ہوکر فرمایا...... اللہ اکبر...... قحط کی آزمائش اپنے خاتمہ پر پہنچ گئی۔

حضرت عمرؓ پر یہ حقیقت کھلی کہ جس قوم کو اللہ سے مانگنے کی توفیق مل جاتی ہے، اس کی آزمائش ختم ہوجاتی ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے تمام شہروں کے گورنروں کو یہ خط لکھا کہ مدینہ اور اس کے آس پاس کے لوگ سخت قحط کی مصیبت میں ہیں لہٰذا ان کی مدد کرو۔ اور لوگوں کو نمازِ استسقاء کے لئے شہر سے باہر لے گئے اور حضرت عباسؓ کو بھی ساتھ لے گئے۔ اور پیدل تشریف لے گئے۔ پہلے مختصر بیان کیا۔ پھر نماز پڑھائی۔ پھر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر یہ دُعا مانگی:

'اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ اے اللہ! ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم فرما اور ہم سے راضی ہوجا۔''

پھر وہاں سے واپس آئے تو زوردار بارش شروع ہوگئی اور راستے کے تمام گڑھے اور چھوٹے تالاب بارش کے پانی سے بھر گئے اور ان سب میں سے گزر کر یہ لوگ اپنے گھروں کو پہنچ سکے۔[1]

اسے مسلمانوں میں تقسیم کردو:

حضرت سائب بن اقرعؓ کو حضرت عمرؓ نے مدائن کا گورنر بنایا۔ ایک مرتبہ وہ کسریٰ کے ایوان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کی نظر دیوار پر بنی ہوئی ایک تصویر پر پڑی جو اپنی انگلی سے ایک جگہ کی طرف اشارہ کررہی تھی۔ حضرت سائبؓ فرماتے ہیں، میرے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ کسی خزانے کی طرف اشارہ کررہی ہے۔ چنانچہ میں نے اس جگہ کو کھودا تو

---

[1] (ابن جریر الطبری ۱۹۲/۳، حیاۃ الصحابہ ؓ ۶۷۲/۲)

Marfat.com

بہت بڑا خزانہ وہاں سے نکل آیا۔ میں نے خط لکھ کر حضرت عمرؓ کو خزانہ ملنے کی خبر دی اور یہ بھی لکھا کہ یہ خزانہ اللہ نے میری محنت سے مجھے دیا ہے۔ اس میں کسی مسلمان نے میری مدد نہیں کی ہے لہٰذا یہ خزانہ میرا ہونا چاہئے۔ حضرت عمرؓ نے جواب میں لکھا، بے شک یہ خزانہ ہے تو تمہارا لیکن تم ہو مسلمانوں کے امیر، اس لئے اسے مسلمانوں میں تقسیم کر دو۔ [1]

تم نے اپنے ساتھ ہمارے لئے دُعا کیوں نہیں کی؟:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک مرتبہ فرمایا، آؤ اپنی قوم کی زمین پر چلتے ہیں یعنی ذرا اپنے دیہات دیکھ لیتے ہیں۔ چنانچہ ہم لوگ چل پڑے۔ میں اور حضرت اُبی بن کعبؓ جماعت سے کچھ پیچھے رہ گئے تھے۔ اتنے میں ایک بادل تیزی سے آیا اور برسنے لگا۔ حضرت اُبیؓ نے دُعا مانگی، اے اللہ! اس بارش کی تکلیف ہم سے دور فرما دے۔ چنانچہ ہم بارش میں چلتے رہے لیکن ہماری کوئی چیز بارش سے نہ بھیگی۔ جب ہم حضرت عمرؓ اور باقی ساتھیوں کے پاس پہنچے تو ان کے جانور، کجاوے اور سامان وغیرہ سب کچھ بھیگا ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، ہمیں تو راستہ میں بہت بارش ملی تو کیا آپ لوگوں کو نہیں ملی؟ میں نے کہا، ابوالمنذر یعنی حضرت اُبیؓ نے اللہ سے یہ دُعا کی تھی کہ اس بارش کی تکلیف ہم سے دور فرما دے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، تم لوگوں نے اپنے ساتھ ہمارے لئے دُعا کیوں نہیں کی؟ [2]

ہم سب سے زیادہ ذلیل قوم تھے:

حضرت طارق بن شہابؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ ہمارے ساتھ ملک شام میں تھے۔ حضرت عمر بن خطابؓ وہاں تشریف لائے تھے۔ حضرت عمرؓ کے ساتھ اور صحابہ بھی چل رہے تھے۔ چلتے چلتے راستہ میں پانی کا ایک گھاٹ آ گیا۔ حضرت عمرؓ اپنی اونٹنی پر سوار تھے، وہ اونٹنی سے نیچے اترے اور موزے اتار کر اپنے کندھے پر رکھ لئے اور اپنی اونٹنی کی نکیل پکڑ کر اس گھاٹ میں سے گزرنے لگے۔ تو حضرت ابوعبیدہؓ نے عرض کیا، اے

---

[1] (کنز العمال ۲/۳۰۵)

[2] (منتخب کنز العمال ۵/۱۳۲، حیاۃ الصحابہؓ ۳/۷۱۵)

Marfat.com

امیر المومنین! آپؓ یہ کیا کر رہے ہیں کہ موزے اتار کر کندھے پر رکھ لئے ہیں اور اونٹنی کی نکیل پکڑ کر اس گھاٹ میں گزرنے لگے ہیں؟ مجھے اس بات سے بالکل خوشی نہیں ہوگی کہ اس شہر والے آپؓ کو اس حال میں دیکھیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اوہو، اے ابوعبیدہؓ! اگر آپؓ کے علاوہ کوئی اور یہ بات کہتا تو میں اسے ایسی سخت سزا دیتا جس سے حضرت محمد ﷺ کی ساری اُمت کو عبرت ہوتی۔ ہم تو سب سے زیادہ ذلیل قوم تھے۔ اللہ نے ہمیں اسلام کے ذریعہ عزت عطا فرمائی۔ اب جس اسلام کے ذریعے اللہ نے ہمیں عزت عطا فرمائی ہے۔ ہم جب بھی اس کے علاوہ کسی اور چیز سے عزت حاصل کرنا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ ہمیں ذلیل کردیں گے۔ [1]

اسے روکو:

حضرت ابوالغالیہ شامیؒ کہتے ہیں کہ: جب حضرت عمر بن خطابؓ بیت المقدس کے راستہ میں جابیہ شہر میں پہنچے تو وہ ایک خاکی اونٹ پر سوار تھے۔ اور ان کے سر کا وہ حصہ دھوپ میں چمک رہا تھا جہاں سے بال اتر گئے تھے۔ ان کے سر پر نہ ٹوپی اور نہ پگڑی۔ اور رکاب نہ ہونے کی وجہ سے ان کے دونوں پاؤں کجاوے کے دونوں طرف ہل رہے تھے۔ انجان شہر کی اونی چادر اونٹ پر ڈالی ہوئی تھی۔ جب اونٹ پر سوار ہوتے تو اسے اونٹ پر ڈال لیتے اور جب نیچے اترتے تو اسے بچھونا بنا لیتے۔ اور ان کا تھیلا ایک دھاری دار چادر تھی جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ جب سوار ہوتے تو اسے تھیلا بنا لیتے اور جب سواری سے اترتے تو اسے تکیہ بنا لیتے۔ اور انہوں نے دھاری دار کھدر کا کرتہ پہنا ہوا تھا جس کا ایک پہلو پھٹا ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، میرے پاس قوم کے سردار کو بلا کر لاؤ۔ لوگ وہاں کے پادریوں کے سردار کو بلا کر لائے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، میرے اس کرتے کو سی کر دھو دو اور اتنی دیر کے لئے کوئی کپڑا یا کرتہ عاریۃً دے دو۔ وہ پادری کتان کپڑے کا کرتہ لے آیا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا، یہ کون سا کپڑا ہے؟ لوگوں نے بتایا، یہ کتان

[1] (مستدرک حاکم ۱/۶۱، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۷۳۶)

ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا، کتان کپڑا کیا ہوتا ہے؟ لوگوں نے اس کپڑے کی تفصیل بتائی۔ حضرت عمرؓ نے اپنا کرتہ اتار کر اسے دیا، اس نے اس میں پیوند لگایا اور دھو کر لے آیا۔ حضرت عمرؓ نے ان کا جو کرتہ پہن رکھا تھا، وہ اتار کر انہیں دے دیا اور اپنا کرتہ پہن لیا۔ اس پادری نے حضرت عمرؓ سے کہا، آپ عربوں کے بادشاہ ہیں۔ ہمارے اس علاقے میں اونٹ کی سواری ٹھیک نہیں اور نہ آپ کا یہ کرتہ ٹھیک ہے۔ اس لئے اگر آپؓ کسی اور اچھے کپڑے کا کرتہ پہن لیں اور ترکی گھوڑے کی سواری کریں۔ اس سے رومیوں کی نگاہ میں آپؓ کی قدر و منزلت بڑھ جائے گی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، ہم لوگوں کو اللہ نے اسلام کے ذریعے عزت عطا فرمائی ہے لہٰذا اللہ کے دین کے علاوہ کسی اور کا ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔ اس کے بعد ان کی خدمت میں ایک ترکی گھوڑا لایا گیا۔ اس پر کاٹھی اور کجاوے کے بغیر ہی ایک موٹی چادر ڈال دی گئی۔ وہ اس پر سوار ہوئے۔ وہ گھوڑا اکڑ کر چلنے لگا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا، اسے روکو، اسے روکو کیونکہ یہ شیطان کی طرح چل رہا ہے۔ اس سے پہلے میں نے لوگوں کو شیطان پر سوار ہوتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ پھر ان کا اونٹ لایا گیا اور وہ گھوڑے سے اتر کر اسی پر سوار ہو گئے۔ [1]

آپؓ کا زمانہ بعد والوں کے زمانہ سے بہتر ہے:

حضرت ابن ابی مریمؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ حضرت معاذ بن جبلؓ کے پاس سے گزرے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا، وہ اعمال کون سے ہیں جن سے اس اُمت کے سارے کام ٹھیک رہتے ہیں؟ حضرت معاذؓ نے کہا، تین اعمال ہیں اور تینوں نجات دلانے والے ہیں۔ ایک اخلاص ہے اور اخلاص وہ عمل فطرت ہے جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اور دوسرا عمل نماز ہے اور وہ مذہب کا اہم شعبہ ہے۔ اور تیسرا عمل امیر کی اطاعت ہے اور اطاعت ہی بچاؤ کا سامان ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، آپؓ نے ٹھیک کہا۔ جب حضرت عمرؓ وہاں سے آگے چلے گئے تو حضرت معاذؓ نے اپنے پاس بیٹھنے والوں سے

[1] (البدایۃ ۷/۶۰، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۲۳۷)

Marfat.com

فرمایا، غور سے سنو، اے عمرؓ! آپؓ کا زمانہ بعد والوں کے زمانے سے بہتر ہے کیونکہ آپؓ کے بعد اُمت میں اختلاف ہو جائے گا اور سنو اب یہ حضرت عمرؓ بھی دنیا میں تھوڑا ہی عرصہ رہیں گے۔ ۱

حاکم کا اثر رعایا پر:

حضرت قیس عجلیؒ کہتے ہیں کہ: جب حضرت عمرؓ کے پاس کسریٰ کی تلوار، کمر کی پیٹی اور زیب وزینت کا سامان لایا گیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا، جن لوگوں نے یہ سارا کا سارا مال غنیمت یہاں پہنچا دیا ہے وہ واقعی بڑے امانت دار ہیں۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا، چونکہ آپؓ خود پاکدامن ہیں، اس لئے رعایا بھی پاکدامن ہوگئی۔ ۲

عمرو بن العاصؓ کو لکھا گیا خط:

حضرت زید بن اسلمؒ کہتے ہیں کہ: جب حضرت عمر بن خطابؓ نے دیکھا کہ مصر فتح ہونے میں دیر لگ رہی ہے تو انہوں نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو یہ خط لکھا:

''اما بعد! مجھے اس بات پر بہت تعجب ہے کہ مصر کی فتح میں آپ لوگوں کو دیر لگ رہی ہے۔ آپؓ ان سے کئی سالوں سے لڑ رہے ہیں اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ آپؓ لوگوں نے نئے نئے کام شروع کر دیئے ہیں۔ اور جیسے آپ لوگوں کے دشمن کو دنیا سے محبت ہے، ایسے ہی آپ لوگوں کے دلوں میں بھی دنیا کی محبت آ گئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ لوگوں کی مدد صرف ان کی سچی نیت کی وجہ ہی سے کرتے ہیں۔ اور میں نے آپ کے پاس چار آدمی بھیجے ہیں۔ اور آپ کو بتا رہا ہوں کہ میرے علم کے مطابق ان میں سے ہر آدمی ہزار آدمیوں کے برابر ہے۔ ہاں دنیا کی محبت جس نے دوسروں کو بدلا ہے، وہ ان کو بھی بدل

---

۱ (کنز العمال ۸/۲۲۶، حیاۃ الصحابہؓ ۳/۷۳۹)

۲ (ابن جریر الطبری ۳/۱۲۸، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۷۴۱)

Marfat.com

دے تو اور بات ہے۔ جب میرا یہ خط آپؓ کو ملے تو آپؓ لوگوں میں بیان کریں۔ اور ان کو دشمن سے لڑنے کے لئے ابھاریں اور ان کو صبر کی اور نیت خالص کرنے کی ترغیب دیں۔ اور ان چاروں کو سب لوگوں سے آگے رکھیں۔ اور لوگوں سے کہیں کہ وہ سب اکٹھے مل کر ایک دم دشمن پر حملہ کریں۔ اور یہ حملہ جمعہ کے دن زوال کے وقت کریں کیونکہ یہ ایسی گھڑی ہے جس میں رحمت نازل ہوتی ہے اور دُعا قبول ہوتی ہے۔ اور سب اللہ کے سامنے خوب گڑگڑائیں اور اس سے اپنے دشمن کے خلاف مدد مانگیں۔''

جب یہ خط حضرت عمروؓ کے پاس پہنچا تو حضرت عمروؓ نے لوگوں کو جمع کر کے یہ خط سنایا۔ پھر ان چار آدمیوں کو بلا کر لوگوں کے آگے کیا۔ اور پھر لوگوں سے کہا کہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھیں اور پھر اللہ کی طرف متوجہ ہو کر اس سے مدد مانگیں۔ چنانچہ ایسا کرنے سے اللہ نے ان کے لئے مصر فتح کر دیا۔ [1]

جنگ قادسیہ کے لئے افواج کی روانگی:

حضرت عمرؓ نے بڑے اہتمام کے ساتھ ایرانیوں کے مقابلے کی تیاریاں شروع کیں۔ عرب کے عاملوں کو حکم بھیجے کہ جہاں کہیں کوئی بہادر سردار، ہوش مند، مدبر، سحر بیان شاعر اور خطیب ہو۔ دربارِ خلافت میں حاضر ہو۔ حضرت عمرؓ کا حکم پاتے ہی لوگ جوق در جوق دارالخلافہ کی طرف روانہ ہو پڑے اور مدینہ کے چاروں طرف فوجوں کا جنگل نظر آنے لگا۔ حضرت عمرؓ نے طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہ اکابر صحابہ کو فوج کے مختلف حصوں کا سردار مقرر کیا اور خود سپہ سالار بن کر مدینہ سے نکلے۔

مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر مقام صرار پہنچ کر آپؓ نے قیام کیا اور اپنے جانے یا نہ جانے کے متعلق رائے لی۔ عام لوگوں کی خواہش تھی کہ حضرت عمرؓ خود تشریف لے

[1] (حیاۃ الصحابہؓ ۱۴۱/۳)

Marfat.com

چلیں مگر اہل الرائے صحابہؓ کو اس سے اختلاف تھا۔ انہوں نے عرض کیا، یا امیر المومنین! لڑائی میں فتح بھی ہوسکتی ہے اور شکست بھی۔ آپؓ کے ہوتے ہوئے اگر فوج کو شکست ہوگئی تو پھر اسلام کے اقتدار کا خاتمہ بھی سمجھئے۔ حضرت عمرؓ نے اس رائے سے اتفاق کیا اور سعد بن ابی وقاصؓ کو جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں تھے، اپنی جگہ فوج کا سپہ سالار مقرر کیا اور خود واپس مدینہ تشریف لے گئے۔

سعد بن ابی وقاصؓ اس عظیم الشان اسلامی فوج کو لے کر ''زرود'' پہنچے اور حضرت عمرؓ کے حکم کے مطابق وہاں قیام کیا۔ یہاں انہیں خبر ملی کہ مثنیٰ جو مقام ذی وقار میں ان کے انتظار میں مقیم تھے، انتقال فرما گئے۔ مثنیٰ معرکہ مروحہ میں بری طرح زخمی ہوئے تھے، ان کے زخم روز بروز بگڑتے ہی گئے اور آخر کار راہی ملک بقا ہوئے۔

سعدؓ بن وقاص زرود سے چل کر شراف پہنچے اور قیام کیا۔ یہاں مثنیٰ کے بھائی معنیٰ اپنی آٹھ ہزار فوج کے ساتھ ان سے آ ملے اور مثنیٰ نے انتقال سے پہلے لڑائی کے متعلق جو مشورے دیئے تھے، وہ ان سے بیان کئے۔

یہیں سعدؓ کے پاس حضرت عمرؓ کا فرمان آیا جس میں فوج کی ترتیب و تنظیم کے متعلق مفصل ہدایات درج تھیں۔ ان ہدایات کے مطابق پہلے سعدؓ نے تمام فوج کا شمار کرایا۔ کل فوج تیس ہزار تھی۔ پھر اسے میمنہ، میسرہ، قلب، ساقہ، طلیعہ اور مجرد پر تقسیم کیا اور ہر حصہ کے علیحدہ علیحدہ افسر مقرر کئے۔ اس فوج کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ اس کے امراء میں ستر وہ صحابہؓ تھے جو غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ تین سو وہ جو بیعت الرضوان میں موجود تھے اور تین سو وہ جو فتح مکہ میں شامل تھے۔

سعدؓ بن ابی وقاص ابھی اشراف ہی میں تھے کہ حضرت عمرؓ کا دوسرا فرمان آیا جس میں لکھا تھا کہ قادسیہ میں جا کر پڑاؤ ڈالو اور اس طرح مورچے قائم کرو کہ سامنے عجم کی زمین اور پشت پر عرب کے پہاڑ۔ تاکہ اگر فتح نصیب ہو تو آگے بڑھ سکو اور اگر شکست ہو جائے تو پہاڑوں میں پناہ لو۔ مثنیٰ نے بھی اپنی وصیت میں یہی مشورہ دیا تھا۔ [1]

---

[1] (خلفائے راشدین کے کارنامے ۱۸۷)

Marfat.com

خلیفہ قاصد کی رکاب میں:

حضرت عمرؓ کو قادسیہ کی لڑائی کی بڑی فکر تھی۔ ہر روز علی الصباح مدینہ کے باہر نکل کر آبیٹھتے اور قاصد کی راہ دیکھتے۔ ایک دن حسب معمول منتظر بیٹھے تھے کہ ایک شتر سوار نمودار ہوا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا، کہاں سے آرہے ہو؟ اس نے جواب دیا، قادسیہ سے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، بندۂ خدا کچھ مجھے بھی تو بتاؤ وہاں کیا ہوا؟ اللہ تعالیٰ نے دشمن کو شکست دی۔

قاصد شہر کی طرف دوڑتا چلا جارہا تھا۔ حضرت عمرؓ پیچھے پیچھے دوڑتے آرہے تھے اور اس سے فتح کے حالات پوچھتے جارہے تھے۔ جب دونوں شہر میں داخل ہوئے تو لوگوں نے حضرت عمرؓ کو امیر المومنین کے لقب سے مخاطب کر کے سلام کرنے شروع کئے۔ اب قاصد کو معلوم ہوا کہ رکاب کے ساتھ دوڑنے والے خود خلیفۃ المسلمین ہیں۔ خوف کے مارے کانپ اٹھا اور کہنے لگا، یا حضرت! آپؓ نے مجھے پہلے سے اپنا نام کیوں نہ بتادیا؟ آپؓ نے بے پروائی کے ساتھ جواب دیا، کچھ حرج نہیں۔ تم حالات سنائے جاؤ۔ غرض اسی طرح گھر آئے۔ پھر ایک جلسہ عام کر کے سعد بن ابی وقاصؓ کا بشارت نامہ سنایا۔ [1]

فتح جلولاء:

مدائن سے بھاگ کر ایرانی فوجیں جلولاء میں جمع ہوگئی تھیں۔ جلولاء وہ مقام تھا جہاں سے آذربائیجان، باب، جبال اور فارس کو راستے پھٹتے تھے۔ ایرانی سرداروں نے آپس میں مشورہ کیا کہ یہاں سے ہٹنے کے بعد ہم لوگ ایک جگہ جمع نہ ہوسکیں گے۔ اس لئے بہتر ہے کہ یہاں آخری مرتبہ اور تقدیر آزمائی کرلیں۔ چنانچہ ایرانیوں نے جلولاء میں جنگی تیاریاں شروع کردیں۔ یزدگرد نے بھی حلوان سے امدادی فوجیں بھیجیں۔ مہران رازی سپہ سالار تجویز ہوا اور شہر کے چاروں طرف خندق کھود کر اور اس کے آگے کانٹوں کے جھاڑ لگا کر اسے محفوظ کردیا گیا۔ سعد بن ابی وقاصؓ نے حضرت عمرؓ کے مشورہ کے مطابق ہاشم بن عتبہ کو اس مہم پر روانہ کیا اور خود مدائن میں مقیم رہے۔

---

[1] (خلفائے راشدین کے کارنامے ۱۹۶)

Marfat.com

ہاشم صفر ۱۶ھ کو مدائن سے بارہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ روانہ ہوئے اور جلولاء پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ ایرانی وقتاً فوقتاً خندق سے باہر نکل کر مقابلہ کرتے تھے اور پھر خندق کے اندر جا گھستے تھے۔

یہ صورت کئی مہینے جاری رہی اور آخر مسلمانوں نے ایک زبردست حملہ کیا اور خندق کو پار کر کے اندر گھس گئے اور ایسی ہولناک لڑائی ہوئی کہ لیلۃ الہریر کے سوا کبھی نہیں ہوئی تھی۔ ایرانی بھی دل توڑ کر لڑے لیکن آخرکار بھاگ نکلے۔ ہاشم نے قعقاع کو تعاقب کا حکم دیا۔ چنانچہ انہوں نے خانقین تک پیچھا کیا اور ہزاروں کو بھاگتے ہوئے قتل کیا۔

اس شکست کی خبر یزدگرد کو پہنچی تو وہ حلوان کو چھوڑ کر رے چلا گیا اور قعقاع نے آگے بڑھ کر حلوان پر قبضہ کر لیا۔ سعد بن ابی وقاصؓ نے اپنے کاتب زیاد کو فتح کی خوشخبری اور مال غنیمت کے خمس کے ساتھ مدینہ منورہ بھیجا۔ انہوں نے نہایت فصاحت سے جنگ کے حالات مسلمانوں کو سنائے اور آئندہ سلسلہ فتوحات جاری رکھنے کے متعلق مجاہدین کے شوق کو بھی ظاہر کیا۔ حضرت عمرؓ ان کی تقریر سے بہت خوش ہوئے اور ان کی فصاحت کی تعریف کی۔

زیاد نے کہا، اے امیر المومنین! ہمارے بہادروں کے کارناموں نے ہماری زبانوں کو کھول دیا ہے۔

دوسرے دن صبح کو صحن مسجد میں مال غنیمت تقسیم کیا گیا۔ درہم و دینار کے علاوہ جواہرات کے انبار تھے۔ حضرت عمرؓ رونے لگے۔ ایک شخص نے پوچھا، حضرت یہ رونے کا کیا موقعہ ہے؟ آپؓ نے فرمایا، جس قوم میں دولت آتی ہے، رشک و حسد بھی ساتھ آتا ہے اور رشک و حسد کے بعد رعب و دبدبہ باقی نہیں رہتا۔ [1]

کوفہ اور بصرہ کی آبادی:

صفر ۱۶ھ سے محرم ۱۷ھ تک مدائن عراق کی اسلامی فوجوں کا صدر مقام رہا۔ لیکن یہاں کی آب و ہوا عربوں کو سازگار نہ آئی۔ ان کے جسم میں توانائی نہ آئی اور ان کے رنگ

---

[1] (خلفائے راشدین کے کارنامے ۲۰۱)

متغیر ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے سعد بن ابی وقاصؓ کو لکھا کہ کوئی ایسی جگہ تلاش کرو جو بری اور بحری دونوں حیثیتیں رکھتی ہو اور وہاں سے مدینہ تک بیچ میں کوئی دریا نہ پڑتا ہو۔ سعدؓ نے سلمانؓ اور حذیفہؓ کو اس کام پر مامور کیا۔

سلمانؓ اور حذیفہؓ نے کوفہ کی زمین کو پسند کیا۔ یہاں کی زمین ریتیلی اور کنکریلی تھی۔ دریائے فرات یہاں سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر تھا اور نعمان بن منذر کے مشہور محلات خورنق اوسدیر بھی اسی نواح میں واقع تھے۔ حضرت عمرؓ کے حکم کے مطابق پہلے گھاس پھونس کے مکانات بنائے گئے لیکن جب آگ لگنے کے واقعات پیش آئے تو پختہ عمارتیں تعمیر کی گئیں۔

حضرت عمرؓ کی ہدایت کے مطابق ابوالہیاج بن مالک اسدی نے کوفہ کا نقشہ بنایا۔ پہلے درمیان شہر میں ایک مربع چبوترے پر جامع مسجد تعمیر کی گئی جس میں چالیس ہزار آدمی نماز پڑھ سکتے تھے۔ جامع مسجد کے آگے سنگ مرمر کے ستونوں پر دوسو ہاتھ لمبا ایک برآمدہ قائم کیا گیا جس کی چھت رومی عمارتوں کی چھت کی طرز پر تھی۔ مسجد کے سامنے والی عراق کے لئے قصر حکومت تیار کیا گیا۔ مسجد اور قصر حکومت کے درمیان تہہ خانے کے طور پر دوسو گز طویل بیت المال کی عمارت بنائی گئی۔ مسجد اور قصر حکومت کے چاروں طرف کچھ فاصلہ چھوڑ کر مختلف قبائل کے لئے الگ الگ محلے بسائے گئے۔ ان محلوں میں چالیس ہزار کی آبادی کے لائق مکانات تعمیر کئے گئے اور ہر ہر محلہ میں ایک ایک مسجد تعمیر کی گئی۔

شہر کی تمام سڑکیں جامع مسجد کے سامنے نکلتی تھیں۔ شاہراہیں چالیس گز چوڑی رکھی گئیں۔ معمولی سڑکیں تیس گز اور بیس گز چوڑی اور گلیاں سات گز چوڑی۔ شہر کی تعمیر میں اس بات کا خاص طور پر لحاظ رکھا گیا تھا کہ چوک اور سڑکیں اس کثرت سے ہوں کہ اہل عرب صحرا کی تازہ ہوا کے لطف سے محروم نہ رہیں۔ سعد بن ابی وقاصؓ محرم ۱۷ھ (جنوری ۶۳۸ء) میں مدائن سے کوفہ منتقل ہو گئے۔

اس سے دو سال قبل حضرت عمرؓ کے حکم سے خلیج فارس کی بندرگاہ ایلہ کے قریب ایک دوسرا شہر بصرہ کے نام سے بسایا گیا۔ یہاں کی زمین بھی ریتیلی اور کنکریلی تھی اور آس پاس پانی

اور چارے کی افراط تھی۔ کوفہ کی طرح یہاں بھی جامع مسجد، قصر حکومت اور قید خانہ کی سرکاری عمارتیں تعمیر کی گئیں۔ دجلہ سے بصرہ تک دس میل کے فاصلہ پر ایک نہر بھی کاٹ کر لائی گئی۔ پہلے بصرہ میں گھاس پھونس کے مکانات بنائے گئے لیکن بعد میں اینٹ اور مٹی کے بن گئے۔

کوفہ اور بصرہ کی آبادی کے بعد دونوں شہر اسلامی فوج کے مرکز قرار پائے۔ حضرت عمرؓ نے عراق کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ بالائی عراق جس کا صدر مقام کوفہ اور والی سعد بن ابی وقاصؓ تھے اور زیریں عراق جس کا صدر مقام بصرہ تھا اور والی عتبہ بن غزوان۔ ایرانی فتوحات کے بعد باب آذربائیجان، ہمدان، رَے، اصفہان، ماہ، موصل، قرقیسا وغیرہ کا تعلق کوفہ سے قرار دیا گیا اور خراسان، سجستان، مکران، کرمان، فارس اور اہواز کا بصرہ سے۔ [1]

علاء ابن حضرمی پر ناراضگی:

علاء بن الحضرمی ایک بہادر اسلامی سردار تھے جو مرتدین کے مقابلہ میں کارہائے نمایاں انجام دے چکے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو بحرین کا امیر مقرر کر دیا تھا۔ انہوں نے جب ایرانیوں کے مقابلہ میں سعد بن ابی وقاصؓ کے کارنامے سنے تو خیال آیا کہ اس میدان میں، میں کیوں سعدؓ سے پیچھے رہوں؟

یہ خیال آتے ہی دربارِ خلافت سے مشورہ کئے بغیر دریا کے راستہ بحرین سے ایک فوج فارس پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کر دی۔ یہ فوج اصطخر پہنچی تو ایرانیوں کی ایک بہت بڑی جمعیت ان کے اور ان کی کشتیوں کے درمیان حائل ہوگئی۔ اسلامی فوج کے ایک افسر خلید بن منذر نے بڑی بہادری کے ساتھ ایرانیوں کا مقابلہ کیا اور ان کی بہت بڑی جماعت کو تہ تیغ کر دیا مگر پھر بھی وہ اپنی کشتیاں ایرانیوں کے ہاتھ سے نہ چھڑا سکے۔ اب مسلمانوں کو احساس ہوا کہ ایران کے بیچ میں تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ مسلمانوں کا ٹھہرا رہنا دور اندیشی کے خلاف ہے۔ چنانچہ انہوں نے خشکی کے راستہ بصرہ لوٹ جانے کا ارادہ کیا مگر ایرانیوں کی ایک فوج نے یہ راستہ بھی روک لیا اور مسلمان مقام طاؤس

---

[1] (خلفائے راشدین کے کارنامے ۲۰۴)

میں محصور ہو کر رہ گئے۔

حضرت عمرؓ کو جب ان واقعات کی اطلاع ملی تو آپؓ نے عتبہ بن غزوان امیر بصرہ کو حکم بھیجا کہ ایک بھاری جمعیت فوراً محصورین کی مدد کو بھیجیں۔ عتبہ نے بارہ ہزار آدمیوں کو ابوسبرہ کی ماتحتی میں روانہ کیا۔ ابوسبرہ ساحل کے اس مقام پر پہنچے جہاں مسلمان محصور تھے اور اپنے بھائیوں کو دشمن کے پنجہ سے چھڑالیا۔

حضرت عمرؓ حضرت علاء بن الحضرمی کی اس ناعاقبت اندیشانہ جرأت پر بہت ناراض ہوئے۔ آپؓ نے انہیں بحرین کی امارت سے معزول کر دیا اور حکم دیا کہ وہ سعد بن ابی وقاصؓ ہی کی ماتحتی میں کوفہ جا کر رہیں۔ [1]

فتح اہواز:

اہواز کی حدود بصرہ کی حدود سے ملتی تھیں۔ یہاں ایران کا مشہور سردار ہرمزان جو شیرویہ کا ماموں تھا، مقیم تھا اور وقتاً فوقتاً اسلامی علاقہ پر حملہ کرتا رہتا تھا۔ عتبہ بن غزوان امیر بصرہ نے اس کے مقابلہ کا ارادہ کیا اور سعد بن ابی وقاصؓ امیر کوفہ سے مدد طلب کی۔ بصرہ کی فوج کا کوفہ کی امدادی فوج کی معیت میں ہرمز سے مقابلہ ہوا۔ ہرمز نے شکست کھائی اور اہواز و مہرجان کا علاقہ مسلمانوں کو دے کر صلح کر لی۔ مناذر اور نہر تیری پر اسلامی فوج کی چوکیاں قائم کی گئیں۔ کچھ دن بعد سرحد کی تعین کے متعلق مسلمان افسروں اور ہرمزان میں اختلاف ہوا۔ ہرمزان نے صلح توڑ دی اور مسلمانوں کے مقابلہ میں کردوں سے مدد طلب کی۔ حضرت عمرؓ کے حکم سے عتبہ بن غزوان، ہرمزان کے مقابلہ کے لئے نکلے۔ جسر سوق اہواز پر مقابلہ ہوا۔ ہرمزان شکست کھا کر رامہرمز کی طرف بھاگ گیا۔ اس طرح اہواز کا سارا علاقہ تستر تک اسلامی جھنڈے کے نیچے آ گیا۔ [2]

---

[1] (خلفائے راشدین کے کارنامے ۲۰۵)

[2] (خلفائے راشدین کے کارنامے ۲۰۶)

Marfat.com

ذمیوں کے حقوق کا تحفظ:

ہرمزان کی عہد شکنی سے حضرت عمرؓ کو خیال ہوا کہ کہیں مسلمان اہل ذمہ کے ساتھ زیادتی تو نہیں کرتے۔ اس معاملہ کی تحقیق کے لئے آپؓ نے کوفہ کے شرفاء کا ایک وفد طلب کیا۔ یہ وفد دس افراد پر مشتمل تھا جن میں احنف بن قیس بھی تھے۔ حضرت عمرؓ نے احنف سے کہا، میں تمہیں معتبر آدمی سمجھتا ہوں۔ سچ بتاؤ اہل ذمہ پر کسی قسم کا ظلم تو نہیں ہوتا۔ احنف نے کہا، نہیں۔ ان کے ساتھ آپؓ کی خواہش کے مطابق برتاؤ کیا جاتا ہے۔ جب حضرت عمرؓ کو اچھی طرح اطمینان ہو گیا تو آپؓ نے وفد کو تحفے دے کر واپس کر دیا۔ آپؓ نے حضرت عتبہ کو ایک خط لکھا جس کا مفہوم یہ تھا:

> ''مسلمانوں کو ظلم سے دور رکھو اور ذمیوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہاری طرف سے کوئی زیادتی ہو اور اس کی وجہ سے اہل ذمہ زیادتی کر بیٹھیں۔ تمہیں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے، وفاءِ عہد کی وجہ سے دیا ہے۔ لہٰذا وفاء عہد کا ہمیشہ خیال رکھو اور اہل ذمہ کے ساتھ حسن سلوک میں خدا کے حکموں پر چلو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو خدا تمہارا مددگار و ناصر ہوگا۔''

فتح رامہرمز و تستر:

شہنشاہ یزدگرد اب مرو میں مقیم تھا۔ یہاں سے اس نے اہواز کے ایرانیوں کے پاس خفیہ خطوط بھیجے اور انہیں عربوں کی ماتحتی قبول کرنے پر غیرت دلائی۔ ادھر فارس کے سرداروں کو بھی جوش دلا کر انہیں عربوں کے مقابلہ کے لئے آمادہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اہواز میں جا بجا بغاوت پھوٹ پڑی اور اہل اہواز اور اہل فارس نے مل جل کر مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیاریاں شروع کر دیں۔

حضرت عمرؓ کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو آپؓ نے سعد بن ابی وقاصؓ امیر کوفہ اور ابوموسیٰ اشعریؓ امیر بصرہ (یہ عتبہ بن غزوان کے بعد بصرہ کے امیر مقرر ہوئے

تھے) کو حکم بھیجا کہ اپنے اپنے علاقوں سے اہواز کی طرف فوجیں روانہ کر دیں۔ کوفہ سے نعمان بن مقرن ایک بڑی جمعیت لے کر نکلے اور رامہر مز پہنچ کر ہرمزان کا مقابلہ کیا۔ ہرمزان نے شکست کھائی اور تستر چلا گیا اور نعمان نے رامہر مز پر قبضہ کر لیا۔ اب نعمان تستر کی طرف روانہ ہوئے۔

یہاں پہنچے تو بصرہ کی فوج بھی سہل بن عدی کی ماتحتی میں ان سے آ ملی۔ ہرمزان اسلامی فوجوں کی آمد کی خبر سن کر شہر بند ہو بیٹھا۔ ایرانی موقعہ دیکھ کر نکلتے تھے اور مسلمانوں سے دو دو ہاتھ کر کے شہر میں جا چھپتے تھے۔ اسی طرح ایک مہینہ کی مدت میں 80 جھڑپیں ہوئی جن میں سے بعض میں مسلمان غالب رہے اور بعض میں ایرانی۔ ؎

امدادِ غیبی:

ابھی یہ سلسلہ جاری تھا کہ ایک ایرانی اسلامی لشکر میں آیا۔ اس نے کہا، اگر مجھے امن دیا جائے تو میں شہر میں داخل ہونے کا راستہ بتا سکتا ہوں۔ ابو سبرہ بن ابی ارہم جو کوفہ و بصرہ کی مشترکہ فوجوں کے افسر اعلیٰ تھے۔ انہوں نے فوراً اس کی درخواست قبول کر لی۔ ایرانی ایک مسلمان سپاہی اشرس کو اپنے ساتھ لے کر ایک زمین دوز نہر کے راستہ شہر میں داخل ہو گیا۔ اشرس نے جب اچھی طرح شہر کی سیر کر لی اور موقع کے نشیب و فراز دیکھ لئے تو اسی راستہ سے وہ ایرانی اسے واپس پہنچا گیا۔ اشرس نے واپس آ کر اسلامی فوج کے سپہ سالار سے کہا، میں دو سو بہادروں کی مدد سے شہر فتح کر سکتا ہوں۔ یہ سنتے ہی دو سو نوجوان فوراً تلواریں لے کر اشرس کے ساتھ ہو لئے۔

اشرس اپنے ساتھیوں کو لے کر خفیہ راستے سے شہر میں داخل ہو گیا اور پہرہ داروں کو قتل کر کے شہر کے دروازے کھول دیئے۔ ادھر باہر سارا لشکر موقع کا منتظر کھڑا تھا۔ دروازے کھلتے ہی نعرۂ تکبیر لگاتا ہوا شہر میں داخل ہو گیا۔ ہرمزان کو اس بلائے ناگہانی کی خبر ہوئی تو اندر سے قلعہ کو بند کر لیا اور پھر قلعہ کے ایک برج پر چڑھ کر کہا:

"میں اس شرط پر نیچے اتر سکتا ہوں کہ مجھے خلیفۃ المسلمین کے پاس

؎ (خلفائے راشدین کے کارنامے ۲۰۷)

پہنچا دیا جائے۔ وہ میرے متعلق جو فیصلہ کریں وہ مجھے منظور ہوگا۔"

ابوسبرہ نے ہرمزان کی اس شرط کو قبول کر لیا۔ ہرمزان نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور اپنے آپ کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔

اس طرح جب تستر فتح ہو گیا تو ابوسبرہ نے مضافات میں متعدد دستے روانہ کئے۔ ان دستوں نے آس پاس کے سب شہر فتح کر لئے۔ اس معرکہ میں حضرت براء بن مالک اور بعض دوسرے جلیل القدر صحابی شہید ہوئے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔ [1]

شاہ اہواز مدینہ میں:

ابوسبرہ نے ایک وفد کے ساتھ جس میں احنف بن قیس اور انس بن مالک شامل تھے، ہرمزان کو مدینہ منورہ روانہ کیا۔

ہرمزان شاہانہ شان و شوکت کے ساتھ مدینہ میں داخل ہوا۔ حریر کی زرنگار قباء بدن پر تھی۔ مرصع تاج سر پر اور بڑے بڑے رؤسا اس کی رکاب میں تھے۔ اسلامی وفد ہرمزان کو لے کر مسجد نبویؐ میں پہنچا تو حضرت عمرؓ مسجد میں سو رہے تھے۔ سونے کی شان یہ تھی کہ فرش خاک کا بستر تھا اور ہاتھ میں چمڑے کا درہ تھا۔ ہرمزان نے پوچھا، خلیفۃ المسلمین کہاں ہیں؟ لوگوں نے اشارے سے بتایا کہ یہ ہیں۔

ہرمزان نے تعجب سے پوچھا، ان کے نقیب اور چوبدار نہیں ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا، عمرؓ کو ان کی ضرورت نہیں۔ ہرمزان نے کہا، اس سادگی سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ بادشاہ نہیں، نبی ہیں۔ لوگوں نے جواب دیا، نبی تو نہیں لیکن نبیؐ کے جانشین اور سچے پیرو ضرور ہیں۔

اس گفتگو سے حضرت عمرؓ کی آنکھ کھل گئی۔ سر سے پیر تک ایک نظر ہرمزان پر ڈالی اور فرمایا، میں آتش دوزخ سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔ اہل وفد نے عرض کیا، یا امیر المومنین! یہ شاہ اہواز ہے۔ اس سے گفتگو فرمائیے۔ آپؓ نے فرمایا، پہلے اس کے کپڑے اتار دو، پھر

---

[1] (خلفائے راشدین کے کارنامے ۲۰۸)

Marfat.com

بات کروں گا۔

چنانچہ ہرمزان کی شاہانہ پوشاک اتار کر اسے سادہ کپڑے پہنائے گئے۔ اب آپؓ نے ہرمزان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا، اے ہرمزان! تو نے عہد شکنی کی اور حکم خدا سے سرتابی کا انجام دیکھا؟ ہرمزان نے جواب دیا، اے عمر! زمانہ جاہلیت میں جب خدا نہ ہمارے ساتھ اور نہ تمہارے ساتھ تھا تو ہم تم پر غالب رہتے تھے۔ اب خدا تمہارے ساتھ ہے تو تم ہم پر غالب ہو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، زمانہ جاہلیت میں تم اس لئے ہم پر غالب رہتے تھے کہ تم متحد تھے اور ہم متفرق۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا، ہرمزان بتاؤ تم پے در پے عہد شکنی کیوں کرتے رہے؟ ہرمزان نے کہا، اے عمرؓ! پہلے مجھے پانی پلا دو۔ حضرت عمرؓ نے فوراً پانی منگوایا۔ ہرمزان نے پانی کا پیالہ ہاتھ میں لے کر کہا، اے عمرؓ! مجھے اندیشہ ہے کہ میں اس پانی کو پینے سے پہلے قتل نہ کر دیا جاؤں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، نہیں ایسا نہیں ہوگا۔ یہ سنتے ہی ہرمزان نے اس پیالہ کو لوٹ دیا اور کہنے لگا، اب تم مجھے قتل نہیں کر سکتے کیونکہ میں نے اس پانی کو نہیں پیا۔

حضرت عمرؓ ہرمزان کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے کیونکہ اس کے ہاتھ سے کئی جلیل القدر صحابیؓ شہید ہوئے تھے۔ وہ اس کے اس حیلہ پر حیران رہ گئے۔ فرمانے لگے، خدا کی قسم! ہرمزان تو نے مجھے دھوکہ دیا لیکن میں مسلمان کے سوا کسی کے دھوکہ میں آنا نہیں چاہتا۔ یہ سن کر ہرمزان مسلمان ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے ہرمزان کو مدینہ منورہ میں رہنے کی اجازت دے دی اور دو ہزار سالانہ اس کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ حضرت عمرؓ ایران کی فتوحات کے سلسلہ میں اس سے مشورہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ [1]

پیش قدمی کا فیصلہ:

حضرت عمرؓ کو ذمیوں کے ساتھ حسن سلوک کا بے حد خیال رہتا تھا۔ وفد ہرمزان سے بھی آپؓ نے یہی سوال کیا کہ یہ ذمی بار بار عہد شکنی کیوں کرتے ہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں

---

[1] (خلفائے راشدین کے کارنامے ۲۰۹)

Marfat.com

کہ مسلمان انہیں تکلیف دیتے ہوں؟ وفد نے کہا، اے امیر المومنین! مسلمان اہل ذمہ سے متعلق تمام حقوق ادا کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، پھر کیا بات ہے؟

احنف بن قیس بولے، اے امیر المومنین! بات یہ ہے کہ آپؓ نے ہمیں عجم کے ملک میں داخل ہونے سے منع فرما دیا ہے۔ یہ جو کچھ فتوحات ہوئی ہیں، ان کی عہد شکنی اور ہنگامہ آرائی کے نتیجہ کے طور پر ہوئی ہیں۔ جب تک ان کا شہنشاہ ان کے سر پر موجود ہے، برابر یہ ہنگامے جاری رہیں گے۔ وہ اپنی قوم کو مسلمانوں کی مخالفت پر اکساتا ہی رہے گا۔ آپؓ اجازت دیجئے کہ ہم اس فتنہ کے سر کو کچل دیں اور ان کے ملک میں پیش قدمی کر کے ان کی امیدوں کو ختم کر دیں۔ حضرت عمرؓ کو اس جواب سے اطمینان ہو گیا اور آپؓ نے احنف بن قیس کی پیش قدمی کی رائے سے اتفاق کیا۔ [1]

فتح نہاوند:

معرکہ جلولاء کے بعد یزدگرد رَے چلا گیا لیکن جب رَے کے رئیس نے بے وفائی کی تو رَے سے نکلا۔ اصفہان اور کرمان ہوتا ہوا خراسان پہنچا اور مرو میں اقامت اختیار کی۔ یہاں اس نے ایک آتش کدہ تعمیر کرایا۔ اس میں آتش پارسی (جو ساتھ لایا تھا) رکھی اور نئے سرے سے حکومت کے ساز و سامان آراستہ اور مسلمانوں سے اپنا ملک واپس لینے کی تدبیریں شروع کر دیں۔ اسی دوران میں خوزستان کی فتح اور ہرمزان کی گرفتاری کی خبر ملی تو سخت طیش میں آیا اور مسلمانوں سے آخری ٹکر لینے کا فیصلہ کر لیا۔

یزدگرد نے مرو سے تمام سلطنت کے رئیسوں اور تعلقہ داروں کے نام خطوط بھیجے اور انہیں اپنی مدد کے لئے آمادہ کر لیا۔ چنانچہ باب، سندھ، خراسان اور حلوان کے درمیانی علاقوں کے تمام امراء اپنی اپنی فوجیں لے کر اس کی مدد کو نکل کھڑے ہوئے۔ یزدگرد نے اس ٹڈی دل لشکر کو لے کر نہاوند میں چھاؤنی ڈال دی۔ سعد بن ابی وقاصؓ نے حضرت عمرؓ کو ان واقعات کی خبر دی۔

حضرت عمرؓ نے اکابر صحابہ کو جمع کر کے مشورہ کیا۔ حضرت عثمان کی رائے تھی کہ

---

[1] (خلفائے راشدین کے کارنامے ۲۱۰)

اس اہم موقعہ پر حضرت عمرؓ خود اسلامی فوجوں کی رہنمائی کریں۔ لیکن حضرت علیؓ نے اس رائے سے اختلاف کیا اور خلیفۃ المسلمین کا مرکز میں مقیم رہنا ضروری قرار دیا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کی رائے سے اتفاق کیا اور فرمایا کہ میں اس مہم پر اس شخص کو بھیجتا ہوں جو سب سے پہلے نوک سناں کو بوسہ دے گا اور وہ شخص نعمان بن مقرن مزنی ہے۔

سب نے حضرت عمرؓ کی رائے کو پسند کیا۔ نعمان بن مقرن کسکر کے عامل خراج تھے مگر آپ حکومت کی کرسی کی بجائے گھوڑے کی زین زیادہ پسند کرتے تھے۔ آپ نے حضرت عمرؓ کو لکھا تھا کہ کسکر میں میری مثال ایسی ہے جیسے کوئی نبرد آزما نوجوان کسی محبوبہ طناز کی آغوش میں ہو اور وہ اسے طرح طرح سے لبھاتی ہو۔ خدا کے لئے مجھے یہاں سے ہٹا کر میدان جنگ میں بھیج دیجئے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں نہاوند کی سالاری میں مامور فرما کران کی خواہش پوری کردی۔ [1]

نعمان بن مقرن کی روانگی:

حضرت عمرؓ کی ہدایات کے مطابق نعمان بن مقرن تیس ہزار کی جمعیت کے ساتھ نہاوند کی طرف روانہ ہوئے۔ یہاں پہنچ کر انہوں نے اپنی فوج کو اصول جنگ کے مطابق ترتیب دیا۔ مقدمہ پر اپنے بھائی نعیم بن مقرمہ کو، میمنہ اور میسرہ پر اپنے دوسرے بھائی سوید بن مقرن اور حذیفہ بن الیمان کو، مجردہ پر قعقاع کو اور ساقہ پر مجاشیع بن مسعود کو مقرر کیا۔ ایرانیوں کی طرف سے میمنہ پر زردی اور میسرہ پر بہمن متعین ہوا۔

آخر کار مسلمان نعرہ تکبیر لگا کر میدان میں نکلے۔ دو روز تک دونوں فریقوں میں ہولناک جنگ ہوتی رہی۔ تیسرے روز ایرانی مقابلہ چھوڑ کر محفوظ مقامات پر پناہ گزین ہو گئے۔ مسلمان لڑائی کو طول دینا نہیں چاہتے تھے۔ مشورہ کے بعد یہ رائے ہوئی کہ قعقاع اپنے دستے کو لے کران کے محفوظ مقامات میں گھس جائیں اور جب وہ ان کے مقابلہ کو نکلیں تو آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتے ہوئے اسلامی لشکر کے قریب آجائیں اور پھر سارا لشکران پر حملہ کر

---

[1] (خلفائے راشدین کے کارنامے ۲۱۲)

Marfat.com

دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

قعقاع ایرانی فوج کو اپنے ساتھ لگا کر اسلامی فوج کے مقابل لے آئے اور دست بدست لڑائی شروع ہوگئی۔ یہ لڑائی اس قدر شدید تھی کہ سوائے لیلۃ الہریر کے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ میدان میں اس قدر خون بہا کہ گھوڑوں کے پاؤں پھسلنے لگے۔ چنانچہ نعمان بن مقرن کے گھوڑے کا بھی پاؤں پھسلا اور وہ زمین پر آ رہے۔ نعیم بن مقرن نے فوراً ان کو ایک طرف چھپا دیا اور ان کی کلاہ اور قباء پہن کر ان کے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ مقصد یہ تھا کہ فوج کو یہ معلوم نہ ہو کہ ان کا سردار زخمی ہو گیا ہے۔ [1]

نعمان کی شہادت اور فتح:

لڑائی کا ہنگامہ رات تک جاری رہا۔ اندھیرا پھیلتے ہی ایرانی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے اور راہِ فرار اختیار کی۔ مسلمانوں نے پیچھا کیا اور ہزاروں کو بھاگتے ہوئے قتل کیا۔ ایرانیوں نے اپنی طرف پوجا کی غرض سے آگ کا الاؤ جلا رکھا تھا۔ جب بے تحاشا بھاگے تو سینکڑوں اس میں گر کر بھسم ہو گئے۔ غرض ڈیڑھ لاکھ ایرانیوں میں سے بہت تھوڑے اپنی جان سلامت لے جا سکے۔

اسلامی سپہ سالار نعمان بن مقرن کے زخم بہت کاری تھے۔ فتح کے بعد ایک شخص ان کے پاس گیا تو دم توڑ رہے تھے۔ آنکھیں کھول دیں اور پوچھنے لگے، لڑائی کا کیا انجام ہوا؟ اس شخص نے کہا، مسلمانوں کی فتح ہوگئی۔ آپ نے فرمایا، خدا کا ہزار شکر ہے، فتح کی خبر عمرؓ کو بھیج دو۔ یہ کہا اور جنت کو سدھارے۔

اس لڑائی میں بے شمار مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ حذیفہ نے جنہیں نعمان بن مقرن نے اپنا قائم مقام فرمایا تھا، مالِ غنیمت کو تقسیم کیا اور سائب بن اقرع کو خمس اور فتح کی بشارت دے کر مدینہ روانہ کیا۔

حضرت عمرؓ مدینہ سے باہر ہی قاصد کے انتظار میں موجود تھے۔ سائب کو دیکھتے

---

[1] (خلفائے راشدین کے کارنامے ۲۱۲)

Marfat.com

ہی پوچھا، کہو کیا خبر ہے؟ سائب نے کہا، اے امیر المومنین! اللہ نے زبردست فتح دی مگر نعمان شہید ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے فتح پر خدا کا شکر ادا کیا مگر نعمان کی شہادت پر بڑی دیر تک روتے رہے۔ اس لڑائی کے بعد ایرانیوں کا زور ٹوٹ گیا، اسی لئے عربوں نے اس کا نام فتح الفتوح رکھا۔ یہ واقعہ محرم ۱۹ھ میں پیش آیا۔ [1]

فتح آذربائیجان:

بکیر بن عبداللہ اور عتبہ آذربائیجان کی طرف روانہ ہوئے۔ دربارِ خلافت سے نعیم بن مقرن فاتح رے کو حکم پہنچا کہ وہ سماک بن خرشہ کو بھیج کر ان کی مدد کریں۔ جب بکیرؓ، جر میدان کے پہاڑوں پر پہنچے تو واج روذ کے منہزمین نے اسفندیار کی زیرِ سرکردگی ان کا مقابلہ کیا۔ یہ اسفندیار رستم مقتول قادسیہ کا بھائی تھا۔ مسلمانوں نے اسفندیار کو زندہ گرفتار کر لیا۔ اسفندیار نے بکیر سے کہا، تم امن پسند کرتے ہو یا جنگ؟ بکیر نے جواب دیا، امن پسند کرتے ہیں۔ اسفندیار بولا، تو مجھے قتل نہ کرنا۔ جب تک میں تم سے صلح نہ کروں گا، اہل آذربائیجان صلح نہ کریں گے۔

بکیر نے اسفندیار کی بات مان لی۔ اب بکیر کو نعیم کی مدد پہنچ گئی اور وہ آذربائیجان کی طرف بڑھے۔ اہل آذربائیجان نے اسفندیار کے کہنے سے جزیہ پر صلح کر لی۔ حضرت عمرؓ کو فتح کی بشارت بھیجی گئی۔ انہوں نے حکم دیا کہ عتبہ بن فرقد آذربائیجان کے والی ہوں اور بکیر آگے بڑھ کر لشکر باب کی مدد کریں۔ [2]

فتح باب:

سراقہ بن عمرو باب کی طرف بڑھے جو ایران، آرمینیا اور روس کی حدود اتصال پر ایک سرحدی شہر ہے۔ مقدمۃ الجیش پر عبدالرحمٰن بن ابی ربیعہ تھے۔ بکیر سراقہ سے پہلے ہی وہاں پہنچ کر خیمہ زن ہو چکے تھے۔ باب کا رئیس شہر براز ایک ایرانی سردار تھا۔ وہ خود اسلامی سپہ سالار کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں سلطنت ایران کے ماتحت تھا۔ جب آپ نے

---

[1] (خلفائے راشدین کے کارنامے ۲۱۳) [2] (خلفائے راشدین کے کارنامے ۲۱۶)

Marfat.com

اس سلطنت ہی پر قبضہ کر لیا تو پھر میں آپ کی اطاعت سے باہر کیسے ہو سکتا ہوں؟ لیکن میری خواہش ہے کہ مجھ سے جزیہ نہ لیا جائے بلکہ اس کی بجائے فوجی خدمات قبول کی جائیں۔ جزیہ حقیقت میں فوجی خدمات ہی کا صلہ تھا۔ اسلامی سپہ سالار نے رئیس باب کی اس درخواست کو قبول کر لیا اور حضرت عمرؓ کو اطلاع دی۔ حضرت عمرؓ نے اس شرط کو منظور فرمایا۔

''باب'' کی فتح کے بعد سراقہ نے اپنی فوجیں آرمینیا کے سرحدی پہاڑی علاقوں کی طرف بڑھائیں۔ بکیر بن عبداللہ موقان کی طرف روانہ ہوئے اور حبیب بن مسلمہ تفلس کی طرف اور حذیفہ جبال اللان کی طرف۔ بکیر نے موقان کو فتح کر کے اسلامی سلطنت میں شامل کر لیا۔ یہ واقعہ ۲۱ھ کا ہے۔ اس کے بعد سراقہ کا انتقال ہو گیا اور عبدالرحمٰن بن ابی ربیعہ ان کے قائم مقام منتخب ہوئے۔ عبدالرحمٰن حضرت عمرؓ کے حکم سے باب بلاد خزر کی طرف بڑھے۔ شہر براز نے پوچھا، کہاں کا ارادہ ہے؟ عبدالرحمٰن بولے، بلنجر (ملک خزر کے دارالسلطنت) پہنچ کر ترکوں سے دو دو ہاتھ کرنا چاہتا ہوں۔ شہر براز نے کہا، ہم تو یہی غنیمت سمجھتے تھے کہ وہ ہم پر حملہ آور نہ ہوں۔ عبدالرحمٰن نے جواب دیا، لیکن میں ان کے ملک میں گھسے بغیر نہ مانوں گا۔ قسم ہے خدائے پاک کی، میرے ساتھ وہ جماعت ہے کہ اگر اسے امیر کا حکم ملے تو سد سکندری تک پہنچ جائے۔ شہر براز نے تعجب سے پوچھا، وہ کون سی جماعت ہے؟ عبدالرحمٰن نے جواب دیا، وہ، وہ جماعت ہے جس نے محمد رسول اللہ ﷺ کی صحبت پائی ہے اور خلوص کے ساتھ اسلام میں داخل ہوئی ہے۔ جاں نثاری، وفاداری کا یہ جذبہ ان میں اس وقت تک باقی رہے گا جب تک دوسری قومیں ان پر غلبہ پا کر ان کی ذہنیت کو نہ بدل دیں۔

چنانچہ عبدالرحمٰن باب سے روانہ ہو کر بلنجر پہنچے۔ بلنجر کے ترکوں نے مسلمانوں کی اس ہمت کو دیکھا تو انہوں نے سمجھا کہ یہ انسان نہیں ہیں بلکہ فرشتے ہیں۔ ترکوں نے مسلمانوں سے قطعاً تعرض نہ کیا اور سپہ سالار کے سپید گھوڑے نے بلنجر سے آگے دو سو فرسخ پہنچ کر دم لیا۔ ان فتوحات کے بعد عبدالرحمٰن ''باب'' کے والی مقرر ہو کر وہیں مقیم ہو گئے۔ [1]

---

[1] (خلفائے راشدین کے کارنامے ۲۱۷)

Marfat.com

فتح مکران:

حکم بن عمیر تغلبی مکران (سندھ اور نہر بلخ کا درمیانی علاقہ) کی طرف روانہ ہوئے۔ سہیل بن عدی اور عبداللہ بن عبداللہ فاتحین کرمان بھی ان کے ساتھ آ ملے۔ اسلامی لشکر فتح کے جھنڈے اڑاتا ہوا نہر سندھ کے کنارے تک پہنچ گیا۔ یہاں اہل مکران مقابلہ کے لئے آئے اور راجہ سندھ نے بھی ان کی مدد کے لئے زبردست فوج بھیجی۔ بلوچیوں اور سندھیوں کی مشترکہ فوج کا مسلمانوں سے مقابلہ ہوا اور شکست فاش کھا کر بھاگی۔ مسلمانوں نے مکران پر قبضہ کرلیا۔

حکم حضرت نے صحار عبدی کے ہاتھ بشارت نامہ اور خمس مدینہ روانہ کیا۔ حضرت حکم بلاد ہند میں آگے بڑھنا چاہتے تھے مگر حضرت عمرؓ فتوحات کی توسیع کے حق میں نہ تھے، اس لئے انہیں پیش قدمی سے روک دیا۔ [1]

فتح قنسرین:

حضرت ابوعبیدہؓ نے خالد بن ولیدؓ کو قنسرین کی فتح کے لئے بھیجا۔ مقام حاضر پر رومیوں کے ایک بڑے سردار ''میناس'' نے مسلمانوں کا مقابلہ کیا لیکن خالدؓ نے اسے شکست فاش دے دی۔ خالدؓ قنسرین پہنچے تو اہل قنسرین شہر بند ہو بیٹھے۔ خالدؓ نے شہر کا محاصرہ کرلیا اور اہل شہر سے کہلا بھیجا کہ شہر بند ہونے سے کوئی نتیجہ نہیں۔ اگر تم آسمان پر بھی چڑھ جاؤ تو یا خدا ہمیں تم تک پہنچا دے گا یا تمہیں ہمارے پاس اتار لائے گا۔

اہل قنسرین کو جب مسلمانوں کی اطاعت کے سوا چارہ نظر نہ آیا تو شہر کے دروازے کھول دیئے۔ اہل قنسرین سے بھی دمشق کی شرائط پر صلح ہوگئی۔

حضرت عمرؓ کو جب خالد بن ولیدؓ کے ان کارناموں کی خبر پہنچی تو آپؓ بہت خوش ہوئے۔ آپؓ نے فرمایا، خالد بن ولیدؓ نے اپنے کارناموں سے خود اپنے آپ کو سپہ سالار بنا لیا ہے۔ خدا ابوبکرؓ پر رحمت بیکراں نازل کرے، وہ مجھ سے زیادہ مردم شناس تھے کہ انہوں

---

[1] (خلفائے راشدین کے کارنامے ۲۲۰)

Marfat.com

نے خالدؓ کو ان کے صحیح مرتبہ پر سرفراز کر دیا تھا۔ میں نے خالدؓ کو اس مرتبہ سے معزول کیا تو ان کی کسی کمزوری کی وجہ سے نہیں بلکہ مجھے خوف ہوا کہ کہیں مسلمان ان کی شخصیت پر بھروسہ نہ کر بیٹھیں اور اسلامی فتوحات کو ان کی جنگی مہارت پر محمول نہ کریں۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت خالدؓ بن ولید کے عہدہ اور اختیارات میں اضافہ فرما دیا۔ ۱

فاروقِ اعظم کا پہلا سفر شام:

حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کو عیسائیوں کی اس خواہش سے مطلع کیا اور لکھا کہ آپؓ کی تشریف آوری سے یہ مرحلہ بغیر کشت وخون کے انجام پا جائے گا۔

حضرت عمرؓ حضرت علیؓ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنا کر بیت المقدس کے ارادہ سے نکلے۔ مقام جابیہ پر پہنچے تو لشکر اسلام کے امراء نے خلیفہ کا استقبال کیا۔ پہلے یزید، پھر حضرت ابوعبیدہؓ اور پھر خالدؓ بن ولید حاضر خدمت ہوئے۔ ان سب امراء نے دیباج کی قبائیں زیب تن کر رکھی تھیں۔ حضرت عمرؓ کو اپنے افسروں کی یہ شان دیکھ کر بہت غصہ آیا۔ آپؓ نے چند کنکریاں زمین سے اٹھا کر ان کی طرف پھینکیں اور پھر فرمایا:

> ''تم لوگ دو ہی سال میں اس قدر بدل گئے۔ تم کیا لباس پہن کر میرے سامنے آ رہے ہو۔ آج سے دو سو سال بعد بھی اگر تم ایسا کرتے تو میں تمہیں معزول کر دیتا۔''

ان امراء نے عرض کیا، یا امیر المومنین! یہ قبائیں ہم نے ہتھیاروں سے جسم کی حفاظت کے لئے استعمال کی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، یہ بات ہے تو خیر۔ ۲

عہد نامہ صلح:

یہیں اہل قدس کے نمائندے خلیفۃ المسلمین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صلح کی درخواست کی۔ حضرت عمرؓ نے یہ درخواست منظور کی اور حسب ذیل عہد نامہ اپنے دستخطوں سے لکھ کر ان کو عطا فرمایا۔

---

۱ (خلفائے راشدین کے کارنامے ۲۲۵) ۲ (خلفائے راشدین کے کارنامے ۲۳۳)

Marfat.com

"اللہ کے بندہ عمر امیر المومنین کی طرف سے اہل ایلیا (بیت المقدس) کو یہ امان نامہ دیا جاتا ہے۔ اہل ایلیا کی جان، مال، گرجوں، صلیبوں سب کو امان دی جاتی ہے۔ بیماروں اور تندرستوں اور سب مذہب کے لوگوں کو یہ امان شامل ہے۔ وعدہ کیا جاتا ہے کہ نہ ان کے عبادت خانوں پر قبضہ کیا جائے گا نہ انہیں گرایا جائے گا۔ ان کے دینی معاملات میں کوئی مداخلت نہ کی جائے گی اور یوں بھی کسی کو کوئی تکلیف نہ دی جائے گی۔ البتہ ان کے پاس یہودی نہ رہنے پائیں گے۔ اہل ایلیاء کا فرض ہے کہ وہ جزیہ ادا کرتے رہیں اور متحارب رومیوں کو اپنے شہر سے خارج کر دیں۔ جو رومی شہر سے نکلے گا اس کی جان و مال سے کوئی تعرض نہ کیا جائے گا۔ حتیٰ کہ وہ اپنے وطن سلامتی کے ساتھ پہنچ جائے۔ اگر اہل ایلیاء میں سے کوئی رومیوں کے ساتھ جانا چاہے تو وہ بھی جا سکتا ہے۔ لیکن اگر رومی بھی امن پسندانہ طور پر رہنا چاہیں تو انہیں بھی انہیں شرائط کے ساتھ رہنے کی اجازت ہے۔ اس امان نامہ کی اللہ اور اس کا رسولؐ اور آپؐ کے خلفاء اور جملہ مؤمنین ذمہ داری لیتے ہیں۔" [1]

بیت المقدس میں داخلہ:

اس عہد نامہ کی تکمیل کے بعد اہل قدس نے شہر کے دروازے کھول دیئے اور حضرت عمرؓ نے بیت المقدس کا قصد کیا۔

بیت المقدس کے سفر کے لئے حضرت عمرؓ کی خدمت میں ایک ترکی گھوڑا پیش کیا گیا۔ آپؓ سوار ہوئے تو گھوڑا اٹھلانے لگا۔ حضرت عمرؓ اتر پڑے اور فرمانے لگے، کم بخت! تو نے یہ غرور کی چال کہاں سے سیکھی؟ اور اپنے گھوڑے کو منگا کر اسی پر روانہ ہوئے۔

---

[1] (خلفائے راشدین کے کارنامے ۲۳۳)

Marfat.com

اس واقعہ کے بعد کبھی آپؓ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوئے۔

حضرت عمرؓ رات کے وقت بیت المقدس میں داخل ہوئے۔ سب سے پہلے مسجد اقصیٰ میں حاضری دی اور محراب داؤد میں دو رکعت ''تحیۃ المسجد'' ادا کی۔ پھر صبح کو اسی مقام پر جماعت کے ساتھ نمازِ فجر ادا کی۔

آپؓ نے عیسائیوں کے مشہور گرجا گھر کنیسہ قمامہ کی سیر کی۔ دورانِ سیر میں نماز کا وقت آ گیا۔ بطریق نے جو آپؓ کے ساتھ تھا عرض کیا، یہیں نماز پڑھ لیجئے۔ مگر آپؓ نے اس پیشکش کو قبول نہ کیا اور باہر نکل کر سیڑھیوں پر تنہا نماز ادا کی۔ آپؓ نے بطریق سے کہا، اگر میں یہاں نماز پڑھ لیتا تو میرے بعد مسلمان اس کنیسہ کو تم سے چھین لیتے کہ یہاں ہمارے خلیفہ نے نماز پڑھی تھی۔ پھر آپؓ نے بطریق کو اس مضمون کی ایک تحریر بھی لکھ کر دے دی کہ گرجا کی سیڑھیوں پر بھی جماعت کے ساتھ نماز ادا نہ کی جائے اور نہ اذان دی جائے۔ [1]

مسجد عمرؓ کی تعمیر:

حضرت عمرؓ نے بطریق سے پوچھا، میں ایک مسجد بنانا چاہتا ہوں۔ کون سی جگہ اس کے لئے موزوں ہوگی؟ بطریق نے کہا، ''صخرہ'' پر بنا لیجئے جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا۔ عیسائیوں نے اس مقام کو یہودیوں کی مخالفت کے جوش میں مزبلہ بنا رکھا ہے اور ہر قسم کی نجاست وہاں لا کر ڈالی جاتی ہے۔ جیسا کہ یہودیوں نے مقام صلیب مسیح کو عیسائیوں کی عداوت میں مزبلہ بنایا تھا۔

حضرت عمرؓ نے اس جگہ کو صاف کرنے کا حکم دیا اور خود بھی اپنی قباء کے دامن میں بھر بھر کر مٹی ڈھونا شروع کر دی۔ اس منظر کو دیکھ کر کعب احبار نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ تمام مسلمانوں نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ حضرت عمرؓ نے کعبؓ سے پوچھا، یہ تکبیر کا کیا موقعہ تھا؟ کعبؓ نے جواب دیا، یا امیر المومنین! جو کچھ آج آپؓ کر رہے ہیں، اس کی ایک اسرائیلی

[1] (خلفائے راشدین کے کارنامے ۲۳۴)

Marfat.com

پیغمبر آج سے پانچ سو سال قبل خبر دے چکے ہیں اور وہ ہماری مذہبی کتابوں میں موجود ہے۔

جب ملبہ صاف ہو گیا تو آپؓ نے کعبؓ سے پوچھا، مسجد کا مصلیٰ کس طرف کو بنایا جائے۔ کعبؓ نے کہا، صخرہ کی طرف بنایئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اے کعبؓ! تم میں سے ابھی تک یہودیت کی خوبو نہیں گئی۔ جب تم نے صخرہ پر آ کر اپنی جوتیاں اتاری تھیں، میں نے اسی وقت تمہارے اس جذبہ کو محسوس کر لیا تھا۔ کعبؓ نے کہا، یا امیر المومنین! میرا مقصد یہ تھا کہ میرا پاؤں اس مقام کو مس کر کے برکت حاصل کریں، تعظیم مقصود نہ تھا۔ پھر حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ مصلیٰ قبلہ کی طرف بنایا جائے۔ یہ مسجد ''مسجدِ عمرؓ'' کے نام سے مشہور ہے۔

بیت المقدس ہی کی شرائط پر ''رملہ'' بھی فتح ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے صوبہ فلسطین کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک حصہ کا صدر مقام بیت المقدس قرار دیا اور وہاں کا حاکم حضرت علقمہ بن مجزز کو مقرر فرمایا اور دوسرے حصہ کا رملہ اور وہاں کی حکومت علقمہ بن حکیم کے سپرد فرمائی۔ ان انتظامی امور کی تکمیل کے بعد حضرت عمرؓ نے مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی۔ [1]

حمص پر رومیوں کا حملہ:

مسلمانوں کی ان شاندار فتوحات سے رومیوں کی ہمتیں پست ہو گئیں اور ہرقل کی عظیم رومی شہنشاہیت کا مشرقی بازو ٹوٹ گیا۔ ہرقل شام و فلسطین کی طرف سے بالکل ہی مایوس ہو چکا تھا کہ اس کے پاس اہل جزیرہ کا پیغام پہنچا کہ اگر آپ مسلمانوں سے آخری ٹکر لینے کی کوشش کریں تو ہم اپنی پوری طاقت کے ساتھ آپ کی مدد کے لئے حاضر ہیں۔

اہل جزیرہ کے اس پیغام نے ہرقل کے بجھے ہوئے دل میں پھر امید کی روشنی پیدا کر دی اور اس نے منتشر رومی طاقت کو جمع کر کے بحری راستہ سے جمعیت کثیر کے ساتھ حمص کی طرف کوچ کیا۔ اہل جزیرہ بھی تیس ہزار کی تعداد میں قیصر کی امداد کے لئے پہنچ گئے۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ خود حمص میں مقیم تھے۔ انہوں نے قنسرین سے حضرت خالدؓ بن ولید کو بلایا اور لڑائی کے متعلق مشورہ کیا۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا کہ ہمیں

---

[1] (خلفائے راشدین کے کارنامے ۲۳۵)

Marfat.com

میدان سے نکل کر مقابلہ کرنا چاہیئے۔ مگر دوسرے سرداروں نے حضرت خالدؓ کی رائے سے اتفاق نہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ دشمن کی تعداد بہت ہے۔ جب تک ہمارے پاس مدد نہ پہنچ جائے، شہر بند ہو کر مقابلہ کرنا چاہیئے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے دوسری رائے کو ترجیح دی اور شہر بند ہو کر بیٹھے۔ رومی لشکر نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔

شام کے مختلف شہروں میں فوجی چھاؤنیاں قائم تھیں مگر اس موقعہ پر ان فوجوں کو ان مقامات سے ہٹانا خطرہ سے خالی نہ تھا۔ اس لئے حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کو حالات کی اطلاع دی اور دربارِ خلافت سے مدد چاہی۔

حضرت عمرؓ نے سعد بن ابی وقاصؓ کو کوفہ میں حکم بھیجا کہ قعقاع بن عمرو کو ابوعبیدہؓ کی مدد کے لئے حمص بھیجو اور عیاض بن غنم کو دوسرے سرداران لشکر کے ساتھ اہل جزیرہ کی سرکوبی کے لئے جزیرہ روانہ کرو۔ پھر حضرت عمرؓ نے مناسب جمعیت کو ساتھ لے کر خود حمص کا ارادہ فرمایا۔

اہل جزیرہ کو جب معلوم ہوا کہ اسلامی لشکر خود ان کے ملک میں گھس گیا ہے تو وہ رومیوں کو چھوڑ کر اپنے گھر کی خیر منانے کے لئے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ادھر جب رومیوں کو خبر ملی کہ خلیفۃ المسلمین بنفس نفیس اپنے سپہ سالار کی مدد کے لئے آرہے ہیں تو ان کی ہمتیں ٹوٹ گئیں۔ اب حضرت ابوعبیدہؓ نے لشکر اسلام کے سامنے ایک پر جوش تقریر کی اور انہیں شہر سے باہر نکل کر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ لشکر اسلامی نے زور و شور کے ساتھ حملہ کیا۔ رومی فوج بدحواس ہو کر بھاگی اور پھر اس کے قدم نہ رک سکے۔

قعقاعؒ خود ایک سو کی جمعیت کے ساتھ آگے بڑھ کر حضرت ابوعبیدہؓ سے آملے تھے مگر ان کا لشکر فتح کے تین دن بعد حمص پہنچا۔ اسی طرح حضرت عمرؓ بھی مقام ''سرغ'' ہی پہنچے تھے کہ انہیں مسلمانوں کی فتح کی بشارت مل گئی۔ یہ واقعہ ۱۷ھ کا ہے۔ [1]

---

[1] (خلفائے راشدین کے کارنامے ۲۳۶)

Marfat.com

فتح جزیرہ:

''جزیرہ'' فرات اور دجلہ کے درمیانی علاقہ کے شمالی حصہ کا نام ہے۔اس کے دو شہر تکریت اور موصل تو پہلے ہی فتح ہو چکے تھے۔حمص پر رومیوں کے حملہ میں جب اہل جزیرہ نے رومیوں کو مدد دی تو حضرت عمرؓ کے حکم سے سعد بن ابی وقاصؓ نے عیاض بن غنمؓ کو ان کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا تھا۔حمص میں رومیوں کی ہزیمت کے بعد حضرت عمرؓ نے عیاض بن غنمؓ کو حکم دیا کہ وہ اپنی فوجیں جزیرہ میں پھیلا دیں اور غیر مفتوحہ علاقوں کو بھی فتح کر لیں۔

عیاض بن غنم نے میسرہ بن مسروق، سعید بن عامر، صفوان بن معطل کو ساتھ لے کر جزیرہ پر فوج کشی کر دی۔رقہ، رہا، نصیبین، حران، سمیاط، سنجار، قرقیساء، سروج، جسر، بنج، آمد اور دوسرے شہر معمولی مقابلوں کے بعد فتح کر لئے گئے۔عیاض بن غنمؓ فتح کا پھریرا اڑاتے ہوئے مغرب میں بادیہ، شام اور مشرق میں آرمینیا و کردستان تک پہنچ گئے۔پھر وہ مغرب سے گزر کر تبلیس پہنچے۔وہاں سے خلاط اور وہاں سے عین حامضہ پہنچ کر دم لیا۔

جزیرہ کی فتح کے بعد جزیرہ کے عربی، نصرانی سرداروں کا وفد حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ ہم سے جزیہ نہ لیا جائے کیونکہ ہم اسے ذلت سمجھتے ہیں۔ساتھ ہی یہ دھمکی بھی دی کہ اگر ہم سے جزیہ وصول کرنے پر اصرار کریں گے تو ہم ملک چھوڑ کر رومیوں کے علاقہ میں چلے جائیں گے۔حضرت عمرؓ نے فرمایا، اگر تم رومیوں کے ملک میں داخل ہوئے تو میں قیصر روم کو لکھ کر تمہیں گرفتار کر کے بلا لوں گا۔لیکن حضرت علیؓ نے سفارش کر کے یہ فیصلہ کر دیا کہ یہ لوگ جزیہ سے دگنی رقم ادا کریں اور اسے جزیہ نہ کہا جایا کرے۔یہ واقعہ ۱۷ھ کا ہے۔ [1]

طاعون عمواس:

۱۷ھ کے آخر یا ۱۸ھ کے آغاز میں شام اور مصر میں سخت طاعون پھیلا۔حضرت عمرؓ کو جب خبر پہنچی تو آپؓ خود تدبیر و انتظام کے لئے شام کی طرف روانہ ہوئے۔جب آپؓ مقام سرغ میں پہنچے تو امراء لشکر استقبال کے لئے حاضر ہوئے۔امراء نے وبا کی شدت کی

[1] (خلفائے راشدین کے کارنامے ۲۳۷)

Marfat.com

خبر دی اور عرض کیا، یا امیر المومنین! آپؓ کا اس موقعہ پر تشریف لانا مناسب نہیں۔ آپؓ نے مہاجرین و انصار سے مشورہ کیا۔ ان کی رائے میں اختلاف ہوا۔ حضرت عمرؓ نے واپسی کی رائے کو ترجیح دی مگر حضرت ابوعبیدہ ابن جراحؓ مسئلہ تقدیر میں بہت سخت تھے۔ فرمانے لگے، اے عمر! کیا تقدیر الٰہی سے بھاگتے ہو؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا، ہاں تقدیر الٰہی سے تقدیر الٰہی کی طرف بھاگتا ہوں۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ کو الگ لے جا کر مسئلہ پر بحث کی۔ دوسرے دن حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بھی آ گئے۔ انہوں نے فرمایا، میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ:

''جب تم سنو کہ کسی شہر میں یہ وباء ہے تو وہاں نہ جاؤ اور جب تم کسی شہر میں ہو اور وہاں یہ وباء پھیل پڑے تو اس کے خوف سے نہ بھاگو۔''

حضرت عمرؓ نے اس حدیث کو سن کر اپنی رائے کی صحت پر خدا کا شکر ادا کیا اور وہاں سے مدینہ واپس ہو گئے۔ [1]

مسلمانوں کو تنہا چھوڑ کر نہیں آ سکتا:

مدینہ پہنچ کر جب حضرت عمرؓ کو وباء کی ہلاکت آفرینی کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے حضرت ابوعبیدہؓ کو خط لکھا کہ مجھے تم سے کچھ کام ہے، کچھ دن کے لئے مدینہ آ جاؤ۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے جواب دیا، میں دوسرے مسلمانوں کو چھوڑ کر تنہا نہیں آ سکتا۔ امیر المومنین کو مجھ سے جو کام ہے، وہ مجھے معلوم ہے۔ آپ اس شخص کی زندگی چاہتے ہیں جو زندہ رہنے والا نہیں، مجھے آپ تعمیل حکم سے معافی دیں۔ آخر خود حضرت ابوعبیدہؓ بیمار ہوئے۔ جب مرض میں زیادتی ہوئی تو مسلمانوں کو اعمال حسنہ کی وصیت فرمائی۔ حضرت معاذ بن جبلؓ کو اپنا جانشین مقرر کیا اور پھر رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

عمرو بن عاصؓ نے لوگوں سے کہا کہ یہ بلا انہی بلاؤں میں سے ہے جو بنی اسرائیل پر نازل ہوئی تھی۔ لہٰذا یہاں سے بھاگ چلنا چاہئے۔ حضرت معاذؓ نے سنا تو خطبہ

[1] (خلفائے راشدین کے کارنامے ۲۳۸)

دیا اور فرمایا کہ وباء بلا نہیں ہے بلکہ رحمتِ خداوندی ہے، بھاگنے کی ضرورت نہیں۔ خطبہ کے بعد خیمہ میں پہنچے تو بیٹے کو بیمار پایا۔ فرمایا:

﴿یا بنی الحق من ربک فلا تکونن من الممترین﴾

''اے بیٹا! حق خدا ہی کی طرف سے ہے تو کسی شبہ میں نہ پڑنا۔''

بیٹے نے استقلال کے ساتھ جواب دیا:

﴿ستجدنی ان شآء اللّٰہ من الصّٰبرین﴾

''انشاء اللہ تعالیٰ آپ مجھے صابروں میں پائیں گے۔''

تھوڑی دیر بعد بیٹے نے انتقال فرمایا تو خود معاذؓ بیمار پڑ گئے اور بڑے اطمینان و سکون کے ساتھ جان جاں آفریں کے سپرد کی۔ حضرت معاذؓ نے اپنے بعد عمرو بن عاصؓ کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ عمرو بن عاصؓ فوج کو لے کر پہاڑوں پر چلے گئے اور اسے جا بجا منتشر کر دیا۔ تب کہیں اس وباء سے نجات ملی۔

حضرت عمرؓ نے عمرو بن عاصؓ کی اس تدبیر کو پسند کیا۔ اس وباء نے شام میں اسلامی طاقت کو بے حد نقصان پہنچایا۔ بیس ہزار جانباز جو نصف دنیا کی فتح کے لئے کافی تھے، رحمت خداوندی کی آغوش میں جا سوئے۔ ان میں حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح اور حضرت معاذؓ بن جبل بڑے پایہ کی ہستیاں تھیں۔ رومی مسلمانوں کی اس مصیبت سے فائدہ اٹھا سکتے تھے اگر انہوں نے مفتوحین کے دلوں کو اپنی رواداری اور حسن انتظام سے فتح نہ کر لیا ہوتا۔ [1]

آخری سفر شام:

جب وباء کا زور ختم ہو گیا تو شام کے انتظامات کو درست کرنے اور مرنے والوں کا سامان ان کے ورثاء میں تقسیم کرنے کے لئے حضرت عمرؓ خود شام کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت علیؓ کو مدینہ میں اپنا جانشین مقرر کیا۔ جب حضرت عمرؓ ایلہ کے قریب پہنچے تو اپنا گھوڑا اپنے غلام کو دے دیا اور خود اس کے اونٹ پر سوار ہو گئے۔ لوگ پوچھتے کہ امیر المومنین کہاں

[1] (خلفائے راشدین کے کارنامے ۲۳۹)

Marfat.com

ہیں؟ تو فرماتے، تمہارے آگے۔ اسی شان سے آپؓ ایلہ میں داخل ہوئے۔

شام پہنچ کر آپؓ نے سب سے پہلے مرنے والے کا سامان ان کے ورثاء میں تقسیم کیا۔ ملک میں چکر لگا کر وہاں کے انتظامات درست کیے۔ شام کی سرحدوں پر فوجی دستے متعین کئے اور یزید بن ابی سفیان کو دمشق کا عامل مقرر کیا۔ یہیں حضرت عمرؓ سے درخواست کی گئی کہ ایک دن حضرت بلالؓ مؤذن رسول اللہؐ سے اذان دلوایئے۔ حضرت بلالؓ نے اذان دی تو سب رسول کریمؐ کے زمانے کو یاد کر کے رو پڑے اور اس قدر روئے کہ داڑھیاں تر ہو گئیں۔ [1]

قحط عظیم:

حضرت عمرؓ نے قسم کھالی تھی کہ جب تک یہ قحط دور نہ ہو جائے گا، وہ گھی اور شہد (جو دستر خوان خلافت کی بہترین غذائیں تھیں) استعمال نہ کریں گے۔ آپؓ روٹی زیتون کے تیل کے ساتھ استعمال کرتے رہے حتیٰ کہ آپؓ کے پیٹ میں گڑبڑ ہو گئی۔ ایک دن آپؓ کا غلام یہ حالت دیکھ کر بازار سے کچھ گھی اور شہد خرید لایا اور عرض کیا، یا امیر المومنین! اپنی قسم کا کفارہ دے دیجئے اور اسے استعمال کر لیجئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ جب تک میں خود تکلیف نہ اٹھاؤں، دوسروں کی تکالیف کا اندازہ کیسے کر سکتا ہوں؟ پھر آپؓ نے اس گھی اور شہد کو صدقہ کر دینے کا حکم دیا۔ [2]

عمرو بن عاصؓ کی مصر کی طرف روانگی:

عمرو بن عاصؓ مصر کی فتح کے بہت خواہش مند تھے۔ ۱۸ھ میں طاعون عمواس کے بعد حضرت عمرؓ شام تشریف لائے تو انہوں نے حضرت عمرؓ سے مصر پر حملہ کی اجازت چاہی۔ اسلامی فوجیں اس زمانہ میں شام، جزیرہ اور فارس کے دور دراز علاقوں میں پھیلی ہوئی تھیں۔ پھر طاعون عمواس سے اسلامی طاقت کو کافی نقصان پہنچا تھا۔ اس لئے حضرت عمرؓ نے تامل کیا لیکن جب عمرو بن عاصؓ برابر اصرار ہی کئے گئے تو آخر انہیں مصر پر حملہ کی اجازت دے دی اور چار ہزار سپاہی ان کے ساتھ کر دیئے۔ اور فرمادیا کہ مصر کی حدود میں

---

[1] (خلفائے راشدین کے کارنامے ۲۴۰) [2] (خلفائے راشدین کے کارنامے ۲۴۱)

Marfat.com

داخل ہونے سے پہلے پہلے اگر میرا امتناعی حکم تمہیں مل جائے تو بے تامل واپس ہو جانا۔

عمرو بن عاصؓ ابھی مصر کی حدود میں نہ پہنچے تھے کہ انہیں حضرت عمرؓ کا امتناعی حکم مل گیا مگر وہ اس فتح کے اس قدر شوقین تھے کہ انہوں نے اس خط کو اس وقت کھول کر نہ دیکھا جب تک وہ حدود مصر میں داخل نہ ہو گئے۔ [1]

فتح قصر شمع:

بلبیس سے مسلمان باب لیون کی طرف بڑھے۔ مصر قدیم (فسطاط) کے محل وقوع پر نیل کے مشرقی کنارے یہ ایک مضبوط قلعہ تھا، اسی کا دوسرا نام قصر شمع ہے۔ اس کے مقابل میں نیل کے کنارے پر مصر کا قدیم دارالسلطنت ''منف'' تھا۔ قصر شمع میں رومی سپہ سالار ''اعیرج'' معہ اپنی فوج کے مقیم تھا اور منف مقوقس شاہ مصر کا جائے قیام تھا۔ مسلمان عرصہ تک باب لیون کا محاصرہ کئے رہے مگر فتح کی صورت نظر نہ آئی۔ آخر کار عمر بن عاصؓ نے عمرؓ کو مدد کے لئے لکھا۔ حضرت عمرؓ نے بارہ ہزار فوج ان کی مدد کے لئے روانہ کی۔

اس فوج کے سرداروں میں حضرت زبیرؓ بن عوام، مقداد بن عمرو، عبادہ بن صامت اور مسلمہ بن مخلد جیسے جانباز بھی شامل تھے۔ بقول حضرت عمرؓ ان چاروں میں سے ہر ایک، ایک ایک ہزار آدمیوں کے برابر تھا۔ اس مدد کے پہنچنے کے بعد مسلمانوں کی ہمتیں بڑھ گئیں۔ عمرو بن عاص نے منجنیق لگا کر قلعہ پر سنگ باری شروع کر دی۔

حضرت زبیرؓ بڑے جری آدمی تھے۔ وہ سیڑھی لگا کر قلعہ کی فصیل پر چڑھ گئے اور نعرہ تکبیر بلند کیا۔ دوسرے مسلمان بھی ان کے بعد فصیل پر چڑھ گئے اور ان سب نے مل کر بلند آواز سے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ رومیوں نے جب قلعہ کے برج میں سے تکبیر کی آواز سنی تو بدحواس ہو گئے۔ انہوں نے پہلے ہی قلعہ کی پشت پر دریائے نیل میں کشتیوں کا انتظام کر رکھا تھا۔ ان کشتیوں میں بیٹھ کر روضہ کی طرف فرار ہو گئے۔

باب لیون (قصر شمع) کی فتح کے بعد منف مقوقس کا پایہ تخت مسلمانوں کی تلوار کی

[1] (خلفائے راشدین کے کارنامے ۲۴۲)

Marfat.com

زد میں تھا۔ مقوقس نے مسلمانوں کے مقابلہ میں رومیوں کی ہزیمت اپنی آنکھ سے دیکھی تھی، پھر وہ اپنی بیٹی کی واپسی کی وجہ سے بھی مسلمانوں کا مرہون منت تھا۔ اس نے اپنے سرداروں سے مشورہ کے بعد عمرو بن عاصؓ کے پاس مصالحت کے لئے سفیر روانہ کئے۔ عمرو بن عاصؓ نے مقوقس کے سفیروں کو دو روز تک مقیم رکھا تا کہ وہ مسلمانوں کے حالات سے اچھی طرح واقف ہو جائیں اور پھر مناسب جواب دے کر انہیں رخصت کر دیا۔ مقوقس کے سفراء جب اس کے پاس واپس پہنچے تو اس نے ان مسلمانوں کے حالات دریافت کئے۔ انہوں نے جواب دیا:

> ''اے بادشاہ! مسلمان ایک ایسی قوم ہیں جنہیں موت زندگی سے زیادہ پیاری ہے، جنہیں تواضع تکبر سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ ان میں سے کوئی شخص دنیا اور متاع دنیا کا حریص نہیں۔ وہ زمین پر بیٹھنے کو عار نہیں سمجھتے اور بغیر دسترخوان کے کھانا کھا لیتے ہیں۔ ان کا سردار بھی ان ہی جیسا ہے، کسی بات میں ان سے ممتاز نہیں۔ اعلیٰ وادنیٰ اور آقا و غلام کی ان میں تمیز نہیں ہوتی۔ جب نماز کا وقت آتا تو سب وضو کر کے ایک قطار میں خشوع وخضوع کے ساتھ خداوند قدوس کی عبادت میں مصروف ہو جاتے ہیں۔''

مقوقس نے جب مسلمانوں کے یہ اوصاف سنے تو اس نے اپنی قوم سے کہا:

> ''اے قوم! یہ جماعت اگر پہاڑوں سے بھی ٹکرائے گی تو انہیں بھی اپنی جگہ سے ہلا دے گی۔ خیریت اسی میں ہے کہ ہم اس سے پہلے کہ یہ ہم پر حملہ کریں، ان سے صلح کر لیں۔''

چنانچہ اس کے بعد مقوقس نے خود اسلامی سپہ سالار عمرو بن عاصؓ سے ملاقات کی درخواست کی اور مسلمانوں اور قبطیوں میں ان شرائط پر صلح ہو گئی:

''ہر بالغ مرد کی طرف سے سالانہ دو دینار ادا کئے جائیں گے۔

Marfat.com

عورتیں، بچے اور بوڑھے اس سے مستثنیٰ ہوں گے۔ اسلامی فوجیں دوران جنگ میں جس علاقہ سے گزریں گی، قبطی ان کی مدد اور ان کے لئے رسد کا انتظام کریں گے۔ مسلمانوں کو قبطیوں کی زمین اور مال و دولت سے سروکار نہ ہوگا۔ مصر کے رومیوں کو حق ہوگا کہ خواہ وہ قبطیوں کی شرائط پر مصر میں رہنا قبول کریں یا اپنے ملک کو واپس لوٹ جائیں۔'' [1]

فتح اسکندریہ:

عمرو بن عاصؓ بھی اسلامی فوج کو لے کر اسکندریہ کی طرف بڑھے اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اسکندریہ میں رومیوں کے متعدد مضبوط قلعے تھے۔ رومی ان میں مضبوطی کے ساتھ جمے بیٹھے رہے اور انہیں دریا کی طرف سے سامان رسد پہنچتا رہا۔ اس لئے عرصہ تک مسلمانوں کو کامیابی نہ ہوئی۔

حضرت عمرؓ کو کافی انتظار کے باوجود جب اسکندریہ کی فتح کی خبر نہ پہنچی تو آپؓ نے فرمایا، معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے کتاب اللہ اور سنت رسولؐ پر عمل کرنے میں کچھ مداہنت برتی ہے۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ حق کے مقابلہ میں باطل اتنی مدت ٹھہر سکے۔ پھر آپؓ نے انہیں فتح میں اس قدر تاخیر پر تنبیہ کی اور لکھا:

''مجھے اندیشہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنے اعمال و اخلاق کو کتاب و سنت کے بتائے ہوئے نمونہ پر قائم نہیں رکھا ہے۔ اور حکم دیا کہ وہ سب مسلمانوں کو جمع کر کے انہیں اس غلطی پر متنبہ کریں۔ اور انہیں تیغ زنی، مصائب انگیزی اور نیک نیتی کی ترغیب دیں۔ اور زبیرؓ، مقدادؓ، مسلمہؓ اور عبادہؓ کو آگے رکھ کر دشمنوں سے ایک فیصلہ کن ٹکر لیں۔''

حضرت عمرؓ کا یہ فرمان پہنچا تو عمرو بن عاصؓ نے اسے مسلمانوں کے مجمع میں پڑھ

[1] (خلفائے راشدین کے کارنامے ۲۴۳)

Marfat.com

کرسنایا اوران کے حکم کی تعمیل کی۔ آخر چھ مہینے کے محاصرہ کے بعد اسکندریہ فتح ہو گیا۔ اس کے بعد عمرو بن عاصؓ نے اسکندریہ کی حفاظت کے لئے ایک فوج متعین کی اور خود قصر شمع کی طرف لوٹ آئے۔ [1]

قاصدِ فتح مدینہ میں:

اسکندریہ کی فتح کی بشارت دے کر عمرو بن عاصؓ نے معاویہ بن خدیج کو مدینہ منورہ روانہ کیا۔ معاویہؓ اپنی اونٹنی کو تیز دوڑاتے ہوئے دوپہر کے وقت مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ انہوں نے خیال کیا کہ یہ دوپہر کا وقت ہے، امیر المومنین آرام فرما رہے ہوں گے۔ اس وقت انہیں تکلیف دینا مناسب نہیں اور مسجد نبویؐ میں آکر بیٹھ گئے۔ اتفاقاً حضرت عمرؓ کی لونڈی ادھر آنکلی۔ اسے معلوم ہوا کہ فتح اسکندریہ کی خبر لے کر آئے ہیں تو بھاگی ہوئی گئی اور حضرت عمرؓ کو خبر دی۔ حضرت عمرؓ نے فوراً بلوا بھیجا، فتح اسکندریہ کے حالات سنے اور بارگاہ خداوندی میں سجدہ شکر ادا کیا۔

دستور کے مطابق حضرت عمرؓ نے اعلان کیا کہ ''الصلوٰۃ الجامعۃ'' تمام مدینہ والے مسجد نبویؐ میں امنڈ آئے اور معاویہؓ کی زبانی فتح اسکندریہ کے حالات سنے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے معاویہؓ کو اپنے ساتھ اپنے گھر لائے اور لونڈی کو کھانا لانے کا حکم دیا۔ لونڈی نے روٹی اور روغن زیتون سامنے لا کر رکھا۔ کھاتے ہوئے حضرت عمرؓ نے معاویہؓ سے پوچھا، تم مسجد نبویؐ میں کیوں جا بیٹھے تھے؟ معاویہؓ نے کہا، یا امیر المومنین! میں نے سمجھا کہ دوپہر کا وقت ہے، آپؓ آرام فرما رہے ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، افسوس تمہارا یہ خیال ہے؟ میں دن کو سوؤں گا تو خلافت کا بار کون سنبھالے گا۔ [2]

آبادی فسطاط:

عمرو بن عاصؓ جب ''قصر شمع'' میں لوٹ آئے تو حضرت عمرؓ کے مشورہ سے انہوں

---

[1] (خلفائے راشدین کے کارنامے ۲۴۶)

[2] (خلفائے راشدین کے کارنامے ۲۴۷)

Marfat.com

نے نیل کے مشرقی کنارے، منف کے بالمقابل ایک شہر کی بنیاد ڈالی۔ اس شہر کا نام فسطاط رکھا گیا۔ فسطاط عربی میں خیمہ کو کہتے ہیں اور یہی وہ مقام تھا جہاں قصر شمع کے محاصرہ کے زمانے میں عمرو بن عاصؓ کا خیمہ نصب کیا گیا تھا۔ معاویہ بن خدیج، شریک بن سمی، عمرو بن قحز رم اور حیویل بن ناشرہ کو شہر کی تخطیط اور محلوں کی تقسیم پر مامور کیا گیا۔ ہر ہر قبیلے کے لئے جدا جدا محلے بسائے گئے۔ حضرت عمرؓ کے حکم کے مطابق شہر کے بیچوں بیچ ایک عالی شان جامع مسجد تعمیر کی گئی۔ یہ مسجد پچاس گز چوڑی اور پچاس گز لمبی تھی۔ اس کے تین دروازے تھے جن میں سے ایک دارالحکومت کے بالمقابل ہے۔

حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں یہ مسجد ناکافی ثابت ہوئی اور اس میں توسیع کی گئی۔ اس کے فرش کو پختہ کیا گیا اور چھت پر نقش و نگار بنائے گئے۔ اذان دینے کے لئے چار ماذنے بھی اضافہ ہوئے۔ عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں اس میں مزید توسیع کی گئی۔ یہ مسجد عمرو بن عاصؓ کی طرف منسوب ہوکر ''جامع عمرؓ'' کہلائی۔ مصر میں اس زمانے میں بھی رمضان کے آخر جمعہ کی نماز اسی مسجد میں ادا کی جاتی ہے۔

فسطاط مصر کی اسلامی حکومت کا صدر مقام قرار پایا اور اس شہر نے شان و شوکت کے اعتبار سے بڑی ترقی کی۔ جب بنی فاطمہ کے زمانے میں اس کے قریب قاہرہ کی بنیاد ڈالی گئی تو اس کی وہ حیثیت باقی نہ رہی۔ [1]

فتح برقہ:

مصر کی فتوحات اور انتظام سے فارغ ہونے کے بعد عمرو بن عاصؓ برقہ کی طرف بڑھے۔ برقہ، مصر اور طرابلس الغرب کے درمیان واقع ہے اور اس کا قدیم نام انطابلس ہے۔ بن غازی اسی کی مشہور بندرگاہ ہے۔ اہل برقہ نے جزیہ پر صلح کر لی۔ اس کے بعد عمرو بن عاصؓ طرابلس الغرب کی طرف بڑھے۔ یہاں مقابلہ کی صورت پیش آئی اور آخرکار مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ طرابلس پر قابض ہونے کے بعد عمرو بن العاصؓ نے حضرت

---

[1] (خلفائے راشدین کے کارنامے ۲۴۷)

عمرؓ کو لکھا:

''ہم طرابلس پہنچ گئے ہیں۔ طرابلس از افریقہ (تیونس) کے درمیان نو دن کا راستہ ہے۔ اگر امیر المومنین اجازت دیں تو اسے بھی فتح کر لیا جائے۔''

حضرت عمرؓ نے عمرو بن عاصؓ کو آگے بڑھنے کی اجازت نہ دی۔ انہوں نے عقبہ بن نافع فہری کو برقہ کا والی مقرر کیا اور مصر کی طرف لوٹ آئے۔ [1]

خدمت خلق:

ایک دفعہ رات کو گشت کر رہے تھے کہ ایک بدو کے خیمہ سے رونے کی آواز آئی۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ بدو کی عورت دردِ زہ میں مبتلا ہے۔ حضرت عمرؓ گھر آئے اور اپنی بیوی اُمّ کلثومؓ کو ساتھ لے کر بدو کے خیمہ میں گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد بچہ پیدا ہوا۔ اُمّ کلثومؓ نے پکار کر کہا، اے امیر المومنین! اپنے دوست کو مبارکباد دیجئے۔ وہ بدو امیر المومنین کا لفظ سن کر چونک پڑا۔ حضرت عمرؓ نے کہا، کچھ خیال نہ کرو۔ کل میرے پاس آنا، بچے کی تنخواہ مقرر کردوں گا۔

ایرانی خزانے مسلمانوں کے قدموں میں:

دو تین دن ٹھہر کر سعد نے حکم دیا کہ دیوانات شاہی کا خزانہ اور نوادرات لا کر یکجا کئے جائیں۔ کیانی سلسلے سے لے کر نوشیرواں کے عہد تک کی ہزاروں یادگاریں تھیں۔ خاقان چین، راجہ داہر، قیصر روم، نعمان بن منذر، سیاوش، بہرام چوبیں کی زرہیں اور تلواریں تھیں۔ کسریٰ ہرمزاور کیقباد کے خنجر تھے۔ نوشیروان کا تاج زرنگار اور ملبوس شاہی تھا۔ سونے کا ایک گھوڑا تھا جس پر چاندی کا زین کسا ہوا تھا اور سینے پر یاقوت اور زمرد جڑے ہوئے تھے۔ چاندی کی ایک اونٹنی تھی جس پر سونے کی پالان تھی اور مہار میں بیش قیمت یاقوت پروئے ہوئے تھے۔ ناقہ سوار سر سے پاؤں تک جواہرات سے مرصع تھا۔ سب سے عجیب و غریب ایک فرش تھا جس کو ایرانی بہار کے نام سے پکارتے تھے۔ یہ فرش

---

[1] (خلفائے راشدین کے کارنامے ۲۴۹)

Marfat.com

اس غرض سے تیار کیا گیا تھا کہ جب بہار کا موسم نکل جاتا تھا تو اس پر بیٹھ کر شراب پیتے تھے۔ اس رعایت سے اس میں بہار کے تمام سامان مہیا کئے تھے۔ بیچ میں سبزے کا چمن تھا۔ چاروں طرف جدولیں تھیں۔ ہر قسم کے درخت اور درختوں میں شگوفے اور پھول پھل تھے۔ طرہ یہ کہ جو کچھ تھا زر و جواہرات کا تھا۔ یعنی سونے کی زمین، زمرد کا سبزہ، پکھراج کی جدولیں، سونے چاندی کے درخت، حریر کے پتے، جواہرات کے پھل تھے۔

یہ تمام سامان فوج کی عام غارت گری میں ہاتھ آیا تھا لیکن اہل فوج ایسے راست باز اور دیانتدار تھے کہ جس نے جو چیز پائی تھی بجنسہٖ لا کر افسر کے پاس حاضر کر دی۔ چنانچہ جب سب سامان لا کر سجایا گیا اور دور دور تک میدان جگمگا اٹھا تو خود حضرت سعدؓ کو حیرت ہوئی۔ بار بار تعجب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جن لوگوں نے ان نوادرات کو ہاتھ نہیں لگایا، بے شبہ انتہا کے دیانتدار ہیں۔

مال غنیمت حسب قاعدہ تقسیم ہو کر پانچواں حصہ دربارِ خلافت میں بھیجا گیا۔ فرش اور قدیم یادگاریں بجنسہٖ بھیجی گئیں تا کہ اہل عرب ایرانیوں کے جاہ وجلال اور اسلام کی فتح و اقبال کا تماشہ دیکھیں۔ حضرت عمرؓ کے سامنے جب یہ سامان چنے گئے تو ان کو بھی فوج کی دیانت اور استغناء پر حیرت ہوئی۔

محلم نام کا مدینہ میں ایک شخص تھا جو نہایت موزوں قامت اور خوبصورت تھا۔ حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ نوشیروان کے ملبوسات اس کو لا کر پہنائے جائیں۔ یہ ملبوسات مختلف حالتوں کے تھے۔ سواری کا جدا، دربار کا جدا، جشن کا جدا، تہنیت کا جدا۔ چنانچہ باری باری تمام ملبوسات محلم کو پہنائے گئے۔ جب ملبوس خاص اور تاج زرنگار پہنا تو تماشائیوں کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں اور دیر تک لوگ حیرت سے تکتے رہے۔ فرش کی نسبت لوگوں کی رائے تھی کہ تقسیم نہ کیا جائے۔ خود حضرت عمرؓ کا بھی یہی منشاء تھا لیکن حضرت علیؓ کے اصرار سے اس بہار پر بھی خزاں آئی اور دولت نوشیرواں کے مرقع کے پرزے اڑ گئے۔ [1]

---

[1] (الفاروق ۱۱۶)

Marfat.com

حضرت خالدؓ کی معزولی:

حضرت خالدؓ نے ایک شاعر کو دس ہزار روپے انعام دے دیئے۔ پرچہ نویسوں نے اسی وقت حضرت عمرؓ کو پرچہ لکھا۔ حضرت عمرؓ نے ابوعبیدہؓ کو خط لکھا کہ خالدؓ نے یہ انعام اپنی گرہ سے دیا تو اسراف کیا اور بیت المال سے دیا تو خیانت کی۔ دونوں صورتوں میں وہ معزولی کے قابل ہیں۔

خالدؓ جس کیفیت سے معزول کیے گئے، وہ سننے کے قابل ہے۔ قاصد نے جو معزولی کا خط لے کر آیا تھا۔ مجمع عام میں خالدؓ سے پوچھا کہ یہ انعام تم نے کہاں سے دیا۔ خالدؓ اگر اپنی خطا کا اقرار کر لیتے تو حضرت عمرؓ کا حکم تھا کہ ان سے درگزر کی جائے لیکن وہ خطا کے اقرار کرنے پر راضی نہ تھے۔ مجبوراً قاصد نے معزولی کی علامت کے طور پر ان کے سر سے ٹوپی اتار لی اور ان کی سرتابی کی سزا کے لئے انہی کے عمامہ سے ان کی گردن باندھی۔ یہ واقعہ کچھ کم حیرت انگیز نہیں کہ ایک ایسا بڑا سپہ سالار جس کا نظیر تمام عالم اسلام میں کوئی شخص موجود نہ تھا اور جس کی تلوار نے عراق وشام کا فیصلہ کر دیا تھا، اس طرح ذلیل کیا جا رہا ہے اور مطلق دم نہیں مارتا۔ اس واقعہ سے ایک طرف تو خالدؓ کی نیک نفسی اور حق پرستی کی شہادت ملتی ہے اور دوسری طرف حضرت عمرؓ کے سطوت وجلال کا اندازہ ہوتا ہے۔

خالدؓ نے حمص پہنچ کر اپنی معزولی کے متعلق ایک تقریر کی۔ تقریر میں یہ بھی کہا کہ امیر المومنین حضرت عمرؓ نے مجھ کو شام کا افسر مقرر کیا اور جب میں نے تمام شام کو زیر کر لیا تو مجھ کو معزول کر دیا۔ اس فقرے پر ایک سپاہی اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ اے سردار! چپ رہ۔ ان باتوں سے فتنہ پیدا ہو سکتا ہے۔ خالدؓ نے کہا، ہاں لیکن عمرؓ کے ہوتے ہوئے فتنہ کا کیا احتمال ہے۔[1]

حضرت عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ کے درمیان مکالمہ:

---

[1] (کتاب الخراج ۱۸۷، تاریخ طبری ۲۵۲، الفاروق ۱۴۷)

Marfat.com

حضرت علیؓ کے تعلقات قریش کے ساتھ کچھ ایسے پیچ در پیچ تھے کہ قریش کسی طرح ان کے آگے سر نہیں جھکا سکتے تھے۔ علامہ طبری نے اس معاملہ کے متعلق حضرت عمرؓ کے خیالات مکالمہ کی صورت میں نقل کئے ہیں۔ ہم ان کو اس موقع پر اس لئے درج کر رہے ہیں کہ اس سے حضرت عمرؓ کے خیالات کا راز سر بستہ معلوم ہوگا۔ مکالمہ عبداللہ بن عباسؓ سے ہوا جو حضرت علیؓ کے ہم قبیلہ اور طرفدار تھے۔

حضرت عمرؓ: کیوں عبداللہ بن عباس! علیؓ ہمارے ساتھ کیوں نہیں شریک ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ: میں نہیں جانتا۔

حضرت عمرؓ: تمہارے باپ رسول اللہؐ کے چچا اور تم رسول اللہؐ کے چچیرے بھائی ہو۔ پھر تمہاری قوم کی طرف سے تمہاری طرفداری کیوں نہیں ہوئی؟

حضرت عبداللہ بن عباسؓ: میں نہیں جانتا۔

حضرت عمرؓ: لیکن میں جانتا ہوں، تمہاری قوم تمہارا سردار ہونا گوارا نہیں کرتی تھی۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ: کیوں؟

حضرت عمرؓ: وہ یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ ایک ہی خاندان میں نبوت اور خلافت دونوں آ جائیں۔ شاید تم یہ کہو گے کہ حضرت ابوبکرؓ نے تم کو خلافت سے محروم کر دیا لیکن خدا کی قسم! یہ بات نہیں۔ ابوبکرؓ نے وہ کیا جس سے زیادہ مناسب کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی۔ اگر وہ تم کو خلافت دینا بھی چاہتے تو ان کو ایسا کرنا تمہارے حق میں کچھ مفید نہ ہوتا۔

دوسرا مکالمہ اس سے زیادہ مفید ہے۔ کچھ باتیں تو وہی ہیں جو پہلے مکالمہ میں گزریں، کچھ نئی ہیں اور وہ یہ ہیں۔

حضرت عمرؓ: کیوں عبداللہ بن عباسؓ! تمہاری نسبت میں بعض بعض باتیں سنا کرتا تھا لیکن میں نے اس خیال سے اس کی تحقیق نہیں کی کہ تمہاری عزت میری آنکھوں میں کم نہ ہو جائے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ: وہ کیا باتیں ہیں؟

حضرت عمرؓ: میں نے سنا ہے کہ تم کہتے ہو کہ لوگوں نے ہمارے خاندان سے خلافت حسداً ظلماً چھین لی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ: ظلماً کی نسبت تو میں نہیں کہہ سکتا کیونکہ یہ بات کسی پر مخفی نہیں لیکن حسداً تو اس کا تعجب کیا ہے۔ ابلیس نے آدم پر حسد کیا اور ہم لوگ آدمؑ ہی کی اولاد ہیں۔ پھر محسود ہوں تو کیا تعجب ہے؟

حضرت عمرؓ: افسوس خاندان بنو ہاشم کے دلوں سے پرانے رنج اور کینے نہ جائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ: ایسی بات نہ کہئے۔ رسول اللہ بھی ہاشمی ہی تھے۔

حضرت عمرؓ: اس تذکرے کو جانے دو۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ: بہت مناسب۔ ؎1

سن ہجری مقرر کرنا:

اس کی ابتداء یوں ہوئی کہ: سن ۲۱ ہجری میں حضرت عمرؓ کے سامنے ایک چک پیش ہوئی، صرف شعبان کا لفظ لکھا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا، یہ کیونکر معلوم ہو کہ گزشتہ شعبان کا مہینہ مراد ہے یا موجودہ۔ اسی وقت مجلس شوریٰ منعقد کی۔ تمام بڑے بڑے صحابہؓ جمع ہوئے اور یہ مسئلہ پیش کیا گیا۔ اکثر نے رائے دی کہ فارسیوں کی تقلید کی جائے۔ چنانچہ ہرمزان جو خوزستان کا بادشاہ تھا اور اسلام لاکر مدینہ منورہ میں مقیم تھا، طلب کیا گیا۔ اس نے کہا کہ ہمارے ہاں جو حساب ہے، وہ اس کا ماہ روز کہتے ہیں اور اس میں تاریخ اور مہینہ دونوں کا ذکر ہوتا ہے۔ اس کے بعد یہ بحث پیدا ہوئی کہ سن کی ابتداء کب سے قرار دی جائے۔

حضرت علیؓ نے ہجرت نبویؐ کی رائے دی اور اسی پر سب کا اتفاق ہو گیا۔ آنحضرتؐ نے ربیع الاوّل میں ہجرت فرمائی تھی یعنی سال میں دو مہینے آٹھ دن گزر چکے

؎1 (تاریخ طبری ۲۷۶۸، ک ۲۷۷۱ بحوالہ الفاروق ۱۷۹)

تھے۔اس لحاظ سے ربیع الاوّل سے آغاز ہونا چاہئے تھا لیکن چونکہ عرب میں سال محرم سے شروع ہوتا ہے۔اس لئے دو مہینے آٹھ دن پیچھے ہٹ کر سال شروع سے سنہ قائم کیا۔ ۱

ان کو تکلیف نہ دو:

حضرت عمرؓ جب شام سے واپس آرہے تھے تو چند آدمیوں کو دیکھا کہ دھوپ میں کھڑے ہیں اوران کے سر پر تیل ڈالا جارہا ہے۔لوگوں سے پوچھا کہ کیا ماجرا ہے؟ معلوم ہوا کہ ان لوگوں نے جزیہ نہیں ادا کیا، اس لئے ان کو سزا دی جاتی ہے۔حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ آخران کا عذر کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ناداری۔فرمایا کہ چھوڑ دواوران کو تکلیف نہ دو۔میں نے رسول اللہ سے سنا ہے:

﴿لا تعذبوا الناس فان الذین یعذبون الناس فی الدنیا یعذبھم اللہ یوم القیامۃ﴾

یعنی آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ لوگوں کو تکلیف نہ دو، جولوگ دنیا میں لوگوں پر عذاب پہنچاتے ہیں خدا قیامت میں ان کو عذاب پہنچائے گا۔ ۲

امیر المومنین کا لقب اختیار کرنا:

اس موقع پر یہ بتادینا ضروری ہے کہ حضرت عمرؓ نے اصول مساوات کے ساتھ اپنے لئے امیر المومنین کا پرفخر لقب کیوں ایجاد کیا۔اصل یہ ہے کہ زمانے تک یہ لقب کوئی فخر کی بات نہیں سمجھی جاتی تھی بلکہ اس سے صرف عہدہ اور خدمت کا اظہار ہوتا تھا۔افسران عموماً امیر کے نام سے پکارے جاتے تھے۔کفار عرب آنحضرت ﷺ کو امیر مکہ کہا کرتے تھے۔سعد بن ابی وقاص کو عراق میں لوگوں نے امیر المونین کہنا شروع کر دیا تھا۔ ۳

حضرت عمرؓ کو اس لقب کا خیال تک نہ تھا۔اس کی ابتدائی یوں ہوئی کہ ایک دفعہ لبید بن ربیعہ اور عدی بن حاتم مدینہ میں آئے اور حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہا۔قاعدہ

۱ (مقریزی جلد اوّل ۲۸۴، الفاروق ۲۹۱)

۲ (الفاروق ۲۹۹) ۳ (مقدمہ ابن خلدون فصل فی اللقب بامیر المومنین)

Marfat.com

کے موافق اطلاع کرائی اور چونکہ کوفہ میں رہ کر امیر المومنین کا لفظ ان کی زبان پر چڑھا ہوا تھا۔ اطلاع کرتے وقت یہ کہا کہ امیر المومنین کو ہمارے آنے کی اطلاع کر دو۔ عمرو بن العاصؓ نے اطلاع کی اور یہی خطاب استعمال کیا۔ حضرت عمرؓ نے اس خطاب کی وجہ پوچھی۔ انہوں نے کیفیت واقعہ بیان کی۔ اس لقب کو پسند کیا اور اسی تاریخ اس کو شہرت عام ہوگئی۔ [1]

بیدار مغزی:

صحابہؓ میں حذیفہ بن الیمان ایک بزرگ تھے جن کو اکثر مخفی باتوں کا پتہ لگتا تھا۔ عہد نبوت میں وہ آنحضرتؐ کے محرم راز تھے اور اسی وجہ سے صاحب السر کہلاتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ایک دن ان سے پوچھا کہ منافقین کا جو گروہ ہے ان میں سے کوئی شخص میرے عمالوں اور عہدہ داروں میں بھی ہے۔ انہوں نے کہا، ہاں ایک شخص ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا لیکن انہوں نے رازداری کے لحاظ سے نام نہیں بتایا۔ حذیفہؓ کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد حضرت عمرؓ نے اس کو معزول کر دیا۔ جس سے میں نے قیاس کیا کہ انہوں نے خود پتہ لگا لیا۔ اسی بیدار مغزی کا اثر تھا کہ تمام افسر اور عمال ان کے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتے تھے۔ علامہ طبری لکھتے ہیں:

وکانو لا یدون شیئا ولا یاتونه الا وامروه فیه. (طبری ۲۴۸۷)

''یعنی لوگ کوئی کام ان سے بغیر دریافت کیے نہیں کرتے تھے۔'' [2]

بیت المال کا خیال:

ایک دفعہ بیمار پڑ گئے تو لوگوں نے علاج میں شہد تجویز کیا۔ بیت المال میں شہد موجود تھا لیکن بلا اجازت نہیں لے سکتے تھے۔ مسجد نبویؐ میں جا کر لوگوں سے کہا کہ اگر اجازت دیں تو بیت المال سے تھوڑا سا شہد لے لوں۔ اس کاروائی کا مطلب اجازت کے سوا یہ ظاہر کرنا تھا کہ خزانہ عام پر خلیفہ وقت کو اتنا اختیار بھی نہیں۔ [3]

---

[1] (ادب المفرد ۱۸۴، الفاروق ۳۲۲)

[2] (الفاروق ۳۲۹) [3] (الفاروق ۳۳۱)

Marfat.com

میں حنیفی (مسلمان) ہوں:

ایک عیسائی عین اس وقت حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا جب وہ حرم میں خطبہ پڑھ رہے تھے۔ اسی حالت میں اس نے شکایت کی۔ فرمایا، دوبارہ محصول نہیں لیا جا سکتا۔ عیسائی چند روز مکہ میں مقیم رہا۔ ایک دن حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا اور کہا کہ میں وہی نصرانی ہوں جس نے محصول کے متعلق شکایت کی تھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، میں حنیفی (مسلمان) ہوں جس نے تمہارا کام انجام دیا۔ عیسائی نے دریافت کیا تو حضرت عمرؓ پہلے ہی دن زیاد کو حکم بھیج چکے تھے۔ [1]

مجاہدین کے گھروں کی خدمت:

محبؒ طبری نے ابوحذیفہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ان کا معمول تھا کہ مجاہدین کے گھروں پر جاتے اور عورتوں سے کہتے کہ تم کو کچھ بازار سے منگوانا ہو تو میں لادوں۔ وہ لونڈیاں ساتھ کر دیتیں۔ حضرت عمرؓ خود چیزیں خریدتے اور ان کے حوالہ کرتے۔ مقام جنگ سے قاصد آتا اور اہل فوج کے خطوط لاتا تو خود ان کے گھروں پر پہنچا آتے تھے۔ اور کہتے کہ فلاں تاریخ تک قاصد واپس جائے گا، تم جواب لکھوا رکھو کہ اس وقت تک روانہ ہو جائے۔ کاغذ، قلم اور دوات خود مہیا کرتے اور جس گھر میں کوئی حرف شناس نہ ہوتا، خود چوکھٹ کے پاس بیٹھ جاتے اور گھر والے جو لکھواتے، لکھتے جاتے۔ [2]

میرا کرتا اس کو دے دو:

ایک دفعہ ایک بدو ان کے پاس آیا اور یہ اشعار پڑھے:

یا عمر الخیر خیر الجنة اکس

بنیاتی وامهنه اقسم بالله لتفعلنه

''اے عمرؓ! لطف اگر ہے تو جنت کا ہے میری لڑکیوں کو کپڑے پہنا۔ خدا کی قسم! تجھ کو یہ کرنا ہوگا۔''

---

[1] (الفاروق ۳۳۳) [2] (الفاروق ۳۳۷)

Marfat.com

حضرت عمرؓ نے فرمایا اور میں تمہارا کہنا نہ کروں تو کیا ہوگا؟ بدو نے کہا:

تکون عن حالی لتسئلنه والواقف المسئول

یبهتنه اما الیٰ نار واما جنة

''تجھ سے قیامت میں میری نسبت سوال ہوگا اور تو ہکا بکا رہ جائے گا

پھر یا دوزخ کی طرف یا بہشت کی طرف جانا ہوگا۔''

حضرت عمرؓ اس قدر روئے کہ داڑھی تر ہوگئی۔ پھر غلام سے کہا کہ میرا یہ کرتا اس کو دے دے۔ اس وقت اس کے سوا اور کوئی چیز میرے پاس نہیں۔ [۱]

ایک نابینا کے لئے خدمت گار کا تقرر:

سعید بن یربوع ایک صحابی تھے جن کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ آپؓ جمعہ میں کیوں نہیں آتے؟ انہوں نے کہا کہ میرے پاس آدمی نہیں کہ مجھ کو راستہ بتائے۔ حضرت عمرؓ نے ایک آدمی مقرر کیا جو ہمیشہ ان کے ساتھ ساتھ رہتا تھا۔ [۲]

ایک معذور کے لئے نوکر کا تقرر:

ایک دفعہ لوگوں کو کھانا کھلا رہے تھے۔ ایک شخص کو دیکھا، بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے۔ پاس جا کر کہا کہ داہنے ہاتھ سے کھاؤ۔ اس نے کہا، جنگ موتہ میں میرا دایاں ہاتھ جاتا رہا۔ حضرت عمرؓ کو رقت ہوئی۔ اس کے برابر بیٹھ گئے اور رو کر کہنے لگے کہ افسوس تم کو وضو کون کراتا ہوگا؟ سر کون دھوتا ہوگا؟ کپڑے کون پہناتا ہوگا؟ پھر ایک نوکر مقرر کر دیا اور اس کے لئے تمام ضروری چیزیں خود خود مہیا کر دیں۔ [۳]

شرک کی جڑ کاٹ دی:

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے ایک درخت کے نیچے لوگوں سے جہاد پر بیعت لی تھی۔ اس بناء پر یہ درخت متبرک سمجھا جانے لگا اور لوگ اس کی زیارت کو آتے تھے۔

---

[۱] (سیرت العمرین وازالۃ الخفاء، الفاروق ۳۴۰)

[۲] (اسد الغابہ تذکرہ سعد بن یربوع، الفاروق ۳۴۱) [۳] (ایضاً ۳۴۲)

Marfat.com

حضرت عمرؓ نے یہ دیکھ کر اس کو جڑ سے کٹوا دیا۔ [1]

توحید کا سبق:

ایک دفعہ سفرِ حج سے واپس آرہے تھے، راستہ میں ایک مسجد تھی جس میں ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ اس خیال سے لوگ اس طرف دوڑے۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اہل کتاب انہی باتوں کی بدلت تباہ ہوئے کہ انہوں نے پیغمبروں کی یادگاروں کو عبادت گاہ بنالیا۔ [2]

سیّدالقوم خادمھم:

بنوالعجلان ایک نہایت معزز قبیلہ تھا۔ ایک شاعر نے ان کی ہجو لکھی۔ انہوں نے حضرت عمرؓ سے آکر شکایت کی۔ حضرت عمرؓ نے کہا، وہ اشعار کیا ہیں؟ انہوں نے یہ شعر پڑھا:

اذا اللّٰه عادی اھل لوم ورقة

فعادی بنی العجلان رھط بن مقبل

''خدا اگر کمینہ آدمی کو دشمن رکھتا ہے تو قبیلہ عجلان کو بھی دشمن رکھے۔''

حضرت عمرؓ نے فرمایا، یہ تو ہجو نہیں بلکہ بدعا ہے کہ خدا اس کو قبول نہ کرے۔ انہوں نے دوسرا شعر پڑھا:

قبیلتھم لا یغدرون بذمة

ولا یظلمون الناس حبة خردل

''یہ قبیلہ کسی سے بدعہدی نہیں کرتا اور نہ کسی پر رائی برابر ظلم کرتا ہے۔''

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کاش میرا تمام خاندان ایسا ہی ہوتا۔ حالانکہ شاعر نے اس لحاظ سے کہا تھا کہ عرب میں یہ باتیں کمزوری کی علامت سمجھی جاتی تھیں۔

ولا یردون الما الا عشیة

اذا صدرا لوراد عن کل منھل

---

[1] (ایضاً ۳۴۴) [2] (ازالۃ الخفاء حصہ دوم ۹۱، الفاروق ۳۴۴)

Marfat.com

''یہ لوگ چشمے یا کنوئیں پر صرف رات کے وقت جاتے ہیں جب
اور لوگ واپس آ چکتے ہیں۔''

یہ بات بھی شاعر نے اس لحاظ سے کہی تھی کہ اہل عرب کے نزدیک بے کس اور کمزور لوگ ایسا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے یہ سن کر کہا کہ بھیڑیئے سے بچنا تو اچھی بات ہے۔ انہوں نے آخر یہ شعر پڑھا:

وما سمی العجلان الا لقولهم
خذا القعب احلب ایها العبدوا عجل

''اس کا نام عجلان اس لئے پڑا کہ لوگ اس سے کہتے تھے کہ اے او
غلام پیالہ لے اور جلدی سے دودھ لا۔''

حضرت عمرؓ نے فرمایا۔......سیّد القوم خادمهم...... [1]

فتنہ:

ایک دفعہ ایک شخص کو دُعا مانگتے سنا کہ خدایا! مجھ کو فتنوں سے بچانا۔ فرمایا کہ تم یہ چاہتے ہو کہ خدا تم کو آل اولاد نہ دے۔ (قرآن مجید میں خدا نے آل واولاد کو فتنہ کہا ہے) [2]

دریا کے سفر میں قصر:

ایک دفعہ ایک شخص نے پوچھا کہ دریا کے سفر میں قصر ہے یا نہیں؟ اس کی غرض یہ تھی کہ دریا کا سفر شرعاً سفر ہے یا نہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا، کیوں نہیں۔ خدا خود فرماتا ہے۔

﴿هوا الّذی یسیر کم فی البر و البحر﴾

''وہ (خدا) وہ ہے جو تم کو خشکی اور تری کی سیر کراتا ہے۔'' [3]

معاملات اور سفر سے انسان پہچانا جاتا ہے:

ایک دفعہ ایک شخص نے ان کے سامنے کسی کی تعریف کی۔ فرمایا کہ تم سے کبھی

---

[1] (الفاروق ۳۹۸) [2] (ازالۃ الخفا ۲۰۵، الفاروق ۴۰۱)

[3] (الفاروق ۴۰۱)

Marfat.com

معاملہ پڑا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ پوچھا، کبھی سفر میں ساتھ ہوا ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا کہ تم تو وہ بات کہتے ہو جو جانتے نہیں۔ [1]

زندہ دلی:

اگرچہ خلافت کے افکار نے ان کو خشک مزاج بنا دیا تھا لیکن یہ ان کی طبعی حالت نہ تھی۔ کبھی کبھی موقع ملتا تو زندہ دلی کے اشغال سے جی بہلاتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے رات بھر اشعار پڑھوائے۔ جب صبح ہونے لگی تو کہا کہ اب قرآن پڑھو۔

محدث ابن الجوزی نے سیرۃ العمرین میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ رات کو گشت کر رہے تھے۔ ایک طرف سے گانے کی آواز آئی۔ ادھر متوجہ ہوئے اور دیر تک کھڑے سنتے رہے۔

ایک دفعہ سفر حج میں حضرت عثمان، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ ساتھ تھے۔ عبداللہ بن زبیرؓ اپنے ہم سنوں کے ساتھ چہل کرتے تھے اور حنظل کے دانے اچھالتے چلتے تھے۔ حضرت عمرؓ صرف اس قدر فرماتے تھے کہ دیکھو اونٹ بھڑکنے نہ پائیں۔ لوگوں نے رباح سے حدی گانے کی فرمائش کی۔ وہ حضرت عمرؓ کے خیال سے رکے لیکن جب حضرت عمرؓ نے کچھ ناراضگی ظاہر نہ کی تو رباح نے گانا شروع کیا۔ حضرت عمرؓ بھی سنتے رہے۔ جب صبح ہو چکی تو فرمایا کہ بس اب خدا کے ذکر کا وقت ہے۔

ایک دفعہ سفر حج میں ایک سوار گاتا جا رہا تھا۔ لوگوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپؓ اس کو منع نہیں کرتے۔ فرمایا کہ گانا شتر سواروں کا زادِ راہ ہے۔

خوات بن جبیر کا بیان ہے کہ ایک دفعہ سفر میں حضرت عمرؓ کے ساتھ تھا۔ ابوعبیدہ اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم بھی ہمرکاب تھے۔ لوگوں نے مجھ سے فرمائش کی کہ ضرار کے اشعار گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، بہتر یہ ہے کہ اپنے اشعار گائیں۔ چنانچہ میں نے گانا شروع کیا اور ساری رات گاتا رہا۔ [2]

---

[1] (الفاروق ۲۰۵)   [2] (ازالۃ الخفا ۲۰۶/ ۱۹۸، الفاروق ۴۱۷)

Marfat.com

ضرورت سے زائد زمین ضبط کرلی:

حضرت بلالؓ مزنی سے حضرت عمرؓ نے فرمایا، اے بلال! آپ نے رسول خداؐ سے جاگیر کی درخواست کی۔ آنحضرتؐ سوال رَد نہ فرماتے تھے۔ آپ کی درخواست پر جاگیر عطا فرمادی۔ اب آپ اس کی کاشت کی طرف سے غافل ہیں اور بلال نے اپنی کوتاہی تسلیم کرلی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، جتنی اراضی آپ کو درکار ہو، رکھ لیجئے، باقی واپس کر دیجئے۔ ہم اسے مسلمانوں میں تقسیم کردیں۔

بلالؓ نے کہا، میں اس اراضی میں سے ایک بالشت بھی واپس نہ دوں گا۔ عمرؓ نے فرمایا، بلال! کس بھول میں ہو، تمہیں ضرور واپس کرنا ہوگی۔ اور حضرت عمرؓ نے ان کی ضرورت سے فاضل اراضی ضبط کر کے دوسرے مسلمانوں میں تقسیم فرمادی۔ [1]

اسے طلاق دے دو:

حضرت حذیفہ بن الیمانی (جن کے والد کا نام حِسل اور وطن یمن ہے۔ وطن ہی کی نسبت سے الیمانی ہیں) حضرت عمرؓ کے عہد میں مدائن کے گورنر تھے۔ یہیں ممدوح نے ایک یہودی عورت سے عقد فرمالیا۔ امیرالمومنینؓ کو اطلاع ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے عامل مدائن کی طرف لکھا کہ یہودی عورت کو علیحدہ کر دیجئے۔ جواب آیا، امیرالمومنینؓ! کیا یہودیہ سے مناکحت حرام ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا، میں یہی حکم دیتا ہوں کہ میرا خط ہاتھ سے علیحدہ کرنے سے قبل اسے طلاق دے دو۔ یہودی عورتوں میں اس بلا کا حسن ہوتا ہے کہ مسلمان اپنی عورتوں سے نظریں ہٹا کر انہیں گھروں میں ڈالنا شروع کردیں گے۔ اے حذیفہ! آپ کا یہ ارتکاب مسلمان عورتوں کے لئے کس قدر فتنہ بن جائے گا۔ [2]

پانچ اصول:

جب ابوعبیدہ شام میں تھے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں لکھا۔ برائے خدا پانچ امور اپنے اوپر لازم رکھئے جن کی پاسداری آپؓ کے دین کی ضامن اور وقار دنیوی کا ذریعہ ثابت ہوگی۔

---

[1] (سنن ابن ماجہ باب الانہار والاقطاع) [2] (ازالۃ الخفا مقصد دوم ۱۸۱)

Marfat.com

۱: فریقین مقدمہ میں مدعا علیہ سے قسم لیجئے۔ مدعی سے بینہ حاصل کیجئے۔

۲: فریقین معاملہ میں کمزور فریق سے ملاطفت کیجئے تا کہ اس کے دل سے ہراس دور ہو اور اس کی زبان پوری ترجمانی کر سکے۔

۳: غریب الوطن کو تسکین دو ورنہ وہ اپنا دعویٰ چھوڑ کر چلا جائے گا۔

۴: دوران تفتیش میں جو فریق یا گواہ آپؐ کے سامنے سر جھکائے کھڑا ہو، اس کی شہادت مشتبہ ہے۔

۵: مقدمہ میں کسی نتیجہ پر نہ پہنچنے کی صورت میں فریقین کے درمیان صلح کی کوشش کیجئے۔ والسلام۔ [1]

بیت المال سے حضرت عمرؓ کے مصارف:

حضرت عمرؓ نے بیت المال سے اپنے ذاتی مصارف کے لئے جو تحدید فرمادی تو اس کا باعث وہ کنیز تھی جو امیر المومنینؓ کے یہاں سے باہر آئی تو احنف بن قیسؓ نے کہا۔ یہ حضرت عمرؓ کی باندی ہے۔ کنیز نے کہا، میں عمرؓ کی باندی نہیں بلکہ بیت المال کی پونجی ہوں۔ ہم نے کہا، عجیب۔ بیت المال میں سے حضرت عمرؓ اپنے لئے کسی شے کو مباح نہیں فرماتے۔ یہ بات امیر المومنینؓ تک پہنچ گئی۔ ہم سے دریافت فرمایا تو عرض کیا، بے شک ہم لوگ یہی گفتگو کر رہے تھے اور ہم نے اپنی اور باندی کی پوری گفتگو بیان کر دی۔

عمرؓ نے فرمایا، سنئے بیت المال میں سے میرے لئے کیا مباح ہے؟

۱: گرمی اور سردی ہر دو موسم کے لئے ایک ایک حلہ۔

۲: حج اور عمرہ کے لئے سواری۔

۳: قریش کے معیار کے مطابق اپنے اہل کے خورد و نوش اور لباس کے لئے سامان۔ قریش کے معیار سے بہتر نہ اس سے کم۔

۴: اپنے مسلمان ہونے کی حیثیت سے عام مسلمانوں کی مانند غنیمت سے رسدی حصہ۔ [2]

---

[1] (کتاب الخراج ۱۱۷) [2] (کتاب الاموال ابوعبید ۲۶۷)

Marfat.com

اپنے آپ سے خطاب:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں۔ ہم دونوں باغ میں جا رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے چار دیواری کے اندر قدم رکھا اور ہم دونوں کے درمیان دیوار حائل ہوگئی۔ اس وقت میرے کان میں یہ آواز پڑی۔

"آج تم امیر المومنین کے منصب پر فائز ہو خوش بخت! مگر اے ابن الخطابؓ! یاد رکھو۔ اگر تم خدا کو بھول گئے تو وہ عذاب کے بغیر نہ چھوڑے گا۔" [1]

حضرت عمرؓ کی غلط کتابت پر تعزیر:

یحییٰ ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ: ابوموسیٰؓ کا ایک کاتب تھا۔ اس نے حضرت عمر بن الخطابؓ کی طرف خط لکھا اور خط کا آغاز اس طرح کیا...... من ابوموسیٰ...... ابوموسیٰ کی طرف سے۔ حالانکہ عربی قاعدے کے مطابق اسے...... من ابوموسیٰ...... کی بجائے...... من ابی موسیٰ...... لکھنا چاہئے تھا۔ تو حضرت عمرؓ نے ابوموسیٰؓ کی طرف جوابی خط لکھا کہ جب میرا یہ خط تیرے پاس پہنچے تو اس کاتب کو کوڑے مارنا اور اس کے کام سے بھی معزول کر دینا۔ کیونکہ یہ فحش غلطیاں کرتا ہے جو اس اہم عہدہ کے قابل نہیں ہے۔ [2]

حضرت عمرؓ کی تواضع:

حضرت عمرؓ ایک دن صدقہ کے اونٹوں کے بدن پر تیل مل رہے تھے۔ ایک شخص نے کہا، امیر المومنین! یہ کام کسی غلام سے لیا ہوتا؟ بولے، مجھ سے بڑھ کر کون غلام ہو سکتا ہے؟ جو شخص مسلمانوں کا والی ہے، وہ ان کا غلام بھی ہے۔ [3]

---

1. (حضرت عمرؓ کے سیاسی نظریئے ۲۱۷)
2. (فتوح البلدان ۳۵۴/ حاصل مطالعہ ۹۹)
3. (سیر الصحابۃ ۱/ ۱۶۷، حاصل مطالعہ ۱۶۲)

Marfat.com

حضرت عمرؓ کی بہو:

شیخ الحدیث مولانا زکریا سہارنپوریؒ لکھتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ ایک مرتبہ شب کو مدینہ طیبہ کی پاسبانی فرمارہے تھے۔ پھرتے پھرتے تھکان کی وجہ سے ایک دیوار سے سہارا لگا کر تھوڑی دیر کے لئے کھڑے ہوگئے۔ ایک بڑھیا کی آواز آئی جس نے اپنی لڑکی کو آواز دے کر کہا کہ دودھ میں پانی ملادے۔ لڑکی نے عذر کیا کہ امیر المومنین کی طرف سے اس کی ممانعت کا اعلان ہو چکا ہے۔ ماں نے کہا کہ امیر المومنین کیا یہاں بیٹھے دیکھ رہے ہیں؟ لڑکی نے کہا، یہ تو بہت ہی ناموزوں ہے کہ سامنے تو امیر کی اطاعت کریں اور پس پردہ نافرمانی، یہ نہیں ہوسکتا۔ حضرت عمرؓ نے اس مکان کو ذہن نشین فرمالیا۔ صبح ہوتے ہی اپنے صاحبزادہ حضرت عاصمؓ کی منگنی اس لڑکی سے بھیج دی۔ اس لڑکی کی اولاد سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ پیدا ہوئے۔ [1]

امیر المومنین کے انتقال کا وقت قریب آ گیا:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے فرمایا، میں نے خواب میں دیکھا کہ: میں ایک ایسی جگہ ہوں جہاں بہت سے راستے ہیں۔ پھر سارے راستے ختم ہوگئے اور صرف ایک راستہ رہ گیا۔ میں نے اس پر چلنا شروع کر دیا اور چلتے چلتے ایک پہاڑ پر پہنچ گیا۔ جس کے اوپر حضور علیہ السلام تشریف فرما تھے اور ان کے پاس حضرت ابوبکرؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ اور حضور حضرت عمرؓ کو اشارہ فرمارہے تھے کہ یہاں آجاؤ۔ یہ خواب دیکھ کر میں نے کہا...... انا للہ وانا الیہ راجعون...... اللہ کی قسم! امیر المومنین (حضرت عمرؓ) کے انتقال کا وقت آ گیا ہے۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں، میں نے کہا، آپؓ یہ خواب حضرت عمرؓ کو نہیں لکھ دیتے؟ انہوں نے فرمایا، میں خود ان کو ان کی موت کی خبر کیوں دوں؟ [2]

تمہیں شہادت کا درجہ کہاں مل سکتا ہے؟:

حضرت قیس بن ابی حازم فرماتے ہیں کہ: ایک دن حضرت عمرؓ نے لوگوں میں

---

[1] (ازالۃ الخفاء ۲/۷۸، اسلامی سیاست ۱۸۱، حاصل مطالعہ ۱۸۰)

[2] (طبقات ابن سعد ۳/۳۳۲، مستدرک حاکم ۳/۹۹، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۲۲۴)

Marfat.com

بیان فرمایا اور بیان میں یہ بات کہی کہ جنت عدن میں ایک محل ہے جس کے پانچ سو دروازے ہیں اور ہر دروازے پر پانچ ہزار آہو چشم حوریں ہیں۔ اس میں صرف تین قسم کے آدمی داخل ہوں گے۔ ایک تو نبی داخل ہوگا، پھر حضور کی قبر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، اے قبر والے! آپ کو مبارک ہو۔ پھر فرمایا، یا صدیق داخل ہوگا، پھر حضرت ابوبکرؓ کی قبر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، اے ابوبکرؓ! تمہیں مبارک ہو۔ پھر فرمایا، یا شہید داخل ہوگا۔ پھر اپنی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، اے عمر! تمہیں شہادت کا درجہ کہاں مل سکتا ہے؟ پھر فرمایا، جس اللہ نے مجھے مکہ سے نکال کر مدینہ کی ہجرت کی سعادت نصیب فرمائی، وہ اس بات پر قادر ہے کہ شہادت کو کھینچ کر میرے پاس لے آئے۔ [1]

مدینہ منورہ میں شہادت کی تمنا:

حضرت حفصہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو یہ دُعا مانگتے ہوئے سنا، اے اللہ! مجھے اپنے راستہ کی شہادت اور اپنے نبی ﷺ کے شہر کی موت نصیب فرما۔ میں نے کہا، یہ (ان دو باتوں کا جمع ہونا) کیسے ہو سکتا ہے؟ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا، اللہ چاہے تو ایسے کر دے گا۔ [2]

فاروقِ اعظمؓ کے آخری لمحات:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب ابولؤلؤ نے حضرت عمرؓ پر نیزے کے دو وار کیے تو حضرت عمرؓ کو یہ خیال ہوا کہ شاید ان سے لوگوں کے حقوق میں کوئی ایسی کوتاہی ہوئی ہے جسے وہ نہیں جانتے ہیں چنانچہ انہوں نے حضرت ابن عباسؓ کو بلایا۔ حضرت عمر کو ان سے بڑی محبت تھی، وہ ان کو اپنے قریب رکھتے تھے اور ان کی بات سنا کرتے تھے اور ان سے فرمایا، میں یہ چاہتا ہوں کہ تم یہ پتہ کرو کہ کیا میرا یہ قتل لوگوں کے مشورے سے ہوا ہے؟ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ باہر چلے گئے۔ وہ مسلمانوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے، وہ روتے نظر آتے۔ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں

---

[1] (مسلم شریف ۲/۱۳۳، کنز العمال ۲/۲۵۵) [2] (بخاری شریف، فتح الباری ۴/۷۱)

Marfat.com

واپس آکر عرض کیا، اے امیر المومنین! میں جس جماعت کے پاس سے گزرا، میں نے ان کو روتے ہوئے پایا۔ ایسے معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے آج ان کا پہلا بچہ گم ہو گیا ہو۔ ۸ حضرت عمرؓ نے

پوچھا، مجھے کس نے قتل کیا ہے؟ حضرت ابن عباسؓ نے کہا، حضرت مغیرہ بن شعبہ کے مجوسی غلام ابولؤلؤ نے۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کو پتہ چلا کہ ان کا قاتل مسلمان نہیں بلکہ مجوسی ہے تو میں نے ان کے چہرے میں خوشی کے آثار دیکھے اور وہ کہنے لگے، تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے میرا قاتل ایسے آدمی کو نہیں بنایا جو لا الٰہ الا اللہ کہہ کر مجھ سے حجت بازی کر سکے۔ غور سے سنو، میں نے تم کو کسی عجمی کافر غلام کو ہمارے ہاں لانے سے منع کیا تھا لیکن تم نے میری بات نہ مانی۔ پھر فرمایا، میرے بھائیوں کو بلاؤ۔ لوگوں نے پوچھا، وہ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم۔ ان لوگوں کے پاس آدمی بھیجا پھر اپنا سر میری گود میں رکھ دیا۔ جب وہ حضرات آ گئے تو میں نے کہا، یہ سب آ گئے ہیں تو فرمایا، اچھا میں نے مسلمانوں کے معاملہ میں غور کیا ہے۔ میں نے آپ چھ حضرات کو مسلمانوں کا سردار اور قائد پایا ہے اور یہ امر خلافت صرف تم میں ہی ہو گا۔ جب تک تم سیدھے رہو گے اس وقت تک لوگوں کی بات بھی ٹھیک رہے گی، اگر مسلمانوں میں اختلاف ہوا تو پہلے تم میں ہو گا۔ جب میں نے سنا کہ حضرت عمرؓ نے آپس کے اختلاف کا ذکر کیا ہے تو میں نے سوچا کہ اگرچہ حضرت عمرؓ یوں کہہ رہے ہیں کہ اگر اختلاف ہوا لیکن یہ اختلاف ضرور ہو کر رہے گا کیونکہ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ حضرت عمرؓ نے کوئی چیز کہی ہو اور میں نے اسے نہ دیکھا ہو۔ پھر ان کے زخموں سے بہت سا خون نکلا جس سے وہ کمزور ہو گئے۔ وہ چھ حضرات آپس میں چپکے چپکے باتیں کرنے لگے یہاں تک کہ مجھے خطرہ ہوا کہ یہ لوگ ابھی اپنے میں کسی ایک سے بیعت ہو جائیں گے۔ اس پر میں نے کہا، ابھی امیر المومنین زندہ ہیں اور

Marfat.com

ایک وقت میں دو خلیفہ نہیں ہونے چاہئیں کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں، ابھی کسی کو خلیفہ نہ بناؤ۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا، مجھے اٹھاؤ چنانچہ ہم نے ان کو اٹھایا۔ پھر انہوں نے فرمایا، تم لوگ تین دن مشورہ کرو اور اس عرصہ میں حضرت صہیبؓ لوگوں کو نماز پڑھاتے رہیں۔ ان حضرات نے پوچھا، ہم کن سے مشورہ کریں۔ انہوں نے فرمایا، مہاجرین اور انصار سے اور یہاں جتنے لشکر ہیں ان کے سرداروں سے۔ اس کے بعد تھوڑا سا دودھ منگایا اور اسے پیا تو دونوں زخموں میں سے دودھ کی سفیدی باہر آنے لگی جس سے حضرت عمرؓ نے سمجھ لیا کہ موت آنے والی ہے۔ پھر فرمایا، اب اگر میرے پاس ساری دنیا ہو تو میں اسے موت کے بعد آنے والے ہولناک منظر کی گھبراہٹ کے بدلے میں دینے کو تیار ہوں لیکن مجھے اللہ کے فضل سے امید ہے کہ میں خیر ہی دیکھوں گا۔

حضرت ابن عباسؓ نے کہا، آپؓ نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا بہترین بدلہ اللہ آپؓ کو عطا فرمائے۔ کیا یہ بات نہیں ہے کہ جس زمانے میں مسلمان مکہ میں خوف کی حالت میں زندگی گزار رہے تھے، اس وقت حضورؐ نے یہ دُعا فرمائی تھی کہ آپؓ کو ہدایت دے کر اللہ تعالیٰ دین کو اور مسلمانوں کو عزت عطا فرمائے۔ جب آپؓ مسلمان ہوئے تو آپؓ کا اسلام عزت کا ذریعہ بنا اور آپؓ کے ذریعے سے اسلام اور حضورؐ اور آپؐ کے صحابہ کھلم کھلا سامنے آئے اور آپ نے مدینہ کو ہجرت فرمائی اور آپ کی ہجرت فتح کا ذریعہ بنی۔ پھر جتنے غزوات میں حضورؐ نے مشرکین سے قتال فرمایا، آپؓ کسی سے غیر حاضر نہ ہوئے۔ پھر حضورؐ کی وفات اس حال میں ہوئی کہ وہ آپؓ سے راضی تھے۔ پھر آپؓ نے حضورؐ کے طریقہ کے مطابق حضورؐ کے بعد خلیفہ رسولؐ کی خوب زوردار مدد کی اور ماننے والوں کو لے کر آپؓ نے نہ ماننے والوں کا مقابلہ کیا یہاں تک کہ لوگ طوعاً و کرہاً اسلام میں داخل ہو گئے۔ بہت سے لوگ خوشی سے داخل ہوئے کچھ ماحول اور حالات سے مجبور ہو کر داخل ہوئے۔ پھر ان خلیفہ کا اس حال میں انتقال ہوا کہ وہ آپؓ سے راضی تھے۔ پھر آپؓ کو خلیفہ بنایا گیا اور آپؓ نے اس ذمہ داری کو اچھے طریقہ سے انجام دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپؓ کے ذریعہ سے بہت سے

نئے شہر آباد کرائے جیسے کوفہ اور بصرہ۔ اور مسلمانوں کے لئے روم وفارس کے سارے اموال جمع کر دیئے اور آپؓ کے ذریعہ دشمن کا قلع قمع کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ہر گھر میں آپؓ کے ذریعہ دین کو بھی ترقی عطا فرمائی اور رزق میں بھی وسعت عطا فرمائی اور پھر اللہ نے آپؓ کو خاتمہ میں شہادت کا مرتبہ عطا فرمایا۔ یہ مرتبہ شہادت آپؓ کو مبارک ہو۔

پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا، اللہ کی قسم! تم ایسی باتیں کر کے جسے دھوکہ دے رہے ہو، اگر وہ ان باتوں کو اپنے لئے مان جائے گا تو وہ واقعی دھوکہ کھانے والا انسان ہے۔ پھر فرمایا، اے عبداللہ! کیا تم قیامت کے دن اللہ کے سامنے بھی میرے حق میں ان تمام باتوں کی گواہی دے سکتے ہو؟ حضرت ابن عباسؓ نے کہا، جی ہاں۔ تو فرمایا، اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ میری گواہی دینے کے لئے حضورؐ کے چچازاد بھائی تیار ہو گئے ہیں۔

فاروقِ اعظمؓ پر قاتلانہ حملہ:

مدینہ منورہ میں مغیرہ بن شعبہ کا ایک ایرانی غلام 'ابولولو' رہتا تھا۔ ایک دن وہ حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور کہا کہ میرے آقا نے مجھ پر بہت زیادہ محصول لگا رکھا ہے، آپؓ اسے کم کرا دیجئے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا، کیا محصول ہے؟ ابوالولو نے کہا، دو درہم روزانہ۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا، تم پیشہ کیا کرتے ہو؟ ابولولو نے کہا، نجاری، نقاشی اور آہنگری۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، تو تمہارے لئے تو یہ کچھ زیادہ محصول نہیں ہے۔

غلام اس جواب سے ناراض ہوا اور یہ کہہ کر چلا گیا کہ اچھا سمجھوں گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، مجھے ایک غلام نے ڈانٹ دیا ہے۔ اور یہ کہہ کر خاموش رہے۔

دوسرے روز صبح کو حضرت عمرؓ نماز کے لئے مسجد نبویؐ میں تشریف لائے۔ ابولولو زہر آلود خنجر چھپائے پہلے ہی تاک میں کھڑا تھا۔ جوں ہی آپؓ نے تکبیر کہی، اس نے شانہ اور ناف پر چھ وار کئے۔ آس پاس کے لوگ اسے پکڑنے کے لئے بھاگے تو اس نے انہیں بھی زخمی کیا۔ مگر جب اس نے دیکھا کہ نجات کی کوئی صورت نہیں تو اپنے ہی خنجر مار کر خودکشی کر لی۔

Marfat.com

زخمی ہونے کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو نماز کی امامت کی ہدایت کی۔ انہوں نے جلدی جلدی نماز پوری کی۔ حضرت عمرؓ اس دوران میں زمین پر پڑے رہے۔ نماز سے فراغت کے بعد حضرت عمرؓ کو ان کے گھر لایا گیا۔ ؎۱

عمر بن خطابؓ حجرہ میں دفن ہونے کی اجازت مانگ رہے ہیں:

حضرت عمر بن میمون حضرت عمر کی شہادت کا قصہ ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کہا، دیکھو مجھ پر کتنا قرض ہے؟ اس کا حساب لگاؤ۔ انہوں نے کہا، چھیاسی ہزار۔ حضرت عمرؓ نے کہا، اگر عمرؓ کے خاندان کے مال سے یہ قرضہ ادا ہو جائے تو ان سے مال لے کر میرا یہ قرضہ ادا کر دینا اور میری قوم بنو عدی بن کعب سے مانگنا۔ اگر ان کے مال سے میرا تمام قرضہ اتر جائے تو ٹھیک ہے ورنہ میرے قبیلہ قریش سے مانگنا۔ ان کے بعد کسی اور سے نہ مانگنا اور میرا قرضہ ادا کر دینا اور اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ کی خدمت میں جا کر سلام کرو اور ان سے کہو، عمرؓ بن خطاب اپنے دونوں ساتھیوں (حضورؐ اور حضرت ابوبکرؓ) کے ساتھ حجرۂ مبارک میں دفن ہونے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ عمر بن خطاب کہنا اور اس کے ساتھ امیر المومنین نہ کہنا کیونکہ میں آج امیر المومنین نہیں ہوں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں گئے تو دیکھا وہ بیٹھی ہوئی رو رہی ہیں۔ سلام کر کے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ عمرؓ بن خطاب اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت چاہتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا، اللہ کی قسم! میں نے اس جگہ دفن ہونے کی اپنے لئے نیت کی ہوئی تھی لیکن میں آج حضرت عمرؓ کو اپنے اوپر ترجیح دوں گی یعنی ان کو اجازت ہے۔

جب حضرت عبداللہ بن عمرؓ واپس آئے تو حضرت عمرؓ نے کہا، تم کیا جواب لائے ہو؟ حضرت عبداللہؓ نے کہا، انہوں نے آپ کو اجازت دے دی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اس وقت میرے نزدیک اس کام سے زیادہ ضروری کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر فرمایا، جب میں مر جاؤں، تم میرے جنازے کو اٹھا کر حضرت عائشہؓ کے دروازے کے سامنے لے جانا۔ پھر ان سے دوبارہ اجازت طلب کرنا اور یوں کہنا کہ عمرؓ بن خطاب حجرۂ میں دفن ہونے کی

؎۱ (خلفائے راشدین کے کارنامے ۲۵۰)

Marfat.com

اجازت مانگ رہے ہیں اور اگر وہ اجازت دے دیں تو مجھے اندر لے جانا اور اس حجرۂ میں دفن کر دینا اور اگر اجازت نہ دیں تو مجھے واپس کر کے مسلمانوں کے عام قبرستان میں دفن کر دینا۔ جب حضرت عمرؓ کے جنازے کو اٹھایا گیا تو سب کی چیخیں نکل گئیں اور ایسے لگا کہ جیسے آج ہی مسلمانوں پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے سلام کر کے عرض کیا کہ عمرؓ بن خطاب اندر دفن ہونے کی اجازت طلب کر رہے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے اجازت دے دی اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کو حضورؐ اور حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ دفن ہونے کا شرف عطا فرما دیا۔ [1]

چھ حضرات کی شوریٰ:

جب حضرت عمرؓ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو لوگوں نے کہا، آپ کسی کو اپنا خلیفہ مقرر کر دیں تو فرمایا، میں ان چھ آدمیوں کی اس جماعت سے زیادہ کسی کو بھی امر خلافت کا حقدار نہیں پاتا ہوں کہ حضورؐ کا اس حال میں انتقال ہوا تھا کہ وہ ان چھ سے راضی تھے۔ یہ جسے بھی خلیفہ بنا لیں، وہی میرے بعد خلیفہ ہوگا۔ پھر حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم کے نام لئے۔ اگر خلافت حضرت سعدؓ کو ملے تو وہی اس کے مستحق ہیں ورنہ ان میں سے جسے بھی خلیفہ بنایا جائے، وہ ان سے مدد حاصل کرتا رہے کیونکہ میں نے ان کو کوفہ کی خلافت سے کسی کمزوری یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا اور حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہؓ کے لئے یہ طے کیا کہ یہ چھ حضرات ان سے مشورہ لے سکتے ہیں لیکن ان کا خلافت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ [2]

آنے والے خلیفہ کو وصیت:

حضرت عمروؓ سے روایت ہے کہ: جب حضرت عمرؓ کی موت کا وقت قریب آیا تو

---

[1] (طبقات ابن سعد ۳/ ۳۴۴، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۵۰)

[2] (طبقات ابن سعد ۲/ ۲۴۴، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۵۱)

Marfat.com

آپؓ نے کہا، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم کو میرے پاس بلا کر لاؤ، چنانچہ یہ حضرات آ گئے۔ ان حضرات میں سے صرف حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ سے گفتگو فرمائی۔ چنانچہ حضرت علیؓ سے فرمایا، اے علیؓ! یہ حضرات آپؓ کی حضور علیہ ﷺ سے رشتہ داری کو اور ان کے داماد ہونے کو بھی جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو جو علم اور فقہ عطا فرمایا ہے، اسے بھی جانتے ہیں لہٰذا اگر آپؓ کو خلیفہ بنا دیا جائے تو اللہ سے ڈرتے رہنا اور بنوفلاں (یعنی بنوہاشم) کو لوگوں کی گردنوں پر نہ بٹھا دینا۔ پھر حضرت عثمانؓ سے فرمایا، اے عثمانؓ! یہ حضرات اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ حضورؐ کے داماد ہیں اور آپؓ کی عمر زیادہ ہے اور آپؓ بڑی شرافت والے ہیں لہٰذا اگر آپؓ کو خلیفہ بنا دیا جائے تو اللہ سے ڈرتے رہنا اور بنوفلاں (یعنی اپنے رشتہ داروں) کو لوگوں کی گردنوں پر نہ بٹھا دینا۔ پھر فرمایا، حضرت صہیبؓ کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ وہ آئے تو ان سے فرمایا، تم لوگوں کو تین دن نماز پڑھاؤ۔ یہ چھ حضرات ایک گھر میں جمع رہیں، اگر یہ حضرات کسی ایک کے خلیفہ ہونے پر متفق ہو جائیں تو جو ان کی مخالفت کرے اس کی گردن اڑا دینا۔[1]

خلیفہ کا فیصلہ کس طرح کیا جائے؟:

حضرت ابوجعفر کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرات شوریٰ سے فرمایا، آپ لوگ اپنے امر خلافت کے بارے میں مشورہ کریں۔ اور اگر رائے میں اختلاف ہو اور چھ حضرات دو اور دو اور دو ہو جائیں یعنی تین آدمیوں کو خلیفہ بنانے کی رائے بن رہی ہو تو پھر دوبارہ مشورہ کرنا اور اگر چار اور دو ہو جائیں تو زیادہ کی یعنی چار کی رائے کو اختیار کر لینا۔ حضرت اسلم حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اگر رائے کے اختلاف کی وجہ سے یہ حضرات تین اور تین ہو جائیں تو جدھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ہوں ادھر کی رائے کو اختیار کر لینا اور ان حضرات کے فیصلہ کو سننا اور ماننا۔[2]

---

[1] (حیاۃ الصحابہؓ ۲/۵۲) [2] (حیاۃ الصحابہؓ ۲/۵۲)

Marfat.com

شوریٰ کے لئے سیکورٹی کا انتظام:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ نے اپنی وفات سے تھوڑی دیر پہلے حضرت ابوطلحہ انصاریؓ کو بلا کر فرمایا، اے ابوطلحہؓ! تم اپنی قوم انصار کے پچاس آدمی لے کر ان حضرات شوریٰ کے ساتھ رہنا۔ میرا خیال یہ ہے کہ اپنے میں سے کسی ایک کے گھر جمع ہوں گے۔ تم ان کے دروازے پر اپنے ساتھی لے کر کھڑے رہنا اور کسی کو اندر نہ جانے دینا اور نہ ان کو تین دن تک چھوڑنا، یہاں تک کہ یہ حضرات اپنے میں سے کسی کو امیر مقرر کر لیں۔ اے اللہ! تو ان میں میرا خلیفہ ہے۔ [1]

خلیفہ کے اوصاف:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت عمرؓ کی ایسی خدمت کی کہ ان کے گھر والوں میں کوئی بھی ویسی نہ کر سکا اور میں نے ان کے ساتھ شفقت کا ایسا معاملہ کیا کہ ان کے گھر والوں میں سے کوئی بھی ویسا نہ کر سکا۔ ایک دن میں ان کے گھر میں ان کے ساتھ تنہائی میں بیٹھا ہوا تھا اور وہ مجھے اپنے پاس بٹھایا کرتے تھے اور میرا بہت اکرام فرمایا کرتے تھے۔ اتنے میں انہوں نے اتنے زور سے آہ بھری کہ مجھے خیال ہوا کہ اس سے ان کی جان نکل جائے گی۔ میں نے کہا، اے امیر المومنین! کیا آپؓ نے یہ آہ کسی چیز سے گھبرا کر بھری ہے؟ انہوں نے فرمایا، ہاں گھبرا کر بھری ہے۔ میں نے پوچھا، وہ کیا چیز ہے؟ انہوں نے فرمایا، ذرا نزدیک آ جاؤ۔ چنانچہ میں ان کے بالکل قریب ہو گیا۔ تو فرمایا، میں کسی کو اس امر خلافت کے اہل نہیں پا رہا ہوں۔ میں نے کہا، فلاں اور فلاں، فلاں اور فلاں، فلاں اور فلاں کے بارے میں آپؓ کا کیا خیال ہے؟ اور حضرت ابن عباسؓ نے ان کے سامنے چھ اہل شوریٰ کے نام گنائے۔ پھر فرمایا، اس امر خلافت کی صلاحیت صرف وہی آدمی رکھتا ہے جو مضبوط ہو لیکن سخت اور درشت نہ ہو، نرم ہو لیکن کمزور نہ ہو، سخی ہو لیکن فضول خرچ نہ ہو، احتیاط سے خرچ کرنے والا ہو لیکن کنجوس نہ ہو۔ [2]

---

[1] (کنز العمال ۳/ ۱۵۷، حیاۃ الصحابہؓ ۲/ ۵۳)

[2] (حیاۃ الصحابہؓ ۲/ ۵۵)

تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن......:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: میں حضرت عمرؓ کی خدمت کیا کرتا تھا اور ان سے ڈرا بھی بہت کرتا تھا اور ان کی تعظیم بھی بہت کیا کرتا تھا۔ میں ایک دن ان کی خدمت میں ان کے گھر حاضر ہوا، وہ اکیلے بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے اتنے زور سے سانس لیا کہ میں سمجھا کہ ان کی جان نکل گئی ہے۔ پھر انہوں نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر بہت لمبا سانس لیا۔ میں نے ہمت سے کام لیا اور کہا، میں ان سے اس بارے میں ضرور پوچھوں گا۔ چنانچہ میں نے کہا، اے امیر المومنین! آپؓ نے کسی بڑی پریشانی کی وجہ سے اتنا لمبا سانس لیا ہے۔ انہوں نے کہا، ہاں اللہ کی قسم! مجھے سخت پریشانی ہے اور وہ یہ ہے کہ مجھے اس امر خلافت کا اہل کوئی بھی نہیں مل رہا ہے۔ پھر فرمایا، شاید تم یوں کہتے ہو گے کہ تمہارے ساتھی یعنی حضرت علیؓ اس امر خلافت کے اہل ہیں۔ میں نے کہا، اے امیر المومنین! انہیں ہجرت کی سعادت بھی حاصل ہے اور وہ حضورؐ کے صحبت یافتہ بھی ہیں اور حضورؐ کے رشتہ دار بھی ہیں، کیا وہ ان تمام امور کی وجہ سے خلافت کے اہل نہیں ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا، تم جیسے کہہ رہے ہو وہ ایسے ہی ہیں لیکن ان میں مزاح اور دل لگی کی عادت ہے۔ پھر وہ حضرت علیؓ کا تذکرہ فرماتے رہے۔ پھر یہ فرمایا کہ خلافت کی ذمہ داری صرف وہی شخص اٹھا سکتا ہے جو نرم ہو لیکن کمزور نہ ہو اور مضبوط ہو لیکن سخت نہ ہو اور سخی ہو لیکن فضول خرچ نہ ہو اور احتیاط سے خرچ کرنے والا لیکن کنجوس نہ ہو اور پھر فرمایا، اس خلافت کو سنبھالنے کی طاقت صرف وہی آدمی رکھتا ہے جو بدلہ لینے کے لئے دوسروں سے حسن سلوک نہ کرے اور ریا کاروں کی مشابہت اختیار نہ کرے اور لالچ میں نہ پڑے اور اللہ کی طرف سے سونپی ہوئی خلافت کی ذمہ داری کی طاقت صرف وہی آدمی رکھتا ہے جو اپنی زبان سے ایسی بات نہ کہے جس کی وجہ سے اسے اپنا عزم توڑنا پڑے اور اپنی جماعت کے خلاف بھی حق کا فیصلہ کر سکے۔ [1]

---

[1] (کنز العمال ۳/۱۵۸، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۵۶)

Marfat.com

اے حسنؓ! اپنے باپ کے گواہ رہنا:

حضرت ابومطرؒ کہتے ہیں کہ: میں نے حضرت علیؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب حضرت عمر بن خطابؓ کو ابولؤلؤ نے زخمی کیا تو میں ان کے پاس گیا۔ وہ رو رہے تھے۔ میں نے کہا، اے امیر المومنین! آپؓ کیوں رو رہے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا، میں آسمان کے فیصلے کی وجہ سے رو رہا ہوں۔ مجھے معلوم نہیں کہ مجھے جنت میں لے جایا جائے گا یا جہنم میں؟ میں نے ان سے کہا، آپؓ کو جنت کی بشارت ہو کیونکہ میں نے حضورؐ کو بے شمار دفعہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابوبکر و عمر جنت کے بڑی عمر کے لوگوں کے سردار ہیں اور دونوں بہت عمدہ آدمی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اے علیؓ! کیا تم میرے جنتی ہونے کے گواہ ہو؟ میں نے کہا، جی ہاں اور اے حسنؓ! تم اپنے باپ کے گواہ رہنا کہ حضورؐ نے فرمایا کہ عمر جنت والوں میں سے ہے۔[1]

بہت فکر مند ہوں:

حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ نے فرمایا، آج کل میں مسلمانوں کے ایک کام کی وجہ سے بہت فکر مند ہوں، بتاؤ میں اس کام کا امیر کسے مقرر کروں؟ لوگوں نے کہا، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو مقرر کر دیں۔ آپؓ نے فرمایا، وہ کمزور ہیں۔ لوگوں نے کہا، فلاں صاحب کو مقرر کر دیں۔ آپؓ نے فرمایا، مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ لوگوں نے پوچھا، آپؓ کیسا آدمی چاہتے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا، مجھے ایسا آدمی چاہئے کہ جب وہ امیر ہو تو ایسے متواضع بن کر رہے جیسے کہ وہ لوگوں میں ایک عام آدمی ہے اور جب وہ امیر نہ ہو تو وہ ایسے فکر اور ذمہ داری سے چلے کہ گویا وہی امیر ہے۔ لوگوں نے کہا، ہمارے علم کے مطابق تو ایسا آدمی ربیع بن زیاد کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، تم لوگوں نے ٹھیک کہا۔[2]

انتقال کے وقت وصیت:

حضرت یحییٰ بن ابی راشد نصریؒ کہتے ہیں کہ: جب حضرت عمر بن خطابؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے بیٹے سے فرمایا، اے میرے بیٹے! جب مجھے موت آنے

---

[1] (منتخب کنز العمال ۴/۴۳۸، حیاۃ الصحابہ ۲/۶۹)

[2] (کنز العمال ۳/۱۶۴، حیاۃ الصحابہ ۲/۸۰)

لگے تو میرے جسم کو دائیں پہلو کی طرف موڑ دینا۔ اور اپنے دونوں گھٹنے میری کمر کے ساتھ لگا دینا۔ اور اپنا دایاں ہاتھ میری پیشانی پر اور بایاں ہاتھ میری ٹھوڑی پر رکھ دینا اور جب میری روح نکل جائے تو میری آنکھیں بند کر دینا۔ اور مجھے درمیانے قسم کا کفن پہنانا۔ کیونکہ اگر مجھے اللہ کے ہاں خیر ملی تو پھر اللہ تعالیٰ مجھے اس سے بہتر کفن دے دیں گے اور اگر میرے ساتھ کچھ اور ہوا تو اللہ تعالیٰ اس کفن کو مجھ سے جلدی چھین لیں گے۔ اور میری قبر درمیانی قسم کی بنانا۔ کیونکہ اگر مجھے اللہ کے ہاں خیر ملی تو پھر تو قبر کو تا حد نگاہ کشادہ کر دیا جائے گا اور اگر معاملہ اس کے خلاف ہوا تو پھر قبر میرے لئے اتنی تنگ کر دی جائے گی کہ میری پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں گی۔ میرے جنازے کے ساتھ کوئی عورت نہ جائے۔ اور جو خوبی مجھ میں نہیں ہے اسے مت بیان کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ مجھے تم لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں۔ اور جب تم میرے جنازے کو لے کر چلو تو تیز چلنا کیونکہ اگر مجھے اللہ کے ہاں سے خیر ملنے والی ہے تو تم مجھے اس خیر کی طرف لے جا رہے ہو، اس لئے جلدی کرو۔ اور اگر معاملہ اس کے خلاف ہے تو تم ایک شر کو اٹھا کر لے جا رہے ہو، اسے اپنی گردن سے جلد اتارو۔ [1]

میرا سر زمین پر رکھ دو:

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ: مرض الوفات میں حضرت عمرؓ کا سر میری ران پر رکھا ہوا تھا تو مجھ سے انہوں نے کہا، میرا سر زمین پر رکھ دو۔ میں نے کہا، آپؓ کا سر میری ران پر رہے یا زمین پر، اس میں آپؓ کا کیا حرج ہے؟ فرمایا نہیں، زمین پر رکھ دو۔ چنانچہ میں نے زمین پر رکھ دیا تو فرمایا، اگر میرے رَبّ نے مجھ پر رحم نہ کیا تو میری بھی ہلاکت ہے اور میری ماں کی بھی۔

حضرت مشور کہتے ہیں جب حضرت عمرؓ کو نیزہ مارا گیا تو فرمایا، اگر مجھے اتنا سونا مل جائے جس سے ساری زمین بھر جائے تو میں اللہ کے عذاب کو دیکھنے سے پہلے ہی اس سے بچنے کے لئے وہ سارا سونا فدیہ میں دے دوں۔ [2]

[1] (طبقات ابن سعد ۳/ ۳۵۸، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۵۲) [2] (حلیۃ الاولیاء ۱/ ۵۲، حیاۃ الصحابہ ۲/ ۱۵۲)

Marfat.com

فاروقِ اعظمؓ کا وصال:

حضرت عمرؓ کے علاج کے لئے ایک طبیب کو جو انصار میں سے تھے، بلایا گیا۔ انہوں نے آپؓ کو قوت کے لئے دودھ پلایا۔ وہ دودھ جوں کا توں زخم کی راہ سے باہر نکل آیا۔ یہ حال دیکھ کر طبیب نے کہا، اے امیر المومنین! اپنا قائم مقام منتخب فرما لیجئے۔ (یعنی آخر وقت قریب ہے) یہ سن کر پاس کھڑے ہوئے لوگ رونے لگے۔ آپؓ نے فرمایا، جو روتا ہو وہ میرے پاس سے چلا جائے۔ تم نے سنا نہیں، رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا ہے:

"میت کے اعزہ کے رونے کے سبب میت کو عذاب دیا جاتا ہے۔"[1]

حضرت عمرؓ کے انتقال کا غم:

حضرت ابووائلؒ کہتے ہیں کہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے آکر ہمیں حضرت عمرؓ کے دنیا سے تشریف لے جانے کی خبر دی۔ اس دن میں نے لوگوں کو جتنا غمگین اور جتنا روتے ہوئے دیکھا، اتنا اور کسی دن نہیں دیکھا۔ پھر حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا، اللہ کی قسم! اگر مجھے پتہ چل جاتا تھا کہ حضرت عمرؓ فلاں کتے سے محبت کرتے ہیں تو میں بھی اس سے محبت کرنے لگ جاتا تھا۔ اللہ کی قسم! مجھے یقین ہے کہ کانٹے دار جھاڑیوں کو بھی حضرت عمرؓ کے انتقال کا غم محسوس ہوا ہے۔ [2]

حضرت عمرؓ کے وصال کے مسلمانوں پر اثرات:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ: جب حضرات شوریٰ حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد ایک جگہ جمع ہوئے اور حضرت ابوطلحہؓ نے ان کا رویہ دیکھا کہ ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ دوسرا خلیفہ بن جائے تو فرمایا کہ اب اُمت کے حالات ایسے ہیں کہ اگر تم اس امارت کے طالب بن جاؤ تو مجھے اس میں کم خطرہ محسوس ہو رہا ہے اور اگر تم سب امارت کو ایک دوسرے پر ڈالنے لگو تو مجھے اس میں زیادہ خطرہ نظر آ رہا ہے۔ اللہ کی قسم! حضرت عمرؓ کے

---

[1] (خلفائے راشدین کے کارنامے ۲۵۰)

[2] (طبقات ابن سعد ۳/۳۷۲، حیاۃ الصحابہ ۲/۶۰۱)

Marfat.com

انتقال کی وجہ سے ہر مسلمان گھرانے کے دین اور دنیا میں کمی آئی ہے۔ ۱

جس نے رونا ہے وہ رو لے:

حضرت مالک بن دینارؒ کہتے ہیں کہ: جب حضرت عمر بن خطابؓ کو شہید کیا گیا تو یمن کے تبالہ پہاڑ پر ایک آواز سنی گئی کہ کسی نے یہ دو شعر پڑھے:

لَبّیک علی الاسلام من کان باکیاً

فقد او شکوا ھلکیٰ وما قدم العھد

واد برت الدنیا وادبر خیرھا

وقد ملّھا من کان یوقن بالوعد

''اسلام پر جس نے رونا ہے وہ رو لے کیونکہ سب لوگ ہلاک ہو گئے۔ حالانکہ ابھی اسلام کو زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا اور دنیا اور دنیا کی خیر نے پیٹھ پھیر لی ہے اور جو آخرت کے وعدوں پر یقین رکھتا ہے، اس کا دل دنیا سے اکتا گیا ہے۔''

لوگوں نے ادھر ادھر بہت دیکھا لیکن انہیں پہاڑ پر کوئی بولنے والا نظر نہ آیا۔ ۲

مدتِ خلافت:

حضرت عمر فاروقؓ کی وفات زخمی ہونے کے بعد تیسرے دن ۲۷ ذی الحجہ ۲۳ھ کو بدھ کی رات میں واقع ہوئی اور دوسرے دن صبح کو دفن ہوئے۔ آپؓ کی عمر اپنے دونوں محترم رفقاء کی طرح ۶۳ سال کی ہوئی۔ آپؓ کی مدت خلافت دس سال چھ مہینے چار دن ہے۔ ۳

جنات کا نوحہ:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: میں نے رات کے وقت کسی کو ان اشعار کے ذریعہ

---

۱ (طبقات ابن سعد ۳/۳۷۴، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۶۰۳)

۲ (مستدرک حاکم ۳/۹۴، حیاۃ الصحابہؓ ۲/۷۲۲)

۳ (خلفائے راشدین کے کارنامے ۲۵۲)

Marfat.com

حضرت عمرؓ کی وفات کی خبر دیتے ہوئے سنا اور مجھے یقین ہے کہ وہ خبر دینے والا انسان نہیں تھا بلکہ جن تھا۔

جزی اللّٰہُ خیراً مِّن امیرٍ وَّبارکت
یدُاللّٰہِ فی ذاک الادیم الممزَّقِ
فمن یَّمش او یرکب جناحی نعامۃٍ
لیدرک ما قدَّمت بالامس یسبقٖ
قضیت اُموراً ثمَّ غادرت بعدھا
بوائق فی اکمامھا لم تفتَّقٖ

''اللہ تعالیٰ امیر المومنین کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اللہ اپنی قدرت سے اس کھال میں برکت عطا فرمائے جس کو ٹکڑے کر دیا گیا (اے امیر المومنین!) آپ جو کارنامے سرانجام دے گئے ہیں، ان تک پہنچنے کے لئے کوئی تھوڑی محنت کرے یا زیادہ وہ کبھی بھی ان تک نہیں پہنچ سکتا بلکہ پیچھے رہ جائے گا۔ بہت بڑے کام تو آپ پورے کر گئے لیکن ان کے بعد ایسی مصیبتیں چھوڑ گئے جو ایسی کلیوں میں ہیں جو ابھی پھوٹی نہیں۔'' [1]

اب حساب سے فارغ ہوا ہوں:

حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ فرماتے ہیں کہ: میں حضرت عمر بن خطابؓ کا پڑوسی تھا۔ میں نے ان سے بہتر کبھی کوئی پڑوسی نہیں دیکھا۔ رات بھر نماز پڑھتے اور دن بھر روزہ رکھتے اور لوگوں کے کاموں میں لگے رہتے۔ جب ان کا انتقال ہوا تو میں نے اللہ سے دُعا کی کہ وہ مجھے خواب میں حضرت عمر کی زیارت کرا دے۔ چنانچہ میں نے انہیں خواب میں دیکھا کہ وہ کندھے پر چادر ڈالے ہوئے مدینہ کے بازار سے آ رہے ہیں۔ میں نے انہیں

---

[1] (طبقات ابن سعد ۳/ ۳۴۷، حیاۃ الصحابہؓ ۲/ ۷۲۳)

Marfat.com

سلام کیا۔ انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے پوچھا، کیا حال ہے؟ فرمایا، خیریت ہے۔ پھر میں نے پوچھا، آپؓ نے کیا پایا؟ فرمایا، اب حساب سے فارغ ہوا ہوں۔ اگر میں رحم کرنے والے ربّ کو نہ پاتا تو میرا وقار گر جاتا۔ [1]

آپؓ کے ربّ نے آپؓ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟:

حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ میرے بڑے گہرے دوست تھے۔ جب ان کا انتقال ہوا تو میں سال بھر اللہ سے دُعا کرتا رہا کہ اللہ تعالیٰ خواب میں حضرت عمرؓ کی زیارت کرا دے۔ آخر سال گزرنے کے بعد میں نے انہیں خواب میں دیکھا کہ وہ اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھ رہے ہیں۔ میں نے کہا، اے امیر المومنین! آپؓ کے ربّ نے آپؓ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ انہوں نے کہا، اب میں حساب سے فارغ ہوا ہوں۔ اگر میرا ربّ شفقت اور مہربانی کا معاملہ نہ کرتا تو میری عزت اور وقار سب گر جاتا۔ [2]

اچھا معاملہ ہوا:

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ: مجھے اس بات کا شوق تھا کہ مجھے کسی طرح یہ پتہ چل جائے کہ مرنے کے بعد حضرت عمرؓ کے ساتھ کیا ہوا؟ آخر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور میں نے خواب میں ایک محل دیکھا۔ میں نے پوچھا، یہ کس کا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت عمر بن خطابؓ کا ہے۔ اتنے میں حضرت عمرؓ محل سے باہر تشریف لائے۔ انہوں نے چادر اوڑھی ہوئی تھی، ایسے لگ رہا تھا کہ ابھی غسل کر کے آئے ہوں۔ میں نے پوچھا، آپؓ کے ساتھ کیسا معاملہ ہوا؟ فرمایا، اچھا معاملہ ہوا۔ اگر میرا ربّ بخشنے والا نہ ہوتا تو میری عزت خاک میں مل جاتی۔ پھر حضرت عمرؓ نے پوچھا، آپ لوگوں سے جدا ہوئے مجھے کتنا عرصہ ہو گیا ہے؟ میں نے کہا، بارہ سال۔ فرمایا، اب میں حساب سے چھوٹا ہوں۔ [3]

---

[1] (حلیۃ الاولیاء ۱/۵۴، حیاۃ الصحابہؓ ۳/۷۲۸)

[2] (طبقات ابن سعد ۳/۳۷۵، حیاۃ الصحابہؓ ۳/۷۲۸)

[3] (حلیۃ الاولیاء ۱/۵۴، حیاۃ الصحابہؓ ۳/۷۲۸)

Marfat.com

دس سال بعد خواب میں دیکھا:

حضرت سالم بن عبداللہؒ کہتے ہیں کہ: میں نے ایک انصاری صحابیؓ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے اللہ سے دُعا کی کہ مجھے خواب میں حضرت عمرؓ کی زیارت کرا دے۔ میں نے دس سال کے بعد انہیں خواب میں دیکھا کہ پیشانی سے پسینہ پونچھ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا، اے امیر المومنین! آپؓ کا کیا بنا؟ فرمایا، اب میں حساب سے فارغ ہوا ہوں۔ اگر میرے ربّ کی مہربانی نہ ہوتی تو میں ہلاک ہو جاتا۔ [1]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا خواب

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ حج سے واپسی پر میں مکہ اور مدینہ کے درمیان سقیا مقام پر سو رہا تھا۔ میں نے خواب میں حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ چلتے ہوئے میرے پاس آئے اور میری بیوی حضرت اُمّ کلثوم بنت عقبہؓ میرے پہلو میں سو رہی تھی۔ حضرت عمرؓ نے آکر اسے پاؤں سے ہلا کر جگایا، پھر وہ پیٹھ پھیر کر چل دیئے۔ لوگ ان کی تلاش میں چل پڑے۔ میں نے اپنے کپڑے منگوا کر پہنے اور میں بھی لوگوں کے ساتھ انہیں ڈھونڈنے لگا۔ اور سب سے پہلے میں ان تک پہنچا لیکن اللہ کی قسم! انہیں ڈھونڈنے میں، میں بے حد تھک گیا۔ میں نے کہا، اللہ کی قسم! اے امیر المومنین! آپؓ نے تو لوگوں کو مشقت میں ڈال دیا۔ جب تک تھک نہ جائے اس وقت تک وہ آپؓ کو ڈھونڈ نہیں سکتا۔ اللہ کی قسم! جب میں اچھی طرح تھک گیا تب آپؓ مجھے ملے۔ انہوں نے فرمایا، میرے خیال میں، میں تو کوئی خاص تیز نہیں چلا۔ (یہاں تک تو خواب ہے، اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں) اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں عبدالرحمٰن کی جان ہے۔ یہ حضرت عمرؓ کا سب سے آگے نکل جانا ان کے اعمال کی وجہ سے ہے۔ [2]

---

[1] (طبقات ابن سعد ۳/۲/۳۷۲، حیاۃ الصحابہؓ ۲/ ۷۲۹)

[2] (طبقات ابن سعد ۳/۳۷۶، حیاۃ الصحابہؓ ۲/ ۷۲۹)

Marfat.com

حافظ مومن خان عثمانی

فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

وفاق المدارس العربیہ پاکستان

خطیب مرکزی جامع مسجد فاروقِ اعظمؓ

مدرسہ مخزن العلوم کٹھائی تحصیل اوگی ضلع مانسہرہ

۰۳۴۵۹۴۸۵۸۴۵/۰۳۰۱۸۱۳۷۰۷۳

۳۰ جولائی ۲۰۰۷ء

Marfat.com

سلسلہ عمر فاروق

حکیم محمود احمد ظفر

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

کے

حیرت انگیز واقعات

حافظ مؤمن خان عثمانی

مکتبۃ الحسن

33 - حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور

042-7241355, 0300-4339699

Marfat.com